کتابُ النکاح سے کتابُ الوقف تک فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ علیمیہ

2

محقق عصر تاج الفقہا مفتی

محمد اختر حسین قادری

شبیر برادرز

کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک فتاوی کا مجموعہ

العطایا الالٰھیہ
فی
الفتاوی العلیمیة

2

معروف بہ

فتاوی علیمیہ

مصنف

محقق عصر تاج الفقہا مفتی محمدؒ اختر حسینؒ قادری

استاذ فقہ و معقولات و صدر شعبہ افتاء دار العلوم علیمیہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

فتاویٰ علیمیہ

مصنف ———— محمد اختر حسین قادری

با اہتمام ———— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ———— فروری

سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزر

طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ———— روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر، ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ھو القادر

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

۷۸۶
۹۲

نذر عقیدت

برکۃ المصطفیٰ فی الہند محقق جلیل الشان
عاشق رسول انام ناشر احادیث نبویہ علامہ اجل

شیخ عبد الحق محدث دہلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ

کی بارگاہ ناز میں نذر حقیر حاضر ہے
گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز کیش
محمد اختر حسین قادری

۷۸۶
۹۲

خراج عقیدت

عطائے امام اعظم مجتہد وقت موید فقہ حنفی محقق علی الاطلاق علامہ زمان

امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۷۹۰ھ وفات ۸۶۱ھ

اور

خاتم المحققین شیخ الاسلام والمسلمین علامہ

سید محمد امین بن عابدین شامی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۱۱۹۸ھ وفات ۱۲۵۲ھ

کے دربار ذی وقار میں پیش ہے

طالب فیضان

محمد اختر حسین قادری

رضویات کے خزانہ میں نادر زمن اضافہ

صاحب تصانیف کثیرہ ماہر رضویات مناظر اہلسنّت عزت مآب حضرت علامہ مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی سربراہ اعلی دار العلوم غوث اعظم پوربندر گجرات

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

اعلیحضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنّت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا محقق البریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تلمیذ و مرید اور مجاز و خلیفہ مبلغ اسلام، قاطع شرک و کفر، حامئ سنت، ماحئ بدعت وضلالت حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳/ اپریل ۱۹۰۲ء کو صوبہ یوپی کے تاریخی شہر میرٹھ میں ہوئی۔

آپ نے صرف سولہ سال کی عمر میں جامعہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے درس نظامی کی تکمیل کر کے عالم وفاضل کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی بعدہ آپ بریلی شریف گئے اور امام اہلسنت اعلیحضرت امام احمد رضا محقق بریلوی سے قادری سلسلہ میں بیعت کی۔ اور خرقہ خلافت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ نے دین واسلام کی نشر واشاعت اور خدمات کے لیے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی۔ انگریزی زبان میں آپ بہت روانی اور سرعت سے عام فہم اور دلکش انداز میں تقریر کرنے کی صلاحیت تامہ کے حامل تھے۔ چالیس سال تک افریقہ، امریکہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، ملایا، سنگاپور اور دیگر ممالک میں اپنے محدود وسائل کے باوجود اسلام کا عالمگیر پیغام پہنچایا۔ آپ کے دست برحق پر پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ مفکر اسلام کی حیثیت سے عالمی پیمانے پر آپ کے نام کا ڈنکا بجتا رہا۔ متعدد کانفرنسیں منعقد کیں۔ تبلیغی واشاعتی سوسائٹیاں، لائبریریاں، کالج، مدارس اور مساجد قائم کیں۔ ۱۹۵۱ء میں پوری دنیا کا طویل دورہ کیا اور دلائل وبراہین کی روشنی میں اسلام کا پیغام دیا۔ نتیجۃً مختلف ممالک کے بااثر اور نامور اشخاص نے حق وصداقت کا اثر قبول کیا۔ آپ نے متعدد معتبر و مستند و معتمد تصانیف ارقام فرمائی ہیں۔ جن میں (۱) ذکر حبیب (۲) کتاب تصوف (۳) بہار شباب اور دیگر تصانیف شامل ہیں۔ آپ نے ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور مدینہ شریف کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

آپ نے باقیات الصالحات کی حیثیت سے سینکڑوں مدارس، ہزاروں تلامذہ اور لاکھوں کی تعداد میں

مریدین ومتوسلین کا حلقہ اپنی علمی وروحانی وراثت کے طور پر ملت اسلامیہ کے لیے ترکہ میں عطا فرمایا۔ان میں سے ایک یادگار صوبہ یوپی کے جمدا شاہی میں واقع عظیم ادارہ دارالعلوم علیمیہ ہے۔اس ادارہ سے بے شمار تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھا کر اب خود سبیل رواں کی حیثیت سے قوم وملت کی آبیاری کر رہے ہیں۔

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کا شمار ملک کے عظیم سنی اداروں میں ہوتا ہے ذی استعداد اور خلوص و بے لوثی کے پیکر جمیل اساتذہ کرام تلامذہ کو اپنا خون جگر پلا کر علوم وعرفان کا حسین نمونہ بناتے ہیں۔انہیں لائق صد احترام اور واجب التعظیم،اساتذہ کے،''جیش رضا'' میں ایک ذات گرامی ایسی ہے جو اہلسنت کی آبرو،مشائخ عظام کا محبوب نظر ،اکابر علما کا مطمح نظر،اصاغر علما کا ہادی ورہبر،مسند تدریس کی شان،فتوی نویسی کی آن بان،دلائل وبراہین کا کوہ ہمالیہ ،علوم وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر،فاضل جلیل،عالم نبیل،ذی مرتبت مفتی،مصنف جلیل،مناظر عظیم،مقرر رطب اللسان،واعظ شعلہ بیان،منافقوں کے لیے سیف حیدری،مومنوں کے سپر ومحافظ،علوم ومعارف وفنون میں ہر فن مولی ،مسلک اعلیحضرت کا باوقار علمبردار،رضویات کے جذبہ حق کا سپہ سالار،خلوص وتقوی کا پیکر جمیل،دلیری وجوانمردی کا بطل نامور،میرے مخلص کرم فرماں،میرے پیارے جیجا حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔دارالعلوم جمدا شاہی کے صدر مفتی کی حیثیت سے فتوی نویسی کی خدمت میں آپ کا قلم شب وروز رواں دواں رہتا ہے اور کلک رضا کا جوہر دکھلاتا رہتا ہے۔حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری کے فتاوی نے بنام ''فتاوی علیمیہ'' جلد اول اور جلد دوم زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آنے کی سعادت پارہے ہیں اور سرور وطرب کے ساز وسامان کے ساتھ ان کی آمد آمد ہو رہی ہے جس کا سہرہ کتب خانہ امجدیہ دہلی اور مکتبہ علیمیہ خلیل آباد کے سر پر مشترکہ طور پر باندھا جائے گا۔

فقیر اس نیک وسعید موقع پر قلب کی گہرائی سے صد مبارک باد کی صدا اور ترنم ریزی کا فریضہ بطور شکر ادا کرنے کی سعی کرتا ہے۔دعا ہے کہ مولی تعالی اپنے محبوب اعظم واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ''فتاوی علیمیہ'' کی بیش بہا اشاعت کو عوام وخواص میں مقبول فرمائے اور ملت اسلامیہ کو اس اشاعت سے مستفیض ومستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

فقط خیر اندیش دعا گو
عبدالستار ہمدانی مصروف نوری برکاتی
بمقام پوربندر،گجرات
مورخہ ٢٧/محرم الحرام ١٤٣٩ھ مطابق ١٨/اکتوبر ٢٠١٧ء بروز چہارشنبہ

فہرست مسائل فتاویٰ علیمیہ دوم

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

محرمات کا بیان

ولی و کفو کا بیان

مہر کا بیان

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

کتاب السیر

سیر کا بیان

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

کتاب الشرکۃ

شرکت کا بیان

کتاب الوقف

وقف کا بیان

باب المسجد

مسجد کا بیان

باب المقبرہ

قبرستان کا بیان

فہرست جدید مسائل

كتاب النكاح

نکاح کا بیان

كتاب الطلاق

طلاق کا بیان

كتاب الحدود

حدود کا بیان

كتاب السير

سیر کا بیان

كتاب المفقود

مفقود کا بیان

کتاب الوقف

وقف کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب النکاح

قال اللہ تعالیٰ

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾

(النساء/۳)

یعنی

نکاح کرو جو تمہیں خوش آئیں عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار اور اگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک سے۔

از ص:۲۵	تا	ص:۱۳۸

کل فتاویٰ:۱۲۳

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

کہامیں جب، جب شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق اب نکاح کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: عبدالواحد علی انصاری، مقام منگرا سرولی، ضلع سیتامڑھی، بہار

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے قسم کھایا کہ:

میں جب، جب شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق، آیا اب زید کسی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص یعنی جس کو زید نے نکاح کا وکیل نہ بنایا ہو بغیر زید کے کہے کسی عورت سے زید کا نکاح کردے اور جب زید کو اس کا علم ہو کہ فلاں نے میرے کہے بغیر میرا نکاح کر دیا ہے تو زبان سے نکاح نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا کام کردے جس سے اجازت ہو جائے۔ مثلاً اس عورت کو کچھ مہر دے دے یا اس کو بوسہ لے لے یا اسی کے مثل اور کوئی ایسا کام کردے جو زوجین کے مابین ہوتے ہیں تو اس طرح سے نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہیں پڑے گی۔ ایسا ہی بہار شریعت، ح:۸، ص:۱۶ پر اور فقہی پہیلیاں میں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

وکیل کے ساتھ مؤکلہ لڑکی کا نکاح جائز ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری برکاتی نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت لڑکی کا وکیل نکاحی باپ بنایا جاتا ہے۔ لڑکی نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی اور لڑکی اس نکاحی باپ یعنی وکیل سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا شریعت نکاح کی اجازت دیتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

محض وکیل بن جانے سے کوئی حرمت نہیں آتی ہے۔لڑکی اگر وکیل کے محرمات میں سے نہیں ہے تو بلا شبہ یہ نکاح جائز و درست ہے۔بشرطے اور کوئی وجہ مانع نکاح نہ پائی جاتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

گونگے کا نکاح

مسئلہ از: عبدالقادر بن محمد علی، مقام و پوسٹ اموڑھا بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کا ایک لڑکا ہے اور وہ لڑکا کان سے کم سنتا ہے اور زبان سے صحیح طریقے سے بول نہیں پاتا اور اس کی شادی ہونے والی ہے۔تو وہ ایجاب وقبول کیسے کرے گا۔دلائل شرعیہ سے مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں اس کا نکاح اشارہ سے ہوگا مگر یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ گونگا لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اگر لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو بذریعہ تحریر عقد ہوگا کہ گونگے کے نکاح سے متعلق فقہاے کرام نے یہی تحریر فرمایا ہے۔

چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" صاحب قدس سرہ رقمطراز ہیں:

عاقدین گونگے ہوں تو نکاح اشارہ سے ہوگا۔(۱)

اور خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:

"ثم قال فی النھر ینبغی ان لا یختلف فی انعقادہ بالأصمّین اذا کان کل من الزوج والزوجۃ اخرس لان نکاحہ کما قالوا ینعقد بالاشارۃ حیث کانت معلومۃ" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۶/۱۱/۱۴۲۱ھ

(۱) بہار شریعت، ج:۷، ص:۱۲

(۲) ردالمحتار، کتاب النکاح، ج:۲، ص:۲۷۲

صلح کلی قاضی سے نکاح پڑھوانا اور قبروں پر بنے نئے راستہ پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا عبدالحیٰ خاں یارعلوی، جامعہ صدیقیہ فیضان العلوم سانگولہ ضلع شیولا پور، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) زید قاضی شہر ہے اور وہی سب کا نکاح پڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہابی دیوبندی رافضی، بدمذہبوں کی نکاح خوانی کرتا ہے ایسی صورت میں سنی صحیح العقیدہ حضرات ایسے قاضی شہر سے نکاح خوانی کروائیں یا نہیں اور ایسے قاضی شہر کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

(۲) مسلم قبرستان ہے اس قبرستان کی کچھ پرانی قبروں کو توڑ کر راستہ بنا دیا گیا ہے اب اس راستہ پر نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ ازروئے شرع مفصل تحریر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابی، دیوبندی، رافضی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر ومرتد ہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "مرتد منافق وہ کہ اب بھی کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شی کا منکر ہے جیسے آج کل کے وہابی رافضی، قادیانی،،(۱)

اسی میں ہے: "مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت کہتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔"(۲)

اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولامسلمة ولاکافرة اصلیة کذالک لایجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط." (۳)

لہٰذا زید جو وہابی دیوبندی وغیرہ کا نکاح پڑھا کرتا ہے وہ صلح کلی وگمراہ اور بدمذہب ہے اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اگر وہ صدق دل سے توبہ کرکے آئندہ وہابیوں اور دیگر بدمذہبوں کا نکاح پڑھانے سے باز آجائے تو اس سے سنی حضرات نکاح پڑھوا سکتے ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۵۵

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص:۵۵

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۸۲

(۲) قبروں پر راستہ بنانا ناجائز وحرام ہے اس پر چلنا پھرنا نماز پڑھنا سب حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "**لان اطئی علی جمرۃ حتی تخلص الی جلدی احب الی من ان اطأعلی قبر مسلم**" (۱)

یعنی مجھے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے زیادہ پسند چنگاری پر پاؤں رکھنا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "**المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام**" (۲)

فتاوی رضویہ میں ہے: "قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، اُن پر پاؤں رکھنا جائز نہیں یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے" (۳)

لہٰذا اگر مسلمانوں کی قبروں پر راستہ بنایا گیا تو اس پر چلنا پھرنا اور کوئی بھی نماز پڑھنا حرام ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۶ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

اگر سسر نے بہو کو شہوت سے دانت کاٹا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: تسنیم ثریا بنت خلیل احمد وارڈ نمبر تین عیدگاہ روڈ تلسی نگر، ضلع کشی نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

میری (ہندہ) شادی زید سے تقریباً دو برس قبل ہوئی اور میں (ہندہ) رخصت ہوکر پہلی بار اپنی سسرال گئی اور ایک ہفتہ تک اپنی سسرال میں رہی اس دوران میں ہندہ شوہر کی ناموجودگی میں اپنے سسر کی غلط وگندی حرکتوں سے عاجز رہی مثلاً سسر بغیر بتائے میرے کمرے میں داخل ہوکر نازیبا مذاق اور فحش گانا سننے پر مجبور کرتا مجھے اپنے ہاتھوں سے جبریہ مٹھائی کھلانے کے لیے کہتا مجبور ہوکر ایک دن جب مٹھائی کھلائی تو سسر نے دانتوں سے میری انگلیوں کو کاٹ لیا لیکن حد اس وقت ہوگئی جب سسر مٹھائی کھلانے کے بہانے مجھے اپنے باہوں میں ایک دن دبوچ لیا اس نازیباوگندی حرکتوں کی شکایت جب میں نے اپنے شوہر سے کی تو ناراض ہوگیا اور واضح کیا کہ جب تک تمہارے والدین پانچ لاکھ روپیہ یا چار پہیا گاڑی

(۱) سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۱۴۰

(۲) ردالمحتار، ج:۱، ص:۲۲۹

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۱۰۸

نہیں دیں گے تب تک تمہارے ساتھ یہ ساری حرکتیں ہوتی رہیں گی اتنا کہہ کر میرے شوہر نے گھر والوں کی رضا مندی سے میرے سارے سامان اور زیوارات مجھ سے چھین لیا اور پڑرونہ بس اڈے پر چھوڑ کر فرار ہوگیا اس کے بعد میں کسی طرح اپنے میکے پہنچی واضح ہو کہ میرا شوہر دبئی رہتا ہے مجھے خوف ہے کہ جب شوہر کی موجودگی میں سسر کی یہ نازیبا وگندی حرکت ہے تو اس کے دبئی جانے کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا، مذکورہ حالات کے پیش نظر میں (ہندہ) اپنی سسرال جانے پر ہرگز راضی نہیں ایسی صورت میں مجھے کیسے چھٹکارا حاصل ہوگا اور اگر شوہر طلاق نہ دے تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں:

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شہوت کے ساتھ بہو کو دانت کاٹنے یوں ہی شہوت کے ساتھ باہوں میں لینے سے وہ عورت اس کے لڑکے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے درمختار میں ہے:

"والمعانقة كالتقبيل وكذا القرص والعض بشهوة" (۱)

بہار شریعت میں ہے: "حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے۔ یونہی بشہوت چھونے سے اور بوسہ لینے سے اور فرج داخل کی طرف نظر کرنے سے اور گلے لگانے اور دانت کاٹنے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے" (۲)

مگر صرف عورت کا بیان حرمت کے لیے کوئی چیز نہیں جب تک کہ شوہر اس کی تصدیق نہ کرے یا دو گواہوں سے اس کام کا ثبوت نہ ہو جائے، فتاوی رضویہ میں ہے:

"عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے درمختار میں ہے: "لان الحرمة ليست اليها قالوا وبه يفتى فى جميع الوجوه بزازية" اور اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں لانه يريد ازالة ملك ثابت بشهادة واحدة لا سيما وهى على فعل نفسه وشهادة المرء على فعل نفسه لا تقبل كما نصوا عليه قاطبة ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کر دے، بزازیہ وہندیہ میں ہے "فان وقع عنده صدقه وجب قبوله، یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو" (۳)

اور حرمت ثابت ہو جانے کی صورت میں عورت اپنے شوہر پر اگرچہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے مگر نکاح ختم نہیں ہوتا ہے جب تک کہ شوہر اسے نہ چھوڑ دے درمختار میں ہے:

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۱۰۹، فصل فی المحرمات

(۲) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۳۰۵

"بحرمة المصاهرة لا ترتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة، (۱)

صورت مسئولہ میں آپ نے اپنے سسر کی جن گندی حرکتوں کا ذکر کیا ہے بشرط ثبوت آپ اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئیں، آپ کے شوہر پر لازم ہے کہ آپ کو چھوڑ دے اگر وہ نہ چھوڑے تو آپ اپنا معاملہ قاضی شریعت کی بارگاہ میں پیش کریں وہ فیصلہ سنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ، جمد اشاہی، بستی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

کسی کی منکوحہ کا بغیر طلاق نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد بشیر راعین کنز رٹولہ گاندھی نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

محمد بشیر راعین بن مرحوم خلیل احمد راعین عمر ۳۵ سال مقام کنز رٹولہ گاندھی نگر بستی نے اپنی ہی برادری کی ایک لڑکی افسرہ خاتون عرف پھول بانو بنت محمد سلیم راعین عمر ۲۵ سال مقام اٹوابازار ضلع سدھارتھ نگر سے پانچ مہینہ پہلے آپسی رضا مندی سے اپنے والدین کو بغیر اطلاع کئے ہوئے شادی کر لی اب لڑکی کے گھر والے اس کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ محمد بشیر نے ابھی بھی طلاق نہیں دیا ہے اور لڑکی کے گھر والوں کو نکاح نامہ دکھاتے ہوئے سارے پریوار کو خبر کر دی، اب افسرہ خاتون عرف پھول بانو بنت محمد سلیم کا عقد دوسرے کے ساتھ ہوگا یا نہیں؟ نیز صورت مسئلہ کو جانتے ہوئے نکاح پڑھنے اور پڑھوانے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں آپ کا کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب افسرہ خاتون کا نکاح محمد بشیر سے ہوگیا تو جب تک محمد بشیر اسے طلاق نہ دیدے یا اس کی موت نہ ہو جائے اس کا کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذالك المعتدة كذا في السراج الوهاج" (۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۴، ص:۱۱۹، فصل في المحرمات

(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج:۱، ص:۲۸۰، كتاب النكاح

بہارِ شریعت میں ہے: ''دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔'' (۱)
اگر نکاح کیا گیا تو وہ نکاح ہوگا ہی نہیں بلکہ زنا کاری و بدکاری پر پیش کرنا ہوگا جو اس میں کسی بھی طور پر شریک ہوں گے وہ شرعاً سخت مجرم و گنہ گار اور مستحق غضب جبار اور لائق عذاب نار ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۴ ر ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

زنا سے پیدا شدہ بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد طیب خیر آباد، سیتا پور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک عورت سے زنا کیا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، پھر زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اب اس لڑکے کا مزنیہ کے شکم سے ہونے والی اس لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

''باسمہ تعالیٰ و تقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:
جس طرح حقیقی، اخیافی اور علاتی بہن سے نکاح حرام ہے یونہی زنا سے پیدا شدہ بہن سے بھی حرام ہے درمختار میں ہے: ''حرم علی المتزوج اصلہ و فرعہ وبنت اخیہ واختہ و بنتها ولو من زنی'' (۲)
ردالمحتار میں ہے: ''قولہ ولو من زنی تعمیم بالنظر الی کل ماقبلہ ای لا فرق فی اصلہ او فرعہ او اختہ ان یکون من الزنی اولا اھ'' (۳)
اور بہارِ شریعت میں ہے: ''زنا سے بیٹی، پوتی، بہن، بھانجی، بھتیجی بھی محرمات میں ہیں۔'' (۴)
لہٰذا زید کی منکوحہ کے لڑکے اور مزنیہ کی لڑکی کے درمیان نکاح ناجائز و حرام ہے ان دونوں کا آپس میں نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۳ ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

---

(۱) بہارِ شریعت، کتاب النکاح، ج:۷، ص:۱۸ (۲) الدر المختار، کتاب النکاح، ج:۴، ص:۸۲
(۳) ردالمحتار، ج:۴، ص:۸۲، کتاب النکاح (۴) بہارِ شریعت، کتاب النکاح، ج:۷، ص:۲۲

صرف دو گواہ ہوں تو نکاح ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ از: شفیق احمد ریلوے روڈ، لوہیا نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے ۲۱ر۶ر۱۴۳۱ھ کو ہندہ کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح پڑھوایا اور اس نکاح کے بارے میں لڑکی اور لڑکے کے والدین کو کوئی اطلاع نہ رہی، دونوں آپس میں راضی ہوکر خوشی بخوشی ایک دوسرے کو قبول کرلیا جب کہ لڑکی کی عمر تقریباً ۱۸ر سال تھی اور لڑکے کی عمر بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ جواب طلب یہ ہے کہ دونوں کا نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ جب کہ لڑکی کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح فرضی ہے، شہر کے ایک عالم صاحب نے لکھ کر دیا ہے کہ "یہ تو فرضی نکاح ہے" جو امامت بھی کرتے ہیں طرفین کے درمیان اختلاف ہونے کی بنیاد پر لڑکی والے ماننے کو تیار نہیں ہیں اور لڑکی کی شادی کسی دوسرے کے ساتھ کرنے پر مصر ہیں، نکاح کے گواہان گواہی دینے کو بھی تیار ہیں۔ جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی نیز ان عالم صاحب کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

نکاح منعقد ہونے کے لیے شرط ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت مسلم عاقل، بالغ، آزاد کے سامنے نکاح ہو اور یہ سب ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سنیں، درمختار میں ہے:

"وشرط حضور شاهد ين حرين او حرو حرتين مكلفين سامعين قولهما معًا" (١)

صورت مسئولہ میں اگر دونوں گواہ شرعاً گواہ بننے کے قابل تھے اور زید ہندہ کا کفو تھا تو نکاح منعقد ہوگیا اسے فرضی نکاح کہنا غلط ہے جس نے اسے فرضی کہا توبہ کرے اور ہندہ زید کی بیوی ہے تو جب تک زید طلاق نہ دے یا اس کی موت نہ ہو جائے ہندہ کا کسی سے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

---

(١) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، ج:۴، ص:۷۳، ۷۴

جان بوجھ کر یا انجانے میں بدمذہب سے نکاح پڑھا دیا تو

مسئلہ از: عبدالرزاق ملک بھتریا کلاں، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید ایک عالم دین ہیں جن سے ایک شخص عمر نے کہا کہ فلاں جگہ ایک نکاح کرنا ہے جو کہ طرفین اہل سنت ہیں۔ حضرت کے وہاں جانے پر محسوس ہوا کہ لوگ بدمذہب ہیں تو انہوں نے خطبہ نکاح اور ایجاب وقبول سے منع کردیا لیکن مولانا موصوف اس محفل نکاح میں شریک رہے اور بعد نکاح رجسٹر نکاح فارم پر کیا اور نکاح پڑھانے کا نذرانہ آدھا قبول کیا اور آدھا قاضی نکاح بدمذہب نے لیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) ایسے عالم دین پر کوئی حد نافذ ہوتی ہے یا نہیں؟ (۲) اگر کوئی حد نافذ ہوتی ہے تو وہ کون کون سی ہیں؟ (۳) کیا ایسے عالم کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ (۴) اگر نماز نہیں ہوتی ہے تو کیا نماز واپس کرنی ہوگی یا نہیں؟ نیز کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک عالم دین سے کسی شخص نے کہا کہ فلاں جگہ نکاح کرنا ہے جو اہل سنت ہیں مولانا محترم وہاں گئے اور نکاح پڑھایا لیکن دو دن کے بعد معلوم ہوا کہ لوگ بدمذہب تھے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کوئی حد نافذ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کون کون سی، تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) جس مولوی نے بدمذہب کے نکاح میں شرکت کی اور نکاح کا رجسٹر پر کیا اور نکاح کا نذرانہ لیا وہ سخت مجرم وگنہ گار اور فاسق وفاجر ہے اس کی اقتدا کرنا ناجائز ہے اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا دہرانا واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "الفاسق كالمبتدع تكره امامته بكل حال مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم." (۱)

اور درمختار میں ہے: "كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها." (۲)

اس پر لازم ہے کہ اس نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے نذرانہ واپس کرے اور توبہ واستغفار کرے اگر وہ یہ سب کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کا بائیکاٹ کردیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۳)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۶۰

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۴۵۷ (۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) جس نے مولانا صاحب کو دھوکا دیا وہ توبہ واستغفار کرے اور مولانا صاحب سے دھوکا دہی کی بنا پر معافی مانگے، مولانا صاحب پر کوئی الزام نہیں البتہ اس وقت وہابیت عام ہوگئی ہے اور لوگ شریعت کی کوئی پرواہ نہیں کررہے ہیں۔ وہابیوں سے رشتہ کرنے میں جری ہوگئے ہیں اس لیے ان کو تحقیق کرکے نکاح پڑھانا چاہئے تھا پھر بھی معلوم ہونے کے بعد اس نکاح کے نہ ہونے کا اعلان کریں اور احتیاطاً توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

چچازاد بھائی بہن کا نکاح کرنا کیسا ہے

مسئلہ از: محمد سعید قادری مقام کنکا پوسٹ سونہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کے دو بھائی تھے ابراہیم اور شعیب، ابراہیم کے دو لڑکے ہوئے محمد کریم اور احمد کریم، محمد کریم کے پانچ لڑکے ہوئے ان میں بڑے کا نام جمعیت حسین، جمعیت حسین کے دو لڑکے ہوئے عدالت حسین اور محمد حسین، محمد حسین کے پانچ لڑکے ہوئے ان میں بڑے کا نام عبداللہ ہے، عبداللہ کے چار لڑکے اور چار لڑکی ہیں ان میں ایک لڑکی کا نام فاطمہ ہے۔

احمد کریم کے دو لڑکے ہوئے بڑے کا نام عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن کے دو لڑکے ہوئے بڑے کا نام سلمان، سلمان کے لڑکے کا نام نعمان، نعمان کے لڑکے کا نام عطا محمد، عطا محمد کے لڑکے کا نام مومن ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہی برادری کے ان دونوں یعنی فاطمہ اور مومن کا نکاح جائز ہے کہ نہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مسئولہ میں مومن اور فاطمہ کا نکاح جائز ہے، بشرطیکہ رضاعت وغیرہ اور کوئی وجہ حرمت نہ پائی جاتی ہو۔

قرآن پاک میں محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۲۹ / ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

کیا زبردستی نکاح منعقد ہو جاتا ہے

مسئلہ از: مطیب اللہ، مقام جیباواں، پوسٹ کدرہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

زید اور ہندہ ایک ہی گاؤں کے باشندہ ہیں۔ مذکورہ زید اور ہندہ کے گھر والوں کے مابین اچھے مراسم تھے۔ زید کا ہندہ کے گھر آنا جانا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دن ہندہ کے گھر جا کر سو گیا۔ گاؤں کے کچھ لوگوں نے اس پر یہ الزام لگایا کہ زید کے ہندہ سے ناجائز تعلقات ہیں جب کہ دونوں قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھانے کو تیار ہیں کہ ہم لوگوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے بلکہ تم دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات ہیں۔

کچھ دنوں بعد ہندہ کے گھر والوں نے زید کے گھر والوں سے کہا کہ زید کا نکاح ہندہ سے کر دو لیکن زید اور اس کے گھر والے تیار نہ ہوئے۔ ایک دن اتفاقاً زید کو اکیلا پا کر ہندہ کے گھر والوں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تم ہندہ سے نکاح کرو ورنہ ہم لوگ ماریں گے۔ لیکن زید پھر بھی تیار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے زید کو مارنا شروع کر دیا اور گاؤں کے ایک ناکح کو بلا کر نکاح بھی پڑھوانا شروع کر دیا۔ لیکن زید نے ہندہ کو قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس کو مارا گیا اور کہا گیا کہ قبول کرو۔ زید نے مار کھانے کے ڈر سے قبلت کہہ دیا۔

اب جواب طلب مسائل یہ ہیں کہ (۱) آیا ایسی صورت میں زید کا نکاح ہندہ سے ہوا کہ نہیں جب کہ زید اس کو اپنے عقد میں رکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(۲) ناکح کا عندالشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) زبردستی نکاح کرنے کی صورت میں اگر زبان سے قبول کر لیا تو نکاح ہو جائے گا۔ چنانچہ "درمختار" میں ہے۔

"وصح نکاحه وطلاقه وعقده لو بالقول لا بالفعل"(۱)

اور علامہ "ابن عابدین" شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "حقیقة الرضاء غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الاکراه والهزل" (۲)

اور نورالانوار میں ہے: "فان کان القول مما لا ینفسخ و لا یتوقف علی الرضاء ولم یبطل

(۱) الدرالمختار، کتاب الاکراہ، ج:۵، ص:۸۶

(۲) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۷۱

بالکرہِ کالطلاق ونحوہ من العتاق والنکاح"(۱)

اور حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "نکاح وطلاق وعتاق پر اکراہ ہو یعنی دھمکی دے کر ایجاب یا قبول کرایا یا طلاق کے الفاظ کہلوائے یا غلام کو آزاد کرایا تو یہ سب صحیح ہو جائیں گے"۔(۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح ہو گیا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) کسی پر بلا وجہ جبر و اکراہ گناہ ہے اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) اس لیے نکاح خواں پر توبہ واستغفار ضروری ہے کہ اس نے گناہ پر مدد کی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

سگے ماموں کے لڑکے سے نکاح ہو جاتا ہے

مسئلہ از: عبد الوہاب رضوی، محلہ بدھیانی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے سگے ماموں کے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئولہ میں زید اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سگے ماموں کے لڑکے سے کر سکتا ہے جب کہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۴) یعنی تمہارے لیے ان کے علاوہ حلال کر دی گئی ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/۱۲/۱۴۱۹ھ

---

(۱) نور الانوار، ص: ۳۱۶

(۲) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۹

(۳) سورۃ المائدہ: آیت: ۲

(۴) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

مرتد مرد ہو یا عورت ان کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہوسکتا

مسئلہ از: مسیح الدین احمد قادری مصباحی، علاء الدین پور، ضلع گونڈا، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید اپنی لڑکی کی شادی وہابی مولوی جو دیوبند سے فارغ ہے اس سے کر دیا۔ شریعت کا اس پر کیا حکم ہے؟

(۲) شادی کرنے سے قبل گاؤں والوں نے اور دار العلوم کے اساتذہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی پھر بھی نہیں مانا، شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) کچھ لوگ اس کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور اس کی حمایت کر کے بولتے رہے اور کچھ لوگوں نے کھانے، پینے میں شرکت بھی کی۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) گاؤں کے کچھ لوگ اس کی شادی میں شریک نہیں تھے، وہ لوگ اپنے پرانے رشتہ دار جو وہابی ہیں ان کو پہلے نہیں بلاتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے بلانے لگے ہیں۔ اس نے یہ مدعیٰ پیش کیا کہ پہلے ان کو منع کر دو وہ لوگ کیوں بلاتے ہیں تو ان لوگوں نے کہا رشتہ کرنا اور ہے اور وہابیوں کو بلانا اور ہے۔

(۵) زید اپنے اس کارنامے سے توبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۶) شادی اور بیاہ میں ناچ اور گانا کروانے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱-۲-۳) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں فرمایا:

"وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت ان کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ کافر سے نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے۔ جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا"۔(۱)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة کذلک لا یجوز النکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط" (۲)

لہٰذا زید نے اپنی لڑکی کا جو نکاح فارغ دیوبند وہابی مولوی سے کیا وہ سرے سے باطل اور اپنی لڑکی کو زنا کے لیے دینے کے مترادف ہے۔ گاؤں والوں بلکہ علمائے کرام کے سمجھانے کے باوجود نہ ماننا اور اپنی لڑکی کا نکاح وہابی

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۵، ص:۱۹۴

(۲) الفتاوی الهندیة، ج:۱، ص:۱۸۲

مولوی سے کر دینا سراسر حرام اور کفر انجام ہے۔ لہٰذا زید اور جتنے لوگ بھی اس نکاح میں شریک اور ساعی ہوئے سب پر علانیہ توبہ فرض ہے اور یہ بھی فرض ہے کہ زید فوراً اپنی لڑکی کو وہابی مولوی سے جدا کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کرے۔ اگر زید اور دوسرے وہ لوگ جو جان بوجھ کر اس نکاح میں شریک وساعی ہوئے علانیہ توبہ اور اس نکاح سے بیزاری کا اعلان نہیں کرتے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے سبھی لوگوں کا سخت بائیکاٹ کریں تا کہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿"وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱)

(۴) وہابیوں، دیوبندیوں سے جس طرح مناکحت ناجائز وحرام ہے۔ اسی طرح ان سے میل جول رکھنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سلام وکلام کرنا بھی ناجائز وحرام ہے۔ اگر کوئی ان سے ربط وتعلق رکھتا ہے تو بجائے خود وہ مجرم اور حرام کار ہے۔ اسے دیکھ کر دوسرے لوگ اپنے لیے دلیل نہیں بنا سکتے اور نہ ہی ان کے لیے کسی طرح جائز وحلال ہو سکتا ہے۔

(۵) زید کے لئے توبہ کی صورت یہی ہے کہ اگر اس نے نکاح مذکور جائز وحلال سمجھ کر کیا تھا تو توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کے ساتھ ہی فوراً اپنی لڑکی کو مذکور وہابی مولوی سے الگ کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۶) ناچ گانا کروانا یوں ہی ناجائز وحرام ہے۔ لیکن نکاح کی بزم میں جو سنت نبوی پر عمل کی ایک بزم ہے۔ اس میں تو ناچ گانے کی قباحت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۶ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

اگر لڑکی وہابی شوہر سے قطع تعلق نہ کرے تو

مسئلہ از: مسیح الدین احمد قادری مصباحی، غلام عبدالقادر جیلانی، علاء الدین پور، گلرہوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی لڑکی کی شادی دیوبندی مولوی کے ساتھ کر دی وہ لڑکی قطع تعلق کرنے کے لیے اپنے شوہر سے راضی نہیں تو ایسی صورت میں شرعی احکام زید کے بارے میں کیا ہیں؟

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

یہ سوال چوں کہ سابق ہی سے متعلق ہے۔اس لیے اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ زید ہر ممکن طریقہ پر لڑکی کو دیوبندی مولوی سے جدا کرنے کی کوشش کرے لیکن اگر کسی طرح لڑکی اس سے جدا ہونے پر رضا مند نہ ہو تو لڑکی ہی سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرے اور رب کریم کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۶ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

فرار ہونے والے لڑکے اور لڑکی پر توبہ فرض ہے اور ان کا نکاح درست ہے

مسئلہ از: حسرت علی، مقام نوروں، پوسٹ بکھرا بازار، ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید ایک غیر شادی شدہ لڑکی۔ جو بالغ تھی۔ کو لے کر فرار ہو گیا اور ممبئی میں جا کر دونوں نے نکاح کر لیا۔

(۱) یہ نکاح صحیح ہے کہ نہیں؟

(۲) زید توبہ کر کے برادری میں باعزت زندگی گزارنا چاہتا ہے، کیا کرے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر کوئی دوسری وجہ مانع جواز نکاح (مثلاً حرمت مصاہرت، حرمت رضاعت وغیرہ) نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) زید نے علانیہ گناہ کیا کہ ایک غیر محرم عورت کو لے کر فرار ہوا۔ اس کے ساتھ غلط تعلقات قائم کیے، پھر بعد کو اگر چہ اس نے نکاح کر لیا اس سے پہلا والا گناہ ختم نہیں ہوا۔ اس لیے اس پر فرض ہے کہ وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور کچھ صدقہ وخیرات کرے، دینی مدرسہ میں کچھ بطور امداد دے یا کچھ غریب ونادار مسلمانوں کو کھانا کھلائے، کیوں کہ حسب ارشاد حدیث صدقہ کو قبولیت توبہ میں بڑی تاثیر ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

﴿ان الصدقة لتطفیٔ غضب الرب﴾ اور اس لڑکی پر بھی توبہ فرض ہے جو زید کے ساتھ فرار ہوئی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۷ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

نسبندی سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا

مسئلہ از: محمد حسن، مقام لوکی لالہ، پوسٹ دودھارا، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کہیں باہر رہ رہا تھا وہاں سے ایک ایسی عورت لے کر چلا آیا جو دوسرے کی منکوحہ تھی۔ تقریباً پندرہ دنوں تک دونوں شوہر اور بیوی کی طرح رہے۔ پھر زید کے باپ بکر نے اس عورت کے شوہر سے طلاق لے لیا۔ عورت مطلقہ ہونے کے بعد بھی بدستور سابق زید ہی کے ساتھ رہی اور اسی حالت میں تین مہینے سے زائد دن گزارے۔ اب زید اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے جب کہ اس عورت کے بارے میں یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس عورت نے نسبندی بھی کرالی ہے جس سے بچہ ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مع حوالہ قرآن وحدیث بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید اور وہ عورت جسے زید بھگا کر لے آیا اور اپنے ساتھ اسے بیوی کی طرح رکھا۔ دونوں ہی سخت گنہ گار اور قہر مولائے جبار وقہار کے سزاوار ہیں۔ دونوں پر علانیہ توبہ فرض ہے۔ پھر اگر اس عورت کے شوہر نے واقعتاً اسے طلاق دے دیا ہے تو اب اس کی عدت گزر جانے کے بعد یعنی طلاق کے بعد سے تین ماہواری آ کر ختم ہو جانے کے بعد زید اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اس دوران زید اس عورت سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ اگر اس نے مذکورہ عورت سے میاں بیوی کے تعلقات دوران عدت قائم کیے تو زید اور اس عورت پر علانیہ توبہ لازم ہوگی اور اگر مذکورہ عورت نے واقعتاً نسبندی کروا بھی لی ہو تو اس سے نکاح میں فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ نسبندی کرانا شرعاً ناجائز وحرام ہے اگر عورت نے واقعی نسبندی کرالی ہے تو سخت گنہگار ہے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ **کما ھو ظاھر جداء، ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۲۸ / رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

عیسائی سے نکاح کرنے والی عورت کے متعلق سوال

مسئلہ از: مولانا محمد مبین علیمی، جامع مسجد، تسکاراوسکا گاؤں، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ایسی عورت (جو کسی عیسائی سے شادی کرلے) کے گھر پر مسلمانوں کا جانا اور ان سے اپنا دوستی بنانا کیا ہے اور ان کے گھر پر کھانا کھانا وغیرہ کیسا ہے؟ اور اس کو مسلمان اپنے سماج میں شامل کریں یا بائیکاٹ؟ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ عورت اس عیسائی سے جدا نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اگر وہ ایسا نہ کریں بلکہ اس سے تعلقات رکھیں نشست و برخاست کریں تو وہ مجرم و گنہ گار ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

عورت شوہر کے طلاق دیے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے

مسئلہ از: محمد نعیم الدین قادری، شاہ گنج، الہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی ایک سال قبل زید کے ساتھ ہوئی لیکن کچھ ہی دن کے بعد زید کی بے رخی کی وجہ سے ہندہ اپنے ماں کے گھر آ گئی اور تقریباً ایک سال سے زائد ہو گئے ہیں کہ ہندہ اور زید میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندہ طلاق چاہتی ہے لیکن زید طلاق دینے پر رضا مند نہیں ہے۔ اب اگر ہندہ قانونی طور پر طلاق لینا چاہتی ہے تو اس کے لیے کافی وقت درکار ہے۔ اس ہندہ کی زندگی برباد ہو سکتی ہے اس لیے کہ سرکاری مقدمے میں زیادہ وقت لگتا ہے۔ کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہندہ بغیر شوہر کے طلاق دیے دوسرا نکاح کر لے تا کہ اس کی زندگی آرام سے گزرے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندہ بغیر شوہر کے طلاق دیئے دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۲) البتہ اگر ہر چہار جانب سے اس کی زندگی بسر ہونے کے دروازے مکمل بند ہو گئے ہیں تو اپنے ضلع کے قاضی شرع اور اس کے نہ رہنے پر ضلع کے سب سے بڑے سنی، صحیح العقیدہ عالم دین کی بارگاہ سے رجوع کرے پھر ان کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸
(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

تبلیغی عالم وقاضی سے نکاح پڑھوانا ناجائز وحرام ہے

مسئلہ از: عبدالرحیم کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ تبلیغی علما یا قاضی سے نکاح پڑھوانا کیسا ہے؟ سنی لوگوں کے لیے اس بات کا خلاصہ تحریر کریں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

تبلیغی علما اور قاضیوں سے نکاح پڑھوانا ناجائز وحرام ہے کہ وہ وہابی ہیں اور ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم ہے اور کافر ومرتد اور گمراہ وبددین کی تعظیم ناجائز وحرام ہے۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الإسلام"(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: محمد امیر الحق قادری، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ ہے اور ہندہ مریض ہے۔ ایسی مریض کہ بغیر آپریشن کے کوئی چارہ نہیں اور آپریشن کے بعد بچے پیدا بھی نہیں ہوں گے۔ ویسے مریض بیوی ہندہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ہندہ نے اپنے شوہر زید سے قرآن پاک اٹھوایا کہ قرآن پاک لے کر قسم کھاؤ کہ میری موجودگی میں تم کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کر سکتے، نہ کسی بچے کو گود لے سکتے۔ اب زید دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیا زید ہندہ کی موجودگی میں دوسری شادی کر سکتا ہے؟ کیا اس کو طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اس پر قرآن پاک اٹھانے اور قسم کھانے پر کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا صورت ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے ہندہ کو طلاق نہ دینے یا اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کرنے کی قسم ایسے لفظوں کے ساتھ

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱

کھائی جو عند الشرع قسم ہے تو وہ قسم ہوگئی۔ اب اگر ہندہ کو طلاق دینا چاہتا ہے یا اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو ایسا کر سکتا ہے:

البتہ قسم توڑنے کا کفارہ اس پر لازم ہوگا اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو صبح وشام دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے پر لوگوں کا اعتراض کرنا

مسئلہ از: عبداللطیف، مقام جے بجے پوسٹ پٹرری، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری شادی ہوئی اور کچھ دنوں بعد بیوی کو حمل رہا۔ اسی حال میں مجھ سے طلاق لے لی گئی۔ میکے میں مطلقہ کو لڑکی پیدا ہوئی، پھر کچھ دنوں بعد اس کی شادی دوسری جگہ اس کے ماں باپ نے کر دی۔ وہ شوہر کے ساتھ تقریباً چھ ماہ رہی بعد میں اس سے بھی طلاق لے لی گئی پھر میرے ساتھ بھیج دی گئی اور میں نے نکاح کر کے گھر میں رکھ لیا۔ اب بھی میرے ساتھ ہی ہے۔ دوسرے شوہر سے طلاق لینے گئے گواہ اب بھی موجود ہیں اور میرے ساتھ دوبارہ نکاح کے گواہ مر چکے ہیں۔ البتہ نکاح پڑھانے والا موجود ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو ان لوگوں سے گواہی دلوائی جا سکتی ہے۔ میں اپنے گاؤں میں امامت کرتا ہوں ادھر چند مہینوں سے کچھ لوگوں نے میرے ذہن میں یہ ڈال دیا ہے کہ اس عورت کا آخری طلاق اور میرے ساتھ دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ شریعت کے حکم سے اوپر لکھی ہوئی صورت میں میری امامت کیسی ہے؟ اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حکم شریعت سے مفصل آگاہ کر کے میری رہنمائی کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر آپ نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی تھی اور بعد وضع حمل جس مرد سے اس عورت کا نکاح ہوا تھا اس نے

(۱) سورۃ المائدہ، آیت: ۸۹

ولی کے بعد طلاق دی۔ پھر عدت کے بعد آپ نے اس عورت سے نکاح کیا اور شرائط نکاح سب پائے گئے تو آپ کا نکاح صحیح ہے اور اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ آپ کی امامت بھی درست ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو جن لوگوں نے آخری طلاق اور پھر نکاح کو غلط کہا۔ اگر اس کا صحیح سبب نہ بتائیں تو ان پر کذب بیانی اور افترا کے سبب توبہ لازم اور آپ سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

جس کا چچا وہابی ہو اس سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اجمل، مقام پرساد پور، پوسٹ دیواپار، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین ملت مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کے چار بھائی ہیں۔ ان میں سب سے بڑا بکر ہے اور وہ وہابی ہے اور زید کے لڑکے کی شادی ہندہ کے ساتھ منظور ہے۔ اب ہندہ کا باپ زید کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو ہندہ کے چچا وغیرہ نے کہا کہ ہم شادی زید کے گھر نہیں ہونے دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ تو اس نے کہا کہ زید کا بھائی بکر وہابی ہے اور زید نے کہا کہ ہم اپنے بھائی کو شادی بیاہ غمی وخوشی میں کبھی بھی شامل نہیں کریں گے تو اس صورت میں ہندہ کی شادی زید کے گھر کرنا جائز ہے یا نہیں اور زید کے قول کے مطابق ہندہ کے چچا وغیرہ پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں اگر زید اور اس کا لڑکا سنی صحیح العقیدہ ہے اور زید اپنے وہابی بھائی سے لاتعلق رہتا ہے تو ہندہ کی شادی زید کے سنی صحیح العقیدہ لڑکے سے کرنا جائز ہے اور ہندہ کے چچا وغیرہ کا بلا وجہ غلط بات پر اصرار بیجا ہے۔ ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنۃ والجماعۃ کثرھم اللہ تعالیٰ. وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸ر ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

سنی کا نکاح اگر دیوبندی پڑھادے تو ہوجائے گا مگر اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے

مسئلہ از: حافظ محمد ضمیر الحسن قادری بدھیانی، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کہتا ہے کہ کسی سنی کا نکاح کوئی وہابی دیوبندی پڑھادے تو نکاح نہیں ہوگا اور بکر کہتا ہے کہ نکاح ہوگا۔ اگر کوئی برہمن ہی پڑھائے تو بھی نکاح ہوجائے گا۔ دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ احکام شرع سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں بکر کا قول صحیح ہے کیوں کہ نکاح پڑھانے والا وکیل ہوتا ہے اور وکالت کے لیے مسلم ہونا شرط نہیں کافر ومرتد بھی وکیل کرسکتا ہے۔ ملک العلماء علامہ "مسعود" کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ردة الوكيل لا تمنع صحة الوكالة فتجوز وكالة المرتد بان وكل مسلم مرتداً" (۱)

البتہ وہابی سے نکاح پڑھوانا ناجائز وحرام ہے کہ اس میں اس کی تعظیم وتوقیر ہے جب کہ کافر ومرتد کی تعظیم حرام ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

"من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام" (۲) هكذا قال العلماء الكرام لاهل السنة والجماعة شكر الله مساعيهم الجميلة.. والله تعالیٰ اعلم و علمه اتم و احكم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

ایسی عورت سے نکاح جس کو اس نے اپنی بہن بنایا

مسئلہ از: سلمان ہاشم، مقام کٹیا متصل پوسٹ شاہ پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ میں کہ:

زید نے ہندہ کو اپنی بہن بنالیا اور اس کے ساتھ حقیقی بہن جیسا سلوک کیا۔ حالاں کہ وہ اس کی حقیقی یا رضاعی بہن نہ تھی تو اب کیا وہ یا اس کا چھوٹا بھائی اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔ برائے کرم اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کی

(۱) بدائع الصنائع، ج:۵، ص:۱۶

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۱

روشنی میں واضح فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید یا اس کے بھائی کا ہندہ سے نکاح درست ہے۔"لقولہ تعالیٰ﴿ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۱)

جب کہ اور کوئی وجہ حرمت نہ ہو،

البتہ زید کا ہندہ کو بہن بنا کر اس طور پر رکھنا کہ اس سے بے پردہ ملتا جلتا رہا اور خلوت وجلوت میں بے حجاب آتا جاتا رہا سخت ناجائز وحرام ہے۔ زید پر لازم ہے کہ اس سے اجنبیہ کی طرح ملے اور اپنی ناجائز حرکت پر توبہ کرے اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

کیا نکاح خواں شرعاً قاضی ہوتا ہے؟ قاضی کے شرائط

مسئلہ از: خطیب وپیش امام خانپورہ، مندسور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید ایک زمانے سے قاضی کے عہدے پر فائز ہے اور اس کے کارنامے یہ ہیں:

زید حافظ، عالم، فاضل، مفتی نہیں ہے، اور نہ اس کے گھر میں کوئی حافظ، عالم، مفتی، فاضل ہے۔ زید ہر عید کے موقع پر ممبر پر بیٹھ کر نذرانہ وصول کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ قاضی صاحب کو نذرانہ پیش کریں تاکہ نماز عید وقت پر ہو جائے۔ زید نے کئی نکاح غیر مطلقہ عورت کا پڑھا دیا ہے۔ زید عدت پوری ہوئے بغیر نکاح پڑھا دیتا ہے۔

زید نے رشوت کی لالچ میں آدھا کلو چاندی کو ایک کلو کر دیا۔ زید نے اپنے بچے کی شادی کے موقع پر چندہ کرنے کے لیے مسجد میں اعلان کیا کہ میری بچی کی شادی ہے۔ اس میں مدد کیجئے۔ بچہ کی جگہ بچی بتا کر چندہ کیا جو ایک طرح سے دھوکہ دھڑی ہے۔

زید نکاح پڑھانے کے لیے ہر سنی وہابی کے وہاں جاتا ہے۔ نیز وہابی امام کو اپنا نائب بنا کر نکاح پڑھانے کے لیے بھیج دیتا ہے۔ زید نے نذرانہ زیادہ حاصل کرنے کے لیے کئی جگہ نماز عید قائم کرا دی۔

زید داڑھی بھی حد شرع میں نہیں رکھتا۔ زید کا دعویٰ ہے کہ میری اجازت کے بغیر جو نکاح پڑھایا گیا وہ فرضی ہے اور پڑھانے والا شرعی مجرم ہے۔ مذکورہ بالا شخص کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ اس قاضی کے علاوہ دوسرا شخص نکاح پڑھا سکتا ہے کہ نہیں؟ قاضی بننے کے لیے کیا شرائط ہیں؟ از راہ کرم جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط والسلام۔

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت میں قاضی وہ ہے جو بادشاہ اسلام کی طرف سے لوگوں کے جھگڑوں اور منازعات کے فیصلے کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو اور قاضی ایسے شخص کو بنانا چاہیے جس میں شہادت کے شرائط پائے جاتے ہوں اور وہ یہ ہیں کہ مسلمان عاقل بالغ ہو، اندھا نہ ہو، گونگا نہ ہو، بالکل بہرہ نہ ہو کہ کچھ کا کچھ سنے۔ محدود فی القذف نہ ہو، علم وفہم میں معتمد ہو غیر ذالک۔ تفصیل بہار شریعت، حصہ:۱۲، صفحہ:۵۵ پر اور فتاویٰ عالمگیری، جلد:۳، صفحہ:۳۰۷ پر اور در مختار ردالمختار وغیرہ میں درج ہے۔

آج کل لوگ نکاح خواں کو جو قاضی کہتے ہیں وہ شرعاً قاضی نہیں۔ قاضی مقرر کرنا بادشاہ اسلام کا کام ہے بلکہ یہ لوگوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ورنہ آج عموماً جنہیں قاضی کہا جاتا ہے انہیں قاضی کہنا عہدۂ قضا کو ذلیل کرنا ہے۔ ایسے قاضی کے لیے صرف اتنی ضرورت ہے کہ ایجاب وقبول کے الفاظ صحیح طور پر کہہ سکے اور کہلا سکے۔ نکاح پڑھانے کے لیے نہ عالم ہونے کی ضرورت، نہ نکاح اور طلاق کے مسائل جاننے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو قاضی ہو وہی نکاح پڑھائے۔ نکاح کرنے والوں کو اختیار ہے جس سے چاہیں پڑھوائیں۔(۱)

سوال میں مذکور قاضی شرعاً سخت فاسق وفاجر، بدکار، ظالم وجفا کار، مستحق نار وغضب جبار ہے اور مفتری وکذاب ہے بلکہ اگر وہابیوں کے عقائد کفریہ کو جاننے کے باوجود انہیں مسلمان سمجھ کر نکاح پڑھائے تو کافر وبے دین ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید نکاح کرے۔ جتنے وہابیوں کا نکاح پڑھایا ہے اس کا غلط ہونا بتائے اور جو پیسہ نکاح خوانی کے عوض لیا ہے اسے واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام وکلام، نشست وبرخاست سب بند کردیں، ورنہ وہ لوگ بھی مجرم ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا

مسئلہ از: مولوی حسن رضا قادری، مقام ناتھ نگر، پوسٹ گھمر یاں کلاں، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) الفتاوی الامجدیۃ، ج:۳، ص:۲۷۶

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

زید نے نکاح پڑھاتے وقت اس طرح سے ایجاب وقبول کرایا کہ میں بحیثیت قاضی ایک وکیل دو گواہان اور تمام حاضرین مجلس کے سامنے ہندہ بنت خالد کا نکاح بعوض مہر دین سات سو چھیاسی روپے سکہ رائج الوقت مع نان ونفقہ آپ کے عقد میں دیا آپ نے قبول کیا؟

مذکورہ بالا مضمون کو زید نے تین بار اسی طرح سے کہہ کر نوشہ سے قبول کرایا۔ طلب امر یہ ہے کہ اس طرح ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگا تو ہم کس طرح ایجاب وقبول کرائیں اور بکر جو ایک مولانا ہونے کے باوجود یہ کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا اس لیے کہ زید کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہندہ بنت خالد کو آپ کے عقد میں دیا تب نکاح ہوگا ورنہ نہیں اور قانون شریعت کا حوالہ دیتا ہے اور مجلس نکاح ہی میں بکر نے شور مچانا شروع کر دیا کہ نکاح نہیں ہوا جس سے لوگوں میں فساد ہونے کا خطرہ محسوس ہوا۔ تو یہ استفتا آپ کے پاس بھیجا گیا تا کہ جو حکم شرع ہو وہ معلوم ہو جائے اور اس میں کون خطاوار ہے، یہ بھی معلوم ہو جائے۔ لہٰذا جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح تو ہو گیا مگر غلطی یہ ہوئی کہ وکیل بالنکاح نے نکاح نہیں پڑھایا بلکہ بزبان خود قاضی نے پڑھایا جب کہ مذہب صحیح وظاہر الروایہ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ہونا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لی جائے۔ کما فی الفتاویٰ الرضویہ۔ رہا قاضی کا یہ کہنا کہ میں بحیثیت قاضی ہندہ بنت خالد کا نکاح آپ کے عقد میں دیا اس جملہ میں لفظ نکاح اور عقد دونوں کی کوئی حاجت نہیں، یا کہتا کہ ہندہ بنت خالد کا عقد آپ سے کیا یا نکاح آپ سے کیا۔ قاضی سے لفظی غلطی ہوئی مگر نکاح ہو گیا۔ بکر کا نکاح نہ ہونا بتانا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ر رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

انٹرنیٹ اور ٹیلی فون سے نکاح جائز نہیں

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل یہ رواج عام ہوتا جا رہا ہے کہ لڑکے اور لڑکی دو مختلف شہروں میں رہتے ہوئے ٹیلی فون یا انٹرنیٹ پر نکاح کر لیتے ہیں۔ یہ نکاح جائز ونافذ ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ نکاح کسی طور پر جائز ہو سکتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

فقہ کی تمام کتابوں میں مرقوم ہے کہ شرائط نکاح میں سے ایک شرط دو گواہوں کا ساتھ ساتھ الفاظ ایجاب وقبول کا سننا ہے۔ چنانچہ علامہ مسعود کاسانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"منها سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعاً حتى لو سمع كلام احدهما دون الآخر او سمع احدهما كلام احدهما والآخر كلام آخر لا يجوز النكاح" (۱)

اور آج کل اگر چہ ایسے ٹیلی فون رائج ہیں کہ گواہان عاقدین کی آواز سن سکتے ہیں مگر اختلاف مجلس کے ساتھ یہ خرابی بھی ہے کہ عاقدین میں سے ایک کے حق میں بہر حال گواہ غائب ہوتے ہیں اور اس کی آواز غائبانہ طور پر سنتے ہیں اور فقہا فرماتے ہیں کہ کوئی پردہ کے پیچھے سے سنی ہوئی آواز پر گواہ ہو تو یہ جائز نہیں۔ جیسا کہ " فتاویٰ عالمگیری" میں ہے۔

"لو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تشبه النغمة" (۲)

جماعت اہل سنت کے عظیم فقیہ و مفتی حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے بھی یہی موقف اپنایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:

"ٹیلی فون پر بولنے والے کی تعیین میں عموماً اشتباہ رہتا ہے تو اس کے ذریعے سننے والا گواہ نہیں بن سکتا ہے اس لئے ٹیلی فون کے ذریعے نکاح پڑھنا ہرگز صحیح نہیں۔" (۳)

اور جب ٹیلی فون پر نکاح جائز نہیں تو پھر انٹرنیٹ پر بھی جائز نہیں کہ دونوں جگہ وجہ عدم جواز ایک ہے۔ البتہ اگر عاقدین میں سے کوئی ٹیلی فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی کو وکیل بالنکاح بنادے اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کا فریضہ انجام دے تو یہ نکاح نافذ و درست ہوگا کہ انٹرنیٹ یا ٹیلی فون کے ذریعہ اب صرف وکیل بنایا گیا ہے اور بذریعہ ٹیلی فون یا انٹرنیٹ وکیل بننا بھی درست ہے۔ جس طرح کہ فقہائے کرام نے بذریعہ قاصد یا خط وکیل بنانے کو درست فرمایا ہے۔ چنانچہ فاضل اجل، محقق بے بدل، شمس الفقہاء علامہ شمس الدین سرخسی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

"لو ان الغائب وكل هذا الحاضر بكتاب كتبه اليه حتى زوجها منه كان صحيحا" (۴)

یوں ہی وکالت بالنکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "یصح

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۵۷۲،

(۲) الفتاوىٰ العالمگیریة، ج:۳، ص:۴۵۲

(۳) فتاوىٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۵۶۰

(۴) المبسوط للسرخسی، ج:۳، ص:۱۵

التوكيل بالنكاح وان لم يحضر الشهود كذا فى التاتار خانية" (۱)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ ٹیلی فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ وکیل بنانا درست ہے تو اگر یہ طریقہ اپنا کر نکاح کیا جائے تو نکاح جائز اور نافذ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

اسلام میں کورٹ میرج معتبر نہیں ہے

مسئلہ از: بندۂ خدا، نادر کوئلہ والے، کولسہ بندر گلی نمبر ۲، سیوڑی، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ایک مسلمان لڑکا مسلمان لڑکی سے کورٹ میرج کرالیا ہے۔ لڑکا کورٹ میرج کا کاغذ بھی دکھا رہا ہے۔ اور یہ لڑکا دعویٰ بھی کرتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے تو اس شکل میں اس کی بیوی ہوئی یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) لڑکا اور لڑکی کا کورٹ میرج کیے تقریباً چھ سات سال ہو گیا ہے۔ لڑکا اور لڑکی کے درمیان اجتماعیت کبھی بھی نہیں ہوئی ہے اور ان دونوں کے ساتھ ہم بستری بھی نہیں ہوئی ہے۔ تو کیا اس صورت میں لڑکی اس کی بیوی بن سکتی ہے؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) کورٹ میرج جو ہوا ہے اس میں صرف ایک مسلمان مرد اور ایک غیر مسلم مرد اور ایک غیر مسلم لڑکی بطور گواہ ہے تو کیا شریعت میں ان لوگوں کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

(۴) لڑکی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ میرا شوہر نہیں ہے اور نہ میرا اس کے ساتھ کورٹ میرج ہوا ہے اور نہ مجھے معلوم ہے کہ اس نے کب کورٹ میرج کرایا ہے تو اس صورت میں بات کس کی مانی جائے گی؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) لڑکی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ نہ میرا اس کے ساتھ کورٹ میرج ہوا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح کسی دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۶) مذکورہ بالا صورت میں لڑکی اپنا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ بغیر طلاق لیے کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۷) تقریباً 6 سات سال کی جدائی میں لڑکی اس کی بیوی بن سکتی ہے یا نہیں؟

(۸) چھ سات سال کی جدائی میں طلاق خود بخود پڑ سکتی ہے یا نہیں؟

(۹) کورٹ میرج کرانے سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۲۹۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کورٹ میرج کے ذریعہ شرعی طریقے سے نکاح نہیں ہوتا ہے اس میں نہ ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے اور نہ گواہوں کے متعلق یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ کم از کم دو مسلمان عاقل وبالغ ہوں جب کہ بغیر ایجاب وقبول اور گواہوں کے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ درمختار میں ہے "ینعقد بایجاب وقبول" (۱)

اسی کے تحت علامہ شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں

"ان الشرع یعتبر الایجاب والقبول ارکان عقد النکاح .ملخصاً" (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ومنھا الشھادۃ قال عامۃ العلماء انھا شرط جواز النکاح ھکذا فی البدائع الی قولہ ولا بحضرۃ الکفار فی نکاح المسلمین ھکذا فی البحر الرائق" (۳)

بلکہ کورٹ میں ہوتا یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی کورٹ کو اپنے بالغ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے حاکم سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہم بغیر دباؤ کے اپنی مرضی سے میاں بیوی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہماری درخواست منظور کی جائے۔ کورٹ کا حاکم قانونی کاروائی اور جانچ کے بعد ان کو میاں بیوی تسلیم کرتے ہوئے میرج سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی اجازت اور لڑکا لڑکی کے صرف اس قول کی بنیاد پر نکاح ہرگز نہیں ثابت ہوسکتا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"رجل وامرأۃ اقرا بالنکاح بین یدی الشھود وقالا بالفارسیۃ مازن وشویئم لا ینعقد النکاح بینھما ھو المختار کذا فی الخلاصۃ" (۳)

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کورٹ میرج کی بنیاد پر لڑکا اور لڑکی میاں بیوی ہرگز نہیں ہوئے اور جب نکاح ہی نہ ہوا تو طلاق کی بھی حاجت نہیں۔ لڑکی جس سنی صحیح العقیدہ لڑکے سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر کسی مرد نے شرعی طریقے سے نکاح کیا تو پھر بغیر اس کے طلاق دیئے ہوئے خود بخود نکاح نہیں ٹوٹتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ﴾ (۴) عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ اگر دس یا بیس سال میاں بیوی اکٹھا نہ ہوئے تو نکاح خود بخود ختم

(۱) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۸۵

(۲) ردالمحتار، ج ۲، ص: ۲۵۸

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۶۷

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۸ ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ

کیا بیوی کو معلق رکھ کر دوسری شادی کرنا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد رئیس منگلور

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ دو طلاق دینے کے بعد معلق رکھ کر دوسری شادی کرنے والے کے بارے میں کیا حکم شرع ہے؟ بینوا وتوجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مرد بشرط استطاعت اور بشرط عدل وانصاف بیک وقت چار عورتیں رکھ سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (۱) اور جب بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہے تو ایک عورت کو دو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ بشرطیکہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قدرت اور مصالح نکاح کی نگہداشت رکھتا ہو اور جب اس نے بیوی کو دو طلاق دے دی تو یہ معلق رکھنا نہ ہوا کہ ایسی صورت میں اگر شوہر نے عدت کے اندر رجعت نہ کی تو عدت گزرنے کے بعد عورت جس مسلمان سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم شعبان ۱۴۳۱ھ

گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی، نصیب گنج، بازار لکھائی، پوسٹ مرزاپور، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان دین وشرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے پہلی شادی کی پھر دوسری شادی کی پھر تیسری شادی کی، پھر چوتھی شادی کی۔ پہلی والی عورت سے دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ دوسری عورت آئی تھی کچھ دن تھی اس کے بعد چلی گئی۔ تیسری عورت جب لایا تو نکاح کرنے سے پہلے اس کے ساتھ زنا کیا اس کو حمل ہو گیا اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا پھر نکاح پڑھایا۔ اس کے بعد اس سے

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۳

لگ بھگ پانچ بچے پیدا ہوئے، پھر اس کو کوئی بیماری ہوگئی تو اس کی خدمت کرنے کے لیے ایک خادمہ لایا جس سے مراد چوتھی عورت ہے تو جب بیار بیوی انتقال کرگئی تو زید نے اس کے ساتھ زنا کردیا جس کی بنیاد پر خادمہ کو حمل ہوگیا۔ پھر کچھ دن بعد لڑکا پیدا ہوا تو زید کو نکاح کی تمنا ہوئی تو بکر سے کہا کہ میرا نکاح ہندہ کے ساتھ کردو تو بکر نے کہا نکاح تو ہوگا مگر شریعت کا مسئلہ کیا ہے۔ بکر نے کہا قرآن خوانی کرنا، فقیروں کو کھانا کھلانا، میلاد مصطفیٰ سننا، مسجد میں چٹائی یا لوٹا رکھنا، توبہ واستغفار کرنا۔ تو زید نے کہا تین چار کام کرلوں گا۔ مسجد میں چٹائی یا لوٹا نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے کہ میرے پاس بہت مجبوری ہے تو بکر نے کہا کہ جب تمہاری عادت شروع ہی سے خراب ہے تو تمہاری بات پر کون بھروسہ کرے۔ تو زید کو اس بات پر ناراضگی گزری تو زید نے جو شریعت کا مسئلہ تھا چھوڑ دیا۔ پھر آ کر عمر سے کہا تم میرا نکاح ہندہ کے ساتھ کردو۔ عمرو نے آ کر زید کی شادی ہندہ کے ساتھ کردیا بغیر گواہ کے اور جب کہ ہندہ کے ماں باپ زندہ ہیں۔ ان لوگوں کو بھی نہیں بلایا اور نکاح کردیا۔ اب زید کو گاؤں سے بائیکاٹ کردیا گیا تو اس کو کچھ تکلیف ہوئی تو گاؤں والوں نے مل کر میٹنگ کیا کہ گاؤں میں شادی بیاہ میں زید کو شریک کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ تو گاؤں والوں نے مل کر کہا کہ اس نے اگر نکاح کیا ہے تو کیا ثبوت ہے۔ ہم اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کے ذریعہ ہمیں جواب عطا کریں۔ کیا ایسی حالت میں نکاح ہوا کہ نہیں۔ ہمیں جواب روانہ کریں۔ ایسا نکاح پڑھانے والے پر شریعت کیا کہہ رہی ہے اور جو شریعت کا مسئلہ ہے زید نے ایک بھی نہیں کیا اور نکاح ہوگیا۔ اس بنیاد پر گاؤں والوں کا بھروسہ نہیں ہے اور اگر شریعت کا کوئی راستہ ہو تو بتائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اپنی ذلیل وقبیح حرکتوں کی بنا پر سخت حرامکار، بدکار، مجرم وگنہ گار اور فاسق وفاجر ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو بہت سخت سزا دی جاتی۔ اب جب کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں تو دونوں کے لیے حکم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور صدق دل سے رب کی بارگاہ میں رجوع کریں۔ عورت عورتوں کے بیچ اور زید مردوں کے بیچ اپنے گناہ سے تائب ہو اور جو بھی غرباو مساکین پر خرچ کرسکتا ہے کرے۔ مسجد میں کچھ ضرورت کی چیزیں رکھ دے کہ یہ سب کام قبولیت توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً﴾ (۱) اور عمرو نے زید کا ہندہ سے جو نکاح بغیر گواہوں کے کیا وہ منعقد ہی نہیں ہوا۔

درمختار میں ہے:

"وشرط حضور شاھدین حرین او حرتین مکلفین سامعین قولھما معاً" (۲)

(۱) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

(۲) الدر المختار، ج:۲، ص:۲۷۲

جانتے ہوئے اس طرح کرنے سے عمرو پر توبہ واستغفار لازم ہے اور زید اگر ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو علانیہ توبہ واستغفار کرکے شرع کے مطابق نکاح کرے، پھر مسلمانوں کے ساتھ کھائے پئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ٹیلی فون کے ذریعہ انعقاد نکاح کی ایک صورت

مسئلہ از: عبدالمتین، مقام جنک پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ہندہ اور بکر عاقل وبالغ ہیں اور دونوں آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں مگر فون پر ہی ایک دوسرے سے اقرار کرنا چاہتے ہیں۔ ہندہ نہ تو قاضی کے سامنے اقرار کرنا چاہتی ہے اور نہ مجلس نکاح میں سامنے آکر اقرار کرنا چاہتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا ہندہ کے بذریعہ فون اقرار کرنے سے بکر کسی جگہ مجلس نکاح قائم کرکے ہندہ سے نکاح پڑھوا سکتا ہے اور اس مجلس میں قاضی ہندہ اور بکر کا نکاح پڑھ سکتا ہے؟ اور کیا وہ نکاح درست ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح کی مذکورہ صورت خطاب کی ہے اور بذریعہ خطاب نکاح منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ اور عاقدین میں سے کوئی دوسرے کی نگاہ سے غائب نہ ہو اور اگر کوئی نگاہ سے غائب ہو مثلاً گھر میں ہو یا پس دیوار تو ضروری ہے کہ یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ فلاں نے یہ ایجاب یا قبول کیا ہے۔ اس میں کسی بھی جہت سے اس کے بارے میں شک اور اشتباہ نہ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"اذا کان احدھما غائباً لم ینعقد حتی لو قالت امرأۃ بحضرۃ شاھدین زوجت نفسی من فلان وھو غائب فبلغہ الخبر فقال قبلت او قال رجل بحضرۃ شاھدین تزوجت فلانۃ وھی غائبۃ فبلغھا الخبر فقالت زوجت نفسی منہ لم یجز و ان کان القبول بحضرۃ ذینک الشاھدین" (۱)

اسی میں ہے:

"وفی فتاویٰ ابی اللیث رجل قال لقوم اشھدوا انی تزوجت ھذہ المرأۃ التی فی ھذا

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۳، ص:۲۶۹

البيت فقالت المرأة قبلت فسمع الشهود مقالتها ولم يروا شخصا فان كانت في البيت وحدها جاز النكاح وان كانت في البيت معها اخرى لا يجوز" (۱)

اور ٹیلی فون سے نکاح کی صورت میں عاقدین الگ الگ مقام پر رہ کر ایک دوسرے سے غائب ہوتے ہیں اور صرف ایک دوسرے کی آواز سنتے ہیں اور اگر کہیں فون پر عاقدین کی شکل بھی نظر آ رہی ہو تو اسے عکس اور شبیہ تو کہا جائے گا مگر عین لڑکا یا لڑکی ہرگز نہیں اور ظاہر ہے کہ نکاح کسی لڑکے یا لڑکی کی شبیہ سے نہیں ہوتا بلکہ ان کی مجسم ذات پیکر حیات سے ہوتا ہے اور وہ ذات ضرور ایک دوسرے کی نگاہ سے اوجھل ہے۔

ایسی صورت میں وہ یقین شرعی ہرگز نہیں حاصل ہے جس کی بنا پر یہ حکم لگایا جا سکے کہ فلاں لڑکے اور لڑکی نے ایجاب وقبول کیا ہے۔ علاوہ ازیں شرائط نکاح میں سے ایک شرط دو گواہوں کا ساتھ، ساتھ ایجاب وقبول کا سننا ہے۔ چنانچہ علامہ "مسعود" کاسانی قدس سرہ الربانی تحریر فرماتے ہیں:

"منها سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعاً حتى لو سمعا كلام احدهما والاخر كلام الاخر لا يجوز النكاح" (۲)

اور آج کل اگرچہ ایسے ٹیلی فون رائج ہیں کہ گواہان عاقدین کی آواز سن سکتے ہیں مگر گواہ عاقدین میں سے ایک کے حق میں بہر حال غائب رہتے ہیں۔ اور اس کی آواز غائبانہ طور پر سنتے ہیں۔ اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے سنی گئی آواز پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے

"لو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تشبه النغمة"(۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ٹیلی فون پر ایجاب وقبول سے نکاح صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر عاقدین بذریعہ ٹیلی فون ہی نکاح کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک کسی کو اپنا وکیل نکاح بنا دے اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں دوسرے سے ایجاب وقبول کرا دے۔ اس طرح یہ نکاح نافذ ودرست ہوگا کہ اب بذریعہ ٹیلی فون صرف وکیل بنایا گیا ہے اور توکیل میں نہ موکل کی حاضری ضروری، نہ شہادت شرط۔ چنانچہ شمس الائمہ "شمس الدین" سرخسی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

"لو ان الغائب وكل هذا الحاضر بكتاب كتبه اليه حتى زوجه منها كان صحيحاً" (۱)

---

(۱) الفتاوى العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۲) بدائع الصنائع: ج۲، ص: ۵۲۷

(۳) الفتاوى العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۴۵۲

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"یصح التوکیل بالنکاح وان لم یحضر الشہود کذا فی التاتار خانیۃ" (۲) ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

نکاح ماضی، حال، امر کے صیغوں سے منعقد ہوتا ہے

مسئلہ از: نظام الدین قادری، دارالعلوم اہل سنت، بزم رسول سورہا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے ایجاب وقبول کرانے میں کہا کہ "میں نے ہندہ بنت بکر کو تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے" اور کہا کیا آپ نے قبول کیا؟ زید نے کہا میں نے قبول کیا۔ اس لفظ کو تین مرتبہ کہا۔ عبدالرحمٰن آیا اور کہا دوبارہ ایجاب وقبول کراؤ۔ عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ آپ نے ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ عبدالرحمٰن نے بھری مجلس میں پھر سے ایجاب وقبول کرایا۔ قرآن وحدیث اور فقہاء کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ نیز حوالہ کے ساتھ۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے اور ایجاب وقبول کے الفاظ خواہ دونوں ماضی ہوں مثلاً ایک نے کہا میں نے تجھ سے نکاح کیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا یا ان میں سے ایک ماضی اور دوسرا حال یا امر ہو جیسے کسی نے کہا تو مجھ سے اپنا نکاح کر اس نے کہا میں نے تجھ سے اپنا نکاح کیا یا مثلاً یوں کہے میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں۔ اس نے کہا میں نے قبول کیا۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

"ینعقد بایجاب وقبول وضعاً للمضی کزوجت تزوجت وبما ای بلفظین وضع احدھما للمضی والآخر للاستقبال او للحال" (۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ینعقد بالایجاب والقبول وضعا للمضی او وضع احدھما للماضی، والاخر لغیرہ

(۱) المبسوط للسرخسی، ج:۳، ص:۱۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج:۱، ص:۲۹۴

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۶۳

مستقبلاً کان کالامر، او حالاً کالمضارع، کذا فی النہر الفائق اذا قال لہا أتزوجک بکذا فقالت قد قبلت یتم النکاح وان لم یقل الزوج قبلت، کذا فی الذخیرۃ"(۱)

فقیہ النفس امام "قاضی خاں" قدس سرہ فرماتے ہیں

"النکاح ینعقد بلفظ النکاح والتزویج کان علی وجہ الخبر عن الماضی نحو ان تقول المرأۃ زوجت نفسی منک بکذا بمحضر من الشہود علی کذا فتقول المرأۃ قبلت" (۲)

تفصیل مذکور سے واضح ہوا کہ ایجاب وقبول کے دونوں صیغوں میں ایک حال کا اور دوسرا ماضی کا ہو تو بھی نکاح ہو جائے گا۔ سوال میں بیان کردہ ایجاب کا صیغہ "ہندہ بنت بکر کو تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے" حال ہے اور قبول کا صیغہ ماضی ہے۔ لہٰذا نکاح منعقد ہو گیا۔ عبدالرحمٰن کا اعتراض بیجا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

فلموں میں ہونے والے نکاح شرعاً معتبر ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: قاری احمد شکیل رانی علیمی خلیل آبادی، بھیڑی منڈی، بشیرت گنج لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ذیل کے مسئلہ میں کہ

شرعی نکاح کے لیے لڑکا اور لڑکی کے ایجاب وقبول کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو فلموں، ٹیلی ویژن اور ڈراموں میں بطور مذاق ہیرو ہیروئن خاوند بیوی ہونے کا اقرار کرتے ہیں جس کے چشم دید گواہ بھی ہوتے ہیں اور سننے دیکھنے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایجاب وقبول کی صورت میں انہیں ڈرامہ دکھانے کے بعد یا فلمی کردار ادا کرنے کے بعد شوہر بیوی کی حیثیت کیوں نہیں دی جاتی؟ جب کہ مہر بھی باندھا جاتا ہے، یہ ایجاب وقبول شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟ یہ دونوں میاں بیوی بغیر طلاق دیے جو نکاح کرتے ہیں شرع کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مرد وعورت کا گواہوں کی موجودگی میں زن وشوہر ہونے کا محض اقرار کر لینا نکاح نہیں ہے۔ چنانچہ حضور صدر

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۱، ص: ۲۷۰

(۲) الفتاویٰ الخانیۃ مع الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۱، ص: ۲۳۱

الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:
"یہ اقرار کہ یہ میری عورت ہے نکاح نہیں یعنی اگر پیشتر سے نکاح نہ ہوا تھا تو فقط یہ اقرار نکاح نہ قرار پائے گا"(۱)
اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے"رجل وامرأة اقرا بالنکاح بین یدی الشهود وقالا بالفارسیة "مازن وشویئم" لا ینعقد النکاح بینهما هو المختار کذا فی الخلاصة" (۲)
اور اگر نکاح کے لیے ایجاب وقبول کرتے ہیں مثلاً: یوں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں سے نکاح کیا اور دوسرا قبول کرتے ہوئے کہتا ہے میں نے قبول کیا تو اگر عورت (ہیروئن) کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہے تو اس صورت میں بھی نکاح ناجائز ہوگا۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره"(۳)یعنی مرد کو دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔
اور بہار شریعت میں ہے"دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا"(۴)۔
اور اگر کسی دوسرے مرد کے نکاح میں یا عدت میں نہیں ہے اور نکاح کے شرائط پائے جاتے ہوں تو اگرچہ ایجاب وقبول، ہنسی ومذاق کے طور پر ہو نکاح منعقد ہوجائے گا اور وہ عورت ومرد شرعاً میاں بیوی ہوجائیں گے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ"ابن عابدین"شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:
"حقیقة الرضاء غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الاکراه والهزل"(۵)
اور اعلیٰ حضرت امام"احمد رضا"علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں:"ان النکاح مما یستوی فیه الهزل والجد فلایحتاج الی نیة وقصد حتی لو تکلما بالایجاب والقبول هازلین او مکرهین ینعقد" (۶)اور اب اس عورت (ہیروئن) کا کسی دوسرے سے ہرگز نکاح نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کا شوہر ہیرو اس کو طلاق نہ دے دے یا اس کی موت نہ ہوجائے اور کسی کا اس سے جانتے ہوئے نکاح کرنا بھی ناجائز وحرام ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸ر ربیع الاول شریف ۱۴۲۴ھ

---

(۱)بهار شریعت، ج:۸، ص:۸
(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۷۲
(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۸۰
(۴)بهار شریعت، ج:۷، ص:۲۹
(۵) رد المحتار، ج:۲، ص:۲۷۱
(۶) الفتاوی الرضویه، ج:۵، ص:۹۷

ولد الحرام سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: شاکر علی نظامی، مقام مسرولیا، پوسٹ ساؤں گھاٹ ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اب بکر سے اس کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ بکر کو اس کی ساری تفصیل معلوم ہے۔ پھر بھی زید کی لڑکی سے شادی کرنا اس کو پسند ہے۔ لیکن بخوف شرع شادی سے رک رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ دونوں ابھی نکاح مذکور پر قائم ہیں اور اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اب تک نہ جدا ہوئے اور نہ ہی توبہ کی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے والدین کی لڑکی سے شادی کرنا عند الشرع کیسا ہے؟ جب کہ لڑکی نکاح مذکور کے بعد اسی بیوی سے پیدا ہوئی۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ولد الحرام سے نکاح جائز ہے کہ قصور حرامی اولاد کا نہیں۔ جس نے حرام کام کیا گنہگار وہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۱)

البتہ زید بہو کو اپنی بیوی بنا کر رکھنے کے سبب سخت مجرم وحرام کار، مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے۔ انتہائی ظالم وجفاکار، فاسق فاجر اور بدکار ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید اور اس کی بہو کو سخت سزا ملتی چونکہ یہاں اسلامی حکومت نہیں اس لئے اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی بہو سے جدا ہو جائے اور دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں سچے دل سے تائب ہو کر نماز کی پابندی کریں۔ صدقات وخیرات کریں اور غربا ومساکین کو کھانا کھلائیں۔ اگر زید اور اس کی بہو ایسا کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور ان سے تمام تعلقات ختم کر لیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲)

ایسی صورت میں بکر وہاں شادی کرنے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

(۱) سورۃ الفاطر، آیت: ۱۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

کیا نکاح دولہا یا دلہن کی آبادی میں ضروری ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے تقریباً چھبیس سال پہلے ہندہ سے نکاح کیا اور پھر تقریباً آٹھ سال پہلے یعنی شادی کے اٹھارہ سال بعد زید نے ہندہ کو مسجد کے کچھ ارا کین کو گواہ بنا کر تین طلاق دیا اب وہ دوسری شادی سمرن سے طے کر کے قریبی ایک مسجد میں صبح دس بجے نکاح کا وقت مقرر کیا ہوا۔ نکاح کے مقررہ وقت کے پانچ منٹ پہلے ہندہ کا بھائی غصہ کے عالم میں مسجد کے اندر گھس کر باآواز بلند یہ کہنے لگا کہ زید اٹھ جاؤ تم چور جیسے بیٹھے ہو اور اس کے علاوہ ہندہ کے کچھ رشتہ داروں نے یہ کہہ کر نکاح روکنے کی کوشش کی کہ ہندہ کی اجازت کے بغیر یہ نکاح نہیں ہوسکتا جبکہ ہندہ اور زید کے درمیان طلاق ہونے کا واقعہ جو اٹھارہ سال پہلے پیش آیا تھا اس وقت جو لوگ موجود تھے وہی لوگ زید اور سمرن کے جس وقت نکاح ہونے جارہا تھا موجود تھے اور ان لوگوں نے اہل جماعت کو یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ ہندہ اور زید کے درمیان آٹھ سال پہلے طلاق ہوچکی ہے اور زید کو دوسری یا تیسری شادی کرنے کے لئے ہندہ سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ طلاق واقع ہوجانے کے بعد زید اور ہندہ اجنبی ہوگئے لیکن زید کی دوسری شادی ہندہ کے میکے والوں کے دباؤ میں آکر سمرن سے نہیں ہو پائی۔

مسجد کے ذمہ داروں نے مقررہ وقت میں زید اور سمرن کا نکاح کرنے سے انکار کردیا۔ زید شرم کے مارے بھری محفل کے روبرو گھر لوٹ گیا اور اسی دن عشاء کے وقت زید کے گاؤں سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر زید اور سمرن کا نکاح مسجد میں وہاں کے ذمہ داروں کے روبرو مع وکیل اور گواہوں کے نکاح پڑھ دیا گیا۔

(۱) نکاح جو کہ ایک اہم سنت رسول ہے جبکہ زید نکاح کے لئے تیار ہو کر مسجد میں آکر بیٹھ گیا زید کو بے عزت کرکے اس کا نکاح پڑھنے سے انکار کرکے وہاں سے واپس لوٹانا کیسا فعل ہے؟ جبکہ اس وقت مسجد کے ذمہ داران اور اہل جماعت موجود تھے۔

(۲) زید اور سمرن کے درمیان جو نکاح ہوا اس کے مقامی گاؤں سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہوا تو کیا وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو نکاح زید اور سمرن کے درمیان ہوا اس نکاح کے بارے میں مقامی مسجد کے کچھ ارا کین یہ کہتے ہوئے پھر رہے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں تو کیا مسجد کے ارا کین کا ایسا کہنا جائز ہے؟ مسلمانوں سے اہل جماعت کا کس طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے؟

(۴) زید اور سمرن کے نکاح کے وقت مسجد کے اراکین واہل جماعت کی خاموشی کیسا فعل ہے؟ جبکہ زید اور ہندہ کے درمیان جو طلاق ہو چکی تھی اس کا علم بھی ان لوگوں کو تھا۔
برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کا حل فرمائیں۔عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) اگر حاضرین محفل نے زید کو بلا وجہ ذلیل ورسوا کرنے اور اسے ایذا پہنچانے کے لئے ایسا کیا تو وہ گنہگار ہیں کہ ایذاے مومن حرام وگناہ ہے۔حدیث پاک میں ہے:
"من اذی مسلما فقداذانی ."(۱)
اور اگر اچانک ایسے حالات پیش آگئے کہ وہ اٹھ کر چلے گئے تو کوئی الزام نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) نکاح صحیح ہونے کے لئے عاقدین کا اپنے گھر یا اپنی آبادی میں ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا اگر زید اور سمرن سنی صحیح العقیدہ ہیں اور گواہان بھی قابل شہادت ہیں اور ایجاب وقبول گواہوں کے روبرو پایا گیا تو نکاح درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم
(۳) جب ایجاب وقبول مع شرائط پالئے گئے تو اراکین مسجد کا بلا وجہ اس نکاح کو ناجائز کہنا غلط ہے اور ان پر توبہ لازم ہے اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان سے دور رہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) اگر کسی صحیح حکمت ومصلحت کے تحت خاموش رہے تو حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۷/محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

دیوبندی کا نکاح پڑھانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد واحد علی، مقام سعد اللہ پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
زید کے گاؤں میں ایک شادی کی تقریب ہوئی جس میں عاقدین میں سے ایک دیوبندی ہو یا دونوں دیوبندی ہوں اور ایک سنی صحیح العقیدہ عالم ان کا نکاح پڑھادے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور اس نکاح پڑھانے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

(۱) کنز العمال، ج:۱۶، ص:۱۰

حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں!

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بہ مطابق "فتاویٰ حسام الحرمین" کافر ومرتد ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیرہ غیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعا یقینیا کفار مرتدین ہیں۔" ملخصا (۱) اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط."(۲)

لہٰذا لڑکا لڑکی دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک بھی اگر واقعی دیوبندی ہے تو نکاح نہیں ہوگا اور نکاح پڑھانے والے نے اگر جانتے ہوئے ایسا نکاح پڑھایا تو فاسق وفاجر اور مجرم وگنہگار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار لازم اور اس نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

دیوبندی سے نکاح اور دیگر تعلقات؟

مسئلہ از: محمد قمر الدین قادری

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح کسی وہابی دیوبندی لڑکے کے ساتھ منعقد ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکے کا نکاح کسی وہابی دیوبندی کی لڑکی کے ساتھ منعقد ہوگا یا نہیں؟

(۲) خود کو سنی مسلمان کہتے ہوئے دیدہ ودانستہ اگر کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی مرتد وہابی دیوبندی کے ساتھ کردیا اس کے نتیجے میں جو اولاد ہوئی وہ حلال ہوئی یا کچھ اور؟۔

(۳) جس گاؤں جس آبادی کے بارے میں مشہور ہو کہ یہ وہابیوں کا گاؤں دیوبندیوں کی آبادی ہے یا جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ وہابی دیوبندی ہے یہ لوگ نیاز وفاتحہ سلام وقیام غوث اعظم کے مرغ حسین اعظم

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ٦، ص: ٩

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

کے شربت وملیدے شب برأت کے حلوے سے چڑھتے اور مزارات مقدسہ پر حاضری سے اجتناب کرتے ہیں اور وہابی دیوبندی مولویوں کی پیروی کرتے ہیں ایسے وہابیوں دیوبندیوں کو کافرو مرتدین کہنے کے لئے ان سے ترک موالات کرنے کے لئے کیا اس گاؤں آبادی کے ہر ہر گھر کے ہر ہر فرد کے پاس جاکر ان کے سامنے وہابیوں دیوبندیوں کے پیشوا اور مقتدا مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد انبیٹھی، مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ مرتدین کے کفریات بیان کرکے ان سے ان کی کفریات کی تائید کروانا ضروری ہے۔

اگر ان عناصر اربعہ دیابنہ کو کافرو مرتدین کہنے سے انکار کریں تب ان کو کافر مرتدین کہا جائے ان سے ترک موالات کیا جائے؟ یا جو جس امام و پیشوا کی تقلید و پیروی کررہا ہے اس پر وہی حکم شرعی نافذ ہوگا جو اس کے امام و پیشوا پر حکم شرع نافذ ہے۔

(۴) خود کو سنی مسلمان کہلانے والے کسی شخص کی رشتہ داری وہابیوں میں ہو اور وہ سنی مسلمان کہلانے والا اس مرتد وہابی کو بخوشی اپنے گھر بلاتا بھی ہو خود اس کے گھر جاتا ہو سارے اسلامی معاملات اس سے قائم رکھتا ہو اس کے گھر کے افراد اس پر راضی ہوں ایسے گھر کے کسی فرد کو جو حافظ مولوی ہو نماز پنجگانہ و نماز جنازہ وعیدین کی نماز کے لئے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ اگر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جائے گی یا واجب الاعادہ ہوگی؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافرو مرتد ہیں۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"مرتد منافق وہ کہ اب بھی کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر ہے جیسے آج کل کے وہابی رافضی قادیانی"۔(۱)

اور آگے اسی میں فرماتے ہیں "مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں"۔(۲)

اور مرتد لڑکا یا لڑکی کا نکاح کسی سے منعقد نہیں ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یجوز للمرتد ان

---

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۵۵

(۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص:۵۵

یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذالک لایجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط۔(۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔"(۲)

لہٰذا کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکا یا لڑکی کا نکاح کسی وہابی دیوبندی سے منعقد نہیں ہوگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) وہابی دیوبندی مرتد کا دانستہ خواہ غیر دانستہ نکاح کسی سے ہوگا ہی نہیں تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد حلالی نہیں حرامی ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے۔ "اذلا نکاح مرتد ولا مرتدة اصلاحتی مع مثله فی الارتداد کمانص علیه الائمة الامجاد ۔" واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب." (۳)

(۳) وہابی دیوبندی کے بے شمار عقائد باطلہ میں سے یہ عقیدہ ہر خاص وعام جاہل وعالم کہے جانے والے وہابی دیوبندی میں پایا جاتا ہے کہ جو ان کے ہم عقیدہ نہیں وہ مشرک ہیں۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی عقائد وہابیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "واعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون."

دیوبندی فرقہ کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے "محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو چھین لینا حلال وجائز بلکہ واجب ہے۔(۴)

اور جو شخص کسی ایک بھی مسلمان کو کافر کہے وہ خود بحکم حدیث وفقہ کافر ہے۔ چنانچہ ارشاد حدیث ہے: "ایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما."(۵)

جامع الفصولین میں ہے "والمختار للفتوی من جنس هذه المسائل ان قائل هذه المقالات لو اراد الشتم ولا یعتقده کافرا لایکفر ولو اعتقد کافرا کفر۔"(۶)

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۸۲

(۲) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص:۵۵

(۳) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج:۵، ص:۲۲۸

(۴) الشهاب الثاقب، ص:۵۱

(۵) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۵۷

(۶) جامع الفصولین

تو جو شخص پوری دنیا کے مسلمانوں پر شرک وکفر کا حکم لگائے اس کا کیا حال ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی دیوبندی پر ایک صورت میں جمیع ائمہ دین حضرات متکلمین وفقہائے شرع مبین کے نزدیک حکم کفر وارتداد ہے۔ اور ایک صورت پر جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک حکم کفر وارتداد ہے۔ تو وہابی دیوبندی پر حکم کفر وارتداد ہے اور جو لوگ وہابیت ودیوبندیت سے مشہور ہوں اور سوال میں مذکورامور ان میں موجود ہوں ان پر حکم کفر ہے۔ ان سے ترک موالات لازم ہے۔ ان سے ترک موالات کے لئے یونہی ان کو کافر وبے دین کہنے کے لئے ان کا وہابی ہونا ہی کافی ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) اگر وہ حافظ ومولوی بھی سوال میں ذکر کردہ معاملات سے راضی ہوتو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور اسے امام بنانا گناہ ہے اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے غنیۃ میں ہے "لو قدموا فاسقا یاثمون" (۱)

درمختار میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

نکاح میں گانا بجانا اور نکاحانہ لینا

مسئلہ از: مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

آج کل شادی وغیرہ کے موقع پر نکاح پر ناچ گانا تماشہ وغیرہ ہوتا ہے اور علمائے کرام جب منع کرتے ہیں تو لوگ یہی جواب دیتے ہیں کہ مولانا لوگ جب نکاح پڑھاتے ہیں تو نکاح خوانی کے ۵۰۰ روپے یا ۷۵۰ روپے لیتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ نکاح پڑھانے کا معاوضہ لیا جائے۔ جواب عطا فرمائیں

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ناچ گانا بجانا شریعت مطہرہ میں ناجائز ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان امور

(۱) غنیۃ المستملی، ص ۴۷۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۰

کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوتان ملعونان فی الدنیا والاخرۃ منها عند نعمة لاانه عند المصیبه."(۱)

ایک حدیث شریف میں ہے"من قعد وسط الحلقة فهو ملعون."(۲)

ایک مقام پر ہے "لیکونن من اقوام امتی یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف"(۳)

اورلہوولعب کے بارے میں ارشاد حدیث ہے "کل لهو المسلم حرام الا الثلاثة."(۴)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ ناچ گانا بجانا تماشہ کرنا ناجائز وگناہ اور شریعت مطہرہ کے نزدیک سخت جرم ہے۔ مگر نکاح پڑھانے پر کچھ رقم لینے کی ممانعت کسی آیت یا حدیث میں نہیں ہے نہ اس کا لینا شرعاً ناجائز ہے کیونکہ وہ بطور انعام واکرام دیا لیا جاتا ہے اور اگر بالخصوص اجرت ومعاوضہ کے طور پر لیا جاتا ہے پھر بھی شرعاً جائز ہے کہ آدمی اپنے وقت کی اجرت لے رہا ہے جو بلاشبہ جائز ہے لہٰذا ناچ گانے سے روکنے کے سبب نکاح کے معاوضہ پر اعتراض کرنا جہالت ونادانی اور شریعت پر جرأت ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ شریعت پر عمل کریں اور نادانی سے باز آئیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴/ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

نکاح میں باپ کی جگہ پرورش کرنے والے کا نام لیا تو؟

مسئلہ از: قاری نصیب اللہ عزیزی، خطیب وامام جماعت لطیفیہ مسجد ملن نگر، پونہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے بکر کی بچی کی پرورش کی اور اس کا نکاح عمرو سے کر دیا اور بوقت نکاح حقیقی باپ بکر کے بجائے زید کا نام لیا گیا جس نے اس کی پرورش کی ہے یعنی ہندہ بنت زید کا نکاح عمرو سے کیا گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں جبکہ اس کے حقیقی باپ کی جگہ اس کی پرورش کرنے والے کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

---

(۱) کنز العمال، ج:۱۵، ص:۲۹۹

(۲) مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۵، ص:۲۵۴

(۳) صحیح البخاری، ج:۲، ص:۸۳۸

(۴) سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۶۷۵

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ہندہ اس مجلس نکاح میں خود موجود نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ کرکے اس طرح نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت زید کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی عدم موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا ہاں اگر ہندہ کی پرورش کی وجہ سے لوگوں میں ہندہ بنت زید کہی جاتی ہے اور اس طرح بولنے سے اسی ہندہ کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا۔ درمختار میں ہے

"غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح"(۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "قال امراته عمرة بنت صبیح طالق وامراته عمرة بنت حفص ولانیة له لاتطلق امراته. فان کان صبیح زوج ام امراته وکانت تنسب الیه وهی فی حجره فقال ذلک و هو یعلم نسب امراته اولایعلم طلقت امراته۔"(۲)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"اگر بکر نے اسے پرورش یا متبنیٰ کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا۔"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵/ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

بغیر طلاق دوسرا نکاح کرنا کیسا؟

مسئلہ از: رمضان علی ابن عباس علی مقام سرہنا پوسٹ شکار گڑھ مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی ہندہ اپنے سسرال بھی ایک ہفتہ کے لئے گئی تھی اس کے بعد اپنے والدین کے گھر واپس آئی۔ ہندہ کی شادی کے تقریباً چار ماہ بعد اس کے شوہر کا دماغی توازن بگڑ گیا اور اس کی دوا وغیرہ بھی ہوئی لیکن فرق نہیں ہوا تین سال سے ہندہ اپنے والدین کے پاس ہے اور ہندہ کا شوہر پاگل ہوگیا ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۴، ص:۹۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص:۳۵۸

(۳) الفتاویٰ الرضویه، ج:۵، ص:۱۶۶

ہندہ ایسی صورت میں طلاق چاہتی ہے لیکن ہندہ کے خسر طلاق نہیں دینے دے رہے ہیں۔ ہندہ مجبور ہو کر دوسری شادی کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شوہر کی موت یا اس سے طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ دوسرے سے ہرگز ہرگز نکاح نہیں کر سکتی ہے اگر کرے گی تو حرام ہوگا۔ اور صحبت زنا ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقت شرعیہ کے دوسرے سے نکاح کر لے اگر کرے گی محض حرام ہوگا۔"(۲) اگر واقعی ہندہ کے شوہر کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے اور افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے اور ہندہ چھٹکارا چاہتی ہے تو اپنا معاملہ قاضی شریعت کے پاس لے جائے وہ جو فیصلہ کریں اس پر عمل کرے۔) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم

مسئلہ از: محمد محمود حسین اشرفی دار العلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ جاج مئو، کانپور، یوپی

(۱) انٹرنیٹ کے ذریعہ پڑھایا گیا نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۲) آج کل انٹرنیٹ کے ذریعے نکاح پڑھایا جاتا ہے جس میں لڑکا سے دو گواہ اور وکیل کی موجودگی میں قاضی ایجاب وقبول کرواتا ہے ایسا نکاح شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں دلیل تفصیلی کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہی سیمینار بورڈ دہلی کی جانب سے ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو منعقد سیمینار میں علمائے اہل سنت کا جو فیصلہ ہوا بعینہ حاضر ہے، اس مجلس میں خود راقم الحروف بھی

(۱) سورۃ النساء، آیت ۲۴

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۹۱

شریک تھا، بحث ومباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ ''لڑکا اور لڑکی دومختلف شہروں میں رہ کر یا ایک ہی شہر کے اندر رہ کر غائبانہ طور پر ٹیلی فون یا انٹرنیٹ پر گفتگو کے ذریعہ ایجاب وقبول کرتے ہوئے نکاح کریں تو یہ نکاح صحیح نہیں، اگر چہ دو گواہ لڑکی کے پاس اور دو گواہ لڑکے کے پاس موجود ہوں، اور دونوں کی تصویر بھی نظر آتی ہو۔

کیونکہ صحت نکاح کے لئے ایجاب وقبول کی مجلس (ہیئت) ایک ہونا اور محفل نکاح میں گواہان کا حاضر ہونا اوران کے ایجاب وقبول کوایک ساتھ سننا شرط ہے۔اسی طرح گواہان کے نزدیک ایجاب وقبول کرنے والوں کا معلوم ومعین ہونا بھی شرط ہے، جبکہ محفل ایجاب کے گواہ محفل قبول میں حاضر نہیں، یوں ہی محفل قبول کے گواہ محفل ایجاب میں حاضر نہیں اور تنہا ایجاب یا قبول کی محفل میں حاضر ہونا معتبر نہیں کہ نکاح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔فتاویٰ عالمگیر جلداول ص ۲۶۱ پر ہے

"ومنها سماع الشاهدين كلامهمامعاهكذا فى فتح القدير، ولوسمعاكلام احد هما دون الاخراوسمع احدهما كلام احدهما والاخركلام الآخر لايجوز النكاح هكذا فى البدائع، رجل زوج ابنته من رجل فى بيت و قوم فى بيت اخريسمعون ولم يشهدهم ان كان من هذا البيت الى ذلك البيت كوة راؤا الاب منها تقبل شهادتهم وان لم يرأوا الاب لاتقبل كذافى الذخيرة" والله تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۰/شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ

باب المحرمات

محرمات کا بیان

بہو اپنے خسر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے

مسئلہ از: محمد اقرار خاں، کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

آج سے تقریباً ۱۷ سال قبل زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ دونوں کے درمیان خلوت صحیحہ واقع ہوئی، پھر زید نے ہندہ کو دو سال پہلے طلاق مغلظہ دے دی۔ ہندہ زید کے گھر پر اب بھی رہتی ہے۔ اب بکر یعنی خسر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے زید یعنی بیٹے سے پہلے ہندہ یعنی بہو سے نکاح پڑھالیا تھا۔ بکر لوگوں کو اپنا نکاح نامہ بھی دکھاتا ہے جس میں بنفسہ عشرہ سے پہلے کی تاریخ پڑی ہوئی ہے تو ایسی صوت میں ہندہ بکر کے لیے حرام ہے یا حلال؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

بکر کا زید کی مطلقہ ہندہ سے نکاح کا دعویٰ قطعاً باطل، غیر معتبر اور نا قابل سماعت ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "قلت وقد نصوا ان من رایٔ احداً یتصرف فی شئی زماناً ثم ادعی انہ لہ ولم یکن ثم مانع من دعواہ لم تسمع قطعاً للحیل وقد بیناہ فی الدعاوی من فتاونا" (۱) یعنی: کوئی شخص ایک زمانہ تک کسی کو کسی شئی میں تصرف کرتا دیکھتا رہا، پھر عرصہ بعد مدعی ہوا باوجود کہ پہلے بھی دعویٰ سے کوئی شئی مانع نہ تھی تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔

اور زید نے اگر چہ ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی ہے۔ اس کے باوجود اب ہندہ کسی حال میں زید کے باپ بکر کے لیے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لیے بکر پر حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ (۲) یعنی: تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "تحرم زوجۃ الاصل والفرع بمجرد

---

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص:۵۵۰،

(۲) سورۃ النساء، آیت:۲۳،

العقد دخل بها او لا" (۱) یعنی اصل وفرع کی بیوی حرام ہے۔ محض عقد سے اس سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے عورت کا دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا ہے

مسئلہ از: مولانا محمد مبین علیمی، بستوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ عورت ہے۔ اپنے میکے میں چار سال سے رہتی ہے جب کہ اس کا شوہر بار بار لینے آتا ہے مگر وہ عورت اپنے شوہر کے گھر جانے کو تیار نہیں۔ بار بار انکار کی وجہ سے شوہر نے دوسری شادی کر لی اور جب عورت کو معلوم ہوا تو اس عورت نے دوسری شادی کر لی اور ایک آدمی نے اس عورت کا سرپرست بن کر شادی کروا دی اور سب کو بخوبی معلوم ہے کہ اس عورت کی طلاق نہیں ہوئی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شادی شدہ عورت جس کا دوسرا نکاح کیا گیا بغیر طلاق کے تو یہ نکاح منعقد ہوا کہ نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور جس نے نکاح پڑھایا اس کا خود نکاح باقی رہے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور اس کے لیے شریعت مطہرہ کے کیا احکام ہیں اور جو دونوں گواہ ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے۔ کیا ان کو تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی اور جو آدمی سرپرست بنا اگر چاہتا تو شادی نہیں ہوتی مگر اس نے شادی کروادی جب کہ اس سے صاف، صاف کہا گیا کہ طلاق لے کر آؤ تو جماعت کی طرف سے نکاح کیا جائے گا مگر اس نے نہ سنی اور ایک نیم ملاّ سے نکاح پڑھوا دیا تو اس سرپرست کے لیے کیا حکم ہے؟ اور جس نے شادی کیا جب کہ اس کو بھی بتایا گیا کہ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا۔ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح نہیں ہوتا مگر وہ بھی نہیں مانا اور شادی کر لی اس کے لیے کیا احکام ہیں؟ براہ کرم ان سوالوں کے جواب مدلل ومفصل تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو عورت کسی کے نکاح یا عدت میں ہو بغیر طلاق اور بغیر عدت گزرے اس کا کسی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۲)

---

(۱) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۷۹

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

اور ملک العلما امام "سعود" کاسانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ومنها ان لا تکون منکوحة الغیر لقوله تعالیٰ والمحصنٰت من النساء معطوفاً علی قوله عزوجل حرمت علیکم امهاتکم الی قوله والمحصنٰت من النساء وهن ذوات الازواج"(۱) اور خاتم المحققین علامہ "ابن عابدین شامی" علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اما منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل بجوازه احد فلم ینعقد اصلاً ولهٰذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی کما فی القنیة وغیرها" (۲)

صورت مسئولہ میں بغیر طلاق لیے جو نکاح کیا گیا وہ ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوا۔ عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے اور جس نے جانتے ہوئے وہ نکاح پڑھایا اور گواہان جو نکاح کے گواہ بنے اور جس کے ساتھ وہ نکاح ہوا اور جو سرپرست بنا سب کے سب مجرم و گنہ گار اور زنا کا دروازہ کھولنے والے ظالم و جفا کار، مستحق نار و غضب جبار ہوئے۔ نکاح پڑھانے والے پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے اور اگر نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو پیسہ واپس کرے۔ یوں ہی جس کے ساتھ نکاح ہوا وہ فوراً اس عورت سے جدا ہو جائے اور جس کی بیوی ہے اس کے حوالہ کر دے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ اسی طرح گواہان اور سرپرست اور جتنے لوگ جانتے ہوئے اس نکاح میں شریک ہوئے سب پر علانیہ توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿واِمَّا یُنسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

نابالغی میں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح لازم و درست ہے

مسئلہ از: عبدالباری، بھولا پور، پوسٹ شنکر پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ہندہ کی شادی (نکاح) سن بلوغ کو پہنچنے سے قبل ہو چکا تھا۔ دیہاتی رسم و رواج کے مطابق بالغ ہونے کے بعد (گونا) رخصت کرنا تھا کہ سن بلوغ کو پہنچنے پر

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۵۴۸

(۲) رد المحتار، ج:۳، ص:۱۳۴

(۳) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

ہندہ بکر کے ساتھ چلی گئی۔ اب جب کہ ہندہ دوسرے آدمی کے ہمراہ ہے آیا بکر کا نکاح ہندہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں۔ نیز زید جوکہ پہلا شوہر ہے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ قائم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا نکاح اس کے باپ نے کیا تھا۔ لہٰذا یہ عقد لازم اور صحیح ودرست ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما كذا في الهداية" (۱) اور اب زید سے طلاق لیے بغیر ہندہ کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہندہ اور بکر سخت فاسق وفاجر، بدکار و مستحق نار وغضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں، ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل شانہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

پہلے شوہر کی طلاق کے بغیر بیوی کا دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا ہے

مسئلہ از: محمد مقدس حسین، مقام وپوسٹ بھاوک پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ:

ہندہ زید کی بیوی ہے۔ زید کئی سالوں سے شہر ممبئی میں رہتا تھا، پھر ہندہ یعنی زید کی بیوی اپنے ننہال چلی آئی۔ اس کے بعد ہندہ اور بکر سے تعلقات ہوگئے یعنی ہندہ اور بکر سے بدفعلی کرنے کی محبت پیدا ہوگئی۔ پھر زید یعنی ہندہ کا شوہر شہر ممبئی سے گاؤں میں چلا آیا۔ گاؤں میں آنے کے بعد زید اپنی بیوی ہندہ کے پاس آیا تو زید کو بکر اور ہندہ سے جو تعلقات تھے پتہ چل گیا تو زید نے ہندہ سے قرآن شریف پر ہاتھ رکھوا کر کہا تم قسم کھاؤ کہ اب میں بکر کی طرف چہرہ نہیں دکھاؤں گی تو ہندہ نے قسم کھالیا کہ اب میں بکر کی طرف چہرہ نہیں دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر زید شہر ممبئی چلا گیا۔ چار پانچ سال ہوگئے ابھی تک زید گھر کو نہیں آیا اور نہ اپنے بال بچوں کی خبر ہی لے رہا ہے تو اب ہندہ کے والدین زید کے پاس بھیجنا بھی نہیں چاہتے ہیں اور ہندہ کی دوسری شادی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کے والدین دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کرسکتے ہیں اور جو زید نے قسم کھلوایا ہے وہ قسم کیسے اترے گی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۵

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) یعنی طلاق کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ حدیث شریف ہے "انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (۲) یعنی طلاق شوہر کے لئے ہے اس سے ثابت ہوا کہ جب تک زید ہندہ کو طلاق نہ دے یا اس کی وفات نہ ثابت ہو جائے ہندہ کے والدین اس کا نکاح ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔ اگر کردیں گے تو نکاح ہی نہ ہوگا کہ ایک کے نکاح میں رہتے ہوئے دوسرے سے نکاح حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ الآية﴾ (۳) اور اگر ہندہ نے بعد قسم بکر کو چہرہ دکھایا تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا یعنی دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو تین دن پے درپے روزے رکھے کما فی عامۃ الکتب الفقھیۃ۔ مگر یہ واضح رہے کہ اگر بکر اجنبی ہے تو ہندہ پر لازم ہے کہ اس سے پردہ کرے اور اس کو چہرہ نہ دکھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۲۲ رذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سگی بہن سے نکاح کرنا حرام و باطل ہے

مسئلہ از: محمد ابراہیم رضوی، ساکن بلاری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس سے تین بچے اور بچیاں پیدا ہوئیں، پھر زید نے ہندہ کو طلاق دیئے بغیر ہندہ کی سگی بہن سے نکاح کیا۔ کیا یہ نکاح شریعت کی رو سے درست ہوا یا نہیں۔ جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید کا اپنی بیوی ہندہ کے ہوتے ہوئے اس کی سگی بہن سے نکاح حرام قطعی ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (الی) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (۴)

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۷
(۲) ابن ماجۃ باب الطلاق العبد رقم الحدیث، ۲۱۵۹
(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴
(۴) سورۃ النساء، آیت: ۲۳

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"وان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخيرة فاسد"(۱)زید کا اپنی سالی کو بیوی بنا کر رکھنا اوراس سے صحبت کرنا سخت حرام ہے۔بلکہ اگر اس سے صحبت کرلی تو اب ہندہ کے پاس جانا بھی حرام ہو گیا۔جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے۔زید پر فرض ہے کہ فوراً سالی کو چھوڑ دے اور صدق دل سے اللہ کی بارگاہ میں نادم ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹/صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

عدت کے اندر نکاح حرام ہے

مسئلہ از: محمد نصیر الدین، مقام و پوسٹ للولی، ضلع فتح پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ زید کے دادا کے بھائی کی بیٹی ہے۔یعنی رشتے میں زید کی پھوپھی ہے۔زید اور ہندہ میں آپسی تعلقات تھے لیکن ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی۔شادی کے بیس پچیس دن کے بعد ہندہ نے زید پر الزام لگایا کہ زید نے مجھے ڈرایا اور غلط سلط کہا ہے جب کہ زید کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔یہ بات جب ہندہ کے شوہر بکر کو معلوم ہوئی تو بکر نے ہندہ کو طلاق دے دی اور گاؤں والوں نے اسی وقت یعنی طلاق کے فوراً بعد زید کو ڈرا کر مار ڈالنے کی دھمکی دے کر ہندہ سے اس کا نکاح کرادیا اور زبردستی مہر ایک لاکھ پچاس ہزار بندھوایا تو کیا زید سے ہندہ کا نکاح ہو گیا اور اگر نہیں ہوا تو جن لوگوں نے زبردستی کی اور زبردستی مہر بندھوایا ان کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔حضور والا سے گزارش ہے کہ مفصل جواب عطا فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر ہندہ سے بکر کی خلوت ہو چکی تھی تو زید سے اس کا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام ہوا کہ عدت کے اندر نکاح حرام قطعی اور ناجائز وباطل ہے اور اس میں قربت خالص زنا زید پر فرض ہے کہ وہ فوراً ہندہ سے جدا ہو جائے اور اگر اس سے قربت ہو گئی ہو تو اللہ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کرے اور جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا یا اس میں دانستہ شریک ہوئے وہ سب سخت مجرم وگنہ گار ہیں۔ان سب پر توبہ فرض ہے۔اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ

(۱)الفتاوی العالمگیریة،ج:۱،ص:۲۷۷

﴿الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحكم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۷ر رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

لاعلمی میں عدت کے اندر نکاح فاسد ہے جس میں طلاق نہیں متارکہ ہے

مسئلہ از: ارشد جاوید، پرانی بستی، ضلع بستی

ایک شخص جو کہ شادی شدہ ہے اس نے ایک دوسری لڑکی جو کہ طلاق شدہ تھی ابھی عدت نہیں پوری ہوئی تھی۔ لاعلمی میں اس نے اس سے نکاح کیا۔ بعد میں لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے اس لڑکی کو طلاق دیا گیا۔ کچھ دن بعد پتہ چلا کہ عدت میں نکاح جائز نہیں ہے اور اس طرح سے طلاق بھی درست نہیں ہوا۔ پھر اس شخص نے اس لڑکی سے اس کی عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کیا۔ اب وہ حاملہ ہے۔

سوال: اس مسئلہ میں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور کیا اس مسئلہ میں حلالہ کی ضرورت ہے؟

نوٹ: جس لڑکی کے بارے میں یہ مسئلہ پوچھا گیا ہے اس کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس لڑکی کی کس طرح مدد کی جائے اور اس کی حفاظت کی جائے۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو عورت عدت میں ہو اور کوئی شخص لاعلمی میں عدت کے اندر اس سے نکاح کرے تو یہ نکاح فاسد ہے۔ جس میں طلاق نہیں بلکہ متارکہ یا تفریق ہوگی اور اگر لفظ طلاق کے ذریعہ متارکہ ہوا تو بھی اسے طلاق نہیں بلکہ متارکہ مانا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر تین طلاق سے کم دے اور اس سے نکاح صحیح کرے تو تین طلاق کا مالک رہے گا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وفي مجموع النوازل الطلاق في النكاح الفاسد يكون متاركة ولا ينتقص من عدد الطلاق كذا في الخلاصة" (۲) اور جب نکاح فاسد میں طلاق نہیں تو بعد متارکہ نکاح صحیح کے لیے حلالہ کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو تزوج امرأة نكاحاً فاسداً وطلقها ثلاثاً جاز له ان يتزوجها ولولم تنكح زوجاً غيره

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۳، ص: ۳۳۰

كذا في السراج الوهاج"(۱) لہٰذا صورت مذکورہ میں لڑکی کی عدت ختم ہونے کے بعد جو نکاح بلا حلالہ ہوا وہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۵ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

بغیر طلاق دوسرے مرد سے نکاح ناجائز و فاسد ہے

مسئلہ از: محمد ابراہیم، گرام و پوسٹ گائے گھاٹ بازار، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک لڑکا شادی ہونے کے بعد نو سال گھر سے غائب رہا۔ اس کی ایک بچی بھی ہے، جب اس کی کوئی خبر نہیں ملی کہ وہ مر گیا یا زندہ ہے آئے گا یا نہیں۔ اس کا انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی اپنے میکے چلی گئی۔ سارا واقعہ سننے کے بعد اس کے والدین نے اس کی دوسری شادی کر دی۔ دوسرے شوہر سے بھی دو لڑکے ہوئے پھر اس کا پہلا شوہر واپس آ گیا۔ گھر پر بیوی کو نہ پا کر اس کے میکے گیا اور بیوی کو طلب کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی شادی کر دی گئی اور اس کے دو بچے بھی ہیں تو اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دیا تھا۔ آپ نے کس کی اجازت سے اس کی شادی کر دی۔

اب وہ لڑکے کس کے ہوئے۔ اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اور دوسرے والے شوہر سے جو بچے ہیں وہ جائز ہیں، یا ناجائز؟ اور اس عورت کو کس کے حق میں دینا چاہیے؟ اس پر کس کا حق ہے؟ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

"معاذ اللہ رب العالمین" شادی شدہ لڑکی کو طلاق حاصل کیے بغیر دوسرے کے عقد میں دینا لڑکی کو حرام کاری کے لیے پیش کرنا ہے، جو حرام سخت حرام ہے۔ والدین پر لازم ہے کہ اپنی لڑکی کو فوراً واپس بلائیں اور شوہر اول کے حوالے اور اپنی قبیح حرکت پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ واستغفار کریں اور اگر والدین یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی دوسرے کے ہی ساتھ رہے تو لڑکی کے شوہر سے طلاق حاصل کر کے عدت گزارنے کے بعد اس کی دوسری شادی کر دیں۔ جب تک شوہر طلاق نہ دے یا مر نہ جائے اس وقت تک کسی دوسرے کے لیے وہ عورت حلال نہیں ہو سکتی ہے۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۴، ص:۴۷۴

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱)

اس طرح کی صورت حال میں اگر نکاح صحیح ہوا ہوتا تب بھی شوہر اوّل کی طرف بیوی لوٹائی جاتی یہاں تو فاسد ونا جائز ہے عورت بہر حال شوہر اوّل کی ہے۔

علامہ ''ابن عابدین'' شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:''المرأة تـرد إلى الاوّل اجماعاً'' یعنی: عورت شوہر اول کی طرف واپس کردی جائے گی۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

اور دوسرے مرد سے پیدا ہونے والے بچے اگر نکاح ثانی اور وطی کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تو شوہر ثانی کے مانے جائیں گے، ورنہ شوہر اول کے ہوں گے کہ نکاح فاسد سے پیدا شدہ بچہ بھی ثابت النسب اور اسی شوہر کا مانا جائے گا جس سے پیدا ہوا ہے۔ علامہ ''علاء الدین'' حصکفی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ''غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولاداً ثم جاء الزوج الاوّل فالاولاد للثانی على المذهب الذی رجع إليه الإمام وعليه الفتویٰ'' (۳)

اسی طرح امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ پر تحریر فرمایا ہے۔ (۴)

واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

خسر نے بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑا یا زنا کیا تو بہو اس کے بیٹے پر حرام ہوگئی

مسئلہ از: محبت علی علیمی، دار العلوم اہل سنت انوار العلوم، جیکو ڑیا، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑا، یا شہوت سے اس کے سینے پر ہاتھ لگایا، یا اس کے ساتھ زنا کیا اب ان تمام صورتوں میں اس کی بہو اس کے بیٹے بکر کے لیے حلال ہے یا نہیں یا وہ اب اس کو اپنی زوجیت میں رکھے یا طلاق دے اور کیا بکر اب اپنی اس بیوی سے وطی کر سکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا بالدلائل الشرعیہ.

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

(۲) رد المحتار، ج:۲، ص: ۶۳۱

(۳) رد المحتار، ج:۲، ص: ۶۳۱

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص: ۸۶۳

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے اپنی بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑ لیا شہوت سے اس کے سینے پر ہاتھ لگایا یا معاذ اللہ رب العالمین زید نے اس کے ساتھ زنا کیا تو ان تمام صورتوں میں زید کی بہو زید کے بیٹے بکر پر حرام ہو گئی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "تحرم المزنی علی اباء الزانی واجداده وان علوا وابناله وان سفلوا كذا في فتح القدير"(۱)

اور اسی میں ہے "كما تثبت هذه الحرمة بالوطى تثبت بالمس والتقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيره"(۲)

اور جب بکر پر وہ حرام ہو گئی تو اس پر فرض کہ فوراً اپنی بیوی سے متارکہ کرے، اور اسے الگ کر دے۔ کسی بھی صورت میں بکر کا اس سے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔"هكذا في در المختار والفتاوىٰ الرضويه وغيرها. والله تعالىٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب."

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۸ ر شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: مقصود احمد قادری، مہراج گنجوی، مقام سرہوا، پوسٹ گھوابابو، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے پہلے ہندہ سے شادی کی، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر ہندہ انتقال کر گئی۔ اس کے بعد پھر زید نے زینب سے شادی کی اور زینب کی ایک حقیقی بہن کلثوم ہے اس سے زید کے بیٹے بکر نے شادی کر لی تو اس شادی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ شادی جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جائز ہے، کیوں کہ کلثوم بکر کی سوتیلی ماں کی بہن ہے اور اس سے نکاح جائز ہے۔ قال الله تعالىٰ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "علما تصریح فرماتے ہیں کہ: سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۷۴

(۲) حوالہ سابق

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں''۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم .

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

زنا سے پیدا ہونے والے بچے کی کفالت کی ایک صورت

مسئلہ از: سرور احمد خاں گڑھی دلاور ضلع رائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں:

خالد اور سلمہ کے ناجائز تعلقات تھے۔ سلمہ کو حمل ہو گیا۔ حمل جب پورے دن کے قریب ہوا تو لوگوں کو معلوم ہوا۔ سلمہ سے پوچھنے پر یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کام خالد کا ہے لیکن خالد نے انکار کر دیا تو خالد کے باپ نے کہا کہ اگر سلمہ قرآن کی قسم کھا لے تو ہم اپنے لڑکے خالد کے ساتھ نکاح کروا دیں گے۔ سلمہ نے قرآن شریف کی قسم کھا لی اور خالد کے گھر بغیر نکاح رہنے لگی۔ جب سلمہ کو لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد خالد اور اس کے گھر والوں نے لڑائی جھگڑا کر کے سلمہ کو گھر سے نکال دیا۔ اب ایسی صورت میں سلمہ کہاں جائے۔ جب قوم نے اس کا کوئی راستہ نہیں بنایا تو سلمہ اس وقت اپنے باپ کے گھر میں ہے۔ فریقین کے لیے شرعی حکم کیا ہے اور پیدا ہونے والا بچہ اور اس کی ماں کہاں جائے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی خالد اور سلمہ کے درمیان ناجائز تعلقات تھے اور ان سے زنا سرزد ہوا تو وہ دونوں سخت مجرم و حرام کار اور مستحق نار و لائق قہر قہار ہیں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو انہیں سنگسار کر دیا جاتا مگر یہاں ہندوستان میں ان کے لیے یہ حکم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور صدق دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب و نادم ہوں۔ اور خالد اور سلمہ کے گھر والے اگر دونوں کے ناجائز تعلقات پر مطلع تھے تو وہ سخت مجرم و خطا کار ہیں۔ ان پر بھی توبہ و استغفار لازم ہے اگر یہ لوگ توبہ و استغفار نہ کریں تو تمام مسلمان مل کر ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۲)

اور سلمہ کو جن لوگوں نے بغیر نکاح خالد کے گھر رہنے کے لیے بھیجا انہوں نے سخت جرم کیا اور معاذ اللہ رب العالمین یک گونہ گناہ پر مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ایسوں پر بھی توبہ لازم ہے۔ رہ گیا سلمٰی کا خالد سے نکاح کا معاملہ تو اگر خالد سلمٰی کا کفو ہے تو سلمہ اپنی مرضی سے اور اگر کفو نہیں ہے تو ولی کی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے اور سلمہ کے گھر والوں کو

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص:۲۱۷

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

یوں ہی خالد کے گھر والوں کو چاہیے کہ دونوں کا آپس میں نکاح کر دیں تا کہ فتنہ وفساد کا سد باب ہو جائے اور پیدا شدہ بچہ کی پرورش اس کی ماں کرے۔ ھکذا فی الکتب الفقھیة والاسفار الدینیة. "واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب."

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

حالت حمل میں نکاح

مسئلہ از: محمد اسلم، جماعت ثانیہ متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

حالت حمل میں نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر حمل ثابت النسب ہے تو حالت حمل میں نکاح ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وحبلی ثابت النسب لا یجوز نکاحھا اجماعاً" (۱) اور اگر حمل زنا کا ہے تو نکاح حالت حمل میں درست ہے۔ پھر اگر حمل اسی شوہر کا ہے تو اس کے لیے عورت سے وطی بھی جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی بھا ھو وظھر بھا حبل فالنکاح جائز عند الکل ولہ ان یطاھا" (۱) واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

ناجائز حمل میں نکاح درست ہے

مسئلہ از: افتخار احمد نظامی، مقام تنواں پوسٹ گور بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلوں میں: (۱) زید کے ہندہ کے ساتھ ناجائز تعلق تھے جس سے استقرار حمل ہو گیا اور وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) سے پہلے زید نے اس سے نکاح کر لیا۔ دریافت

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۸۰

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۸۰

طلب امر یہ ہے کہ آیا نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور زید بعد نکاح بچہ ہونے سے پہلے ہم بستری کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید اور ہندہ پر شرعاً کیا حکم لازم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید کا ہندہ سے نکاح درست ہے اور چوں کہ ناجائز حمل معاذ اللہ رب العالمین خود زید کا ہی ہے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس سے ہم بستری بھی کر سکتا ہے۔

چنانچہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وہ وطی بھی کر سکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہوئے وطی جائز نہیں"۔(۱)

اور زید و ہندہ سخت مجرم و جفا کار مستحق غضب جبار ہیں۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان کو سو کوڑے لگائے جاتے مگر چوں کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اس لیے ایسی صورت میں زید و ہندہ دونوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور کچھ خیرات و صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے معافی کے طلب گار ہوں۔ اگر دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بائیکاٹ کر کے سماج سے نکال دیں، ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

لڑکی سے بشہوت بوس و کنار کرنے کے سبب لڑکی کی ماں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو گئی

مسئلہ از: محمد انعام احمد، نخاس روڈ، لکھنؤ، یو پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

زید سے زبانی معلوم ہوا کہ بکر نے اپنی لڑکی کو شہوت کے ساتھ پکڑا اور بوس و کنار بھی ہوا لیکن زنا سرزد نہ ہوا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) بہار شریعت، ج:۷، ص:۲۹

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی بکر نے اپنی لڑکی سے مذکورہ حرکتیں کی ہے تو بکر ظالم و جفا کار اور سیہ کار و بدکار مستحق غضب جبار وعذاب نار اور سخت حرام کار ہے۔ بکر کی لڑکی کی ماں اب ہمیشہ کے لیے بکر پر حرام ہوگئی۔ بکر پر لازم ہے کہ فوراً اس سے مقاطعہ کرلے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ "مفتی امجد" علی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ افعال (شہوت کے ساتھ چھونا بوسہ لینا وغیرہ) قصداً ہو یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبوراً بہرحال حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی۔ مثلاً: اندھیری رات میں مرد نے اپنی عورت کو جماع کے لیے اٹھانا چاہا غلطی سے شہوت کے ساتھ مشتہاۃ لڑکی پر ہاتھ پڑگیا۔ اس کی ماں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگئی۔"(۱)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی اپنی مشتہاۃ لڑکی کو شہوت کے ساتھ پکڑلے یا بوس وکنار کرلے تو اس لڑکی کی ماں اس آدمی پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے۔ بکر پر لازم ہے کہ وہ فوراً اپنی لڑکی کی ماں یعنی اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کردے اور ساتھ ہی علانیہ توبہ واستغفار بھی کرے اور سچے دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کا طلب گار ہو۔ حدیث شریف ہے:

"توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية"(۲) اور اگر بکر ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور اس سے سلام وکلام سب ختم کردیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی　　　　**کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۱۴۲۲/۵/۱۷ھ

باپ کا بہو سے زنا کرنے کی وجہ سے "بہو" باپ بیٹے دونوں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی

مسئلہ از: عزیز الرحمٰن حشمتی، پہری بزرگ، پوسٹ بھدوکھر، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید مولوی ہے اور کہتا ہے کہ بہو کو اگر سسر نے شہوت سے اس کے ننگے بدن کو چھولیا تو لڑکے کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تو مولوی زید کا یہ کہنا آیا شریعت مطہرہ کے مخالف ہے یا موافق؟

---

(۱) بہار شریعت، ج:۷، ص:۲۳
(۲) کنز العمال، ج:۴، ص:۲۰۹
(۳) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کسی بدکار ظالم و جفا کار نے اپنی بہو کے ساتھ مذکورہ ذلیل حرکت کی تو وہ سسر اور شوہر دونوں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ مگر نکاح نہیں ٹوٹے گا بلکہ شوہر اس سے متارکہ کرے گا۔ مثلاً یوں کہہ کر جدا کردے گا کہ میں نے تم سے متارکہ کیا یا تم کو چھوڑا، جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷/ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ

ماموں زاد اور پھوپھی زاد بھائی بہن کا عقد آپس میں جائز ہے

مسئلہ از: احقر عبدالرشید قادری برکاتی نوری، بھوپال

بخدمت شریف حضرت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دیگر احوال یہ ہیں کہ مندرجہ ذیل میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید اور ہندہ دونوں ایک باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ دونوں کی ماں ایک ہے اور دونوں سگے بھائی بہن ہیں۔ زید کو شمیم نام کا لڑکا ہے اور ہندہ کو اسماء نام کی لڑکی ہے۔ یعنی بہن کی لڑکی ہے اور بھائی کا لڑکا ہے۔ کیا ان دونوں کی شادی ہوسکتی ہے۔ شریعت ان دونوں کی شادی کا کیا حکم دیتی ہے۔

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شمیم کی شادی اسماء کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ اس لیے کہ شمیم اسماء کا ماموں زاد بھائی ہے اور اسماء شمیم کی پھوپھی زاد بہن ہے اور ماموں زاد و پھوپھی زاد بھائی بہن کا آپس میں عقد جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۱۱۴

(۲) سورۃ النساء، آیت:۲۴

باب الولی والکفو

ولی اور کفو کا بیان

غیر کفو میں نکاح بغیر ولی کی اجازت کے صحیح نہیں

مسئلہ ۸۸: مولانا محمد قمر مصباحی برکاتی پرسابھتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید (گوجر) ہندہ (پٹھان) دونوں سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ نکاح از روئے شرع درست ہے؟ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

یہاں کے معاشرہ میں گوجر برادری پٹھان برادری کی کفو نہیں ہے اور غیر کفو میں نکاح بغیر ولی کی اجازت کے صحیح نہیں۔ "درمختار" میں ہے:

"یفتیٰ فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان" (۱)

"ردالمحتار" میں ہے:

"ھذا ای عدم جواز النکاح اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد" (۲)

لہٰذا زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ولی کی اجازت سے ہوسکتا ہے۔ بغیر اجازت ہرگز صحیح نہیں ہوگا۔ "فتاویٰ امجدیہ" میں ہے۔

"اگر ولی ہے اور وہ غیر کفو سے نکاح پر راضی ہے جب بھی صحیح ہے۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

(۱) الدر المختار، ج:۲، ص:۲۹۶
(۲) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۹۶
(۳) الفتاوی الامجدیہ، ج:۲، ص:۱۳۲

کفاءت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے اگر چہ عورت کم درجہ کی ہو

مسئلہ از: برکت علی، ناظم اعلیٰ دار العلوم اہل سنت سراج العلوم، مقام و پوسٹ، پوریننا، ضلع بستی، یو پی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو عربی، اردو، انگریزی، ہندی ہر زبان پر یکساں عبور رکھتا ہے۔ علوم دینیہ و دنیویہ دونوں کا حامل ہے اور خان برادری کا ہے۔ زید پڑھی لکھی دیندار اور گریجویٹ لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے۔ زید کا جس لڑکی سے رشتہ لگ رہا ہے ان کے آباو اجداد میں مہتر گھرانا تھا مگر اب اس کے گھر والے جو شادی کرتے ہیں سب خان برادری میں کرتے ہیں۔ تقریباً تیس سال کا عرصہ ہو گیا اور زید کے والد اس بات کو جانتے ہیں کہ لڑکی کے گھر والے اور لڑکی سب دیندار اور عادت و کردار اور شریعت محمد یہ اور مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے کیوں کہ کفائت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ عورت اگر چہ کم درجے کی ہو اس کا اعتبار نہیں ہے: درمختار میں ہے۔

"الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه او لصحته من جانبه اى الرجل و لا تعتبر من جانبها لان الزوج مفترش فلا تغيظه دناءة الفراش وهذا عند الكل في الصحيح" (۱) علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: "اذ تزوج بنفسه مكافئة له او لا فانه صحيح لازم" (۲) زید خان برادری کا ہے اور لڑکی اس سے کم درجے کی برادری سے تعلق رکھتی ہے تو یہ لڑکی یا اس کے ولی کے لیے عار و ننگ نہیں ہے۔ لہٰذا زید کا اس سے نکاح جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۱۷

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۱۷

اگر بالغ لڑکا لڑکی ولی کی اطلاع کے بغیر نکاح کرلیں تو

مسئلہ از: پنجتن علی ناتھ نگر، پرانی بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید اور ہندہ دونوں میں بڑے دنوں سے محبت تھی۔ (تقریباً سال دوسال تک) اچانک لڑکے کو یہ خبر ملی کہ عنقریب ہندہ کی شادی ہونے والی ہے تو لڑکے نے لڑکی پر دباؤ ڈالا کہ تم مجھ سے شادی کرلو ورنہ تمہارا باپ تمہاری شادی کردے گا۔ چنانچہ دونوں نے ۳رمئی بروز سنیچر وقت شام آٹھ بجے کی رات میں والدین اور گاؤں والوں سے چھپ کر گواہوں کی موجودگی میں (جبکہ ایک گواہ کمرے سے باہر تھا) نکاح کرلیا اور لڑکی سے کہا گیا کہ نکاح نامہ تمہیں کل مل جائے گا تم گھر جاؤ لیکن لڑکی کو نکاح نامہ نہیں ملا۔ اب آیا کہ شریعت کی رو سے نکاح منعقد ہوا کہ نہیں اور جب ۵مئی شام میں لوگوں کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو لوگ جمع ہوئے اور لڑکے سے پوچھا کہ تمہاری شادی ہندہ سے ہوئی ہے تو اس نے کہا ہاں! اس کے بعد لڑکی والوں کو اطلاع ملی تو لڑکی سے بھی پوچھا گیا کہ تمہارا نکاح زید سے ہوا ہے تو اس نے جواب دیا ہاں۔ اس کے بعد مجمع میں یہ بات طے پائی کہ زید ہندہ کو بارہ مئی کو اپنے گھر لے جائے اور اس میں دونوں کے والدین بھی راضی تھے۔ اب نکاح نامہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکے کے ماموں لڑکے اور لڑکے کے والدین اور نکاح پڑھانے والے اور گواہوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ لوگ نکاح کا انکار کریں اور اسے جھوٹا ثابت کریں۔

چنانچہ سب لوگوں نے اس بات کی تکذیب کی کہ نکاح نافذ نہیں ہوا۔ شریعۃً ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ جن میں ناکح اور گواہان بھی شریک ہیں، جب کہ یہ کام لوگوں سے چھپ کر ہوا۔ (یعنی نکاح پڑھانے کا کام) اگر نکاح ہوگیا ہے، تو لڑکی کا نان ونفقہ، اور گھر نہ لے جانے کی صورت میں شوہر کے لیے کیا حکم ہے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس سلسلے میں مقدمہ وغیرہ بھی چل رہا ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اگر ہندہ کا کفو ہے، یعنی مذہب قوم پیشہ وغیرہ میں ہندہ کی بہ نسبت ایسا کم نہیں ہے، کہ ہندہ کے ولی کے لیے باعث عار ہو، اور جو گواہ کمرے کے باہر تھا وہ ہندہ کو مکمل طور سے جانتا تھا کہ زید کا اسی ہندہ سے عقد ہو رہا ہے، اور الفاظ ایجاب وقبول دونوں لوگوں نے سنا، تو نکاح صحیح ودرست ہے۔ ایک گواہ کا کمرے سے باہر رہنا صحت نکاح میں مخل نہیں۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے

"فی "فتاوی ابی اللیث" رجل قال: لقوم! اشھدوا انی تزوجت ھذہ المرأۃ التی فی ھذا البیت، فقالت المرأۃ: قبلت، فسمع الشھود مقالتھا، ولم یروا شخصھا، فان کانت فی

البیت وحدھا جاز النکاح" (۱)

اور جو لوگ اب نکاح کا انکار کر رہے ہیں وہ جھوٹے اور لعنتی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ﴾ (۲) اور صحت نکاح کے بعد نان ونفقہ اور سکنی شوہر پر واجب ہے۔ اگر نہ دے تو مجرم و گنہ گار اور حق العباد میں گرفتار ہوگا۔ جب یہ نکاح صحیح ہے تو جب تک زید ہندہ کو طلاق نہ دے، یا اس کا انتقال نہ ہو جائے۔ ہندہ کا کسی سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا اپنے کفو میں نکاح کرنا جائز ہے

مسئلہ از: عبدالکریم صدیقی، سکرا یوسف پور، کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

ہندہ۔ جو سنی صحیح العقیدہ عاقلہ بالغہ ہے۔ نے بذات خود اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر بکر سے بذریعہ کورٹ میرج کیا پھر شرعاً نکاح کیا۔ تقریباً ۱۶ سال گزر گئے۔ اس دوران ہندہ کو چار اولادیں بھی ہوئیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ہندہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت شرعاً منعقد ہوا یا نہیں؟

(۲) ہندہ کے والدین ملاقات کی غرض سے اس کے یہاں جا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) ہندہ کے میکے آنے پر اس کے والدین جبر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) ہندہ کے اس کے کرتوت کی وجہ سے شرعاً اس پر کوئی سزا عائد ہے یا نہیں؟

(۵) ہندہ کے شوہر کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

حضور والا سے گزارش ہے کہ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر بکر ہندہ کا کفو ہے یعنی بکر کی قوم یا، پیشہ، یا مذہب وغیرہ میں کوئی ایسا عیب اور کمی نہیں جو ہندہ کے ولی

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۲) سورۃ آل عمران، آیت: ۶۱

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

کے لیے باعث شرم وعار ہو تو ہندہ کا نکاح ہوگیا۔

درمختار میں ہے:

"نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی وبفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلاً" (۱)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سوال میں مذکور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کا بکر سے تعلق نکاح سے قبل ہی تھا، اور دونوں کا ملنا جلنا بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ دونوں کا یہ فعل سخت ناجائز وحرام اور گناہ ہے۔ اور دونوں شرعاً ظالم وجفا کار اور مجرم وگنہ گار ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور جب ان کے بائیکاٹ کا حکم ہے تو ان سے ملاقات کے لیے جانے یا یہ کہ آنے پر جبر کرنے کا کیا معنیٰ ہے۔ ہندہ و بکر پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر دونوں ایسا کرلیں تو ان کے پاس جانے یا ان کو اپنے گھر لانے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دور کے رشتے دار کا کیا ہوا نکاح لازم ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: ذاکر قریشی، ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: "روزینہ بانو" جب ایک سال کی تھی تو "محمد عمر" چودھری جو دور کے رشتہ دار لگتے ہیں ان کی وکالت سے اس کا نکاح ہوا تھا لیکن جب "روزینہ بانو" سن شعور کو پہنچی تو اس کے گھر والوں نے اس کے سامنے اس بات کو ظاہر کیا کہ تمہارا نکاح "محمد اکرام" سے ہوچکا ہے۔ اسی وقت چند لوگوں کی موجودگی میں جن میں سے دو دستخط نیچے ہیں۔ روزینہ بانو نے اس نکاح سے انکار کیا اور اظہار کیا نہ تو میں اکرام کو جانتی ہوں اور نہ مجھے قبول ہے۔ تو جو وکیل دور کے رشتہ دار لگتے ہیں کیا ان کی وکالت کو معتبر مانا جائے یا نہیں؟ ایسی صورت میں نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟ روزینہ بانو بالغ ہونے کے بعد نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب دیں۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ج:۲، ص: ۲۹۶

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں روزینہ بانو کا عقد ایک سال کی عمر میں اگر "محمد عمر" چودھری نے "روزینہ بانو" کے باپ یا دادا کی اجازت سے کیا تھا یا بغیر اجازت کردیا تھا مگر بعد میں روزینہ بانو کے باپ، یا دادا نے اسے جائز کردیا تھا تو ان تمام صورتوں میں نکاح لازم ہوگیا۔ روزینہ بانو کا انکار فضول ہے۔ "محمد اکرام" اس کا شوہر ہے۔ اس سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی۔ ہدایہ میں ہے:

"فان زوجهما الاب او الجد يعني الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما" (۱)

یعنی اگر باپ یا دادا نے صغیر اور صغیرہ کا نکاح کیا ہے تو بعد بلوغ انہیں اختیار نہیں۔ اور اگر محمد عمر نے روزینہ بانو کا نکاح حالت نابالغی میں غیر کفو یا مہر مثل میں بہت زیادہ کمی کے ساتھ کیا تو نکاح جائز نہ ہوا۔ درمختار میں ہے:

"ان كان المزوج غيرهما اى غير الاب وابيه لا يصح النكاح من غير كفو اصلاً" (۲)

یعنی اگر باپ، دادا کے علاوہ نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔

اور اگر کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا تو نکاح جائز ہوگیا مگر اس صورت میں بالغ ہوتے ہی یا بعد بلوغ علم ہوتے فوراً روزینہ بانو فسخ نکاح کرسکتی تھی اور اگر کچھ بھی وقفہ ہوا اختیار فسخ جاتا رہا یہاں تک کہ آخر مجلس تک اختیار نہیں اور اس مسئلہ کو نہ جاننے کا عذر عندالشرع مسموع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

"ان بلغت وهى عالمة بالنكاح او علمت به بعد بلوغها فلا بد من الفسخ فى حال البلوغ او العلم فلو سكتت ولو قليلاً بطل خيارها ولو قبل تبدل المجلس" (۳) یعنی اگر بالغ ہوتے ہی نکاح کا علم ہوا یا بالغ ہونے کے بعد ہوا تو بلوغ یا علم کے وقت ہی نکاح فسخ کرنا ضروری ہے اور اگر وہ تھوڑی دیر بھی خاموش رہی اگرچہ مجلس بدلنے سے پہلے تو اس کا اختیار باطل ہوگیا۔

مذکورہ صورتوں میں سے جس صورت میں "روزینہ بانو" کے لیے حق فسخ حاصل ہے اگر اس نے گھر والوں کے ظاہر کرنے پر فوراً انکار کردیا تو یہ نکاح فسخ ہوگیا اور روزینہ بانو دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

محمد عمر چودھری نے روزینہ بانو کا نکاح اگر کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا تھا لیکن روزینہ بانو کے

(۱) الهداية، ج:۲، ص:۳۱۷

(۲) الدر المختار، ج:۲، ص:۱۰۰

باپ، دادا یا موجود ولی اقرب نے اسے جائز نہیں کیا تھا تو یہ نکاح فضولی تھا۔ اگر روزینہ بانو کو بالغ ہونے سے پہلے اس نکاح کا علم ہوگیا تھا تو بالغ ہوتے ہی اس کو فسخ نکاح کا اختیار تھا وہ بالغ ہوتے ہی فسخ کر دیتی تو فسخ ہو جاتا۔ لیکن اگر کچھ بھی وقفہ گزرا تو حق فسخ جاتا رہا اور اگر بالغ ہونے سے پیشتر روزینہ بانو کو اس نکاح کا علم نہیں تھا تو جب اسے اس نکاح کا علم ہوا فوراً فسخ کرنے کا اختیار ہے، تاخیر سے حق فسخ جاتا رہے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم''۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۱۱/۱۴ھ

عالم ہر ایک کا کفو ہے یہ مطلقاً نہیں بلکہ ایسا عالم مراد ہے جو متقی اور دیندار ہو

مسئلہ از: شہاب الدین احمد برکاتی، حسن گڑھ، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید عالم ہے اس کے ساتھ ہندہ فرار ہو کر زید کے گھر چلی آئی۔ زید نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا جو غیر کفو ہے۔ ہندہ کے والدین راضی ہیں، یہ نکاح درست ہے کہ نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

شرعاً غیر کفو کا معنی یہ ہے کہ لڑکا مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ لڑکی کا نکاح اس کے اولیا کے لیے واقعتاً باعث ننگ و عار ہو۔ زید اگر اس اعتبار سے غیر کفو ہے اور ہندہ کے باپ نے قبل نکاح یہ جانتے ہوئے کہ زید اس کا کفو نہیں ہے صراحتاً اپنی رضامندی ظاہر کردی تو نکاح جائز و درست ہے اور اگر وقت نکاح خاموش رہا یا بعد نکاح اپنی رضامندی ظاہر کی تو ان صورتوں میں نکاح نہ ہوا۔ اسی طرح فتاویٰ رضویہ، جلد:۵، صفحہ:۴۶۰ میں اور فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۶۹۱، پر تحریر ہے۔

اور درمختار مع الشامی میں ہے: ''ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان''۔ (۱)

اس عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے۔

''ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذا کان لھا ولی ولم یرض بہ قبل العقد فلا

(۱) الدرالمختار معرد المحتار، ج:۲، ص:۲۹۷

یفید الرضاء بعدہ" (۱)

اور دو سطر آگے اسی میں ہے "فلا بد حینئذ لصحۃ العقد من رضاہ صریحاً علیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفیدہ" (۲)

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ مفتی بہ قول کی بنیاد پر غیر کفو میں قبل نکاح ولی کی صراحتاً رضامندی کے بغیر نکاح ناجائز ہے اور اگر قبل نکاح رضامندی کا اظہار کر دیا تو یہ نکاح جائز و درست ہے۔ رہا یہ شبہ کہ عالم ہر ایک کا کفو ہے تو یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ ایسا عالم مراد ہے جو دیندار اور متقی ہو اور ایسے پیشہ سے تعلق نہ رکھتا ہو کہ جس کو لوگ ذلیل سمجھتے ہوں اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو ایسا عالم شریف خاندان کی لڑکی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ کما ھو مسطور فی الفتاوی الرضویۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ / جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ

باپ کی موجودگی میں اولاد کے نکاح کی ولی ماں ہرگز نہیں ہو سکتی

مسئلہ از: غلام محی الدین، وارڈ نمبر ۱۷، محلہ فاروقی نزد یک، ٹیچینچ، پونچھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) سائل نے اپنے حقیقی چچا کی لڑکی سے شادی کی ہے اور نکاح کے بعد دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اس کے بعد اختلافات شروع ہو گئے۔

(۲) سائل کی بیوی سخت بیہودہ و نافرمان ہے۔ اور غیر محرم سے تعلقات قائم کرتی ہے جس کا علم عام لوگوں کو ہے۔

(۳) سائل کی بیوی نے سائل کی لڑکی کو اپنی مرضی سے غیر کفو میں سائل کی مرضی کے خلاف دھوکہ دے کر اغوا کروا کر نکاح کروائی ہے۔ کیا یہ نکاح سائل (لڑکی کا والد) فسخ کر سکتا ہے؟

(۴) سائل کی بیوی سمجھانے کے باوجود اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اپنے شوہر کی نافرمانی کر کے اپنے باپ کے گھر غیر محرم کو لاتی ہے جب کہ اس گھر میں کوئی محرم موجود نہیں ہے۔ (اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے) کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(۵) سائل کی بیوی نے کئی بار سائل پر یعنی: اپنے شوہر پر جان لیوا حملے بھی کروائے اور مسلسل بے راہ روی

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۹۷

(۲) حوالہ سابق

اور شر پسندی کرواتی ہے اور شوہر کی مکمل نافرمانی کرتی ہے۔ اس پر برادری کے چند افراد اس کے ساتھ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ کیا شرعاً اس کے گھر میں شوہر کی مرضی کے خلاف کنبہ، خاندان اور دیگر لوگ تعلقات قائم کر سکتے ہیں جب کہ سب لوگوں کو یہ علم ہے کہ سائل کی بیوی مذکورہ بالا افعال خبیثہ کی مرتکب ہے۔

(۶) جو لوگ سائل کی بیوی کے ساتھ تعلقات قائم رکھیں ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۷) سائل کی لڑکی صوم وصلوٰۃ کی پابند اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والی تھی جب کہ سائل کی بیوی نے دھوکہ دہی سے پھسلا کر ایسے شخص کے ساتھ اغوا کرایا جو غیر کفو بدکردار اور شرابی ہے۔ دین سے کوسوں دور ہے اور عقیدہ کا بھی صحیح نہیں ہے۔ کیا لڑکی کا نکاح ایسے شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے؟ اور کیا ماں نکاح کے معاملے میں ولی بن سکتی ہے یا باپ؟

(۸) سائل کی بیوی حقیقی طور پر اپنے شوہر سائل سے عرصہ چھ سال سے الگ ہے اور زوجین کے تعلقات قائم نہیں ہیں۔ اس عرصہ میں سائل کی بیوی جو اپنے باپ کے گھر پر ہے۔ غیر محرم سے مکمل رابطہ کیے ہوئے ہے اور ایک سال سے ایک شخص رات کو بھی قیام کرتا ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعہ یہی ہے تو سائل کی بیوی حد درجہ ستم گر وجفا کار، روسیاہ وبدکار، بے حیا وحرام کار، مجرم وگنہ گار اور فاسقہ وفاجرہ ہے۔ اس پر واجب ہے کہ اپنی تمام حرام کاریوں پر صدق دل سے نادم ہو۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہو اور آئندہ ان افعال خبیثہ سے بچنے کا پختہ عہد کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔

اس سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں۔ خصوصاً کنبہ وخاندان کے لوگ اس سے دور ہو جائیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) اور جو لوگ اس کی غلط حرکتوں سے واقفیت کے باوجود اس سے دور نہیں رہتے ہیں وہ مجرم ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ ایسی عورت سے بیزار رہیں۔ باپ کی موجودگی میں اولاد کے نکاح کی ولی ماں ہرگز نہیں ہو سکتی، نہ ہی باپ کے ہوتے ہوئے اسے کفو یا غیر کفو میں اولاد کے نکاح کا کوئی اختیار ہے۔ صورت مذکورہ میں ماں نے اپنی لڑکی کا جو نکاح غیر کفو میں کیا وہ محض باطل ہے۔ باپ کو فسخ کی حاجت نہیں وہ جب چاہے اس لڑکی کا عقد کر سکتا ہے۔

علامہ اجل علاء الدین حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"وان كان المزوج غيرهما اى غير الاب وابيه ولو الام لا يصح النكاح من غير كفو او

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸۔

بعین فاحش اصلاً" (۱) اور سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "نابالغہ کی شادی اس کی ماں نے خصوصاً ایسے شخص سے کردی خواہ دانستہ یا دھوکے سے اور والد کا اذن نہ اجازت تو اس صورت میں بدرجہ اولی یہ نکاح سرے سے بے ثبات محض ہوا باپ کو نکاح فسخ کرانے کی اس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

عاقلہ بالغہ کا بغیر ولی کی اجازت کے کفو میں اپنا نکاح کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد اعظم خاں، حال مقیم واشی، نیو ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو عالم دین، پابند صوم وصلوٰۃ، دار العلوم کا استاذ، جامع مسجد کا خطیب وامام اور ذات کا پٹھان ہے۔ بکر جو ذات کا کسگر ہے کے گھر عرصہ پندرہ سال سے آتا جاتا رہا اس مدت میں زید نے بکر کے گھر والوں پر بے اندازہ پیسہ خرچ کیا اور کوئی بھی موقع مدد کا خالی نہ جانے دیا۔ حتی کہ ایک مرتبہ بکر جب سخت مالی بحران کا شکار ہوا اور قرضہ پر قرضہ ہو گیا تو بھی زید نے خطیر رقم دے کر بکر کی جان چھڑائی۔

آج ۹ رسال کے قریب ہو رہے ہیں مگر بکر نے زید کو قرضے کی رقم واپس نہیں کی ہے۔ زید کی انہیں تمام ہمدردیوں کو دیکھ کر بکر کے گھر والے اسے جان ودل سے چاہنے لگے۔ بکر کی دو لڑکیاں ہیں "تعلمون" اور "سونی"۔ تعلمون کی شادی عرصہ دراز پہلے ہو چکی تھی اور اب طلاق ہو گیا ہے اور کئی سالوں سے بیٹھی ہے اور جوان در جوان ہو کر طرح طرح کے مرض ومصیبت میں مبتلا ہو کر تلخ زندگی گزار رہی ہے۔ بکر برادری کا معقول ومناسب رشتہ نہیں آرہا ہے۔ سونی جو بالغہ ہے زید کے اخلاق ودینداری سے متاثر ہو کر زید کو نکاح کی پیشکش کر دیا۔ بایں الفاظ کہ آپ ذات کے پٹھان ہیں اور میں کسگر یہ رشتہ گھر اور خاندان کے لوگ کبھی منظور نہیں کریں گے پھر تو ہماری زندگی بڑی بہن کی زندگی کی طرح خراب ہو جائے گی اور غربت کی بنا پر برادری کا مرضی کے موافق پیغام نہ آئے گا۔

لہٰذا آپ مجھے اپنا بنا لیں اور مجھ سے شادی کرلیں۔ تب زید نے صحیح صورت حال کو دیکھتے ہوئے ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کو گاؤں کی ایک مسجد میں دو گواہوں کے سامنے قاضی کے ذریعہ سونی سے نکاح کر لیا، پھر ایک سال بعد کورٹ میرج بھی کروالیا۔ کچھ دنوں کے بعد سونی نے زید سے کہا مجھے ڈر ہے کہ یہ راز فاش ہوگا تو گھر والے ماریں پیٹیں

(۱) الدر المختار مع الشامی، ج:۲، ص:۲۰۵،

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵ ص:۴۶۴،

گے۔ اس لیے مجھے کہیں لے چلو۔ زید نے کہا ہم عالم دین ہیں۔ سبھی عام وخاص مجھے جانتے ہیں۔ اس طرح کوئی بھی قدم اٹھانا بدنامی کا باعث ہوگا۔ ہم کسی طرح تمہارے ماں باپ کو راضی کرلیں گے کہ وہ تم کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ اس پر سونی نے کہا اگر آپ مجھے نہیں لے کر چلتے اور بعد میں حالات بگڑے اور مجھ پر دباؤ ڈالا گیا تو ہم نکاح کا انکار کردیں گے اور ہوا بھی یہی کہ جب زید نے اس خفیہ نکاح کا اظہار کیا تو سونی کے ماں باپ اور خاندان والے بھی آگ بگولہ ہو گئے اور زید کے سارے احسانات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جہالت تنگی پر آمادہ ہو گئے۔ زید کو گالیاں بھی دیں۔ قسم قسم کے بے بنیاد الزام بھی لگائے۔ اسے ہر طرح قصوردار ٹھہرایا۔ قانونی چارہ جوئی کی بھی دھمکی دی۔ نیز سونی کو بھی جان سے مارنے اور سنگین نتائج کا سامنا کرنے کی بات کہی۔ جس سے مرعوب ہو کر سونی بدل گئی اور نکاح کا صاف انکار کردیا۔ زید بضد ہے کہ میں سونی کو لے جاؤں گا اس لیے کہ اس سے میرا عقد ہو چکا ہے۔ گواہ اور ثبوت بھی پیش کرتا ہے لیکن سونی کے والدین جو جاہل اور خودغرض ہیں کسی بھی حال میں ماننے کو تیار نہیں۔ کہتے ہیں ہماری بچی قسم کھا رہی ہے لہٰذا ہم اسی کی بات مانیں گے۔ برادری اور محلہ کے بااثر لوگوں کی تفہیم پر بھی کان نہیں دھرتے اور الٹا جاہلانہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری بچی مانگ کر کھالے گی، زندگی بھر بیٹھی رہے گی مگر غیر برادری میں نہیں جائے گی اور حد یہ ہے کہ بکر اور اس کی بڑی لڑکی شریعت اور فتویٰ کے حکم کو برادری کی ریت ورواج کے مقابل کمتر اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ نیز ابھی تازہ رپورٹ ہے کہ بکر سونی کی شادی کہیں دوسری جگہ کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور اس کام میں بکر کو زید کے مخالفین کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ ایسی صورت میں مندرجہ ذیل سوالات کا حکم قرآن وحدیث سے مطلوب ہے۔

(۱) کیا زید کا نکاح سونی کے ساتھ مانا جائے گا یا نہیں؟ اگر نکاح ہو گیا اور سونی اب دباؤ میں آ کر نکاح کا انکار کرتی ہے اور قسم کھاتی ہے تو اس کا انکار وقسم قبول ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے نکاح کے گواہان ووکیل وغیرہ کو جو کہ سب عالم دین ہیں۔ کورٹ کچہری اور تھانہ کوتوالی میں کھڑے ہو کر کے ذلیل ورسوا کرنا ان کے علم کی توہین کرنا اور غیر مسلم حکام سے ڈانٹ کھلوانا کیا جائز ہے اور اس کام میں جو لوگ بکر کا ساتھ دیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) بکر کا یہ کہنا کہ ہماری لڑکی زندگی بھر غیر شادی شدہ رہے گی۔ بھیک مانگ کر کھالے گی وغیرہ۔ مگر زید کے ساتھ نہیں بھیجیں گے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟ جب کہ بکر کو اپنی بڑی لڑکی کو بیٹھانے کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔

(۴) بکر اور اس کے بھائیوں کی کوشش ہے کہ سونی کا رشتہ جلد از جلد دوسری جگہ کردیں تاکہ زید سے جان چھوٹ جائے تو کیا سونی کا رشتہ زید کے نکاح میں ہوتے ہوئے کہیں اور جگہ درست ہے اور اس کام میں جو بکر کی مدد کریں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۵) کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ زید سر پر قرآن رکھ کر قسم کھائے اور بہرائچ میں ایک درگاہ ہے۔ جہاں لوگ قسم کھانے جاتے ہیں۔ وہاں چل کر حلف اٹھائے تب ہم نکاح کو سچ مانیں گے۔ کیا زید پر گواہ وثبوت کے ہوتے ہوئے بھی قسم ہے؟

(۶) زید جب کہ حسب ونسب مال ودولت حسن وجمال اور تقویٰ ودینداری ہر اعتبار سے ہندہ یعنی سونی سے اعلیٰ ہے تو کیا بکر پر لازم نہیں کہ وقت وحالات پر نظر کرتے ہوئے ساتھ عزت کے اپنی بچی زید کے حوالہ کردے اور مزید بگاڑ کی صورت نہ پیدا ہونے دے۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) صورت مسئولہ میں جب زید شرعاً سونی کا کفو ہے اور سونی عاقلہ بالغہ ہے تو نکاح ہو گیا۔
درمختار میں ہے "**نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً**" (۱) اب رہا ثبوت نکاح کا معاملہ تو اگر زید کے پاس شہادت عادلہ کافیہ ہو تو نکاح ثابت ونافذ قرار پائے گا اور عورت کے انکار وقسم کا کوئی اعتبار نہ ہوگا کہ نکاح میں منکر پر قسم نہیں۔

درمختار میں ہے:

"**ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ھوا وھی**" (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "بعض دعوے ایسے ہیں کہ ان میں منکر پر قسم نہیں نکاح میں مدعی مرد ہو یا عورت۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بلا وجہ شرعی کسی مومن کی تحقیر وتذلیل ناجائز وحرام ہے کہ یہ ایذائے مسلم ہے، اور ایذائے مسلم حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴾ (۴)

اور ارشاد نبوی ہے:

"**من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ**" (۵) یہ حکم عام مسلمانوں کا ہے اور علمائے دین چوں کہ مذہبی پیشوا اور مقتدا ہیں تو ان کو ذلیل ورسوا کرنا اور زیادہ اشد ہوگا۔ اس لیے جو لوگ وکیل وگواہ کو ذلیل

(۱) الدر المختار، ج:۲، ص:۲۰۶
(۲) الدر المختار، ج:۴، ص:۴۲۵
(۳) بھار شریعت: ج:۱۳، ص:۱۵
(۴) سورۃ الاحزاب، آیت:۵۸
(۵) المعجم الاوسط، ج:۴، ص:۳۷۱

ورسوا کررہے ہیں وہ سب مجرم وگنہ گار اور حق العبد میں گرفتار ہیں اور جولوگ ایسے لوگوں کا ساتھ دے رہے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔ ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ جن کو بلا وجہ شرعی ذلیل ورسوا کیا ان سے معافی مانگیں اور توبہ کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"یا علی! ثلاثة لا تؤخرها الصلوٰة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت کفواً"

یعنی: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔ نماز کا جب وقت ہوجائے، جنازہ جب موجود ہوجائے، بے شوہر والی کا جب کفول جائے۔(۱)

لہٰذا بکر ارشاد نبوی کی مخالفت کرنے والا اور جاہلانہ بکواس کرنے والا ہے۔ ایسی باتوں اور خیالات سے احتراز لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۴) سونی چوں کہ زید کی منکوحہ ہے اور کسی کی منکوحہ سے نکاح حرام قطعی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة کذافی السراج الوهاج" (۳) اس لیے سونی جب تک زید کے نکاح میں ہے اس کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ بکر اور جولوگ بھی زید کے نکاح میں ہوتے ہوئے سونی کے دوسرے رشتہ کی کوشش کررہے ہیں وہ سب حرام کام کی کوشش کررہے ہیں اور سخت گنہ گار ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۵) زید مدعی ہے اور مدعی کے ذمہ گواہ وبینہ پیش کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" (۵) لہٰذا کچھ لوگوں کا یہ مطالبہ کہ زید قسم کھائے جب کہ زید کے پاس گواہ موجود ہیں ان کی جہالت اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت کی علامت ہے انہیں ایسے مطالبہ سے احتراز ضروری ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

---

(۱) جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۲۷

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

(۳) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱ ص: ۲۸۰

(۴) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

(۵) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۶

(۶) جب زید شرعاً کفو ہے اور سونی سے اس کا نکاح صحیح ہو چکا ہے اور اس نکاح کا ثبوت بھی ہے تو اب بکر پر لازم ہے کہ سونی کو اس کے شوہر زید کے ساتھ رخصت کردے اور خود کو عنداللہ مجرم ہونے سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

شافعیہ لڑکی حنفی لڑکے سے بلا اجازت ولی نکاح کرے تو

مسئلہ از: مولانا واجد علی مصباحی، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین وعلمائے کاملین دیں۔ مسئلہ کہ ہندہ سنی شافعیہ بالغہ بلا اجازت اپنے ولی کے سنی زید حنفی کے نکاح میں آگئی۔ کیا یہ نکاح منعقد ہو گیا جب کہ اس موصوفہ کے اولیائے شافعیہ کو خبر نہ دی گئی۔ ہمارے مذہب صحیح سنی العقیدہ زید پر ہندہ مذکورہ حلال ہے یا نہ جواز نکاح ہذا کی دلیل مع کتب معتبرہ عطا ہو۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

نکاح مذکور صحیح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزه عن امرأة شافعية بكر بالغة زوجت نفسها من حنفي بغير اذن ابيها والاب لا يرضى ورده هل يصح هذا النكاح قال نعم" (۱)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "شافعیہ عورت بالغہ کنواری نے حنفی سے نکاح کیا اور اس کا باپ راضی نہیں تو نکاح صحیح ہو گیا۔ یوں ہی اس کا عکس۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الفتاوىٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۸۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۹

باب المهر

مہر کا بیان

مہر فاطمی کی مقدار اور آج اس کی قیمت سے متعلق ایک سوال

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، مقام دیوریا، پوسٹ رامپور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:

اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد شریف کتنی عمر میں کیا؟ اور مہر شریف کتنی باندھی گئی اور اس وقت اس مہر شریف کی کتنی قیمت ہوگی؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدۂ عالم طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پاک عقد کریم کے وقت ۱۸ سال تھی۔

"الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں علامہ ابن حجر قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"ومن طريق عمر بن على قال تزوج على فاطمة فى رجب سنة مقدمهم المدينة وبنى بها بعد مرجعه من بدر ولها يومئذ ثمان عشرة سنة" (۱)

یعنی عمر بن علی کے ذریعے روایت آئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سے نکاح ماہ رجب میں کیا اور رخصتی غزوہ بدر سے واپسی کے بعد ہوئی جب کہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ اور مہر شریف کے متعلق قول محقق یہ ہے کہ چار سو مثقال چاندی تھی جس کا وزن ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں "چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہاں کے سکے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوئی۔ (۲)

نئے وزن سے ایک کلو آٹھ سو چھیاسٹھ گرام اور دو سو چالیس ملی گرام چاندی ہے اس مقدار چاندی کی جو قیمت ہو وہ دی جائے۔ چونکہ چاندی کی قیمت میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے اس لئے قیمت مہر میں بھی کمی زیادتی ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

(۱) الاصابة فى تمييز الصحابة، ج:۴، ص:۳۷۸ (۲) الفتاوىٰ الرضوية، ج:۵، ص:۵۰۸

مہر کی اقل مقدار اور جدید وزن سے اس کی مقدار کیا ہے؟

مسئلہ از: نور محمد قادری، موڈ بدری کرناٹک۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ مہر کی کم از کم کتنی مقدار ہے اور جدید پیمانہ سے اس کی کیا مقدار بنتی ہے بعض لوگ سات سو چھیاسی روپیئے مہر رکھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

نکاح میں کم از کم دس درہم مہر یا اس کی قیمت کے برابر کوئی اور چیز ضروری ہے دار قطنی میں ہے: **" روی عن جابر رضی الله تعالی عنه عن رسو ل الله ﷺ انه قال لا مهر دون عشرة دراهم "** (۱)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

واما بیان ادنی المقدار الذی یصلح مهرا فاد ناه عشرة دراهم اوما قیمته عشرة دراهم وهذا عندنا" (۲)

اور دس درہم کی مقدار تولہ ماشہ کے اعتبار سے دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے

فتاوی رضویہ میں ہے

"کم سے کم مہر دس ہی درہم ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی" (۳)

اور دو تولہ سوڑھے سات ماشہ جدید وزن یعنی اعشاریہ کے حساب سے ۳۰ ر گرام ۶۱۸ ملی گرام ہوتا ہے

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ سات سو چھیاسی روپے یعنی نوٹ مہر رکھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اگر چہ نکاح ہو جائے گا اور مہر مثل لازم ہوگا۔ ہدایہ میں ہے

" یصح النکاح وان لم یسم فیه مهرا لان النکاح عقد انضمام وازدواج لغة فیتم با لز وجین اھ" (۴) واللہ تعالی اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) سنن الدارقطنی کتاب النکاح باب المهر ج:۳، ص:۲۴۵

(۲) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۵۶۱

(۳) الفتاوی الرضویة، ج:۵، ص:۵۰۰

(۴) الهدایة، ج:۲، ص:۳۲۴

کیا باکرہ اور ثیبہ کے مہر میں شرعاً کچھ فرق ہے؟

مسئلہ از: عدیل اختر رضوی، بلرامپور

مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ثیبہ اور باکرہ عورت کے مہر میں شرعاً کچھ کمی بیشی رکھی گئی ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ میں ثیبہ اور باکرہ عورت کے مہر کی اقل مقدار کی تعیین میں کوئی تفریق نہیں ہے دونوں کے لئے مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے کتب حدیث وفقہ میں مطلقاً کم از کم دس درہم مہر بتایا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے

"عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال لا مھر دون عشرۃ دراھم (۱)

فتح القدیر میں ہے

واقل المھر عشرۃ دراھم فضۃ وان لم تکن مسکوکۃ بل تبرا (۲)

ان ارشادات میں باکرہ یا ثیبہ کی کوئی تفریق نہیں ہے لہٰذا عورت باکرہ ہو یا ثیبہ اس کا کم از کم مہر دس درہم ہوگا۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) سنن الدار قطنی باب المھر ج:۳، ص:۲۴۵

(۲) فتح القدیر باب المھر ج:۳، ص:۳۰۵

باب الجهاز

جہیز کا بیان

دلہن کو ملے تحفے کے سامان میں ملکیت کس کی ہوگی

مسئلہ از: محمد رئیس، بنگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے تو رشتہ دار اعزہ و اقارب مثلاً دولہا دولہن کے دوست و احباب، پھوپھا پھوپھیاں، بھابھیاں، ماموں مامیاں وغیرہ اور ساس سسر وغیرہ دولہن کو اپنی خوشی سے بغیر کچھ کہے ہوئے سامان زیورات وغیرہ دیتے ہیں۔ حسب استطاعت دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہو جانے کی صورت میں دولہن کو جو سامان ملے ان پر کس کی ملکیت ہوگی۔ لڑکے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ساس سسر کی ملکیت ہوگی یہی رواج ہے۔ جب کہ لڑکی والوں کا دعویٰ ہے کہ ایسا نہیں بلکہ اپنی خوشی سے دیا ہوا سامان یہ لڑکی کی ملکیت ہوگا کیوں کہ کوئی بھی دولہن کو سامان واپس لینے کے لیے یا استعمال کرنے کے لیے نہیں دیتا ہے۔ بلکہ بطور تحفہ دیتا ہے اور تحفہ ملکیت ہو جاتی ہے۔ اگر واپس لینے کے لیے یا استعمال کے لیے دیتا ہے تو اس کی وضاحت کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شرع مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

عورت کو جو سامان زیور وغیرہ میکہ سے ملے وہ سب عورت کی ملکیت ہے۔ دوسرے کا اس سامان میں کوئی حق نہیں ہے رد المحتار میں ہے "فان کل احد یعلم ان الجهاز ملک المرأة وانه اذا طلقها تاخذه کله واذا ماتت یورث عنها ولایختص بشئی منه." (۱)

اور شادی کے موقع پر جو تحفے دلہن کو دیئے جاتے ہیں وہ ساس سسر کو نہیں بلکہ دلہن کو ہی دیئے جاتے ہیں۔ راقم الحروف نے سائل کے علاقے کا عرف و رواج معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دلہن کو تحفے میں دیئے گئے سامان ساس و سسر

---

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۵۸۵

کو نہیں بلکہ دلہن کو ہی دیے جاتے ہیں اس لیے شرعاً ان سامانوں کی مالک لڑکی ہوگی۔ لڑکے والوں کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

لڑکی والے سامان جہیز کی واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اس کی قیمت کا نہیں

مسئلہ از: اشتیاق احمد بن نصیب دار، مقام مہدیوانا نکار، پوسٹ بور بیاس، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل صورت حال میں:

اشتیاق احمد بن نصیب دار نے اپنی بیوی آمنہ خاتون بنت عبد المصطفیٰ کو ان تحریری الفاظ میں طلاق دی۔ (میں اشتیاق احمد اپنی بیوی آمنہ خاتون بنت عبد المصطفیٰ کو ہوش وحواس کے ساتھ بغیر کسی دباؤ کے تین طلاق دے رہا ہوں)

پھر علاقے (شکری) میں "قمر الدین" ضلع پریشد کے توسط سے لڑکے اور لڑکی دونوں طرف کے ذمہ داران کو "موضع شکری" دھرم سنگھوا بازار بلایا گیا، تاکہ سامان وغیرہ کے واپسی کے تعلق سے فیصلہ کیا جا سکے جس میں لڑکی کے ذمہ داران نے درج مطالبات کیے۔

(۱) جہیز میں دیے گئے سامانوں کی قیمت (جہیز میں دیئے گے سامانوں کی جو لسٹ لڑکی والوں نے دی ہے وہ اس کے اعتبار سے سامان واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ اس کی قیمت مانگ رہے ہیں)۔

(۲) بارات وغیرہ میں لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا وغیرہ کھلایا گیا اس کا معاوضہ مانگ رہے ہیں۔

(۳) مطلقہ کی گود میں تین چار ماہ کی ایک لڑکی کا دو سال دودھ پلانے کا معاوضہ مانگ رہے ہیں۔ ہر سال کا خرچ گیارہ گیارہ ہزار روپے مطلوب ہے، پھر دونوں طرف کے لوگوں نے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے آنے والے علمائے مجلس پر فیصلہ چھوڑ دیا کہ یہ حضرات جو فیصلہ کر دیں وہ ہر دو فریق کے لیے قابل تسلیم ہے۔ اس کے بعد لڑکی کی طرف سے آئے ہوئے عالم مولانا غوث محمد نے کہا کہ "شریعت کے اعتبار سے جہیز کے سامان کو موجودہ صورت میں واپس ہونا چاہیے اس کی قیمت کے مطالبہ کا حق نہیں اور باراتیوں وغیرہ کو جو کھانا وغیرہ کھلایا گیا اس کے معاوضے کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

اس پر لڑکی کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں نے اس پر بولنا شروع کر دیا اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں کوئی فیصلہ نہ ہو پایا۔ پھر لڑکی والوں نے شادی کا خرچ جس کی مقدار لڑکوں کی طرف سے دیئے گئے زیورات وغیرہ کی قیمت گھٹانے کے بعد ۵۴ ہزار روپے ہے مورخہ بائیس راگست ۲۰۱۰ء کو دینے کا مطالبہ کیا اور لڑکے والوں کی طرف سے

آنے والوں سے دستخط کرا لیے چوں کہ لڑکی کی طرف سے آنے والوں کی تعداد تین چار گنا تھی۔ لہٰذا لڑکے والوں نے ڈر کی وجہ سے اس کاغذ پر دستخط کر دیا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

(۱) مذکورہ بالا صورت میں آمنہ خاتون پر طلاق پڑی یا نہیں اور کون سی؟

(۲) جہیز وغیرہ کے سامان مستعمل حالات میں واپس ہونا چاہیے یا لڑکی والوں کو ان کی قیمت کے مطالبے کا حق ہے؟

(۳) باراتیوں وغیرہ کو کھلانے پلانے کا خرچ واپس مانگنے کا حق شریعت کے اعتبار سے حاصل ہے یا نہیں؟

(۴) دودھ پیتی بچی کے خرچ کی مقدار شرعی اعتبار سے کیا ہے؟

مذکورہ سوالات کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرمائیں تا کہ دونوں فریق باہمی صلح کر لیں اور جو ان جوابات کو تسلیم نہ کرے اس کا حکم بھی تحریر فرما دیں۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں آمنہ خاتون پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ اشتیاق احمد کے لیے وہ حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱) واللہ اعلم بالصواب.

(۲) جہیز کا سامان خاص ملک ہے آمنہ خاتون کا، دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ انہ اذا طلقھا تاخذہ کلہ......الخ" (۲)

اور سرکار اعلیٰ حضرت سیدی امام "احمد رضا" فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے۔ جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں۔ طلاق ہوئی تو کل لے لے گی۔ (۳)

شوہر یا اس کے گھر والے اگر سامان جہیز کو استعمال کرتے ہیں تو یہ عاریۃ ہوتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ہاں مرد بلکہ بحالت ہم خانگی ان کے والدین بھی بعض اشیا جہیز مثلاً: ظروف و فروش وغیرہ اپنے استعمال

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص:۵۸۵

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج۵، ص: ۵۳۰

میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی۔ اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن وشو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا۔ جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں۔ اس سے وہ ان کی ملک نہ ہوگئے۔" (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہیز کا سامان اگر چہ شوہر استعمال کرتا ہے مگر وہ عورت کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے استعمال کرنے میں نقصان آجائے تو عورت اس کا تاوان بھی نہیں لے سکتی۔ مگر شرط ہے کہ شوہر نے استعمال کرنے میں قصداً خرابی پیدا نہ کی ہو۔

چنانچہ فصول عمادی کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"إذا انتقص عين المستعار في حالة الاستعمال لا يجب الضمان بسبب النقصان" (۲)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لڑکی والوں نے جو سامان جہیز دیا تھا اسی کو واپس لینے کا حق رکھتے ہیں۔ اس کی قیمت کا مطالبہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر شوہر یا اس کے گھر والوں نے قصداً کسی سامان جہیز میں خرابی پیدا کردی ہے تو اس کا تاوان لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) شادی کے موقع پر لڑکی والوں نے جو کچھ براتیوں کو کھلانے پلانے پر خرچ کیا وہ ایک طرح کا تبرع واحسان ہے۔ اس خرچ کا مطالبہ کسی سے کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وہ یہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صرف کیا بحکم عرف شائع وعام تبرع واحسان قرار پائے گا کہ زید اس کا مطالبہ کسی سے نہیں کرسکتا۔" (۳) لہٰذا صورت مسئولہ میں براتیوں کے کھلانے پلانے کا خرچ مانگنا شرعاً غلط اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) بچی کی پرورش میں آنے والے خرچ کی شرعاً کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔ بلکہ باہمی رضامندی سے جو متعین ہوجائے وہی مانی جائے گی۔ البتہ ضروری ہے کہ وہ مقدار بچی کے باپ کی حیثیت سے زائد نہ ہو اور نہ ہی اس سے کم ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ويعتبر في هذه النفقة مايكفيها وهو الوسط من الكفاية وهي غير مقدرة لان هذه النفقة نظير نفقة النكاح يعتبر فيها مايعتبر في نفقة النكاح." (۴)

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۵، ص: ۵۳۰

(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۵، ص: ۵۵۲

(۳) الفتاویٰ الرضویة، ج۵، ص: ۵۳۴

(۴) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۵۴۷

چنانچہ صدر الشریعہ علامہ مفتی ''امجد علی'' اعظمی شاہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ''بچہ جب تک ماں کی پرورش میں ہے اخراجات بچہ کی ماں کے حوالہ کرے یا ضرورت کی چیزیں مہیا کردے اور اگر کوئی مقدار معین کرلی گئی ہو تو اس میں بھی حرج نہیں اور جو مقدار معین ہوئی اگر وہ اتنی زیادہ ہے کہ اندازہ سے باہر ہے تو کم کردی جائے گی اور اگر اندازہ سے باہر نہیں تو معاف ہے اور کم ہے تو کمی پوری کی جائے گی''(۱)

صورت مسئولہ میں گیارہ ہزار روپیہ سالانہ بچی کے دودھ کے لیے اگر باپ کی مالی حیثیت سے باہر ہے تو فریقین کو سنجیدگی سے غور کرکے اس میں کمی کرنی چاہیے نہ کہ جذبات اور عداوت وعناد کا مظاہرہ کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۵) جو حضرات احکام شرعیہ کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی نہ تسلیم کریں تو ایسے لوگ سخت مجرم و جفا کار اور گنہ گار ہیں۔ انہیں طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر وہ محض ضد اور نفسانیت کی بنیاد پر احکام شرع نہیں تسلیم کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کردیں اور ان سے سلام وکلام ختم کردیں۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲)

وهو اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

(۱) بہار شریعت، ج:۸، ص:۱۶۳.

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸.

باب نکاح الکافر والمرتد

کافر ومرتد کے نکاح کا بیان

کلمہ پڑھانے کے بعد فوراً دیوبندی کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے

مسئلہ از: شفیق اللہ نوری علیمی، مدرسہ سراج العلوم، پورینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو کہ سنی ہے اس کا نکاح ہندہ جو کہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ہوا اور بکر جو کہ سنی عالم ہے اس نے کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھایا تو کیا نکاح ہوجائے گا یا نہیں اور بکر جس نے نکاح پڑھایا اس کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ جواب جلد عنایت فرمائیں، عین نوازش وکرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ قطعیہ مندرجہ "حفظ الایمان"، صفحہ:۸، "تحذیر الناس"، صفحہ:۳، صفحہ:۱۴، صفحہ:۲۸ اور "براہین قاطعہ" صفحہ:۵۱ کی بنا پر بمطابق "فتاویٰ حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" کافر ومرتد ہیں اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃً ولا مسلمۃً ولا کافرۃً اصلیۃً وکذالک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احدٍ کذا فی المبسوط۔"(۱) لہٰذا زید کا نکاح ہندہ دیوبندیہ سے ہرگز نہیں ہوا اگرچہ کلمہ پڑھانے کے بعد نکاح پڑھایا گیا کہ دیوبندی مرتدین تو کلمہ پڑھتے ہی رہتے ہیں ان کے اس طرح کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ تمام عقائد کفریہ سے توبہ نہ کریں اور بکر جس نے کلمہ پڑھا کر فوراً نکاح کردیا وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اس طرح نکاح پڑھانے کے سبب سخت گنہ گار اور فاسق ہے اور زنا کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ نکاح مذکور کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو واپس کرے۔ اگر بکر ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ **"ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنۃ**

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲

والجماعة فی کتب الفقه والفتاویٰ مرة غیر مرة" واللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

عیسائی مرد سے شادی کرنے والی مسلمان عورت کا حکم اور کیا اس کا نکاح کسی کافر سے نہیں ہو سکتا ہے؟

مسئله از: مولانا محمد مبین علیمی، گوا

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

عورت مسلم اور مرد عیسائی دونوں نے حکومت کے قانون کے مطابق شادی کر لی۔ اب اس صورت میں عورت کو مسلم مانا جائے یا عیسائی جب کہ دونوں اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے: "لا یجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی کذا فی السراج الوهاج"(۱)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہو سکتا ہے۔"(۲)

تو جس مسلمان عورت نے کسی عیسائی مرد سے بمطابق قانون حکومت نکاح کیا وہ نکاح ہوا ہی نہیں اور صحبت خالص زنا کاری ہوگی جو حرام، حرام سخت حرام ہے۔ جس کا مرتکب مستحق نار وغضب جبار ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) مگر جب عورت اپنے مذہب اسلام پر قائم ہے تو اس گناہ کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر نہ ہوگی کیوں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں۔

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریه، ج: ۱، ص: ۲۸۲.

(۲) بهار شریعت، ج: ۷، ص: ۲۸.

شرح عقائد میں ہے "الکبیرۃ التی ھی غیر الکفر لا تخرج العبد المومن من الایمان لبقاء التصدیق الذی ھو حقیقۃ الایمان" (۱)۔

لہٰذا جب تک اس عورت سے کوئی کفر سرزد نہ ہو محض عیسائی سے نکاح کی بنا پر کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے۔ البتہ وہ فاسقہ، فاجرہ، بدکار اور لائق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس عیسائی مرد سے فوراً جدا ہو جائے اور توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

کافر و مسلم سے پیدا ہونے والا بچہ مسلمان قرار دیا جائے گا

مسئلہ از: محمد حبیب خان، مقام اگیا، پوسٹ چھاتا، ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

غیر شادی شدہ ہندہ نے حج وزیارت سے فارغ ہونے کے بعد ایک ہندو سے سابقہ محبت کی بنیاد پر ہندوانہ رواج کے مطابق نکاح کر بیٹھی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ بچے کی ولادت کے بعد دونوں مسلمان ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ دونوں مسلمان عورت اور کافر مرد کا نکاح ہوا یا نہیں اور بچہ ثابت النسب ہے یا نہیں اور اس بچہ کو مسلم کہا جائے یا کافر۔ مدلل طریقے پر جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح ہرگز جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز تزوج المسلمۃ من مشرک ولا کتابی کذا فی السراج الوھاج" (۲)

حضور صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہو سکتا۔" (۳)

صورت مسئولہ میں ہندہ کا نکاح ہندو مرد سے ہوا ہی نہیں۔ صحبت خالص زنا کاری ہوئی۔ بچہ غیر ثابت النسب اور ولد حرام ہوا اور ہندہ اپنے اس فعل حرام کی بنا پر سخت مجرم وگنہ گار مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر علانیہ توبہ

(۱) شرح العقائد، ص:۱۰۷۔

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲۔

(۳) بہار شریعت، ج:۷، ص:۲۸۔

واستغفار لازم ہے۔ پھر اگر اس نے وقت نکاح یا کبھی کسی کفر کا ارتکاب کیا تو اس پر تجدید ایمان بھی ضروری ہے اور اگر کوئی کفر نہ کیا اور بعد نکاح وہ اپنے مذہب اسلام پر قائم رہی تو بچہ مسلمان مانا جائے گا۔ علامہ اجل امام ''برہان الدین'' مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''او یسلم احد ابویه فانه یتبع خیر الابوین دیناً'' (۱)

فکیف ابن لیس له الا الام فان ولد الزنا لا اب له. واللّٰه تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

دیو بندی کا نکاح پڑھانے والا علانیہ توبہ کرے اور بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے

مسئلہ از: محمد علی حسین نظامی، مقام و پوسٹ پیڑا، بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک سنی عالم نے جان بوجھ کر دیو بندی دولہے کا نکاح پڑھایا اب اس سنی عالم کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمه تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

دیو بندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیةً وکذلک نکاح المرتده مع احد'' (۲) جس سنی عالم نے جان بوجھ کر دیو بندی کا نکاح پڑھایا اس پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے۔ مرید تھا تو تجدید بیعت کرے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام وکلام نشست وبرخاست سب ختم کردیں۔ اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں، نہ اس سے کوئی تعلق رکھیں۔ ورنہ وہ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

---

(۱) الهداية، ج: ۱، ص: ۱۶۱

(۲) الفتاویٰ العالمگيرية، ج: ۲، ص: ۲۸

بدمذہب جماعتوں سے نکاح کے متعلق ایک سوال

مسئلہ از: مولانا محمد قابیل رضوی، جامع مسجد باگرہ ضلع داونگرہ، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:

ہندہ سنی صحیح العقیدہ شخص کی لڑکی ہے۔ اس کے والد نے اپنی لڑکی کا نکاح عصر حاضر کی بدمذہب جماعتیں یعنی: تبلیغی جماعت، اہل حدیث، جماعت اسلامی وغیرہ کہلانے والے عامی تبلیغی جماعت وغیرہ سے مقرر کیا ہے۔ وقت نکاح مسجد کمیٹی اہل سنت وجماعت کو مدعو کرتے ہیں کہ مسجد کے خطیب وامام سے نکاح پڑھوا دیجیے آیا ایسی صورت میں کہ اس ہندہ لڑکی کا نکاح عامی بدمذہب لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہندہ کا والد ایسا رشتہ طے کر سکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کمیٹی اہل سنت وجماعت کی شرکت کر سکتی ہے یا نہیں؟ نیز وہ اپنی نگرانی میں مسجد کے خطیب وامام سے نکاح پڑھوا سکتی ہے یا نہیں؟ مسجد کا خطیب وامام یہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور تمام افراد اہل سنت وجماعت شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ دونوں صورت حال میں شرکائے نکاح پر علی حسب نوعیت کیا شرعی احکامات نافذ ہوں گے؟

قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کے مبسوط دلائل کی روشنی میں مکمل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں، غایت درجہ کرم ہوگا اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذکورہ جماعتوں کے کفری عقائد پر یقینی اطلاع رکھنے کے باوجود ان کو مسلمان ماننے والا اور ان کے مولویوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان سمجھنے والا کافر ہے اور اگر ان کے عقائد کفریہ پر اطلاع نہیں رکھتا اور نہ ہی اہل سنت وجماعت کو کافر ومشرک سمجھتا ہے اور نہ تو ضروریات دین سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ البتہ وہابیوں دیوبندیوں اور تبلیغیوں کے طور طریقے پر چلتا ہے، اور خود کو وہابی کہتا ہے، تو ایسا شخص کافر ومرتد نہ صحیح مگر گمراہ اور بدمذہب اور بدعقیدہ ضرور ہے۔

اور بدمذہبوں کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اھل البدع کلاب اھل النار" (۱)

دوسری حدیث ہے:

"اھل البدع شرُّ الخلق والخلیقۃ" (۲) یعنی بدمذہب تمام لوگوں اور تمام جانوروں سے بدتر ہیں۔

---

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۹۹

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۹۹

اوران سے نکاح اور تعلقات کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

”ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلّموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلّوا عليهم ولا تصلوا معهم“

یعنی: بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو سلام نہ کرو، اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، اوران کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔ ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ بدمذہب خواہ کافر ہو یا کافر نہ ہو بلکہ بدعقیدہ اور گمراہ ہو تو بھی اس سے رشتہ کرنا ناجائز ہے۔ مسجد کمیٹی کے افراد کا شرکت کرنا، امام کا ایسا نکاح پڑھنا یوں ہی کسی بھی سنی کا ایسے نکاح میں شرکت کرنا سب ناجائز ہے۔ جو لوگ جان بوجھ کر شریک ہوں گے وہ شرعاً مجرم و گنہ گار ٹھہریں گے اور شرکت کر لینے کی صورت میں ان سب پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

وہابی کافر ومرتد ہیں ان کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں

مسئلہ از: محمد بابر علی قادری، مقام دمرگی رائے ڈیہہ، پوسٹ رام چندر پور، ضلع دیوگھر، جھارکھنڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہوتے ہوئے بھی سنی لڑکی کا نکاح غیر مقلد وہابی (بکر) کے ساتھ پڑھایا بغیر کسی کے دباؤ میں نیز ان پڑھ وہابی کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا۔ اب جاہل عوام کہتی ہے کہ سنی مولانا کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ایک روکتے ہیں، ایک کھاتے ہیں اس سے جاہل عوام پر اثر پڑتا ہے آیا وہابی سمجھتے ہوئے زید مولانا نے نکاح پڑھایا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور پڑھانے والے کا نکاح شریعت کے نزدیک رہا یا نہیں؟ گواہ اور مجلس نکاح میں جتنے شریک ہوئے ان سب کا نکاح رہا یا نہیں؟ اور اس مولانا کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ نیز وہابی کے یہاں بیٹی دینا کیسا ہے؟ اور اس کی بیٹی لا سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ کتب مع صفحہ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں عربی عبارت کے اعراب بالتفصیل مدلل مع دستخط ومہر کے جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

امارۃ شرعیہ سے فتویٰ دیا کہ مولوی کا نکاح شریعت کے نزدیک باقی رہا اور بکر وہابی کا نکاح سنی کے ساتھ ہو گیا، نیز وہ سب دیوبندی مسلک کے ہیں، کیا دیوبندی مسلک یا وہابی وغیرہ کا فتویٰ مانا جائے گا یا نہیں۔ قرآن

وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابیوں کے پیشوا مولوی "اسماعیل دہلوی" نے لکھا ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔(۱) وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ ساری مخلوق حتی کہ انبیاے کرام چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔جیسا کہ دہلوی نے لکھا ہے کہ:

"اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے"(۲)

وہابیوں کے نزدیک نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا بیل اور گدھے کا خیال لانے سے بدتر ہے۔

چنانچہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"زنا کے وسوسے اور اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں۔اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔"(۳)

اسی طرح کے بے شمار کفری عقائد ان کی کتابوں میں مرقوم ہیں جن کے سبب فقہاے کرام نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت پیشواے اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا تصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان الکوکبۃ الشھابیۃ و رسالہ سل السیوف و رسالہ النھی الاکید وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکرین ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی و ہمراہ تو یقیناً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں۔(۴)

اور کافروں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾(۵) یعنی اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ

(۱) رسالہ یکروزہ، ص:۱۴۵

(۲) تقویۃ الایمان، ص:۱۶

(۳) صراط مستقیم، ص:۱۳۶

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۲۵۵

(۵) سورۃ النساء، آیت:۱۴۴

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۱) یعنی اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائی کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہے۔

ان ارشادات کریمہ سے واضح ہوا کہ کافروں کو اپنا بنانا ناجائز و حرام ہے اور ان سے نکاح و بیاہ کرنا بلاشبہ ان کو اپنا بنانا ہے۔

لہٰذا یہ بھی نص قرآن سے ناجائز و حرام ہے۔ بدمذہبوں اور گمراہوں کے متعلق حدیث پاک ہے:

"سیاتی قوم یسبونهم وینقصونهم فلا تجالسوهم، ولا تشاربوهم، ولا تواكلوهم، ولا تناكحوهم، ولا تصلوا عليهم، ولا تصلوا معهم" (۲) یعنی عنقریب ایک قوم آئے گی جو میرے اصحاب واصہار کو برا کہے گی، اور ان کی شان گھٹائے گی، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔ یہ حکم بدمذہبوں کا ہے تو کافروں اور مرتدوں کا کیا حال ہوگا۔ بلاشبہ ان کا حکم بدمذہبوں سے سخت تر ہے۔

چنانچہ مرتد کے نکاح کے متعلق "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدةً، ولا مسلمةً ولا كافرةً اصليةً، وكذالك لا يجوز نكاح المرتدة مع احدٍ كذا في المبسوط" (۳) یعنی مرتد کا نکاح نہ کسی مرتد عورت سے ہو سکتا ہے نہ مسلمہ سے، نہ کافرہ اصلیہ سے اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی مبسوط میں ہے۔

حاصل یہ کہ کافر و مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے اور وہابی کافر و مرتد ہوتا ہے لہٰذا اس کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ جس عالم نے جان بوجھ کر نکاح پڑھایا وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ سنی صحیح العقیدہ نہیں گمراہ اور زنا کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ وہابی کا نکاح اگر اس نے جان بوجھ کر وہابی کو مسلمان سمجھتے ہوئے پڑھایا تو خود اس کا نکاح ختم ہو گیا۔ اس پر لازم ہے کہ تجدید ایمان و نکاح کرے۔ جب تک وہ توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح نہ کرے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا ناجائز اور اس سے سلام و کلام کرنا ناجائز اور اس کے پاس نشست و برخاست ناجائز ہے اور جتنے لوگ جانتے ہوئے اس نکاح میں شریک ہوئے سب پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"برادریوں نے اگر زید کو وہابی جانتے ہوئے نکاح مذکور میں شرکت کی ہے تو سب علانیہ توبہ کریں۔" (۴)

---

(۱) سورۃ التوبہ، آیت: ۲۳

(۲) جامع الاحادیث، ج: ۱، ص: ۱۱۰

(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۴) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص ۶۱۳

وہابی کو لڑکی دینا، یا اس کی لڑکی لانا دونوں حرام حرام اشد حرام ہے کہ مرتد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ ''فتاویٰ عالمگیری'' کے حوالہ سے گزرا۔

ان پڑھ وہابی اگر وہابیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ ہو کر انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا جانتا ہے تو وہ بھی مرتد ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے ''لا توکل ذبیحة المجوسي والمرتد لانه لاملة له'' (۱) جس نے ایسے وہابی کا ذبیحہ کھایا اس نے مردار کھایا، اس پر توبہ ضروری ہے۔

امارت شرعیہ کا فتویٰ سراسر غلط اور باطل ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ وہابیوں سے شرعی مسئلہ پوچھنا حرام وناجائز ہے۔ سیدی حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

''وہابیوں سے مسائل پوچھنا حرام ہے۔'' (۲)

فقیہ ملت حضرت مفتی ''جلال الدین احمد'' امجدی تحریر فرماتے ہیں:

''وہابی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہیں۔ کفار سے شرعی فتویٰ حاصل کرنا حرام وگناہ کبیرہ ہے۔'' (۳)

واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

وہابی کی سنی لڑکی سے نکاح جائز ہے مگر اس کے گھر بارات لے کر جانا جائز نہیں

مسئلہ از: محمد تنویر رضا، متعلم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے اور علمائے اہل سنت کی قدر بھی کرتا ہے، مگر اپنے ایک لڑکے کی شادی ایک وہابی کے لڑکی سے کرنا چاہتا ہے جب کہ وہابی کی لڑکی عقیدۃً سنی ہے اور سنی بن کر زید کے لڑکے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے۔ تو ایسی حالت میں زید کے لڑکے کا نکاح پڑھنا شرعاً درست ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا.

---

(۱) الهداية، ج:۴، ص:۴۳۴

(۲) الفتاوی المصطفوية، ص:۴۲۰

(۳) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۲۳۶

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر لڑکی واقعی سنی صحیح العقیدہ ہے یعنی دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانا توی مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کبرائے وہابیہ کو کافر و مرتد مانتی ہے تو زید اپنے لڑکے کا نکاح اس سے کر سکتا ہے اور یہ نکاح پڑھانا درست ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس لڑکی کے وہابی باپ اور اس کے گھر والوں سے زید اور اس کا لڑکا کوئی تعلق نہ رکھے، نہ اس کے یہاں بارات لے کر جائے، نہ اس سے کسی طرح کی راہ و رسم رکھے بلکہ نکاح کر کے گھر لائے اور پھر اس لڑکی کے گھر والوں سے مکمل بے تعلق ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کا نکاح پڑھانے سے بچے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸؍ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

آج کل رافضی عموماً تبرائی اور قاذف ہوتے ہیں جو باجماع مسلمین مرتد ہیں

مسئلہ از: سید ابرار حسین، موضع بدر گنج بلکلوا، صابر پور، گونڈا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان اسلام ذوی الاحترام مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

زید جو سنی صحیح العقیدہ کہلاتا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے عمر کی شادی بدعقیدہ وہابی، دیوبندی کی بچی کے ساتھ کی جسے بہو بنا کر زید اپنے گھر رکھتا ہے اور ہندہ اور اس کے دیگر متعلقین (باپ بھائی وغیرہما) کا زید کے گھر آنا جانا برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ نیز زید کی بہن زینب جو قبل از شادی صحیح العقیدہ سنیہ تھی مگر ایسے گاؤں میں بیاہ کر گئی جس میں رافضیوں کی کثرت ہے، تو رفتہ رفتہ زینب اور اس کے گھر کے لوگ رافضیت کے رنگ میں رنگ کر اپنی نفیسہ کی شادی بھی رافضی کے یہاں کر دی ہے۔ لہٰذا زید کے متعلق حکم شرع واضح بالدلائل فرمائیں؟

(۱) اہل سنت و جماعت زید کے ساتھ تعلق رکھیں یا نہیں اور رکھیں تو کیسا ہے؟

(۲) نہیں رکھتے تو دیگر حضرات جو زید کی ہمنوائی میں اس کے ساتھی بنیں۔ ان کے متعلق شرع اسلام کا کیا ارشاد ہے؟ شادی، بیاہ یا دیگر تقریبات میں روابط کیسے ہوں؟

(۳) رافضیوں کے یہاں رشتہ قائم کرنا کیسا ہے؟ اور رافضیوں سے رشتہ برقرار رکھنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ سنیوں کا ہونا چاہیے یا دیگر بدمذہبوں کے متعلق حکم شرع پاک کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) دیوبندی وہابی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ علماے حرمین طیبین وعلماے عرب وعجم کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط" (۱)

اسی طرح آج کل رافضی عموماً تبرائی اور قاذف ہوتے ہیں جو باجماع مسلمین مرتد ہیں۔ ان کا نکاح بھی دنیا میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

زید نے اپنے بیٹے عمر کی شادی جس لڑکی سے کی ہے اگر وہ اپنے باپ کے مذہب پر ہے تو یہ نکاح قطعاً ہوا ہی نہیں۔ قربت خالص زنا اور اولاد زنا کی اولاد ہوگی۔ یوں ہی اس کی بہن زینب نے اپنی لڑکی کی شادی جو رافضی سے کیا ہے وہ نکاح بھی نہ ہوا۔

ایسی صورت میں زید دیوث، فاسق، فاجر، مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ یا تو اس لڑکی کو فوراً جدا کر دے یا دیوبندیت سے توبہ کرا کر بعد اطمینان پھر عمر سے نکاح کرے۔ اگر عمر اور زید ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلمان ان کا بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) اسی طرح اگر زید زینب سے رشتہ ناطہ رکھتا ہے ہو تو فوراً اسے ختم کرے، توبہ واستغفار کرے اور زینب سے اپنا تعلق یکسر منقطع کر دے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) جو لوگ زید کی ہموائی کرتے ہیں وہ حرام کاری پر مدد کر رہے ہیں جو سخت ناجائز وحرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) ان پر لازم ہے کہ زید کی ہموائی سے باز آئیں اور صدق دل سے توبہ واستغفار کریں، ورنہ عذاب الٰہی کا انتظار کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) جواب نمبر ا سے اس کا جواب واضح ہے۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷؍ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲
(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸
(۳) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

جو دیوبندی اپنے مولویوں کے کفری عقائد پر مطلع نہیں وہ گمراہ و بدمذہب ہے

مسئلہ از: محمد خالد رضا ثنائی، انجمن ثنائیہ دارالیتامی، میرا روڈ، تھانہ، مہاراشٹر
مندرجہ ذیل مسائل کے مدلل جواب قرآن و حدیث سے تحریر فرمادیں، نوازش ہوگی۔

(۱) ہمارے استاذ گرامی حضرت مفتی ''محمد علاء الدین'' رضوی قادری برکاتی کا ممبئی سے اپنے وطن مالوف آنا ہوا۔ اتفاق سے مولانا ''اکبر رضا'' ثنائی کے چھوٹے بھائی جناب ''محمد اختر رضا'' کی شادی میں بطور برات ضلع سیتا مڑھی کے ایک گاؤں زین پور جانا پڑا۔ بوقت نکاح شکل و صورت سے کچھ لوگ دیوبندی نظر آئے تو ہمارے مفتی صاحب قبلہ نے کہا کہ بھائی نکاح آپ نہیں بلکہ میں خود پڑھاؤں گا، وہ لوگ راضی ہوگئے اور مفتی صاحب قبلہ نے اس لڑکی سے توبہ و استغفار (دستور اہل سنت کے مطابق) کے بعد گیارہ ہزار سات سو چھیاسی روپے اور دو سنی گواہان کی موجودگی میں اجازت لے کر جناب ''اختر رضا'' کا نکاح کردیا۔ بعدہ مجلس کا اختتام فاتحہ اور درود وسلام پر عمل میں آیا۔ اب جب کہ لڑکی اپنے سسرال آگئی تو مولانا ''ابوالکلام'' اشرفی جو ہمارے گاؤں ''پیردادن'' کے ہی رہنے والے ہیں اور ہمارے استاذ حضرت مفتی صاحب سے بغض رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف لوگوں کو یہ کہنے لگے کہ مفتی صاحب نے چوں کہ دیوبندی لڑکی سے ایک سنی لڑکے کا نکاح کردیا ہے اس لیے مفتی صاحب اور گواہان اور جملہ حاضرین مجلس کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ سب لوگ کافر و مشرک ہوگئے۔

لہٰذا سب کو پھر سے ایمان لانا ہوگا اور تجدید نکاح کرنی ہوگی۔ مولانا موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ سب مرتد ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے تو کیا عام غیر پڑھا لکھا دیوبندی جس کو صحیح سے دوم سے سوم کلمہ بھی یاد نہیں ہے ایسے مرد و عورت کافر و مشرک کے زمرے میں آتے ہیں۔ مولانا موصوف کا یہ بھی کہنا ہے کہ عام دیوبندی خواہ پڑھا لکھا ہو یا نہیں عقائد کفریہ سے آگاہ ہو یا نہیں، محض دیوبندی ہونے کی بنیاد پر علمائے اہل سنت کے نزدیک کافر و مشرک ہیں اور جو لوگ بھی اس نکاح کی مجلس میں تھے مفتی صاحب کے ساتھ سب لوگوں کا ایمان و نکاح ختم ہوگیا ہے۔ وہ سب کے سب تجدید ایمان و نکاح کریں۔ جب کہ نوے فیصد ہم سنی شریک نکاح تھے۔ اور حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں چوں کہ وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ غیر پڑھے ہیں علم دین اور دنیا دونوں سے بے بہرہ ہیں۔ اس لیے اگر ایسی لڑکی کا نکاح کسی سنی لڑکا سے ہو تو اس لڑکی کو عقائد کفریہ سے آگاہ کرکے توبہ و استغفار کے بعد نکاح کردینا جائز ہے۔ ہاں اگر وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ تعلیم یافتہ ہیں۔ دیوبندی وہابی مولوی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہیں تو یقیناً اس لڑکی سے شادی بیاہ ناجائز و حرام ہے او رقصداً کفر ہے۔ آں حضرت قرآن و حدیث سے جواب مرحمت فرمادیں۔ جو بھی حکم شرع ہوگا کسی انا کے بغیر ہم سب عمل کے لیے تیار ہیں۔

(۲) کیا علمائے اہل سنت کے نزدیک غیر پڑھا لکھا شخص علمائے دیو بند کے عقائد کفریہ پر مطلع نہ ہونے کے باوجود محض دیو بندی ہونے یا کہنے کی وجہ سے کافر مشرک ہیں، یا نہیں؟ جو حکم شرع ہو تحریر فرمادیں۔

(۳) ہمارے ہی علاقے کے ایک مولانا صاحب "مٹریا" کی جامع مسجد میں اپنی تقریر کے دوران ایک بات کہی کہ تم لوگ دیو بندی کو اپنی بیٹی دیتے ہو اور وہ اس کے ساتھ زنا کرتا ہے، اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک ہندو زنا کرے۔ کیا اس طرح کی گفتگو ایک عالم کے شایان شان ہے؟ حکم شرع بیان فرمادیں، چوں کہ گاؤں کا ماحول پوری طرح بگڑ چکا ہے اور لوگ اس طرح اپنی ناواقفیت کی بنیاد پر اچھے علما سے بھی نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے لگے ہیں۔

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) جو لوگ علمائے دیو بند کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں بلکہ ان کے ظاہری طور و طریقے کو دیکھ کر انہیں مسلمان سمجھتے ہیں اور خود کو دیو بندی کہتے ہیں ان پر کفر کا فتویٰ نہیں ہوگا۔ لیکن ان کی یہ جہالت و لاعلمی مستقل عذر نہیں۔ ایسے لوگوں کو جب دیو بندیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ دیو بندی مولویوں کی شان رسالت میں گستاخیوں کی بنا پر علمائے عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے تو ان پر لازم ہے کہ وہ غلط مذہب سے بیزاری کا اظہار کر کے توبہ کریں اور تجدید ایمان و نکاح کر کے سنی بن جائیں۔

اگر ایسا کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان لوگوں پر بھی حکم کفر ہوگا، پھر جب دیو بندی کہلانے والا اپنے مذہب سے توبہ کر لے تو فوراً اس کا نکاح کسی سنی سے پڑھا دینا قطعاً درست نہیں بلکہ اتنی مدت تک اسے جانچا جائے کہ اس کی سنیت پر اطمینان ہو جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ دیو بندی بمعنی مرتد ہو یا دیو بندی بمعنی: "گمراہ"، یعنی وہ شخص جو دیو بندی عقائد سے ناواقف ہو اور خود کو دیو بندی کہتا ہے ان دونوں میں سے کسی سے بھی بعد توبہ فوراً کسی سنی سے نکاح کرنا درست نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے حضرت فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد" امجدی علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ "بدمذہبوں سے رشتے" مطالعہ کریں۔

ہماری اس گفتگو سے واضح ہوا کہ نکاح مذکور پڑھانے والے مولانا صاحب اور ان پر اعتراض کرنے والے مولانا صاحب دونوں غلطی پر ہیں۔ نکاح پڑھانے والے اس طرح کہ ایک دیو بندی لڑکی کا نکاح بعد توبہ فوراً پڑھا دیا جب کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ یوں ہی اعتراض کرنے والے مولانا صاحب اس طرح کہ انہوں نے دیو بندیوں پر کافر کے ساتھ مشرک کا بھی فتویٰ لگا دیا اور اسے علمائے اہل سنت کی طرف منسوب کیا جب کہ علمائے اہل سنت نے دیو بندیوں کے اوپر کافر ہونے کا فتویٰ دیا مگر مشرک نہیں فرمایا ہے۔ یوں ہی یہ حکم بھی علی العموم نہیں بلکہ صرف ان

لوگوں پر ہے جو علماے دیوبند کے عقائد کفریہ پر یقینی طور پر اطلاع کے باوجود ان کو مسلمان مانتے ہیں۔ رہے وہ دیوبندی جو دیوبندی مولویوں کے گندے گھناؤنے عقیدے سے ناواقف ہیں تو ان پر بلا تحقیق اگرچہ کفر کا حکم نہیں ہوگا۔ لیکن وہ لوگ بدمذہب و گمراہ بلکہ بحکم فقہا کافر ہیں۔ لہٰذا دونوں صاحبان اور شرکائے نکاح سب اپنی غلطی پر توبہ واستغفار کریں اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہوں اور آئندہ بے تحقیق شرعی مسئلہ بتانے سے پرہیز کریں اور احتیاطاً تجدید ایمان و نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) جواب اول سے واضح ہوگیا کہ دیوبندی خواہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل، اگر علماے دیوبند کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو اپنا پیشوا اور مذہبی رہنما جانتا ہے تو وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہے اور اگر ان مولویوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں ہے تو وہ بدمذہب اور گمراہ ہے لیکن مشرک کا اطلاق دونوں قسموں سے کسی کے لیے نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) جو دیوبندی علماے دیوبند کے عقائد کفریہ سے آگاہ ہونے کے باوجود ان کو مسلمان مانتا ہے وہ کافر ومرتد ہے اور مرتد کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہوسکتا ہے۔ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے ''لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃً ولا کافرۃً'' (۱)

لہٰذا جو لوگ ایسے دیوبندیوں سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں وہ بلاشبہ اپنی لڑکیوں کو زنا میں مبتلا کرتے ہیں کہ جب نکاح ہی نہیں تو قربت خالص زنا ہوگی، یہ حکم شرع ہے۔ مگر مولانا صاحب کا یہ کہنا کہ اس سے بہتر ہے کہ ہندو زنا کرے بالکل غلط ہے کہ اس میں زنا کو بہتر کہا جا رہا ہے۔ (معاذ اللہ رب العالمین) مولانا صاحب فوراً اپنی غلطی پر نادم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور آئندہ ایسی بات کہنے سے پرہیز کریں اور کوئی بھی مسئلہ بتائیں تو مہذب انداز اختیار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹؍رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

مسلم لڑکی کا ہندو کافر لڑکے سے نکاح کیسا ہے؟

مسئلہ از: فیاض احمد نقش بندی، بھاول پور، الٰہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید جو کہ ہندو کافر ہے۔ وہ ایک مسلم لڑکی سے عشق کر بیٹھا اور کلمہ پڑھ کر کورٹ میرج بھی کر لیا لیکن زید

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

بظاہر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی مذہب اسلام پر کاربند نہ رہا، اور نہ ہی اس کا کوئی فعل وعمل اسلام کے مطابق ہے بلکہ اپنے اسی سابق افعال کفریہ پر ثابت قدم ہے جو بظاہر اس کے مسلمان ہونے پر بھی دلالت نہیں کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد زید (کافر) کے گھر والوں نے زید کی شادی کسی ہندو لڑکی سے کروادی۔ یہ شادی ہندو رسم ورواج کے مطابق انجام پائی، پھر اس کے بعد اس نے مسلم لڑکی سے شادی رچانے کی بابت گفتگو کی اور شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے تفتیش کی اور زید (کافر) سے پوچھا تو اس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کی وجہ سے مسلمان ہوگیا ہوں لیکن اس کے باوجود زید (کافر) افعال کفریہ یعنی اپنے ہندو مذہب پر قائم ہے۔

(۱) ہندہ (مسلم لڑکی) کا نکاح اس زید کے ساتھ عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہندہ کے والدین کا اس کے ساتھ نکاح کروانا صحیح ہے یا نہیں اور اگر شادی کروادیں تو کیا حکم ہے؟

(۳) ہندہ کا اس لڑکے کے ساتھ بات چیت کرنا اور ملنا جلنا کیسا ہے؟

(۴) ایسے لڑکے یا لڑکی کا نکاح پڑھانے والے پر کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر سے نہیں ہوسکتا۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "لا یجوز تزوج المسلمۃ من مشرک ولا کتابی کذا فی السراج الوھاج" (۱) یعنی: مسلمان عورت کا نکاح کسی مشرک یا کتابی سے جائز نہیں ہے۔ لہذا ہندہ کا نکاح زید (ہندو) سے ناجائز وحرام ہے۔ یہ نکاح محض باطل ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر ہندہ کے والدین ہندہ کا نکاح اس شخص سے کردیں تو یہ نکاح باطل محض اور شرعاً غیر معتبر ہوگا اور والدین ناجائز وحرام کام کے مرتکب، زنا کے دلال اور سخت مجرم وگنہ گار، مستحق نار وغضب جبار، فاسق وفاجر ہوں گے۔ ان پر لازم ہوگا کہ فوراً ہی لڑکی کو اس سے جدا کرلیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) حرام حرام سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حرام ہے جان بوجھ کر ایسا کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے، اگر نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو اسے واپس کرے اور نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۰ رذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برادری نہیں

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ پچوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ ہے۔ اپنی دو بیٹیوں کی شادی دیوبندی گھرانے میں کردی ہے جب کہ زید کی دونوں بیٹیاں بھی سنی خوش عقیدہ ہیں۔ زید کی مذکورہ دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ہندہ کبھی اپنے پڑوسی دیوبندی سے بھی فاتحہ کرالیتی ہے۔ نیز کسی سنی مولوی کے موقع پر نہ ملنے سے کسی دیوبندی بدعقیدہ سے قربانی کی نیت بھی پہنچوالیتی ہے۔ زید کی بیٹی ہندہ مزاجاً سنی ہے۔ اس کے اکثر فعل سنی عقیدہ کے مطابق ہیں۔ مگر کبھی شوہر کی ناراضگی کے سبب دیوبندی مدرسہ کے بچوں سے قرآن خوانی بھی کرالیتی ہے اور اپنے شوہر سے مجبور ہوکر اپنے بچوں کو دیوبندی مدرسہ میں پرائمری کی تعلیم دلواتی ہے، نیز دیوبندی حافظ کو گھر بلا کر ٹیوشن بھی کراتی ہے۔

دوسرے یہ کہ زید کی مذکورہ بیٹی ہندہ نے اپنی بیٹی کا رشتہ بھی اپنے دیوبندی بہنوئی کے بیٹے سے طے کرلیا ہے۔ منع کرنے پر کہتی ہے کہ ابا (خسر) نے زبان دے دیا تھا اس لیے ہم وہاں شادی کرنے پر مجبور ہیں، شادی وہیں کریں گے۔ تو کیا دیوبندی بہنوئی کے وہاں رشتہ کرلینا جائز ہے؟ ایسی صورت میں زید اور اس کی بیٹی ہندہ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

ہندہ کے شوہر سے یہ کہنے پر کہ چلو سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھو تو کہتا ہے کہ مجھے ادھر جانے میں شرم آتی ہے۔ جب کہ اس کا بارہ سالہ بیٹا باپ کے منع کرنے باوجود سنی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اور افطار کرنے میں بھی سنی مسجد کی اذان کا انتظار کرتا ہے۔ ہندہ کا شوہر کسی وقت کوئی نیاز وفاتحہ دلانے سے بولتا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندہ کے شوہر کا کوئی خاص عقیدہ نہیں ہے مگر ساری نمازیں وہ دیوبندی امام کی اقتدا میں ہی ادا کرتا ہے۔ ہندہ کے شوہر کو اگر علمائے دیوبند کی کفری عبارتیں پڑھ کر سنانے اور بتانے کے بعد بھی توبہ نہیں کرتا اور اپنا ہر فعل سنیوں جیسا نہیں کرتا اور سنیوں کی مسجد میں نماز نہیں ادا کرتا ہے تو کیا زید پر واجب ہے کہ اپنی بیٹی کا طلاق لے لے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی فرقے کا عقیدہ ہے کہ جیسا علم حضور کو حاصل ہے۔ایسا علم تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی ہے جیسا کہ دیوبندی پیشوا مولوی "اشرف علی" تھانوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔(۱) اور ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔آپ کے بعد دوسرا نبی ہوسکتا ہے جیسا کہ "مولوی قاسم" نانوتوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔(۲) اسی طرح ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ شیطان و ملک الموت سے بھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کم ہے جیسا کہ "خلیل احمد" انبیٹھوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔(۳) ان کفری عقائد کے علاوہ اور بھی بہت سے کفری اور گندے عقیدے اس گروہ کے ہیں۔انہیں عقائد کفریہ اور اقوال ملعونہ کی بنا پر حرمین طیبین اور عالم اسلام کے سیکڑوں علمائے کرام اور مفتیان عظام نے دیوبندی عقیدہ والوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا۔تفصیل "حسام الحرمین" میں موجود ہے اور جب دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے تو اس کا نکاح کسی سے بھی نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃً ولا کافرۃً اصلیۃً وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط" (۴)

اس لیے زید نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اگر دیوبندی عقیدہ رکھنے والوں سے کیا ہے جو خود مذکورہ بالا کفری عقیدہ رکھتے ہیں یا اشرف علی خلیل احمد وغیرہ دیوبندی مولویوں کے عقائد کفریہ پر یقینی اطلاع کے باوجود ان کو دینی پیشوا اور مسلمان مانتے ہیں یا ان کے کفر میں شک کرتے ہیں تو یہ نکاح ہوا ہی نہیں یا پہلے ایسے نہ تھے بعد میں ہوئے تو اب یہ نکاح نہ رہا۔دونوں صورت میں طلاق کی حاجت نہیں۔فتاویٰ رضویہ میں تنویر الابصار کے حوالہ سے ہے "وارتداد احدھما فسخ فی الحال" (۵)

اور زید کی بیٹی کا یہ کہنا کہ ابا نے زبان دے دی ہے اس لیے ہم وہیں شادی کریں گے، یہ سخت گناہ اور اپنی بیٹی

---

(۱) حفظ الایمان، ص:۸

(۲) تحذیر الناس، ص:۳، ۱۴، ۳۱

(۳) البراھین القاطعہ، ص:۵۱

(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲

(۵) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۵۶۴

کوزنا کے لیے پیش کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی سے نکاح ہی نہیں ہو سکتا تو پھر اس میں والدین یا کسی کی اطاعت نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" (۱) اس لیے زید اور اس کی بیٹی ہندہ ان حرام کاموں سے توبہ کریں اور ہرگز ہرگز کسی دیوبندی اور وہابی سے رشتہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

جب دیوبندی کفری عقیدے کی بنا پر مرتد ہوا تو اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے

مسئلہ از: نذیر احمد کشمیری، مقام و پوسٹ بھوراباری، گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ:

زید نے دیدہ ودانستہ اپنی لڑکی حبیب النساء کا عقد ایک دیوبندی کے ساتھ کیا۔ دیوبندی عالم نے نکاح پڑھایا۔ آبادی کے لوگ اور علمائے اہل سنت عقائد دیوبندیت سے باخبر ہونے پر سخت نالاں ہوئے اور رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے رہے۔ زید ایک اہل سنت والجماعت کے مدرسہ کا ناظم بھی ہے، اس کے باوجود سنی علما کے کہنے پر بھی نہ عمل کرتے ہوئے زید بدطینت نے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ دیوبندی کے ساتھ عقد کر ہی دیا اور رخصت بھی لڑکی کو کر دیا۔ لڑکے کا باپ اور اس کے تینوں بھائی کی رضامندی سے یہ سب کام ہوا۔ زید کا بڑا لڑکا وہی مدرسہ کا ناظم ہے جس کے کہنے پر یہ سب کچھ ہوا ہے۔ جب سنی علما نے ان کو ان سب باتوں پر فتویٰ دیا کہ تم مرتد اور کافر ہو گئے۔ الٹا ہی ادھر سے سنی علمائے دین کی توہین اور گندی گندی گالیاں دینے لگا اور کہا کہ میں کسی سنی بریلوی کا فتویٰ نہیں مانتا ہوں، اس کو میں نے سنی جماعت کی کتابیں اور فتویٰ پڑھ کر سنائیں اور کتاب "فتاویٰ فیض الرسول" ج:۱، ص:۴۰۹ سے لے کر ۴۱۵ تک اسے پڑھ کر سنایا اور اس نے خود بھی پڑھا مگر اس کے باوجود وہ علما اہل سنت کو اور اولیاء کرام کو گالی گلوج دینے لگا اور اس نے گالی گلوج دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ بریلوی علما جو ہیں وہ ایک کہاوت یاد کر رکھے ہیں کہ شیطان نے ہزاروں برس نماز پڑھی مگر پھر بھی وہ مردود ہوا۔ یہ سب اپنی کہاوت ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس شخص نے یہ باتیں کہی اور جو دیوبندی کے ساتھ عقد ہوا شرعاً ہوا کہ نہیں؟ کیا زید اور اس کے بیٹوں کے ساتھ آبادی کے لوگ جو سنی ہیں نشست وبرخاست، سلام وکلام میل وجول قائم رکھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ زید جو کہ ایک جاہل آدمی ہے مگر

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۱

اس کے لڑکے اور لوگ علم والے ہیں جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ زید ہی کا بڑا لڑکا مدرسہ کا ناظم ہے۔اس کی وجہ سے یہ سب ہوا اور وہی یہ سب بکتا اور کہتا ہے۔ کیا ایسا آدمی کسی سنی مدرسہ کا ناظم ہو سکتا ہے کہ نہیں اور ایسے آدمی کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب وضاحت کے ساتھ مرحمت فرمائیں۔ دیوبندی اور وہابی پر حکم شرع کیا ہے۔ بالتفصیل تحریر کریں اور اجر جزیل کے مستحق بنیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی علما اپنے عقائد کفریہ مندرجہ "تحذیر الناس"، ص:۳، ۱۴، "حفظ الایمان" ص:۸، براہین قاطعہ، صفحہ:۵۱ کے سبب کافر ومرتد ہیں دیکھئے حسام الحرمین۔ اور جو کوئی جانتے ہوئے ان دیوبندی علما کو مسلمان مانے اور اپنا پیشوا جانے وہ بھی بحکم شرع کافر ومرتد ہے۔اور جب دیوبندی کفری عقیدے کی بنا پر مرتد ہوا تو اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط" (۱)

لہٰذا حبیب النساء کا دیوبندی عقیدہ کے حامل لڑکے سے نکاح ہی نہیں ہوا۔ زید نے حکم شرعی کا انکار کیا اور علمائے اہل سنت واولیائے کرام کو معاذ اللہ رب العالمین گالی دی۔ جانتے ہوئے دیوبندی لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کیا، ان حرکات شنیعہ وقبیحہ ورذیلہ کی بنا پر توبہ واستغفار، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ اسی طرح گھر کے جن لوگوں نے جانتے ہوئے اس نکاح میں شرکت کی سب پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ جب تک زید اور اس کے گھر والے توبہ واستغفار، تجدید ایمان ونکاح نہ کرلیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے سلام وکلام، نشست وبرخاست، لین دین یک لخت ختم کردیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲) ایسا نہ کریں تو وہ بھی مجرم وگنہ گار رہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

وہابیوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے والے سنی گنہ گار ہیں

مسئلہ از: محمد حامد رضا، کرلا ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) سنی لڑکی کی شادی وہابی کے لڑکے کے ساتھ اور وہابی لڑکی کی شادی سنی لڑکے کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

(۲) جان بوجھ کر اس طرح نکاح پڑھانے والے مولوی کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) ایسی تقریب میں سنیوں کو جانا چاہیے کہ نہیں، جائے تو کیا حکم ہے، نہ جائے تو کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابیوں کے "پیشوا رشید احمد" گنگوہی، "قاسم" نانوتوی، "اشرف علی" تھانوی اور "خلیل احمد" انبیٹھوی اپنے کفریات کی بنا پر بمطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر مرتد ہیں اور جتنے وہابی ہیں سب ان کو مسلمان اور اپنا مقتدی مانتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اس لیے وہ بھی کافر و مرتد اور بے دین ہیں اور مرتد خواہ مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد" (۱)

یعنی: مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت یا مسلم عورت یا کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں ہے اور یوں ہی مرتدہ عورت کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے کسی بھی سنی لڑکے یا لڑکی کا نکاح کسی بھی وہابی دیوبندی سے ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۲) جو شخص وہابیوں کا نکاح جان بوجھ کر پڑھائے اس پر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نہیں جانا چاہیے جو جائیں گے مجرم و گنہ گار ہوں گے۔ فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد" امجدی قدس

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

سرہ فرماتے ہیں:

"ایسی دعوت میں سنیوں کو شرکت نہیں کرنا چاہیے جن سنیوں نے وہابیوں کے ساتھ کھایا وہ گنہ گار ہوئے"۔(۱)

لہٰذا ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

دیوبندی سے بعد توبہ فوراً نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ کچھ مدت تک دیکھا جائے گا

مسئلہ از: مولانا محمد نصیر، مقام چھتر گاؤں، پوسٹ پریلا زہریا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) کہ زید سنی صحیح العقیدہ عالم ہے اور جس گاؤں میں وہ درس وتدریس کا کام انجام دیتا ہے اس میں سنی دیوبندی دونوں فرقہ کے لوگ رہتے ہیں اور فتنہ نہ پھیلنے کی وجہ سے پورے قریہ والے زید کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ سنیوں کی طرح دیوبندیوں کا بھی نکاح پڑھائے اور نہ پڑھانے کی صورت میں وہ لوگ عالم صاحب کو سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ نیز نوکری سے برخاست کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ غور طلب ومطلوب امر ایں کہ اس کشمکش کے عالم میں عالم مذکور کیا کرے؟

(۲) کیا دیوبندی کا نکاح توبہ واستغفار کر لینے کے بعد پڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ اور دوہے کو توبہ کس طریقہ سے کرایا جائے۔ مدلل ومفصل جواب فی ضوء السنۃ والکتاب عنایت فرمائیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا "رشید احمد گنگوہی"، "خلیل احمد" انبیٹھوی، "قاسم نانوتوی" اور "اشرف علی" تھانوی وغیرہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب حضور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخانہ کلمات لکھے ہیں جیسا کہ براہین قاطعہ (۲) تحذیر الناس (۳) اور (۴) حفظ الایمان میں ان کے گندے اور گھناؤنے عقائد موجود ہیں۔ ان گستاخوں کی ان کفری عبارتوں کے سبب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وفضلاً کے علمائے ذوی الاحترام اور دیگر

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۵۹

(۲) البراہین القاطعہ، ص:۵۱

(۳) تحذیر الناس، ص:۳، ۱۴، ۲۸

(۴) حفظ الایمان، ص:۸

ممالک کے علمائے حق نے انہیں ایسا کافر و مرتد فرمایا کہ جو ان کے کفری عقائد پر مطلع ہونے کے بعد انہیں کافر و معذب نہ مانے وہ خود کافر ہے۔ تفصیل فتاویٰ "حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" میں مرقوم ہے۔

اور کافر و مرتد و بدمذہب کا حکم حدیث شریف میں یہ ہے:

"ان مرضوا فلا تعودوهم، وان ماتو فلا تشهدوهم، وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم، ولا تجالسوهم، ولا تشاربوهم، ولا تواكلوهم، ولا تناكحوهم، ولا تصلوا عليهم، ولا تصلوا معهم" (۱) یعنی: بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ بالخصوص یہ حکم بدمذہبوں کا ہے۔ مرتدوں کا تو اس سے بھی زیادہ سخت حکم ہے۔

مرتد سے نکاح کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرةً اصلية و كذلك لايجوزنكاح المرتدة مع احد" (۲)

اس عبارت کا واضح مطلب یہ ہے کہ مرتد کا نکاح عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے اور دیوبندی چوں کہ کافر و مرتد ہے اس لیے اس کا نکاح بھی دنیا میں کسی سے جائز نہیں۔ اگر کوئی جان بوجھ کر اس کا نکاح پڑھے یا پڑھنے کو کہے تو زنا کا دلال اور حرام کاری کا دروازہ کھولنے والا ہے اور در حقیقت وہی فتنہ انگیز، مجرم و گنہ گار، مستحق غضب جبار ہے۔ زید گاؤں والوں کو دیوبندیوں کے کفری عقائد بتائے اگر وہ اپنی جہالت سے توبہ کرلیں تو ٹھیک اور زید وہاں صرف سنیوں کا نکاح پڑھائے اگر گاؤں کے لوگ اپنی جہالت و گمراہی پر مصر ہیں اور زید کو اس فعل حرام پر مجبور کریں تو زید وہاں فعل حرام سے بچ کر رہ سکتا ہو تو رہے ورنہ چھوڑ دے۔ رزاق حقیقی اللہ جل مجدہ ہے۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) دیوبندی سے بعد توبہ فوراً نکاح نہیں ہو سکتا ہے بلکہ چند سال تک دیکھا جائے گا جب اس کی بات چیت اور طور طریقہ سے خوب اطمینان ہو جائے کہ وہ اہل سنت و جماعت میں مکمل طور سے داخل ہو گیا ہے اور اپنی بدعقیدگی سے نکل کر عقائد اہل سنت پر مضبوطی سے قائم ہو گیا ہے تب اس کے ساتھ نکاح کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ "هكذا قال فقيه الملة والدين المفتى جلال الدين احمد الامجدى ناقلاً عن الفتاوىٰ الرضويه وغيرها"

(۱) مجموعه احاديث مختلفه

(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۳) سورۃ الطلاق، آیت: ۲، ۳

اور دولہا سے توبہ کرانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس سے بدعقیدگی وغیرہ سے توبہ کرائی جائے، پھر درود پاک اور کلمہ طیبہ اور کلمہ استغفار پڑھایا جائے اور توبہ پر قائم رہنے کی تلقین کی جائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ تعالیٰ اتم واحکم۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

غیر مقلدیت ووہابیت ارتداد ہے مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا

مسئلہ از: شہاب الدین، حسن گڑھی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی کی لڑکی ہندہ کا نکاح اہل حدیث کے ساتھ ہوگیا، یہ نکاح عند الشرع جائز ہے کہ نہیں اور زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

غیر مقلدین سے کسی سنی لڑکی کا نکاح ہرگز جائز نہیں کہ غیر مقلدیت ووہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد"۔ (۱)

لہٰذا ہندہ سنیہ کا جو نکاح اہل حدیث لڑکا سے کیا گیا ہے وہ ناجائز ہے اور زید نے اگر جانتے ہوئے یہ نکاح کیا ہے تو وہ سخت فاسق وفاجر مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنی لڑکی ہندہ کو اس غیر مقلد کے یہاں سے واپس لائے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے، غربا ومساکین پر صدقات وخیرات کرے اور مسجد میں ضرورت کی چیزیں رکھے۔ اگر زید ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: **﴿لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾** (۲)

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۶۳

(۲) سورۃ الانعام: آیت: ۶۸

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

دیوبندی، وہابی کے نکاح میں شریک ہونے والے گواہ و وکیل بننے والے اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ قادری، انصار مارکیٹ، انکلیشور، گجرات۔

قابل صد احترام مفتی صاحب قبلہ!

سلام مسنون

بعدہ عرض خدمت اینکہ ان مسائل میں علما کرام و مفتیان عظام کی کیا رائے ہے؟

(۱) سنی صحیح العقیدہ بالغہ لڑکی ہندہ کا عقد دیوبندی لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) سنی عالم دین موصوفہ کا نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی سنی عالم دین نے موصوفہ کا نکاح پڑھا ہی دیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۴) اور جو سنی صحیح العقیدہ مسلمان ایسے نکاح میں وکیل و گواہ بنا ہو و دیگر سامعین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی لڑکا اگر پیشوایان وہابیہ دیابنہ مولوی "رشید احمد" گنگوہی، مولوی "قاسم" نانوتوی، مولوی "اشرف علی" تھانوی وغیرہ کے عقائد باطلہ کفریہ مندرجہ "براہین قاطعہ"، (۱) تحذیر الناس (۲) حفظ الایمان (۳) پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو کافر و مرتد اور خارج از اسلام نہیں مانتا بلکہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو وہ خود بھی شرعاً کافر و مرتد ہے۔ تفصیل فتاویٰ "حسام الحرمین" میں ہے: اور مرتد کا نکاح کسی سے منعقد نہیں ہوتا ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد" (۴) یعنی: مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت یا مسلمہ عورت یا کافرہ اصلیہ عورت (کسی سے) جائز

---

(۱) البراهين القاطعه، ص: ۵۱

(۲) تحذير الناس، ص: ۳، ۱۴، ۲۸

(۳) حفظ الايمان، ص: ۸

(۴) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۲۸۲

نہیں ہے اور یوں ہی مرتدہ عورت کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح خواہ ہندہ ہو، یا کوئی اور، ہرگز ہرگز کسی دیوبندی و وہابی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) جب ماسبق جواب میں یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی کا نکاح کسی سے ہو ہی نہیں سکتا تو کسی بھی سنی عالم دین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دیوبندی لڑکے کا عقد کسی سنی لڑکی سے کرے۔ لہٰذا کوئی سنی عالم دین ہندہ کا عقد ہرگز ہرگز کسی دیوبندی سے نہیں کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) اگر نکاح پڑھانے والا دیوبندی کے کفری عقائد پر مطلع تھا اور اسے مسلمان جان کر ہندہ کا نکاح اس سے کیا تو اس پر تجدید ایمان، تجدید نکاح، تجدید بیعت اور توبہ و استغفار لازم و ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور اگر نکاح کرنے کا پیسہ لیا تھا تو اس کو بھی واپس کرے۔ ھکذا فی فتاویٰ الشیخ فقیہ الملۃ المفتی جلال الدین احمد الامجدی قدس سرہ. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) اگر انہوں نے دیوبندی کے کفری عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو مسلمان سمجھ کر اس کے نکاح میں وکیل و گواہ کی حیثیت سے یا سامع اور حاضر مجلس ہو کر ہی شرکت کی تو ان سب پر توبہ و استغفار، تجدید ایمان و تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم ہے اور اگر وہابی ہی سمجھ کر شریک ہوئے تو بھی توبہ و استغفار بہر حال لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵/ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الرضاع

رضاعت (دودھ کے رشتہ) کا بیان

دودھ پلانے والی کے اضطرابی بیان کی صورت میں بھی رضاعی بھائی بہن کا نکاح حرام ہے

مسئلہ از: امتیاز احمد، سیتامڑھی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی اور اس سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کی عمر تقریباً چار ماہ کی تھی پھر ہندہ زید کو چھوڑ کر چلی گئی اور اس بچی کی پھوپھی نے اس بچی کو گود لے لیا۔ پھر زید نے اپنی اس بچی کی شادی اس کے پھوپھی کے لڑکے سے کرنا چاہا تو اس کی پھوپھی نے اپنے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے کرنے سے انکار کر دیا، یہ کہتے ہوئے کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد اس بچی کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا۔ اور بولی میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے ہو جائے۔ جب کہ مجھے غالب گمان ہے کہ میں دودھ نہیں پلائی ہوں۔ اب زید کی بہن جو اس بچی کی پھوپھی ہے اپنے لڑکے کی شادی اس بچی سے کرنا چاہتی ہے؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

لڑکی کی پھوپھی کا بیان مضطرب ہے۔ اولاً اس نے کہا کہ:

میں نے اس کو دودھ پلا دیا ہے، پھر اس نے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو دودھ نہیں پلایا ہے اور پھر کہتی ہے مجھے غالب گمان ہے کہ میں دودھ نہیں پلائی۔ اس لیے ظاہر یہی ہے کہ اس نے دودھ پلایا ہے اور وہ اس لڑکی کی رضاعی ماں ہے۔ لہٰذا اس لڑکی کا نکاح اس کی پھوپھی کے لڑکے سے حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "فی القضاء لا تثبت

الحرمة بالشک وفی الاحتیاط تثبت"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح سخت حرام

مسئلہ از: عبدالمنان رضوی، موضع پیری کولہوی، پوسٹ داری چورہ، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرح متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی اور بکر ہندہ کی ماں سے دودھ پی لیا تھا۔ شادی کیے ہوئے کئی سال گزر گئے جب کہ اس کے بچے ہو گئے تب اس کو معلوم ہوا کہ میں ہندہ کی ماں سے دودھ پیا ہوں تو اب بکر ہندہ کو رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟ فقط۔

دلائل شرعیہ سے مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں اگر بکر نے ہندہ کی ماں کا دودھ مدت رضاعت متعلق بحرمت یعنی ڈھائی سال کی مدت میں پیا تھا تو ہندہ اس کی رضاعی بہن ہو گئی اور رضاعی بہن سے نکاح حرام اشد حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَخَوٰتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾(۲)

اور حدیث شریف میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب": (۳)

حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" قدس سرہ رقمطراز ہیں: "جو نسب میں حرام ہے۔ وہ رضاع میں بھی حرام ہے۔"(۴)

لہٰذا بکر اور ہندہ دونوں پر فرض ہے کہ فوراً دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور میاں بیوی کے تعلقات منقطع کر دیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں۔ "ھکذا فی الجزء الاول من فتاویٰ فیض الرسول لفقیہ الملة والدین"(۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۹؍ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳۴۴

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۳

(۳) الصحیح المسلم، ج: ۱، ص: ۴۶۷

(۴) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۲

(۵) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۷۲۲

دودھ بینک میں جمع ہونے والے دودھ کو پلانے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد محسین جعفر آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ بہت سے شہروں میں اسپتالوں کے اندر دودھ بینک قائم ہے وقت ضرورت پر بچوں کو وہ دودھ پلایا جاتا ہے، دودھ عورتوں کی پستان سے نکال کر ڈبوں میں رکھ دیا جاتا ہے اور ان عورتوں کو اس کا معاوضہ بھی دیا جاتا ہے، اب سوال یہ کہ:

(۱) عورتوں کا معاوضہ لے کر دودھ دینا کیسا ہے؟

(۲) ان دودھوں کے پینے سے رضاعت ثابت ہوگی ہے یا نہیں؟

(۳) اور اگر رضاعت ثابت ہو تو بچہ کس کا رضائی بیٹا ہوگا؟ اس لیے کہ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ دودھ کس عورت کا تھا؟

امید ہے کہ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) آزاد آدمی کے کل یا کسی جزء کو خواہ زندہ ہو یا مردہ، خریدنا بیچنا ناجائز وحرام ہے۔

ہدایہ میں ہے:

" ولا بیع لبن امرأۃ فی قدح (الی ان قال)ولا یجوز بیع شعور الانسان ولا انتفاع به لان الآدمی مکرم "۔ ملخصا(۱)

درمختار میں ہے:

"وشعر الانسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر".(۲)

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"قوله ذکرہ المصنف حیث قال:والآدمی مکرم شرعا وان کان کافرا فایراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذلال لهٗ اہ ای وهو غیر جائز وبعضه فی حکمه"۔(۳)

---

(۱) الهدایه ،ج:۲،ص:۳۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ،ج:۷،ص:۱۷۹

(۳) ردالمحتار ،ج:۷،ص:۱۷۹

لہٰذا عورتوں کا اس طرح دودھ کا معاوضہ لینا اور دودھ بیچنا ناجائز وحرام ہے، عورتوں پر لازم ہے کہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔ و اللہ تعالی اعلم

(۲) عورت کا دودھ پستان سے اتنی مقدار میں پیا جائے کہ جوف تک پہنچ جائے تو تھوڑا ہو یا زیادہ مدت رضاعت کے اندر جو بچہ پیے گا رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"فی الخانیۃ قلیل الارضاع و کثیرہ فی اثبات الحرمۃ سواء عندنا"۔(۱)

اسی میں ہے:

"فی الینابیع القلیل مفسر بما یعلم انہ وصل الی الجوف"۔(۲) فتاویٰ خانیہ میں ہے:

"و کما یحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب و السعوط و الوجور"۔(۳)

اور اگر دودھ کسی برتن میں نکال کر رکھ دیا جائے تو اس کی متعدد صورتیں ہیں (۱) دودھ میں کوئی رقیق وسیال اور بہنے والی دوا وغیرہ ملا دی جائے تو اگر دودھ غالب اور ملائی ہوئی چیز مغلوب ہے یا دونوں برابر ہیں تو ایسی صورت میں رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولو خلط لبن المرأۃ بالماء او بالدواء او بلبن البہیمۃ فالعبرۃ للغالب کذا فی الظہیریۃ"۔(۴)

اسی میں ہے:

"ولو استویا وجب ثبوت الحرمۃ لانہ مغلوب کذا فی البحر الرائق"۔(۵)

(۳) دو چند عورتوں کا دودھ ملا دیا جائے تو خواہ کسی کا کم ہو یا زیادہ، جس جس عورت کا دودھ ملا ہوا ہے سب سے رضاعت کا ثبوت ہوجائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"اذا اختلط لبن امرأتین تعلق التحریم باغلبہما عندہما وقال محمد تعلق بہما کیفما کان ،وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی وھو اظہر واحوط. ھکذا فی التبیین قیل: الاصح قول محمد رحمہ اللہ تعالی کذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک"۔(۶)

(۱) الفتاوی التتارخانیہ، ج:۲، ص:۴۲۲

(۲) الفتاوی التتارخانیہ، ج:۲، ص:۴۲۲

(۳) الفتاوی الخانیہ مع الھندیہ، ج:۱، ص:۴۱۷

(۴) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۱، ص:۳۴۴

(۵) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۱، ص:۳۴۴

(۶) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۱، ص:۳۴۴

(۴) دودھ کو کسی خشک چیز مثلاً چاول وغیرہ میں ملا کر پکا دیا گیا تو دودھ کم ہو یا زیادہ رضاعت کا ثبوت نہیں ہوگا اور اگر پکایا نہیں گیا، یونہی ملا دیا مثلاً روٹی میں ڈال دیا گیا تو اگر روٹی غالب ہے تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور اگر دودھ غالب ہے تو اس میں اختلاف ہے مگر ترجیح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی ثبوت رضاعت نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وا ذا اختلط اللبن بالطعام فا ن كانت النار قد مست اللبن و انضجت الطعام حتى تغير فلا يحرم سواء كان اللبن غالبا او مغلوبا وان كانت النار لم تمسه فان كان الطعام غالبا لم تثبت الحرمة به ايضا وان كان اللبن غالبا فكذاك عندابى حنيفة رحمه الله تعالى عليه لانه اذا خلط المائع بالجامد صارالمائع تبعا فخرج من ان يكون مشروبا حتى قالوا لو كان الطعام قليلا وبقى اللبن مشروبا تثبت به حرمة الرضاع وقيل هذا اذا كان لا يقطر اللبن من الطعام عند حمل اللقمة واما اذا كان يتقاطر منه اللبن تثبت به الحرمة عنده لان القطرة من اللبن اذادخلت حلق الصبى تكفى بثبوت الحرمة والاصح انه لا تثبت بكل حال عنده كذا فى الكافى وهو الصحيح لان التغزى بالطعام هكذا فى الهداية“۔(۱)

اس تفصیل کی روشنی میں واضح ہوا کہ اگر دودھ بینک میں صرف عورتوں کا دودھ جمع ہو اور اس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو تو مدت رضاعت یعنی ڈھائی سال کی عمر کے اندر کا جو بھی بچہ اسے پیئے گا اسی کے حق میں رضاعت ثابت ہو جائے گی اور دوسری صورتیں ہوں تو اوپر مذکور تفصیل کے مطابق حکم ہوگا۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۵) اگر کسی بچے نے چند عورتوں کا دودھ پیا اور اسے معلوم نہیں کہ کس کس عورت کا دودھ پیا ہے نہ عورت کو علم ہے کہ اس نے کسے دودھ پلایا ہے نہ اور کسی معتبر طریقہ سے معلوم ہو رہا ہے تو کسی بھی عورت سے حکم رضاعت متعلق نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”فى ملتقط الملخص ارضعتها بعض اهل القرية لا يدرى من ارضعتها منهن فعزوجها رجل من اهل تلك القرية فهو فى سعة من المقام معها فى الحكم كذا فى المضمرات وان تنزهوا عن ذالك فهو افضل كذا فى الذخيرة فى كتاب الاستحسان“۔(۲)

درمختار میں ہے:

---

(۱) الفتاوی العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۴

(۲) الفتاوی العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۵

"لو ارضعها اكثر اهل القرية ثم لم يدر من ارضعها فاراد واحدهم تزوجها ان لم تظهر علامة ولم يشهد بذالك جاز خانية"۔(۱)

لہٰذا اگر کسی بچے نے دودھ بینک سے دودھ پیا ہے تو اگر معلوم ہے کہ فلاں فلاں عورت کا دودھ تھا تو ان سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اور ان عورتوں کے بچے سے اس کا نکاح حرام ہوتا ورنہ نہیں۔

یہ تو سوالات کے جوابات ہوئے مگر اس طرح دودھ بینک قائم کرنے اور اس میں معاوضہ یا بلا معاوضہ دودھ دینے کی شرعاً اجازت نہیں ہے لہٰذا مسلمان اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی

(۱) الدر المختار، ج:۴، ص:۲۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

قال اللہ تعالیٰ

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾
(البقرہ/٢٢٩)

یعنی

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے
پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

از ص: ١٣٩	تا ص: ٢١٦

کل فتاویٰ: ٦٧

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

بغیر حلالہ دوبارہ بیوی کو نکاح میں رکھنا کیسا؟

مسئلہ از: مظہر علی، مقام ہری جوت، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

علمائے کرام ومفتیان عظام کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیں پھر سال بھر کا عرصہ گزرنے کے بعد زید نے ہندہ کو بلا حلالہ کرائے رکھ لیا، دریافت طلب امر ہے کہ ازروئے شرع زید اور ہندہ پر کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں ہندہ زید پر اس طرح حرام ہوگئی ہے کہ اب بغیر حلالہ کسی طرح اس کے لئے جائز وحلال نہیں ہوسکتی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(۱)

یعنی تیسری طلاق کے بعد عورت شوہر پر بغیر حلالہ کسی طرح جائز وحلال نہیں ہوسکتی۔

سال بھر یا چند سال کا عرصہ گزر جانے سے حرام حلال نہیں ہوجائے گا۔ زید وہندہ پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علاحدہ ہوکر علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہیں کرتے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان دونوں کا سخت وشدید مقاطعہ اور بائیکاٹ کریں تاکہ یہ دونوں مجبور ہوکر علاحدگی اختیار کریں اور علانیہ توبہ کرنے پر مجبور ہوجائیں، اگر مسلمان ایسا نہیں کرتے ہیں تو وہ خود گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ر صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

محل شرط کے فوت ہوجانے سے تعلیق باطل ہوجاتی ہے

مسئلہ از: محمد فہیم احمد نوری کانپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی پھر کچھ مدت

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰

بعد کچھ تنازع ہوجانے کی وجہ سے زید نے اپنی سسرال میں قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر کی دہلیز کو پار کر جاؤں تو ہندہ کو طلاق غور طلب امر یہ ہے کہ قسم کے وقت مکان کچا تھا پھر مکان پکا بن جانے کے بعد زید دہلیز پار کر کے گھر میں داخل ہوگیا تو لوگوں کے پوچھنے پر زید کا کہنا ہے کہ اگر چہ مکان اس طرز پر بنا ہے لیکن دہلیز کے پکی ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوئی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا گیا اور شرط کا محل نہ رہ جائے تو یہ تعلیق باطل ہوجائے گی مثلاً اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں سے بات کرے تو تجھ پر طلاق اب وہ شخص مرگیا تو تعلیق ختم ہوگئی اور بالفرض وہ شخص کسی ولی کی کرامت سے زندہ ہوجائے اور اب وہ عورت اس سے بات کرے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق اور وہ مکان گر کر ختم ہوگیا پھر دوبارہ اسی جگہ مکان تعمیر کیا گیا اب اگر عورت اس گھر میں جائے گی تو طلاق نہیں پڑے گی چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قولہ" نقلہ فی البحر عن الثانی لکن بلفظ ومما یبطلہ فوت محل الشرط کفوت محل الجزاء کما اذا قالَ ان کلمت فلانًا الخ" والتمثیل المذکور لفوات محل الشرط فان الشرط ھو کلمت ودخلت ای مضمونھما وھو الکلام والدخول ومحلھما ھو فلان والدار المشار الیھا" (۱)

اسی میں ہے: **"ولا یقال یمکن حیاۃ زید بعد موتہ واعادۃ البستان دارًا لا ن یمینہ انعقد علی حیلۃ کانت فیہ کما قالوا فی لیقتلن فلا نا وما اعید بعد البناء دار اخری غیر المشارالیھا کما صرحوا بہ ایضا فی لا یدخل ھذہ الدار تأمّل"(۲)**

لہٰذا زید نے جس مکان میں جانے پر طلاق کو معلق کیا تھا جب وہ مکان منہدم ہوگیا اور اس جگہ دوسرا مکان بن گیا تو اب اس مکان میں جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۶ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

---

(۱) ردالمحتار کتاب الطلاق، ج:۴، ص:۶۰۰

(۲) حوالہ سابق

آسیبی خلل کی حالت میں طلاق دی تو

مسئلہ از: حافظ منیر عالم نظامی مقام و پوسٹ صالح پور ضلع کبیر نگر یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید آسیبی خلل کا شکار تھا اس حالت میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اس کا کہنا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا ہے؟ تو زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کسی کی عقل اس طرح زائل ہو جائے کہ اسے ہوش وحواس نہ رہ جائے اور یہ تک خبر نہ ہو کہ کیا کہتا ہوں اور زبان سے کیا نکلتا ہے تو ایسی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوگی حدیث پاک میں ہے: "رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل اھ"(۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے" لا یقع طلاق الصبی والمجنون والمدھوش ھکذا فی فتح القدیر وکذالک المعتوہ لا یقع طلاقه ایضاوھذا اذا کان فی حالة العته "(۲)

اب عقل کا زوال کسی بیماری کی وجہ سے ہو یا شیطانی خلل کی بنا پر ہو دونوں کا حکم یکساں ہے چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"لا یقع طلاق المجنون قال فی التلویح الجنون اختلال القوة الممیزة بین الأمور الحسنة والقبیحة المدرکة للعواقب بان لا تظهر آثارھا وتتعطل افعالها اما لنقصان جبل علیه دماغه فی اصل الخلقة واما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط او آفة واما لا ستیلاء الشیطان علیه والقاء الخیالات الفاسدة الیه بحیث یفرح و یفزع من غیر ما یصلح سببا اھ"(۳)

اور ہوش وحواس درست نہ رہنے کی حالت میں طلاق دینے کا ثبوت یا تو دو عادل گواہوں سے ہوگا یا آدمی خود بالقسم اقرار کرے کہ مجھے کچھ خبر نہیں اور اس کی اس حالت کا لوگوں کو علم بھی ہو کہ اس پر ایسا حال طاری ہوتا رہتا

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۸۴

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳۵۳

(۳) رد المحتار، ج: ۴، ص: ۳۳۲

ہے چنانچہ مجدد دین وملت اعلی حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب کہ گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اس وقت حالت جنون میں تھا یا یہ معلوم ومشہور ہو کہ اسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکات مجنونہ اس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کرلیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے''(۱)

زید نے دارالافتا جمد اشاہی میں آکر بحلف بیان دیا کہ میں چونکہ آسیبی خلل کی وجہ سے بے ہوش وحواس تھا مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے اس حالت میں اپنی بیوی کو کیا کہا ہے لہٰذا از روئے شرع زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا ودرس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی
یکم ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

نوٹ: زید کا حلفیہ بیان اور موجود حضرات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

میں علی حسین ولد خیر اللہ ساکن بلوہی پوسٹ اڑواڑہ ضلع بستی خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ''میں نے اپنی بیوی بدر النساء بنت...... ساکن کوہڑوہ ضلع بستی کو ہوش وحواس میں ایک بھی طلاق نہیں دی ہے۔ ماہ مئی ۲۰۱۴ء کی کسی تاریخ میں آسیبی خلل کی حالت میں میری زبان سے کیا نکلا مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔

وہاں موجود لوگوں میں سے جناب حافظ منیر عالم صاحب، محمد وسیم، محمد عارف بتاتے ہیں کہ اس حالت میں میں نے اپنی بیوی بدر النساء کو طلاق دی ہے مگر واللہ العظیم مجھے اس کا کچھ ہوش وحواس نہیں تھا نہ مجھے کچھ معلوم ہے کہ میں نے کیا کیا ہے''۔ واللّٰہ علی ما اقول وکیل

علی حسین
۲۱/۱/۲۰۱۵

ہماری موجودگی میں علی حسین نے قسم کھائی۔

محمد نصیر عزیزی استاذ دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی
حافظ منیر عالم نظامی، محمد وسیم سلمانی، محمد عارف

طلاق معلق کا حکم اور تعلیق ختم کرنے کا طریقہ

مسئلہ از: مولانا عبد الحکیم علیمی، صاحب گنج، جھارکھنڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۶۳

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اپنی لڑکی کو گھر میں رکھے یا اپنے لڑکے کو پڑھائے تو تجھے سات طلاق۔لڑکی شادی شدہ تھی گھر چلی گئی اور لڑکے کو پڑھانے کی ذمہ داری کسی اور نے لے لی، کیا اب زید کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اور کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ لڑکی گھر میں رہے اور لڑکے کو پڑھائے بھی اور مطلقہ نہ ہو؟ جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

طلاق کو کسی شرط پر معلق کرنے کی صورت میں طلاق اس وقت واقع ہوگی جب شرط پائی جائے، ہدایہ میں ہے:

"واذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق وهذا بالاتفاق" (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"واذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً"(۲)

لہٰذا اگر زید کی بیوی نے اپنی لڑکی کو گھر میں نہیں رکھا یا اپنے لڑکے کو نہیں پڑھایا تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر تعلیق ختم کرنی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دیدے اور جب عدت ختم ہو جائے تو بیوی اپنی لڑکی کو اپنے گھر میں رکھ لے اور اپنے لڑکے کو اپنی ذمہ داری پر پڑھائے پھر زید اس سے نکاح کرے اس طرح تعلیق ختم ہو جائے گی اس کے بعد اب اگر اس کی بیوی اپنی لڑکی کو گھر میں رکھے گی یا اپنے لڑکے کو پڑھائے گی تو اس پر طلاق نہیں پڑے گی۔ درمختار میں ہے:

"تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت والا لا فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها اھ(۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:"لانه لما ابانها وانقضت العدة لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعده نزل الجزاء المعلق ولم یصادف محلا فمضی هملاً وقد انتهی الیمین اھ" (۴)

بہار شریعت میں ہے:"اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر تو فلاں کے گھر جائے تو تجھ پر تین طلاق اور چاہتا ہو کہ اس

(۱)الهدایة کتاب الطلاق، ج:۲،ص:۳۸۵

(۲)الفتاوی العالمگیریة، کتاب الطلاق،ج:۱،ص:۴۲۰

(۳)الدر المختار،ج:۴،ص:۶۰۹

(۴)الفتاوی الرضویه، کتاب الطلاق،ج:۵،ص:۸۷

کے گھر آمد ورفت شروع ہوجائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیدے پھر عدت کے بعد عورت اس کے گھر جائے پھر نکاح کرلے اب جایا آیا کرے طلاق واقع نہ ہوگی"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

فون پر طلاق دینے کا حکم

مسئلہ از: حافظ شفیق اللہ جمداوی علیمی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ

زید ممبئی سے موبائل فون پر بیوی سے تکرار پر تین بار طلاق کہہ دے بعد میں قسم کھاتے ہوئے کہے کہ میں شراب کے نشے میں تھا مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کہا اور کتنی بار کہا تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

فون پر نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وطلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر والنبذ و ھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط۔"(۲)

لہٰذا زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ پڑ گئی اور وہ زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　**کتبہ: محمد اختر حسین قادری**

۲۲/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

نباہ کی صورت نہ ہو تو طلاق لی جاسکتی ہے

مسئلہ از: مولانا ظفر امام مصباحی ناسک مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

۳۰/۳۵ رسال قبل زید اور ہندہ کی شادی ہوئی چار بچے اور بچیاں ہیں جن کی شادی ہوچکی ہے اب زید

(۱) بہار شریعت، ج:۸، ص: ۱۵۱

(۲) فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۳۵۳

دوسری عورت سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اور اپنی پہلی بیوی ہندہ کو زدوکوب کرتا ہے اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا حالانکہ وہ طلاق لینا چاہتی ہے، طلاق نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ہندہ نے زید کو ۳۰ ر لاکھ ۲۰ ر ہزار روپیہ اور ۳۰ ر بھر سونا گھر کی تعمیر کے لیے دیا تھا۔

(۱) اس حالت میں زید کا دوسری عورت سے تعلق رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) زید سے ہندہ اگر مذکورہ رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے تو کیا صورت ہوگی؟

(۳) اس حالت میں زید سے طلاق لینے کی شرعاً کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) زید کا کسی بھی حالت میں کسی عورت سے ناجائز تعلقات رکھنا ناجائز وحرام ہے حتیٰ کہ اجنبیہ سے تنہائی اختیار کرنا بھی حرام وگناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے، تحرم الخلوۃ بالأجنبیة ویکرہ الکلام معها"(۱)

زید پر واجب ہے کہ فوراً اجنبیہ سے اپنے تعلقات ختم کرے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنے کا وعدہ کرے اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر ہندہ نے وہ رقم بطور قرض دی تھی تو اس کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس سلسلہ میں جو جائز ومناسب صورت ہو اپنا سکتی ہے مثلاً آبادی کے بااثر حضرات سے دباؤ ڈلوائے، قانونی چارہ جوئی کرے یا کسی موثر عالم دین کے ذریعہ سمجھائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اگر نباہ کی کوئی صورت بن جائے تو بہتر ہے ورنہ زید سے طلاق لی جاسکتی ہے اور اگر وہ بآسانی طلاق نہ دے تو بااثر لوگوں یا پولیس وغیرہ کے ذریعہ جبراً بھی طلاق لی جاسکتی ہے کہ احناف کے نزدیک زبردستی میں بھی طلاق ہوجاتی ہے۔ درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

"یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرها"(۳)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "حنفیہ کے نزدیک حالت اکراہ یعنی زبردستی میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے اھ"(۴) اور اگر اس طور پر بھی طلاق نہ دے تو اب ہندہ قاضی شریعت کی بارگاہ میں استغاثہ دائر کرے

(۱) الفتاوی الرضویه، ج: ۹، ص: ۷

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۵۲

(۴) فتاوی امجدیه، ج: ۲، ص: ۱۷۹

وہ حالات کی تحقیق کے بعد اگر فسخ نکاح کی صورت پائے گا تو نکاح فسخ کر سکتا ہے کہ بعض حالات میں قاضی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم .

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۲؍ رجمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ

کیا طلاق ایس، ایم ایس کرنے سے واقع ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد حسین ہرسولیہ، ہمت نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میری بیوی کے اپنے میکے جانے کے بعد ہمارے بیچ میں جھگڑا ہو گیا اور اس نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو جاؤ تب میں آپ کے ساتھ رہوں گی لیکن میں آپ کے والد اور والدہ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ مجھے اس بات پر غصہ آیا اور میں نے اسے ڈرانے کے لئے اپنے موبائل سے طلاق، طلاق، طلاق لکھ کر ایس ایم ایس بھیج دیا تا کہ وہ ڈر سے واپس آجائے۔ میرا اسے طلاق دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

مجھے یہ جاننا ہے کہ کیا ایس ایم ایس سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور دوسرے یہ کہ کیا طلاق لکھ دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ یا پوری طرح سے "میں تجھے طلاق دیتا ہوں، یا میں طلاق دے رہا ہوں" لکھنے کے بعد ہی طلاق ہوتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ تحریر سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ فقہ کی تمام کتب میں مذکور ہے کہ تحریر گفتگو اور خطاب ہی کے حکم میں ہے۔ چنانچہ علامہ مرغینانی قدس سرہٗ نے فرمایا:

"الکتاب کالخطاب"(۱)

اور ایس ایم ایس بھی تحریر ہے لہٰذا اس سے طلاق ہو جائے گی۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ مرسوم یا نیت طلاق ہو۔"(۲)

اور طلاق واقع ہونے کے لئے اپنی بیوی کی طرف نسبت ضروری ہے۔ نسبت خواہ لفظ میں ہو۔ مثلاً تجھ کو یا

---

(۱) الھدایہ، ج: ۳، ص: ۲

(۲) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۷۲

تجھے طلاق ہے یا بیوی کا نام لے کر کہا کہ اسے طلاق ہے یا نسبت لفظوں میں نہ ہو مگر شوہر کی نیت اور مراد میں ہو بغیر اضافت اور نسبت طلاق واقع نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے:

"ولم یقع لترکه الاضافة الیها."(۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

"ولا یلزم کون الاضافة صریحه فی کلامه لما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امراتی طلقت امراته"(۲)

لہٰذا اگر کسی نے صرف لفظ طلاق کہا اور اس کہنے سے اس کی مراد اپنی بیوی کو طلاق دینا ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

بچہ دانی نہ ہونے پر طلاق دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد افسر بلوا مصر پوسٹ سانتھا ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا ہندہ رخصت ہو کر زید کے گھر آئی۔ زید نے ہندہ کے ناف کے نیچے آپریشن کا نشان دیکھا پھر زید نے پوچھا کہ تیرے پیڑو پر کیسا نشان ہے بار بار دریافت کرنے پر ہندہ نے کوئی جواب نہ دیا تو زید کو فکر ہوئی ہندہ کو ڈاکٹروں کے پاس لے جا کر دکھایا ڈاکٹروں نے الٹرا ساؤنڈ کرانے کو کہا الٹرا ساؤنڈ کرانے کے بعد یہ پتہ چلا کہ آپریشن کے ذریعہ ہندہ کی بچہ دانی پہلے ہی نکالی جا چکی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہندہ تا زندگی ماں بننے سے قاصر ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں اگر زید ہندہ کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لے تو کیا کوئی شرعی گرفت زید پر ہوگی یا نہیں؟ از روئے شرع مدلل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر میاں بیوی میں نباہ کی صورت نہ ہو تو شریعت طلاق دینے کی اجازت دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۳۳۸

(۲) ردالمحتار، ج:۴، ص:۳۳۸

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ (۱)

لہٰذا اگر زید اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دینا چاہتا ہے تو شرعاً اجازت ہے البتہ اگر زید صبر کرے اور ہندہ کے ساتھ نباہ کرلے تو مستحق ثواب ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر عدل وانصاف کے ساتھ دوسری بیوی رکھنے کی استطاعت ہو تو دوسرا نکاح بھی کرسکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (۲)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

طلاق میں شک ہو تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: سردار علی، گرام بھپورہ، پوسٹ سکری، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی اور زید کو دماغی پریشانی بھی تھی بعد میں پتہ چلا کہ چار سال کے بعد اس نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور جب اس کے بارے میں غور وخوض ہوا تو اس نے سر پکڑ کر کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے دو بار طلاق دیا ہے یا تین بار۔ بعدہ ہندہ سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ مجھے دو بار زید نے طلاق دیا ہے اور گواہ دونوں طرف سے نہیں ہیں لہٰذا حضور والا کی بارگاہ میں عرض ہے کہ تسلی بخش جواب دے کر عنداللہ مشکور ہوں عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر طلاق دینے والے کو شک ہو کہ میں نے دو طلاق دی ہے یا تین دی ہے اور شرعی گواہ بھی نہ ہوں تو دو طلاق مانی جائے گی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائیں گی۔ جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو۔" فی الاشباہ والدر المختار والعقود الدریۃ وغیرھا شک طلاق واحدا واکثر مبنی علی

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۲۹

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۳

الاقل."(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

طلاق دے کر انکار کرے تو؟

مسئلہ از: ریاض احمد مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان اسلام صورت ذیل کے بارے میں کہ

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی اور ہندہ زید کے گھر گئی اور تین چار مہینے تک اس کے گھر بھی رہی پھر ایک دن زید نے فون کیا۔ دوران گفتگو زید نے غصے میں آ کر ہندہ کو طلاق دے دی پھر چند دنوں کے بعد زید نے ہندہ کو اپنے گھر آنے کے لئے کہا تو ہندہ نے کہا کہ انہوں نے مجھے طلاق دے دی ہے اور زید انکار کر رہا ہے کہ اس کو طلاق نہیں دی ہے جبکہ زید نے ہندہ کی پھوپھی سے فون پر بتایا تھا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے اور اس بات کو ہندہ کی ماں بھی سنی تھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں برائے کرم اس کا جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور ہندہ کے پاس دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت قابل شہادت بطور گواہ نہیں ہیں تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اس کاغذ کو وہ اپنا لکھا مانتا نہیں تو طلاق ہرگز ثابت نہیں ہوگی"(۲)

البتہ اگر ہندہ کو یقین ہو کہ واقعی اس کے شوہر زید نے اسے طلاق دی ہے تو اگر طلاقِ رجعی تھی تو کوئی حرج نہیں بدستور وہ زید کی بیوی ہے اور اگر طلاق بائن تھی تو ہندہ کو اس سے سمجھا بجھا کر تجدید نکاح کر لینے کا حکم ہے اور اگر ہندہ یہ جانتی ہے کہ زید اسے تین طلاق دے چکا ہے تو جس طرح ممکن ہو زید سے چھٹکارہ لے اور

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۶۷۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص:۶۶۳

اگر چھٹکارہ نہ مل سکے تو برضا ورغبت زید کو اپنے اوپر قابو ہرگز نہ دے سارا عذاب وو بال زید پر ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

دو طلاق کے بعد بیوی کو لوٹانے کا حکم

مسئلہ از: مختار احمد، دیوریا
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیا اور ساڑھے تین مہینے گزر جانے کے بعد وہ بیوی کو پھر سے اپنانا چاہتا ہے تو شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
اگر زید کی بیوی کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی ہے یعنی تین حیض کامل نہیں آگئے ہیں تو بغیر نکاح واپس لے سکتا ہے اور اگر عدت گزر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے جدید مہر کے ساتھ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ
﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾(۱)
سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "صورت مسئولہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت اگر چاہے اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے۔(۲)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص:۶۲۲

کیا صلح کلی سے اس کی بیوی خلع کر سکتی ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید ایک آدمی ہے جس کا وہابیوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ ہے کہ:

☆ اکثر وہابیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ لوگ بدعقیدہ ہیں ان کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہئے، پھر بھی خوش دلی کے ساتھ ان سے دوستی رکھتا ہے اور خود کو سنی کہتا ہے۔

☆ سنی علمائے کرام اور سنی لوگوں سے دل میں بغض رکھتا ہے اور سنیوں کو پیٹھ پیچھے گالیاں بکتا ہے۔

☆ نماز جمعہ کے بعد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوتا۔

☆ بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتا ہے۔

☆ نہ کبھی کسی فاتحہ کا خوش دلی سے اہتمام کیا ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت سے اس کا دل خالی ہے۔

ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے یا خارج از نکاح ہے؟ اور اس کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر ومرتد ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "وہابیہ نیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین و دیوبندیہ وچکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار ومرتدین ہیں" (۱)

ان سے میل ملاپ رکھنا، سلام وکلام اور نشست وبرخاست کرنا ناجائز وگناہ ہے حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں " لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم" (۲)

فتاوی امجدیہ میں ہے:

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۹۰

(۲) المستدرک للحاکم، ج:۳، ص:۶۳۲

''ان سے میل ملاپ، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہونا حرام''(۱)

سنی علمائے کرام اور سنیوں سے بغض حرام اور ان کو گالی دینا اشد حرام ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ''کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی برا کہنا اس پر طعنہ کرنا حرام ہے''(۲)

اور بعد نماز جمعہ اگر کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو غلط سمجھتا ہے تو یہ علامت وہابیت ہے اور وہابیت کفر ہے، اور وہابیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کے پیچھے نماز جائز کہنے والا کافر ہے فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

''جو شخص ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہے اور باوجود اسکے اس کو مسلمان جانتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز جانتا ہے وہ کافر ہے۔''(۳) کسی ولی کی بارگاہ میں حاضری نہ دینا اور فاتحہ کی مجلس میں شرکت نہ کرنا اگر بر بنائے وہابیت ہے۔ تو یہ خود کفر ہے، عظمت نبی سے دل خالی ہونا محرومی و بدقسمتی بلکہ کفر انجام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾(۴)

صورت مذکورہ میں زید اپنی حرکات و سکنات اور افعال و اقوال کی بنا پر وہابی معلوم ہوتا ہے اس کے سامنے کبرائے وہابیہ رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کے متعلق ان کے اقوال پیش کر کے پوچھا جائے اگر زید کو ان قائلین کے کفر میں شک و تردد ہو تو زید بھی قطعاً وہابی اور کافر ہے ایسی صورت میں اس کی بیوی خود ہی نکاح سے باہر ہے کہ کفر و ارتداد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

'' اذا ارتد احد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في الحال'' (۵)

درمختار میں ہے: '' وارتداد احد الزوجين فسخ عاجل'' (۶)

اور اگر وہ اکابرین وہابیہ ودیابنہ کی تکفیر کا قائل ہو مگر سوال میں مذکورہ افعال سے باز نہ آئے تو اسکی بیوی اس سے خلع کر سکتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾(۷) والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ

---

(۱)فتاوی امجدیہ، ج:۴، ص:۱۶ (۲)فتاوی امجدیہ، ج:۴، ص:۴

(۳)فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص:۵۲۰ (۴)سورۃ الفتح، آیت:۹

(۵)الفتاوی التاتارخانیہ، ج:۲، ص:۳۸۹ (۶)الدر المختار، ج:۴، ص:۲۷۲ (۷)سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹/

مرگی کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد ارشد برکاتی علیمی امرڈوبھا، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
ایک شخص نے مرگی کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیا تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ڈاکٹر حضرات کی تحقیق اور مشاہدے سے معلوم ہے کہ مرگی آنے کی حالت میں آدمی کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور اسے کچھ بولنے کہنے کی بھی طاقت نہیں رہ جاتی ہے، آدمی ایسی حالت میں اگر کچھ بولے اور کوئی بات کہے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل (۱)
لہٰذا مرگی کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے:
"ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والمدھوش ھکذا فی فتح القدیر وکذا لک المعتوہ لا یقع طلاقہ ایضا و ھذا اذا کان فی حالة العتہ اھ"(۲)
اور فتاوی رضویہ میں ہے: "عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں کیا زبان سے نکلتا ہے تو بے شک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
۱۸ رذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۸۴
(۲) الفتاوی العالمگیریة، کتاب الطلاق، ج: ۱، ص: ۳۵۳
(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۰

جو بغیر حلالہ عورت کو اپنے پاس رکھے اس سے دینی اور دنیوی تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ : از عبدالکریم، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دی۔ زید کو چاہئے تھا کہ حلالہ کرائے لیکن اس نے بلا حلالہ ہندہ کو رکھ لیا ہے اور اس سے اپنی بیوی جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اور اس کے گھر والوں کے ساتھ دینی اور دنیوی تعلقات نیز زید کے یہاں کھانا پینا از روئے شرع کیسا ہے اور زید کے گھر میلاد خوانی کے لئے جانا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ والتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئولہ میں زید سخت گنہ گار، ظالم، جفا کار اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ اس عورت سے فوراً جدا ہو جائے اور توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اس کے یہاں کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا جملہ تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ زید کے گھر والے جو اس کے ساتھ رہتے، سہتے، کھاتے پیتے ہیں ان پر بھی علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے ورنہ ان سے بھی تمام تعلقات ختم کر دیئے جائیں اور ان سب کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔
زید کے گھر میلاد خوانی کے لئے بھی ہرگز نہ جائیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۲۰/۲/۲۹ھ

لفظ "طلاق" ایک مرتبہ اور "دیتا ہوں" چھ مرتبہ کہنے سے کون سی طلاق واقع ہوگی

مسئلہ از: منور حسین، مقام بھنگرا ایرانی، پوسٹ لوکی، بڑادودھارا ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید۔ نے اپنی بیوی کو کہا کہ "جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں" لفظ طلاق ایک مرتبہ زبان سے ادا کیا اور دیتا ہوں کا جملہ چھ مرتبہ کہا تو کیا ایسی صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی کہ نہیں؟ شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو بیان فرمائیں۔

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی وہ عورت اب زید کے لئے بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی ہے، ایک مرتبہ لفظ طلاق دیتا ہوں کہہ کر چھ مرتبہ "دیتا ہوں" کا لفظ ادا کرنے سے طلاق مغلظہ واقع ہوجاتی ہے۔
امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "اگر واقع میں "تین باردی" کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اسے چھوڑے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ

دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد بیوی کے ساتھ مثل سابق زندگی گزارنا چاہے تو کیا کرے؟

مسئلہ: از حمید اللہ، مقام انٹی، پوسٹ بھسولی، کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی بیوی سے کہا جہان کی بیٹی کو میں نے طلاق دیا، یہ جملہ دوبار کہا۔ اب زید مثل سابق زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ کیا کرے؟ واضح ہو کہ زید کے خسر کا نام جہان ہے اور واقعۂ مذکورہ کو ابھی ۲۲ یوم ہوئے ہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اگر زید کی مدخولہ ہے تو اس پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ اگر زید چاہے تو عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے۔ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کرلے۔ اور اگر زید اپنی مطلقہ رجعیہ سے عدت گزرنے سے پہلے ہمبستری کرلے یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے تو بھی رجعت ثابت ہوجائے گی۔

اور اگر عدت کے اندر رجعت نہ کیا تو بعد عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۵۹

نہیں۔ھکذا فی فتاوی فیض الرسول. (۱)واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شمس الدین قادری چشتی عفی عنہ، محلہ بارہ گدی، قصبہ مہنداول، ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اتنا کافی شراب پی رکھی تھی کہ شراب کے نشہ میں بدمست تھا اور اسی بدمستی میں اپنی بیوی ہندہ سے سوالیہ جملہ میں کہا ''کیا میں تم کو طلاق دے دوں'' دو مرتبہ کہا، بیوی خاموش روتی رہی کچھ نہیں بولی، یہ مکان کے اندر کی بات ہے جس کے گواہ گھر کے سبھی افراد ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ دیر کے بعد گرتے پڑتے نشہ کی حالت میں باہر اپنے دروازہ پر آیا اور کہا کہ اگر طلاق میں کمی رہ گئی ہو تو طلاق، طلاق، طلاق، متعدد بار کہا۔ پڑوس کے لوگوں نے سنا جن کا بیان الگ الگ حسب ذیل ہے۔

(۱) محمد رضا عرف زنگی نے کہا کہ صرف طلاق طلاق چلاتے رہے کئی بار۔

(۲) صغیر النساء زوجہ محمد ایوب نے کہا کہ باہر آنے کے بعد ایک مرتبہ کہا کہ طلاق دے رہا ہوں اور لفظ طلاق کئی بار کہتے رہے، یہ بھی کہا کہ زید بے تحاشہ شراب پئے ہوا تھا اور نشہ کی گہری کیفیت میں طلاق، طلاق کا نام لے رہا تھا۔

زید کا بیان صبح نشہ اترنے کے بعد یہ ہے کہ میں کیوں طلاق دوں گا میری قطعی نیت طلاق کی نہیں ہے، رہا نشہ میں تو مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کہا، مجھے مطلق ہوش وحواس نہیں تھا، جواب طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر واقع ہوئی تو کونسی طلاق، رجعی یا بائن یا مغلظہ، بینوا توجروا۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں زید نے نشے کی حالت میں جب گھر سے باہر نکل کر یہ کہا کہ ''اگر طلاق میں کمی رہ گئی ہو تو طلاق، طلاق طلاق، اس جملہ سے اس کی بیوی ہندہ پر تین طلاق پڑ گئیں اور وہ مغلظہ ہو کر زید کے نکاح سے اس طرح نکل گئی کہ اب بغیر حلالہ کسی طرح اس کے لئے جائز وحلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص: ۱۶۰

بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ﴾ (۱)

رہ گئی یہ بات کہ نشہ کی وجہ سے اس کے ہوش وحواس بجانہیں تھے تو ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس سلسلے میں تصریح فرمائی ہے کہ خود سے تاڑی یا شراب پینے سے نشہ ہوا تو ایسے شخص کی طلاق واقع ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "حالت نشہ کی طلاق واقع ہے" (۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "وطلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر والنبیذ و ہو مذہب اصحابنا کذا فی المحیط" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۲۳ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

خط کے ذریعہ طلاق دینے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: معین الدین، موضع پر سابزرگ، پوسٹ پکھر بھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ زید نے خط کے ذریعہ اپنی بیوی کو طلاق دیا، اس کا مضمون اس طرح ہے:

خط زید کی طرف سے جارہا ہے پورے گھر والوں کو میرا اسلام عرض ہو، آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے پاس خط بھیجا تھا، آپ اس کا کوئی نتیجہ نکالیں، جو میں چاہتا ہوں آپ کو معلوم ہے۔ میں سوچ سمجھ کر جو کرنا تھا کر دیا، میں یہ آخری خط دے رہا ہوں، آپ نہیں آئیں گے تو میں مجبور ہو کر (خلیقن) کو بائن دے رہا ہوں میں طلاق طلاق آپ اپنا دیکھیں میں اپنا دیکھ رہا ہوں۔

نوٹ: اس خط میں جو خلیقن لکھا گیا ہے تو زید نے خلیقن اپنی بیوی کا نام سمجھ کر لکھا ہے جب کہ زید کی عورت کا نام سلیقن ہے اور جب یہ خط لکھا گیا تو عورت حمل سے تھی اور یہ بات دو سال پہلے کی ہے تب سے وہ عورت اپنے میکے میں ہے۔

اب زید اپنی بیوی کو لانا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی آنا چاہتی ہے، علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ زید کا طلاق ہوا کہ نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص:۵۴

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۴۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ زید نے اگر چہ نام غلط لکھا مگر مراد اپنی بیوی کو ہی لیا ہے اس لئے حکم طلاق نافذ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "اذا سمی بغیر اسمها ولا نية له في طلاق امرأته فان نوى طلاق امرأته في هذه الوجوه طلقت امرأته كذا في الذخيرة" (۱) اسی طرح فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۰۵ پر امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور حالت حمل میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ كما في عامة الكتب الفقهية.

اب اگر زید اسے پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو وہ عورت دوسرے سے نکاح کرے اب وہ شوہر بعد وطی طلاق دے پھر عورت عدت کے دن گزارنے کے بعد شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والماب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ — ۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

شادی کے بعد جو بیوی کو نہ لائے اور نہ ہی طلاق دے اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از عبدالواحد انصاری مقام و پوسٹ رنگرا ضلع سیتا مڑھی بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے شادی کیا اور اس کے چار روز بعد لڑکی اپنے میکے چلی گئی تو زید کے دل میں کچھ فطور پیدا ہوا اور وہ کہنے لگا کہ میں اس لڑکی کو نہ ہی بلا کر اپنے گھر لاؤں گا اور نہ ہی اس کو طلاق دوں گا یوں ہی اس لڑکی کی زندگی گزار دوں گا تاکہ وہ کسی قابل نہ رہے۔ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اگر واقعی اس طرح کی حرکت کر رہا ہے تو وہ ظالم وجفا کار اور گناہ گار ہے بیوی کو صحیح ڈھنگ سے نہ رکھنا اور اسے طلاق بھی نہ دینا حرام وگناہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (۲) زید پر لازم ہے کہ وہ یا تو اس لڑکی کو لے آئے یا طلاق دے دے اور اگر نہ اسے لے آتا ہے نہ طلاق دیتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے طلاق

(۱) الفتاوى العالمكيرية، ج: ۱، ص: ۳۵۸

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۲۹

دینے یا نہ جانے پر مجبور کریں اگر وہ نہ مانے اور کوئی وجہ معقول بھی نہ بیان کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں کہ وہ ظالم وستم گر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ (۱) اور لڑکی تو بہر صورت طلاق حاصل کئے بغیر یا قاضی شریعت کے ذریعہ فسخ نکاح کے بغیر دوسرا نکاح ہرگز ہرگز نہیں کرسکتی ہے۔ ھکذا فی فتاوی فیض الرسول۔(۲) للفقیہ الملۃ المفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمۃ.

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

صح الجواب: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

صح الجواب: محمد قمر عالم قادری — ۲۶ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے سنت کے طریقہ پر تین طلاق پھر پہلے طہر میں رجعت کرلے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد رضا مقام رام نگر ضلع سیتامڑھی (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا تجھے تین طلاق سنت کے طریقہ پر پھر زید نے پہلے ہی طہر میں رجعت کرلیا تو اب اس کے بعد والے دو طلاق واقع ہوں گے یا نہیں جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کی بیوی پر رجعت کے بعد بھی دونوں طلاق واقع ہو جائیں گی چنانچہ درمختار میں ہے۔

"قال لموطوءۃ وھی حال کونھا ممن تحیض انت طالق ثلاثا او اثنتین للسنۃ وقع عند کل طھر طلقۃ و تقع اولاھا فی طھر و طئ فیہ(۲) یعنی کسی نے موطوءہ بیوی کو سنت کے مطابق دو یا تین طلاق دیں تو اگر عورت کو حیض آتا ہو تو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی جس میں پہلی طلاق ایسے طہر میں واقع ہوگی جس میں مرد نے بیوی سے وطی نہ کی ہو۔

اور حضرت فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ: موطوءہ سے کہا تجھے سنت کے موافق دو یا تین طلاقیں اگر اسے حیض آتا ہے تو ہر طہر میں ایک واقع ہوگی۔" (۳)

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸ — (۲) فتاوی فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۶۳۴،

(۳) الدر المختار، ج: ۴، ص: ۴۳۷ — (۴) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۶،

اور حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اس طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”اگر بالفرض رخصت بھی ہو جاتی تو وہ تین طلاقیں تین طہر میں بہر حال واقع ہوں گی“(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/۶/۱۴۲۱ھ

کیا حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد شمشاد برکاتی جماعت ثانیہ، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے جوان پڑھ گنوار ہے۔ شراب پی کر نشے کی حالت میں اپنی بیوی ہندہ کو جو گھر پر موجود نہیں تھی اس کا نام لے کر کئی مرتبہ طلاق کا لفظ دہرایا جب ہندہ کے گھر والوں کو لوگوں کے ذریعہ یہ اطلاع ملی تو ہندہ کے بھائی عمر نے اپنی بہن ہندہ سے جو ابھی زید کے پاس رہ رہی ہے فون کے ذریعہ پوچھا کہ کیا زید نے آپ کو طلاق طلاق کئی مرتبہ کہا ہے؟ تو ہندہ نے جواب میں کہا ہاں انہوں نے مجھے کئی مرتبہ طلاق طلاق کہا ہے اور جب خود زید سے پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے نہیں معلوم میں نے کہا ہے یا نہیں کہا ہے۔ حالاں کہ محلے کی ایک عورت نے کہا کہ خود سنا ہے زید نے ہندہ کا نام لے کر طلاق کا لفظ دہرایا ہے نشے کی حالت میں تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو کون سی طلاق ہوگی۔ تفصیل سے تحریر فرمائیں اور نیز یہ بھی حکم تحریر فرمائیں کہ اب وہ رشتہ قائم رکھنے کے لئے کیا کرے۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوھاب:

نشہ کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”وطلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر والنبیذ وھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط“(۲)

لہٰذا زید نے اگر واقعی تین مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو تین طلاق مغلظہ ہو گئی اور بیوی زید کے لئے حرام ہو گئی۔ اگر اسے رکھنا چاہتا ہے تو حلالہ کے بعد نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گزارنے کے بعد کسی مرد سے نکاح صحیح کرے اور یہ دوسرا شوہر اس سے ہمبستری بھی کرے پھر اس شوہر کی موت یا طلاق کے بعد عدت

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۲۳۳

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۳۵۳

گزار کر زید سے نکاح کرے۔ھکذا فی کتب الفقه والفتاوی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

غصہ میں، حالت حیض میں، ایک مجلس میں یونہی فون پر طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال، ایم، پی

بخدمت شریف السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دیگر احوال یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں عین نوازش وکرم ہوگا۔

سوال (۱) مرد نے غصہ کی حالت میں دو گواہوں کے سامنے عورت کو تین طلاق دے دی تو کیا عورت کو طلاق ہوگئی؟

سوال (۲) عورت حاملہ ہے مرد نے طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۳) عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہے مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۴) مرد شرابی ہے شراب کے نشے میں مرد نے اپنی عورت سے کہا جا میں نے تجھے طلاق دی طلاق دی طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۵) مرد نے ایک ہی نشست میں اپنی عورت کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا تو اس سے ایک طلاق ہوئی یا تین طلاقیں ہوئیں۔

سوال (۶) مرد نے اپنی بیوی کو زبان سے تین طلاقیں دیں لیکن خط میں اس کو لکھ کر نہیں دیا تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۷) مرد نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا لیکن کوئی مرد یا عورت گواہ نہیں ہے تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۸) مرد نے اپنی بیوی کو ٹیلی فون پر تین بار کہا کہ جا میں نے تجھے طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۹) مرد نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا لیکن بیوی نے نہیں سنا اور نہ کوئی گواہ ہے تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۱۰) طلاق دیتے وقت عورت مرد کے علاوہ کوئی گواہ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۱۱) مرد نے نابالغ بچے کے سامنے عورت کو طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۱۲) ایک عورت ۱۵ سال سے اپنے میکے میں بیٹھی ہے مرد نے طلاق نہیں دی ہے نہ اس کا طلاق دینے کا ارادہ ہے ایسی حالت میں عورت کیا دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) غصہ کی حالت میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "صورت مذکورہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں۔ عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے درمختار میں ہے: "وحل طلاقھن ای الآئسۃ والصغیرۃ والحامل" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے مگر دے گا تو واقع ہو جائے گی یوں ہی نفاس میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "طلاق الکسران واقع اذا سکرمن الخمراوالنبیذ و ھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایک مجلس میں تین طلاق دینا ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے دیا تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ کما فی عامۃ الکتب الفقھیہ. واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) لکھنا کوئی ضروری نہیں ہے زبان سے طلاق دی تو ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) وقوع طلاق کے لئے گواہ شرط نہیں لہٰذا بغیر گواہ کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) بذریعہ ٹیلی فون طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ شوہر اس کا اقرار کرے ورنہ نہیں کہ النغمۃ تشبہ النغمۃ الصوت یشبہ الصوت. واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) بیوی نہ بھی سنے اگر شوہر نے طلاق دی ہے تو واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) جواب نمبر ۷ دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱) واقع ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) جب تک شوہر طلاق نہ دے اس وقت اس عورت کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہے۔ قال اللہ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۵، ص: ۵۲۶

(۲) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۱۹

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۳۳۱

تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو رکھنے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: شاہدہ بی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ عرض گزارش یہ ہے کہ میں شاہدہ بی منور خاں آپ حضرات سے درخواست کرتی ہوں کہ گھر میں میرے اور میرے شوہر کے بیچ نا اتفاقیاں آتی ہیں وہ نا انصافیاں ایسی ہیں کہ شریعت میرے خیال سے بہت جگہ رکھتی ہے اس لئے مجھ ناچیز کو آپ حضرات عالموں کی رائے لے کر بتائیں کہ ہم کس جگہ (میاں اور بیوی) رہیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی جو ہمیں اس سوال کا صحیح جواب دے کر ہمیں گمراہ ہونے سے بچائیں۔

بات یہ ہے کہ میرے شوہر نے مجھے اس معنی کو دوسال ہوئے طلاق دیئے ہوئے اب وہ پھر بھی ہمیشہ آکر مجھے تکلیف دیتا ہے بار بار گھر پہ آکر میری کوئی گھریلو چیز توڑ پھوڑ کر جاتا ہے اور کبھی کبھار مجھے مار بھی لیا ہے طلاق دینے کی وجہ سے گھریلو جھگڑے میرے اور میرے دو لڑکے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک جھگڑتے جھگڑتے اپنے جوش میں میرے دونوں لڑکوں کے ایک حافظ بھی میرے گھر میں رہتے تھے ان کے سامنے کئی بار طلاق کی بولی نکالی ہے اس کے باوجود میرے مابین رہا اور ایک ہی گھر میں رہنے بسنے لگے۔ اس کے باوجود پھر بھی ہر روز جھگڑتے رہتا تھا طلاق کی بولی بار بار نکالتا تھا کئی بار میرے بچوں نے بھی سنی اور جو ہمارے گھر پر میرے لڑکوں کے دوست حافظ جی رہتے تھے وہ بھی سنے ہیں اس کے باوجود میری بھاوج بھی اس بات کو آمنے سامنے سنی ہیں۔

آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اتناسب کچھ ہونے کے بعد کیا میں اس کے ساتھ رہ سکتی ہوں خدا کے لئے اس کا جلد سے جلد جواب دیں۔ آپ حضرات کی عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر یہ بیان سچ اور صحیح ہے تو آپ پر طلاق پڑگئی۔ اب اگر آپ کے شوہر نے دو مرتبہ تک دی تھی اور پھر اپنے قول یا فعل سے رجعت نہیں کی حتی کہ عدت بھی ختم ہوگئی تو آپ اس کے نکاح سے بالکل نکل گئیں اور بغیر نکاح جدید کے اس کے ساتھ رہنا حرام ہے اور اگر اس نے تین طلاق دی تھی تو آپ پر طلاق مغلظہ واقع

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

ہوگئی اب بغیر حلالہ شوہر اول کے ساتھ آپ کا نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا ہے نہ آپ اس کے ساتھ رہ سکتی ہیں جب تک کہ نکاح جدید نہ ہوجائے۔ لقولہ تعالیٰ ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کو طلاق کے الفاظ سننا ضروری ہے؟

مسئلہ از: عبیداللہ بن عبداللہ نقشبندی، موڈاسہ ضلع سابر کانٹھا گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ کو فون پر طلاق دی اور تین مرتبہ لفظ طلاق کہا اور اس کے بعد بھی رشتہ داروں کے سامنے اپنی ماں کے سر پر ہاتھ رکھ کر زید نے کہا میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور بازار و چوراہوں پر بھی کئی لوگوں سے زید نے کہا کہ لوگ تین طلاق دیتے ہیں میں نے چھ طلاق دی اور لڑکی یعنی ہندہ یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے فون پر نہیں سنا تو اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع کیا ہوگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں انتہائی کرم ونوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے زوجہ یا کسی دوسرے کا سننا ضروری نہیں ہے بس شوہر کا اپنی زبان سے الفاظ طلاق کا اتنی آواز سے کہنا ضروری ہے جو شوہر کے کان تک پہنچنے کے قابل ہو ایسا ہی درمختار کے حوالہ سے فتاویٰ رضویہ، ج: ۵، ص: ۶۱۹، پر مرقوم ہے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اب وہ زید کے لئے بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے تحریر ضروری ہے؟

مسئلہ از: محمد زین العابدین نظامی، مقام بکھریا، ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ سے دو سال قبل قطع تعلق کر لیا ہندہ جب میکے آئی تو اس کے میکے والے جب زید کے گھر پہنچے اس سے پوچھتاچھ کی تو زید نے برجستہ کہا کہ میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔ اس کو میں نہیں رکھوں گا لیکن زید نے کوئی تحریر نہیں دی ہے اور زید نے دو سال سے اب تک خیریت حالات نہیں لی اب ہندہ کے میکے والے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی رو سے واضح طور پر جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے تحریر ضروری نہیں ہے لہٰذا اگر واقعی زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی ہے تو ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی عدت گزر جانے کے بعد کسی بھی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
٢٣ رمحرم الحرام ١٤٢١ھ

کیا ڈرانے کے لیے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: عبید الرحمٰن، بستی، یوپی

زید کی بیوی نے مسلسل تین دن جھگڑا کیا۔ زید کے گھر والوں نے فون کرکے زید سے کہا کہ تمہاری بیوی لڑائی کر رہی ہے زید کو غصہ آگیا وہ اپنی بیوی کو ڈرانے کے لئے ہندہ کے گھر والوں سے کہا کہ تمہاری بیٹی ہندہ مسلسل تین دن سے جھگڑا کر رہی ہے میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ ہندہ کے گھر والے آئے اور ہندہ کو لے کر چلے گئے اور کہہ رہے ہیں کہ ہندہ کو طلاق ہوگئی جبکہ زید نے ایسا کیا تو صرف ڈرانے کے لئے نہ کہ چھوڑنے کے لئے مجھے بتایئے کیا ہندہ کی طلاق ہوگئی۔ شریعت قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی ڈرانے دھمکانے کی نیت سے دیا ہو یا کسی اور نیت سے کہا ہو کیونکہ صریح

طلاق کے لئے نیت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ درمختار میں ہے: "صریحہ کالت طالق یقع بھا وان نوی خلافھا اولم ینو شیئا" (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "طلاق جب بھی دی جائے واقع ہو جائے گی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے۔ ان سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہو جاتی ہے۔ (۲)

پھر اگر صرف ایک مرتبہ طلاق دیا ہے جیسا کہ سوال نامہ میں تحریر ہے تو طلاق رجعی ہوگی عدت کے اندر بغیر نکاح اور بعد عدت نکاح جدید کر کے رکھ کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا ڈرا دھمکا کر طلاق لینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: شاہ محمد، مقام زہریا، پوسٹ: حسین نگر کھر گور پور، ضلع گونڈا (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی تھی اور ہندہ سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے پھر بعد میں زید نے زینب سے نکاح کیا اور اس کے بعد ہندہ اور اس کے بچوں کا خرچ نہیں دیتا اور نہ ہی حق زوجیت ادا کرتا ہے۔ ہندہ کا خرچ اس کا باپ چلاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نہ ہندہ کو طلاق دے رہا ہے اور نہ ہی اس کو اپنی زوجیت میں رکھ رہا ہے تو کیا کورٹ کے ذریعہ جبراً اس کو کورٹ میں لے جا کر طلاق دلوائی جائے تو کیا یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ نیز زید نے ہندہ کے نام کئی لاکھ کی زمین بیعنامہ کردی تھی تو بعد طلاق کیا ہندہ پر زمین کا لوٹانا ہے کہ نہیں۔ اگر نہ لوٹائے تو شرعاً مواخذہ ہوگا یا نہیں۔ نیز عورت کا کہنا ہے کہ زید ایک دن گھر آیا اور اس نے اس وقت دو طلاق دیے جب کہ گھر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا مگر زید انکار کر رہا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے اور عورت قسم کھاتی ہے کہ دو طلاق دیا ہے لیکن اس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے تو کیا شرعاً طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

---

(۱) الدر المختار، کتاب الطلاق، ج:۴، ص:۴۳۹

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۶۳۷

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کو کورٹ میں لے جا کر ڈرا دھمکا کر طلاق دلوانے سے بھی طلاق ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے:"طلاق المکرہ واقع" (۱) درمختار میں ہے:" ویقع طلاق کل زوج ولو مکرھا" (۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:"طلاق اگر زبان سے دے کیسے ہی جبر واکراہ سے دی ہو جائے گی"(۳)

اور زید نے جوز مین ہندہ کے نام بیعنامہ کی وہ ہندہ کے لئے ہبہ ہے۔ اگر ہندہ کا اس پر قبضہ حاصل ہو گیا تو وہ زمین ہندہ کی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:"بیعنامہ زوجہ کے نام لکھانا زوجہ کے لئے ہبہ ہے کہ بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا"(۴)

اور جب وہ زمین ہندہ کی ہوئی تو طلاق کے بعد زید کو نہ لوٹانے میں شرعا کوئی مواخذہ نہیں اور اگر زید نے واقعی طلاق دی ہے اور ہندہ کو یقین ہے کہ زید نے اسے طلاق دی ہے مگر گواہ نہیں اور زید انکار کرتا ہے تو عورت کی قسم فضول ہے مگر پھر بھی اس پر لازم ہے کہ جس طرح ممکن ہو زید سے چھٹکارا حاصل کرے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

حرام کار عورت کو طلاق دے یا کیا کرے؟

مسئلہ از: محمد اورنگ زیب، سسواری ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ اپنے سسرال میں ہے اور اس کا شوہر پردیس میں وہاں سے اس کا شوہر ہندہ سے کہا آپ جو شریعت کے خلاف قدم اٹھا رہی ہیں اور یہ زنا کے قریب ہے۔ لہٰذا آپ غلط حرکت سے باز آجاؤ تو ہندہ نے اس بات سے صاف انکار کر دیا اور کہتی ہے ایسا کچھ بھی نہیں جو آپ سوچ رہے ہیں تو شوہر اتنا سن کر پردیس سے واپس آگیا اور اپنی بیوی سے کہا آپ صحیح بتائیے کہ آپ نے جس سے زنا کیا ہے وہ اس حرکت کو قبول کر لیا ہے اور کہا میں نے ایسا کیا ہے اتنا سن کر ہندہ شرمندہ ہو کر اس نازیبا

(۱) الھدایۃ، ج:۲،ص:۳۵۸

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲،ص:۴۲۱

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ: ج:۵،ص:۶۳۲

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۸،ص:۱۰۰

حرکت کو قبول کرلی اور کہا میں نے تمہارے بھائی کے ساتھ زنا کیا ہے۔ اس صورت میں شوہر کیا کرے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حرام کار عورت کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ طلاق دینا مستحب ہے۔ درمختار میں ہے:" بل یستحب لو موذیۃ او تارکۃ صلاۃ غایۃ(۱)

ردالمحتار میں ہے:"الظاھر ان ترک الفرائض غیر الصلوۃ کالصلوۃ۔"(۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:"چوں فسق وارتکاب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد"(۳)

البتہ ایسی عورت کو طلاق دینا واجب نہیں ہے تو شوہر کو اختیار ہے وہ رکھے یا طلاق دے دے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:"اما واجب نیست اگر شوئے وادن نخواہد نخواہد در الدرالمختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ"(۴) لہٰذا ہندہ کا شوہر اگر چاہے تو اسے رکھے یا طلاق دے دے دونوں کا اختیار ہے ہاں طلاق دے دینا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ر جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

طلاق دینے میں شک ہو تو

مسئلہ از: قریش احمد صدیقی۔

حضور کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ پر کہ زید نے اپنی بیوی 'کنیز' کو غصہ میں ایک سادے کاغذ پر طلاق لکھ کر دے دیا اور کہا کہ جاؤ تمہارے گھر والے اچھی جگہ تمہاری شادی کردیں گے۔ کنیز جاہل تھی اس لئے وہ کاغذ لے کر ایک نابالغ بچی کے پاس گئی اور اس سے پڑھوایا کہ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے تو اس نے طلاق ہی بتایا۔ تقریباً دس سال کا عرصہ گزر گیا دونوں لوگ شوہر اور بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ زید پوچھنے پر کہتا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے لیکن اس کی بات سے لگتا ہے کہ اس نے طلاق لکھ دیا ہے کنیز نے اسی دن وہ کاغذ کا ٹکڑا پھینک دیا۔ آج اس کو شوہر کے ساتھ رہنے

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۱۶

(۲) حوالہ سابق

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۹۹

(۴) حوالہ سابق

کی غلطی کرنے کا احساس ہو رہا ہے اس کے بعد اگر بچہ پیدا ہوا ہو یا دونوں کا ساتھ میں رہنا کیسا ہے۔ دونوں کو یہ بھی یاد نہیں کہ طلاق کتنی بار لکھا گیا تھا برائے کرم تحریر فرما کر مہربانی کریں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید اس طلاق نامہ سے مطلقاً انکار نہیں کرتا ہے اور کنیز کو اعتماد و وثوق ہے کہ زید نے اسے طلاق لکھ کر دیا ہے تو وہ اس تحریر پر عمل کر سکتی ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اسی کا ہے تو جب تک وہ انکار نہ کرے اس پر کاربند ہو سکتی ہے۔"(۱)

رہی یہ بات کہ کتنی بار طلاق واقع ہوگی اس میں تفصیل ہے اگر اس میں شک ہے کہ ایک دی ہے یا زیادہ تو قضاءً ایک طلاق کا حکم ہوگا اور اگر کسی طرف گمان غالب ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا چنانچہ امام اجل علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ولو شک اطلق واحدة او اکثر بنی علی الاقل" (۲) اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "ای کما ذکرہ الاسبیجابی الا ان یستیقن بالاکثر او یکون اکبر ظنه."(۳)

اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں اگر اس میں شک ہے کہ ایک ہے یا زیادہ تو قضاء ایک ہے دیانۃً زیادہ اور اگر کسی طرف غالب گمان ہے تو اس کا اعتبار ہے۔"(۴)

صورت مذکورہ میں اگر کنیز یا زید کو شک ہے کہ ایک مرتبہ طلاق لکھا تھا یا زیادہ تو ایک طلاق مانی جائے گی اور جب عدت کے اندر زید و کنیز میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو رجعت ثابت ہوگئی اور دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے۔

اور اگر ظن غالب یہ ہے کہ ایک طلاق سے زیادہ لکھا تھا تو اگر دو طلاق کا غالب گمان ہے تو دو طلاق ہوگی اور ایسی صورت میں اگر عدت کے اندر دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو بھی رجعت ہوگئی اور اگر عدت کے اندر پہلی اور دوسری صورت میں رجعت نہیں ہوئی تھی تو کنیز زید کے نکاح سے نکل گئی اور پھر جو کچھ تعلقات زوجیت قائم ہوئے سب ناجائز و حرام ہوئے اگر اولاد ہوئی تو حرام کی ہوئی۔ دونوں پر لازم ہوگا کہ فوراً جدا ہو جائیں اور صدق دل سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توبہ کریں پھر اگر ساتھ رہنا چاہیں تو جدید مہر پر نکاح کر کے رہ سکتے ہیں اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ تین طلاق لکھا تھا تو اب طلاق مغلظہ ہوگئی اور اس درمیان جو کچھ تعلقات زوجیت قائم ہوئے سب حرام و گناہ ہوئے اگر بچے

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۵۱

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۵۴

(۳) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۵۴

(۴) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۱۸

ہوئے تو ولد الحرنا ہوئے۔ زید و کنیز پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور توبہ واستغفار کریں پھر اگر دونوں ساتھ رہنا چاہیں تو حلالہ کرنے کے بعد جدید نکاح کر کے رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸ر جمادی الاخرہ ۱۴۳۱ھ

کیا وکیل کے طلاق لکھ دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: امام سعید تیواری پور، پوسٹ بمیلا ہنڈیا ضلع الہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی بیوی ہندہ نے بغیر زید کی اجازت کے زید کے روپئے کو اپنے بھائیوں کو دے دیا اور ہندہ کے بھائیوں نے جو روپیہ اپنی بہن سے لیا ان روپیوں کو واپس نہیں دیا جس کی وجہ سے زید اور ہندہ میں کافی اختلاف پیدا ہو گیا۔ بات اتنی بڑھ گئی کہ بات طلاق تک آ پہنچی لوگ اس معاملہ کو لے کر تحصیل کے ایک وکیل کے پاس گئے اور وکیل نے طلاق نامہ ایک اسٹامپ پیپر پر لکھ دیا لیکن زید نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا اور نہ ہی وکیل کے لکھے ہوئے طلاق نامہ پر دستخط کئے۔

اب لوگوں کا یہ کہنا کہ وکیل نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے اس لئے طلاق واقع ہو گئی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بغیر طلاق کا لفظ زبان سے نکالے ہوئے اور بغیر طلاق نامہ پر دستخط کئے ہوئے کیا طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے صراحتاً یا دلالۃً کسی طرح سے بھی طلاق نامہ پر اپنی اجازت ظاہر نہ کی تو محض وکیل کے لکھنے سے زید کی بیوی پر طلاق ہر گز نہیں پڑے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے اور فرمان رسول پاک ہے:" الطلاق لمن اخذ بالساق" (۲) طلاق کا حق شوہر کو ہے۔ واللہ اعلم

الجواب حق وصواب: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

(۲) سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۲

بیوی طلاق کا دعوی کرے اور شوہر انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے پنچایت میں دعوی کیا کہ میرے شوہر بکر نے مجھے دو سال قبل طلاق دے دی ہے جب کہ اس کے شوہر سے پوچھا گیا تو وہ جواب دیا ایسی کوئی بات میں نے نہیں کہی میں قسم کھانے کو تیار ہوں اور ہندہ کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں برائے مہربانی مفصل جواب عطا فرمائیں عین نوازش وکرم ہوگا۔ **بینوا توجروا**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب تک دو عادل گواہوں کے ذریعہ ہندہ کو اس کے شوہر بکر کا طلاق دینا متحقق اور ثابت نہ ہو جائے صرف ہندہ کے بیان سے عند الشرع طلاق ثابت نہ ہوگی ہاں اگر بکر نے واقع میں طلاق دی ہے اور اب جھوٹ انکار کرتا ہے تو اس کا وبال اور سخت عذاب وگناہ اس پر ہے البتہ اگر ہندہ کو یقین ہو کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہے تو وہ ہر ممکن کوشش سے چھٹکارہ حاصل کرے اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔ ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے فتاوی رضویہ(۱) میں رقم فرمایا ہے۔: **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

شوہر کو اگر مرگی آتی ہو تو اس سے طلاق کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ آس محمد مدرسہ اہل سنت انوار العلوم پوسٹ: کونہرا تیکو ڑیا ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ خالد جس کی شادی تقریباً تین سال پہلے ہوئی جس کو مرگی کی بیماری ہے جو سال میں کبھی کبھار ہوتی ہے۔ اب لڑکی والے خاص کر اس کا بڑا بھائی طلاق لینے پر بڑا زور دے رہا ہے لڑکی بھی آنے کے لئے راضی تھی لیکن ادھر تقریباً تین مہینے سے آنے سے انکار کر رہی ہے اس لئے کہ اس کا بڑا بھائی کہتا ہے کہ اگر کچھ ہو جائے تو ہم لوگ ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ عرض یہ ہے کہ ایسی صورت میں لڑکے پر طلاق دینا ضروری یا لڑکی والوں کا طلاق کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں۔

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۵، ص: ۶۶۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر خالد اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے اور اس کے ادائے حق پر قدرت رکھتا ہے تو اس پر طلاق دینا ضروری نہیں اور عورت اس سے جدائی اختیار نہیں کر سکتی ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "لا یتخیر احدالزوجین بعیب الآخر و لو فاحشا کجنون وجذام و برص اھ"(۱)

یعنی زن وشوہر میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی بنا پر مثلاً کوڑھ برص دیوانگی وغیرہ فسخ کا اختیار نہیں ہے، اورلڑکی کے گھر والوں کا مطالبہ طلاق درست نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا"(۲) یعنی ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب حق وصواب: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۹ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

کیا شوہر جس وقت طلاق کا اقرار کرے اس وقت سے طلاق کا حکم ہوگا؟

مسئلہ از: محمد بشیر گندھریا فیض بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ شاکرہ یوپی کی رہنے والی کی شادی ممبئی مہاراشٹر میں ہوئی۔ شاکرہ اپنی سسرال میں سخت بیمار پڑی اس کے گھر والوں کی توجہ نہ کرنے کی وجہ سے شاکرہ نے اپنے دادا کو بلوایا جنہوں نے ممبئی پہنچ کر حسب استطاعت بھرپور علاج کروایا بعدہ شاکرہ کے گھر والوں اور میکے والوں کے درمیان شاکرہ کے دوا علاج کے سلسلے میں سخت تکرار ہوئی اور شاکرہ اپنے میکے والوں کے ساتھ میکے آگئی۔ بعدہ میکے والوں نے شاکرہ کی سسرال والوں پر خرچ کا دعویٰ کر دیا۔ تقریباً تین سال ہوئے اور اب تک مقدمہ چل رہا ہے۔ خرچ دینے سے بچت کے لئے شاکرہ کے مقدمے میں جواب لگایا ہے کہ "مخالف پارٹی" کے ذریعہ فروری ۲۰۰۶ء میں ہی تین طلاق دے دیا ہے اور تب سے وہ طلاق شدہ ہے۔

صورت مذکورہ بالا میں طلاق پڑی کہ نہیں اور اگر طلاق پڑ گئی تو ۲۰۰۶ء سے طلاق پڑی یا جواب لگانے کی تاریخ میں طلاق پڑی، ساتھ میں اس کے جواب کا فوٹو کاپی اور خاص جملوں کی تفصیل بھی حاضر ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۵۹۷

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۲۹۶

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شاکرہ کے شوہر نے جس وقت طلاق کا اقرار کیا اس وقت سے طلاق واقع ہوگی اس کی ذکر کردہ گزشتہ ماہ فروری ۲۰۰۶ء کی مدت کا اعتبار نہیں امام اجل علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتوى انها من وقت الاقرار مطلقا نفيا لتهمة المواضعة" (۱) یعنی اگر گزرے زمانہ میں کسی وقت کی طلاق کا اقرار کیا تو وقت اقرار سے طلاق کا فتویٰ ہے تاکہ زوجین کو ناجائز سمجھوتے کی تہمت نہ لگ سکے۔ شاکرہ کو اقرار طلاق کے وقت تک کا نفقہ دلایا جائے گا اور اس وقت اقرار سے مطلقہ مانی جائے گی اور پھر وقوع طلاق کے وقت سے عدت مکمل ہونے تک کا نفقہ پائے گی۔ البتہ اگر شاکرہ یہ تسلیم کرلے کہ اتنے پہلے طلاق واقع ہوگئی اور عدت گزر چکی ہے تو اب نفقہ واجب نہ ہوگا۔ مگر طلاق بہر حال اقرار طلاق کے وقت سے واقع ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لو ان رجلا قدمته امرأته الى القاضي فطالبته بالنفقة وقال الرجل للقاضي كنت طلقتها منذ سنة وانقضت عدتها وجحدت الطلاق لايقبل قوله فان شهدشاهدان بذالك والقاضي لايعرفهما فانه يامره بالنفقة عليها فان عدلت الشهود واقرت انها حاضت ثلث حيض في هذه السنة فلانفقة لها عليها." (۲)

درمختار میں ہے: "لكن ان كذبته في الاسناد اوقالت لا ادري وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسكنى وان صدقت فكذالك غيرانه لانفقة ولاسكنى لقبول قولها على نفسها" (۳) اور ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ رشوال المکرم ۱۴۲۹ھ

(۱) الدرالمختار مع الشامی، ج: ۲، ص: ۶۱۰

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۵۵۹

(۳) الدرالمختار مع الشامی، ج: ۲، ص: ۶۱۰

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۲۰۴

کسی شرط پر طلاق معلق کرنے کا حکم

مسئلہ از: محمد عبداللہ محمد ابوالکلام، اکبر پور، سیدور بھاگلپور، بہار

اللہ اور اس کے رسول کو حاضر و ناظر جان کر میں محمد حبیب اللہ عرف راجو، محمد احمد اللہ عرف راجا، محمد حمد اللہ عرف جونی، محمد رحمت اللہ عرف جواہر، محمد نعمت اللہ عرف ہیرا یہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف جب جب اور جہاں کہیں بھی نکاح کریں تو فوراً تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی اور آج مورخہ ۲۵/۱۰/۱۰ کے بعد اگر کسی نے ہم لوگوں میں سے کسی سے بھی نکاح کے متعلق دوسرے کسی بھی مضمون پر اگر دستخط کرائے تو وہ بھی والدین کی مرضی ورضامندی کے بغیر غیر معتبر ہوگا۔ ہم لوگ اس پورے مضمون کو خوب اچھی طرح پڑھ اور سمجھ کر اپنی رضامندی کے ثبوت کے لئے دستخط کرتے ہیں۔

(۱) محمد حبیب اللہ (۲) محمد احمد اللہ (۳) محمد حمد اللہ (۴) محمد رحمت اللہ (۵) محمد نعمت اللہ

گواہ: (۱) محمد شاجہاں اشرفی (۲) محمد عبداللہ (۳) آفتاب عالم (۴) محمد سیف اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین کہ پشت پر تحریر کردہ مضمون کو پڑھ سمجھ کر ثبوت کے لئے دستخط کرنے والے لڑکوں میں سے کسی نے اگر اپنی مرضی سے خفیہ شادی کر لی تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں ان لڑکوں میں سے جو بھی والدین کی مرضی کے خلاف جب بھی نکاح کرے گا یا نکاح کے لئے اپنا وکیل بنائے گا فوراً طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے "واذااضافه الی شرط وقع عقیب الشرط" (۱)

یعنی اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تو شرط کے تحقق کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الهداية، ج: ۲، ص: ۳۸۳

کیا بغیر اضافت طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: چاند خاں ماسی وارڈ نمبر ۷ تحصیل وضلع کوردھا چھتیس گڑھ

بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

بعد سلام عرض ہے کہ میں چاند خاں ولد شیر خان ساکن کوردھا عمر ۳۲ سال کچھ ماہ قبل ایک ہندو لڑکی ورشا بخشی کے ساتھ اسے مذہب اسلام قبول کرا کر مسلم جماعت کوردھا کے سامنے نکاح کیا۔ اس وقت وہ حمل سے تھی بعد میں لڑکا ہوا ہے، نکاح کے کچھ دنوں بعد اس خاتون کے والد کے ذریعے مسلم پنچایت کے دس پندرہ لوگوں کو لے کر میرے گھر آ کر مجھ سے بحث ومباحثہ کیا جانے لگا، اسی بیچ لڑکی کے والد کے درمیان تکرار اتنی بڑھ گئی کہ غصہ سے میز کو ٹھوکتے ہوئے سامنے بیٹھے ہوئے خاتون کے والد کو ڈرانے کے لئے بولا کہ خدا کو حاضر وناظر جان کر طلاق، طلاق، طلاق ایک سانس میں۔ جس وقت میں یہ لفظ کہا تو اس وقت وہ خاتون اس کمرے کے باہر دروازہ کے پاس کھڑی تھی، میرے ذریعے اس خاتون کی جانب نہ کوئی اشارہ کیا گیا اور نہ ہی میری نیت اس خاتون کو طلاق دینے کی تھی، میں تو صرف اس خاتون کے والد کو جو غیر قوم کا ہے اس کو ڈرا کر تکرار روکنا چاہتا تھا۔

(۱) کیا ایسی حالت میں طلاق مانی جائے گی؟

(۲) اس خاتون اور بچے کو میں اپنے ساتھ رکھ کر باقی زندگی خدائے تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر گزارنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ صحیح ومناسب ہوگا یا نہیں؟

برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب جلد از جلد مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) طلاق واقع ہونے کے لئے اضافت ونسبت ضروری ہے اگر طلاق میں اضافت بالکل نہ ہو نہ لفظ میں نہ نیت میں تو طلاق نہیں ہوگی۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "سکران هربت منه امرأة فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية بسه طلاق ان قال عنيت امرأتي يقع و ان لم ينو شيئا لا يقع"(۱)

اور در مختار میں ہے: "لم يقع بعر که الاضافة اليها"(۲)

اور امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست اگر در دل ہم قصد

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳۸۲

(۲) الدر المختار، ج: ۱، ص: ۲۲۷

اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست" (۱) اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی صاحب قدس سرہ رقم فرماتے ہیں: "عورت کا نہ نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا کہ اسے طلاق یا تجھ کو طلاق دی تو یہ اضافت سے خالی ہے اور حکم وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے، "کما فی الخالیۃ وغیرہ" (۲) اگر آپ کا مذکورہ بیان صحیح ہے کہ نہ عورت کا نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا اور نہ نیت طلاق کی تھی تو ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مناسب وبہتر ہوگا قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (۳) لیکن اگر قبل نکاح آپ نے اس کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھا تھا تو صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

کیا حلالہ میں وطی کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ از: سید ریاض حسین، شاہ بخاری، ساکن سوکڑ درہال، ملکاں، ضلع راجوری، جموں وکشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے عورت کو طلاق دیا، معززین محلہ نے بچوں کا کھانا وغیرہ پکانے کے لئے عورت کو اسی آدمی کے گھر الگ کمرہ دلوایا جس میں وہ رہائش پذیر ہوئی، تقریباً دو سال اسی کمرے میں رہن سہن کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا تھا۔ معززین محلہ نے فیصلہ کیا کہ شریعت مطہرہ کی جانب سے یہ حکم صادر ہوتا ہے کہ دوبارہ نکاح کے لئے ضروری ہے کہ اس عورت کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کروایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس عورت کا نکاح ایک دوسرے شخص کے ساتھ کروادیا گیا، جس شخص کے ساتھ نکاح کروایا اس نے عورت کی جانب بیوی کی حیثیت سے توجہ نہیں دی، ایسے ہی طلاق دے دی، اس کا پہلا شوہر معلوم ہونے کے باوجود کہ دوسرا شخص جس کے ساتھ نکاح کروایا تھا اس نے عورت کو بیوی کی حیثیت سے نہیں رکھا، تین سال سے نکاح کر کے بسا رہا ہے۔

(۱) حضور والا سے یہ دریافت کرنا ہے کہ شریعت مطہرہ اس شخص کے لئے کیا حکم صادر ونافذ کرتی ہے جو بغیر حلالہ کے عورت کو گھر بسائے (۲) یہ کہ اس شخص کے لئے شریعت مطہرہ کی طرف سے کیا حکم ہے جس کے ساتھ حلالہ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) فتاوی امجدیہ، ج:۲، ص: ۲۳۲

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۹

کے لئے نکاح کروایا گیا تھا، اس عورت کو بیوی کی حیثیت سے نہیں دیکھا ایسے ہی طلاق دے دی (۳) وہ لوگ جنہوں نے یہ معاملہ معلوم ہونے کے باوجود نکاح کروایا ہے ان کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم فرماتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلظہ دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی اور اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔ حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا بھی ضروری ہے بغیر وطی ہرگز ہرگز حلالہ صحیح نہیں ہوگا۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (۱) اس آیت کریمہ کے تحت جلالین شریف میں ہے: فلاتحل له من بعد الطلقة الثلاثة حتى تنكح تتزوج زوجا غيره ويطأها كما في الحديث رواه الشيخان" (۲) اور علامہ قاضی بیضاوی رقمطراز ہیں: "اتفق الجمهور على انه لابد من الاصابة (اى الوطى) لما روى ان امراة رفاعة قالت (الى قوله) قال عليه السلام لاحتى تذوقى عسيلته ويذوق عسليتك (۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ان كان الطلاق ثلاثالم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا يدخل بهاثم يطلقها او يموت عنها كذا في الهداية" (۴)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا لازم ہے۔ اگر بغیر وطی طلاق دے دیا تو حلالہ درست نہیں ہوا۔ اور وہ عورت شوہر اول کے لئے ہرگز حلال نہ ہوئی، لہٰذا شخص مذکور کا بغیر حلالہ اس عورت کو اپنے نکاح میں لانا ناجائز و حرام ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً اس عورت کو جدا کردے اور اپنی حرام کاری سے باز آکر علانیہ توبہ واستغفار کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو ٹھیک ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور اس کے ساتھ نشست و برخاست، سلام و کلام سب بند کردیں۔ اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۵) واللّٰه تعالىٰ اعلم

(۲) شوہر اپنی بیوی کو بے وطی کئے بھی طلاق دے سکتا ہے لہٰذا شخص مذکور پر شرعاً کوئی الزام نہیں ہے۔ واللّٰه تعالىٰ اعلم.

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰
(۲) تفسیر الجلالین، ص: ۳۵
(۳) التفسیر للبیضاوی، ص: ۱۵۱
(۴) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۴۳۱
(۵) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) وہ سب کے سب زنا کے دلال سخت فاسق و فاجر حرام کار مستحق نار ولائق غضب جبار ہیں۔ ان پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا بھی سماجی بائیکاٹ کر دیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ

طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے

مسئلہ از: شیر محمد موضع تینواں پوسٹ گور ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کا عقد زید سے ہوا اور ہندہ کچھ عرصہ اپنے سسرال میں تھی۔ زید و ہندہ کے درمیان نا اتفاقی ہوئی جس سے ہندہ اپنے میکے چلی آئی۔ چند دن بعد زید اپنے والد کے ساتھ ہندہ کے گھر آیا اور زید نے ایک پرچہ ہندہ کے والد کو دیا۔ ہندہ کے والد دوسرے آدمی سے پڑھوائے تو اس نے کہا کہ ہندہ کی طلاق لکھی ہوئی ہے تو زید اس وقت چپ تھا۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے اب زید کا کہنا ہے کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دیا ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ اس پرچہ میں کیا لکھا گیا تھا اور زید کا باپ بھی کہہ رہا ہے کہ میں اپنی مرضی سے طلاق نامہ دوسرے آدمی سے لکھوایا ہوں جب کہ اس پرچہ میں تین بار طلاق لکھا ہوا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوئی تو ہندہ ایام عدت پوری کرے گی یا نہیں اور زید کے لئے کس طرح جائز ہوگی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے واقعی اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی اور نہ ہی اس کے کہنے سے اس کے والد نے طلاق نامہ تیار کیا تھا تو محض اس کے والد کے لکھ دینے سے طلاق واقع نہ ہوئی کہ طلاق دینے کا حق اور اختیار صرف شوہر کو ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) اس لئے زید کو دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں ہے ہندہ بدستور زید کی بیوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

کیا اقرار طلاق سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد رفیق باندہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو طلاق دیا اس وقت اس کا لڑکا، بیوی، بہو موجود تھے زید سے علماء نے پوچھا تو بیان دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ کتنی بار دیا دو بار یا تین بار لڑکا دو طلاق کا بیان دے رہا ہے۔ عورت اور بہو تین طلاق کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔ زید سے پوچھا گیا کس کا قول درست ہے تو کہا کہ میری بہو جھوٹ نہیں بول سکتی وہ جو کہہ رہی ہے صحیح ہے میں اس کو درست مانتا ہوں۔ (ہو سکتا ہے دیا ہو) کچھ عرصہ کے بعد بہو نے قرآن مقدس لے کر بیان دیا کہ میں نے ساس کے کہنے سے تین طلاق کہہ دیا تھا میرے خسر نے دو طلاق دی تھی اور لڑکے نے بھی دو طلاق کے بارے میں قرآن مقدس کی قسم کھا کر کہا ایسی صورت میں اب دریافت طلب امر اینکہ:

(۱) زید نے علماء سے جو بہو کی بات کو درست اور صحیح مانا ہے ایسی صورت میں زید کی مدخولہ بیوی پر کونسی طلاق واقع ہوگی؟

(۲) بہو کا پہلے تین طلاق کے بارے میں کہنا کچھ مہینے بعد قرآن مقدس ہاتھ میں لے کر دو طلاق کے بارے میں کہنے سے از روئے شرع بات مانی جائے گی یا نہیں۔

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں زید نے چوں کہ بہو کی بات کو صحیح تسلیم کر لیا تو یہ اقرار طلاق ہے لہٰذا اب زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ لان اقرار الطلاق طلاق کما فی الفقہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"اقرار سے طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگر چہ عنداللہ طلاق نہ ہو جب کہ جھوٹ کہا ہو کما فی الفتاوی الخیریة فیمن اقر بالطلاق کاذبا:(۱)

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ فرماتے ہیں" اگر واقعی اس نے پہلے طلاق دی تھی تو واقع ہو گئی اور اگر پہلے نہ دی تھی اس اقرار سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جانے کا حکم کیا جائے گا۔ اگر چہ اس نے جھوٹ بیان دیا ہو۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۳۰

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲، ص:۱۸۱

(۲) مذکورہ بالا جواب سے واضح ہوگیا کہ جب زید نے بہو کے کہنے پر تین طلاق کا اقرار کرلیا تو اب زید کی بیوی پر تین طلاق پڑ جانے کا ہی حکم ہوگا اس لئے اب بہو کے دو طلاق کہنے سے دو نہیں مانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

جو دوستوں سے کہتا پھرے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تو کیا طلاق ہوگئی؟

مسئلہ از: شاہ عالم عطاری غوثیہ مسجد، فتح نگر راوٗپور ضلع جلگاؤں ایم ایس

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ رشتۂ زوجیت میں ہیں مگر زید نے آپسی رنجش و تکرار کی بنیاد پر زبان سے کہہ دیا کہ میں ابھی تم کو طلاق دیتا، طلاق طلاق اور دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد کہتا ہے کہ حضرت میں نے غصہ میں دیا تھا تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ تفصیل مطلوب ہے۔ غصہ کی وضاحت چاہئے اور صلح کا طریقہ بھی بتائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر صرف اتنا کہتا کہ ابھی تم کو طلاق دیتا، طلاق طلاق تو طلاق واقع نہ ہوئی جیسا کہ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "اور اگر وہ (بولا گیا جملہ) دیتے یا دے دیتے ہیں اگر چہ اردو محاورہ کے بالکل خلاف ہے کہ ایسی جگہ یہ لفظ بولا جائے جب بھی طلاق نہ ہوگی۔" (۱)

مگر اس نے بعد میں دوستوں سے طلاق دینے کی بات کی جس سے اقرار طلاق ثابت ہوگیا تو زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ لان اقرار الطلاق طلاق کما فی الکتب الفقهية اور زید کا یہ کہنا کہ میں نے غصہ میں دی تھی عذر نہیں ہے کہ طلاق عموماً غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقم فرماتے ہیں "غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتی ہے" (۲)

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج:۲، ص: ۱۸۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۳۰

ایسا غصہ کہ جس میں غیظ وغضب اس حد کو پہنچ جائے کہ عقل کا زوال ہو جائے اور یہ خبر نہ ہو کہ کیا کہتا ہوں اور کیا زبان سے نکلتا ہے تو بلاشبہ غصہ کی ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے کما ھو المذکور فی الفتاوی الرضویہ.(۱) فقہانے غصہ کی ایسی کیفیت کے متعلق عدم وقوع طلاق کا حکم دیا ہے۔صورت مذکورہ میں اگر زید ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اب حلالہ کر کے رکھ سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب.

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹/ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

کیا حاملہ عورت پر طلاق ہو جاتی ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت کو طلاق دینے سے کیا طلاق ہو جائے گی؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہو جائے گی چنانچہ علامہ حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں:" حل طلاقھن ای الایسۃ والصغیرۃ والحامل"(۲)

امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:" حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی۔"(۳)

اور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم القدسیہ لکھتے ہیں:" کہ حالت حمل میں طلاق واقع ہو گئی۔(۴)

ان تمام اقوال وارشادات سے واضح ہوا کہ حالت حمل میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

صح الجواب: محمد قدرت اللہ الرضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۳۰، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۴، ص: ۴۳۴

(۳) احکام شریعت، ج:۲، ص: ۱۶۷

(۴) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲، ص: ۱۷۴

کیا بذریعہ خط طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد خلیل احمد، جعفر آباد، پوسٹ بڑھا بھٹورہ، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کو بذریعہ خط تین طلاق دے دیا اور مزید اس میں لکھا کہ تین مرتبہ تمہیں طلاق قبول ہوا اور تین جگہ اپنا دستخط کیا اور تین گواہوں سے دستخط کروایا جن گواہوں میں دو مسلمان اور ایک ہندو بھی تھے، چنانچہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ مدلل ومفصل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید نے اگر واقعی اپنی بیوی ہندہ کو اس طرح کا خط دیا ہے تو ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی "لان القلم احدی اللسانین" اور اب وہ بغیر حلالہ زید کے لئے ہرگز ہرگز حلال نہیں ہے، البتہ زید نے ایک کافر کو بھی گواہ بنا کر ناجائز وحرام کام کیا، اس پر توبہ لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے کتنی طلاق ہوتی ہے؟

مسئلہ از: حافظ الحسن قادری خلیل آبادی، سنی جامع مسجد، کھیرواڑ، تعلقہ راویر، ضلع جلگاؤں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی اور زید نے بکر سے اس طلاق کے متعلق مسئلہ پوچھا تو بکر نے ایک طلاق ہونے کا حکم جاری کیا، کیا یہ بکر کا قول درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایک مجلس میں تین طلاق ہو جانے پر جمہور صحابہ کرام وتابعین عظام اور ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں "باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد" میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق ایک دم دے دی تو حضور نے ان تینوں کو نافذ کر دیا کلمات یہ ہیں "قالت تکلفنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم" (۱) امام اجل محقق بے بدل ابوزکریا نووی شافعی قدس سرہ شرح مسلم شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

"قال الشافعي ومالک وابوحنيفة واحمد و جماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث" (۲)

اور محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقمطراز ہیں: "ذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلث (۳)

ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی۔ بکر کا قول سراسر غلط اور باطل ہے، اس پر عمل کرنا ناجائز وحرام ہے، اس کا قول گمراہی وگمراہ گری ہے، ایسے لوگوں سے مسئلہ معلوم کرنا بھی ناجائز وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم اس مسئلہ کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "ازالۂ فریب" میں دیکھیں۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶/ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۳ھ

کیا شوہر کے علاوہ کسی اور کے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: فاروق حسین ولد خواجہ ولی محمد وانی ساکنہ اسٹیڈیم کالونی بارہ مولہ، کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مندرجہ ۶/ ستمبر ۲۰۰۱ء کو میری شادی زبیدہ بنت عبدالعزیز ہٹ ساکنہ لنگمیٹ کے ساتھ ہوئی۔ دس دنوں تک وہ میرے ساتھ میرے گھر پر رہی۔ پھر وہ دس دنوں کے بعد سسرال ایک دعوت پر چلی گئی جس کو ہماری زبان میں (پھرسال) کہتے ہیں۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں اس کے گھر پر ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس دوران میں اور میرے گھر والے ان کی تعزیت کے لئے جاتے رہے۔ تیجہ وغیرہ ہونے کے بعد میرے گھر والوں نے میری بیوی کو گھر آنے کے لئے کہا لیکن اس نے گھر آنے سے انکار کیا۔ پھر میں نے اپنے محلہ کے خاص افراد کو بھیجا بلانے کے لئے مگر پھر بھی وہ انکار کرتی رہی۔ اور میرے محلہ والوں سے کہا کہ مجھے طلاق دلا دو لیکن میں نے ہر بار طلاق دینے سے انکار کر دیا، اور اب بھی انکار ہی کر رہا ہوں بلکہ اس کو اپنے ہی ساتھ رکھنا چاہتا ہوں پھر بھی اس نے اپنے محلہ کی کمیٹی کو طلاق کے لئے بھیجا لیکن میں نے انکار کیا پھر میں نے اور میرے بہنوئی محمد عبداللہ نے اپنی مسجد کی کمیٹی کو کہا وہ صلح سے گئی ہے اور صلح سے آئے گی اس پر مسجد کمیٹی نے کہا کہ وہ

(۱) سنن ابی ماجہ، ص: ۱۴۵

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۴۷۸

(۳) فتح القدیر، ج: ۳، ص: ۳۳۰

خلع چاہتی ہے اس میں تمہاری کیا رائے ہے تو میں نے اہل کمیٹی کو کہا کہ مجھے شادی پر دس لاکھ کا خرچ آیا ہے میں دوسری شادی کیسے کرسکتا ہوں اب میں دوسری شادی نہیں کرسکتا۔ بہر حال پھر میری بیوی کے خاندان والے یہ مسئلہ یہاں کے مشہور مفتی جناب مفتی اعظم جموں وکشمیر شیر الدین کے یہاں لے گئے میں نے بھی اپنے گواہوں کو مفتی شیر الدین کے پاس پیش کیا اور اپنا معاملہ سنانا چاہا مگر معاملہ پیش کرتے وقت مفتی صاحب کے ایک سیکورٹی گارڈ غلام نبی (جوان کا سکریٹری بھی ہے) نے مجھے دھمکی دی کہ اگر تم زبیدہ بانو کو طلاق نہیں دو گے تو میں تم کو نوکری سے برخاست کردوں گا اور مار ڈالوں گا۔ میں مذکورہ مفتی صاحب کے پاس حاضر نہ ہوسکا جس کی وجہ سے مذکورہ مفتی صاحب نے خود میری بیوی کو طلاق دیا اس طلاق مفتی کی خبر مجھے اس وقت ہوئی جب مجھے کیوا خوہ کوٹ کی عدالت سے خبر ملی مفتی صاحب نے اپنے فتوے میں ایک حدیث سے استدلال پیش کیا ہے۔ مذکورہ مفتی صحیحین میں بروایت عبداللہ بن عباس ایک روایت نقل کرتا ہے جس میں ثابت بن قیس کی بیوی کا مسئلہ پیش کیا گیا ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۷۹۴ پر وہ حدیث ہے۔ اب حضور والا سے گزارش ہے کہ کیا میرے طلاق دینے سے انکار کے باوجود مذکورہ مفتی کے طلاق دینے سے میری بیوی کو طلاق پڑ جائے گی یا نہیں میں اس وقت بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں جب کہ اس استفتاء کے فتوے کو مجھے ۹ رفروری کو مجھے عدالت میں پیش کرنا ہے۔

مذکورہ مسئلہ کو ازروئے شرع دلائل و براہین سے حل فرما کہ میری مشکل کو آسان فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مفتی مذکور کا آپ کی بیوی کو طلاق دینا شرعاً لغو اور باطل ہے کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: " و هو الزوج كذا فسره علي رضي الله عنه (الی قوله) وهذا لان الطلاق بيده فكان بقاء العقد بيده" (۲) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے کیوں کہ طلاق اسی کے ہاتھ میں ہے تو نکاح کا باقی رہنا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح روح المعانی، انوار التنزیل وغیرہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الطلاق لمن اخذ بالساق" (۳) یعنی طلاق کا اختیار صرف شوہر کو ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں مفتی صاحب کے طلاق دینے سے

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۷

(۲) تفسیر النسفی، ج: ۱، ص: ۱۲۱

(۳) سنن ابن ماجه، ص: ۱۵۲، باب الطلاق

ہرگز ہرگز آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۷ رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

کیا شوہر کا اپنی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد جاوید احمد کشمیری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کے پاس گیا اور کچھ آپسی اختلاف کی بنیاد پر بیوی کی جانب طلاق کی نسبت کرنے کے بجائے غصہ میں آکر اپنی طرف کرلی اور کہا مجھے طلاق ہے میں اس سرزمین پر قدم نہیں رکھوں گا چنانچہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی کہ عورت کی جانب اضافت ونسبت نہیں پائی گئی جب کہ وقوع طلاق کے لئے عورت کی طرف اضافت ضروری ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہے: "لان الطلاق لاوقوع له الا بالایقاع ولاایقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمراۃ ولایتاتی ذلک الا بالاضافة (۱) واللہ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری
الجواب حق وصواب: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

شوہر تین طلاق دے کر صرف دو کا اقرار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عظمت علی بن منور علی مقام بہادر پور، پوسٹ لال پور، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی کچھ دنوں کے بعد دونوں میں نااتفاقی پیدا ہوگئی اور زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ زید کا کہنا ہے کہ میں نے دو ہی طلاق دیا اور تیسری طلاق دینے ہی جارہا تھا کہ میری ماں نے مجھے منع کر دیا، جب کہ ہندہ کا کہنا ہے کہ زید نے دو طلاق گھر کے باہر دیا

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۰۵

اور ایک طلاق گھر کے اندر دیا، اس کے باوجود بھی دونوں تقریباً ایک ماہ ساتھ رہے، جب ہندہ اپنے میکے آنے لگی تو اس کو قرآن اٹھوا کر قسم کھلایا گیا کہ طلاق کے معاملات کو کسی سے نہیں کہنا، ایسی صورت میں کتنی طلاق کا وقوع ہوا، اگر دونوں ایک ساتھ رہنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی۔ نیز قسم کھلانے والے پر اور خود ہندہ اور زید پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ سامان جہیز کس کی ملکیت ہے اور کس کو ملنا چاہئے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مسئولہ میں اگر واقعی زید نے دو طلاق دی ہے اور عورت مدخولہ ہے تو دو طلاق رجعی واقع ہوئی اور اس صورت میں اگر زید نے عدت کے اندر ہندہ سے ہمبستری کر لی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا یا زبانی طور پر رجعت کر لی تو رجعت ہوگئی۔ "قال اللہ تعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾(۱)

اور اگر زید تین طلاق دے چکا ہے مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت یقین سے جانتی ہے کہ زید نے اسے تین طلاق دی ہے تو حتی الامکان اس سے دور رہے جس طرح بھی ہو سکے اس سے پیچھا چھڑائے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

"شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو اس سے پیچھا چھڑائے، مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے۔ غرض جس طرح ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے۔"(۲)

اور جن لوگوں نے معاملہ طلاق میں اصل حقیقت کو چھپائے رکھنے اور غلط بات کہنے پر قسم کھائی یا کھلائی وہ سب مجرم و گنہگار ہیں، ان پر توبہ ضروری ہے۔

جہیز کا سامان کل کا کل عورت کی ملک ہے، دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کل لے لے گی اور مر گئی تو اس کے ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ خاتم المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "کل احد یعلم ان الجهاز ملک للمرأة اذا طلقها تاخذ کله و اذا ماتت یورث عنها"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۰ ربیع النور ۱۴۲۴ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹

(۲) بہار شریعت، ج:۸، ص: ۷۳

(۳) رد المحتار، ج:۲، ص: ۳۶۸

شوہر کے انتقال کے بعد نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ: ساجد علی نوری ولد فیاض احمد، پہاڑ پور، مئوناتھ بھنجن، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ (۱) ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دیا تو پھر وہ عورت عدت گزارنے کے بعد دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کرے تو نکاح درست ہوا یا نہیں؟ (۲) ایک غیر مقلد کا کہنا ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد نکاح نہیں ٹوٹتا ہے اس لئے کہ دونوں حشر میں ایک ساتھ ہوں گے اگر نکاح ختم ہو جاتا تو ایسا کیوں ہوتا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر شوہر نے طلاق بائن دی تھی یا رجعی اور بعد عدت نکاح کیا تو نکاح صحیح اور درست ہے اور اگر طلاق مغلظہ دی اور بغیر حلالہ صحیحہ کے نکاح کر لیا تو یہ ناجائز و حرام ہے۔ نکاح ہرگز نہ ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ الی قولہ تعالیٰ ﴿فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ﴾ (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) انبیاے کرام کے علاوہ تمام لوگوں کا نکاح موت سے ختم ہو جاتا ہے، علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "وبالموت ینتھی النکاح نھایتہ" (۱)

اور ملک العلماء علامہ کاسانی قدس سرہ فرماتے ہیں: "لانہ ینتھی بہ النکاح" (۳) یعنی موت سے نکاح اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور آخرت میں جس طرح حوریں بطور انعام ملیں گی حالاں کہ دنیا میں ان سے کسی نے نکاح نہیں کیا ہے یوں ہی بطور نعمت یہ عورتیں بھی بفضل خداوندی ملیں گی۔ احکام آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔
واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) البحر الرائق، ج: ۳، ص: ۱۴۳

(۳) بدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۵۸۹

طلاق ثلاثہ کی تفصیل اور رد غیر مقلدین

مسئلہ از: محمد انوار بن ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب بدھیانی خلیل آباد

حضرت العلام قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین نہیں بلکہ ایک ہوگی جبکہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔

اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی دلیل اور اس کا جواب اور اہلسنت کے موقف کی وضاحت فرمائیں کرم ہوگا ساتھ ہی طلاق کی صحیح نوعیت سے بھی آگاہ کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

میاں بیوی کے درمیان قائم تعلقات میں کبھی کبھی ایسا نازک موڑ آجاتا ہے کہ ان کے مابین تفریق اور جدائی کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں رہ جاتا ہے شریعت مطہرہ نے ایسے ناخوشگوار حالات میں زوجین کو رشتہ ازدواج ختم کرنے کی اجازت دی ہے اصطلاح شرع میں اسی کو طلاق کہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں اسلام نے تدریجی عمل اور منزل بہ منزل اقدام کی جو رہنمائی فرمائی ہے وہ اسلام کا ہی حصہ ہے مسئلہ طلاق پر قرآن کریم رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (۱)

یعنی طلاق دو بار ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شوہر کو دو طلاق تک اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہے تو بیوی کو اپنے پاس دوبارہ بحیثیت بیوی رکھ لے اور چاہے تو چھوڑ دے تاکہ عورت عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر لے، فقہائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ بتایا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کی پاکی کے زمانہ میں صحبت سے قبل ایک طلاق دے پھر دوسری مرتبہ عورت کی پاکی کے وقت دوسری طلاق دے یہ تدریجی عمل اس لئے بتایا گیا کہ ممکن ہے دونوں کے درمیان تلخی ختم ہو جائے ماضی کی محبت اور گزرے لمحات کی یادیں ان کو پھر ایک ساتھ رہنے پر آمادہ کر دیں اور رشتہ برقرار رہے قرآن کریم نے اسی بات کو ﴿فامساک بمعروف﴾ سے بیان کیا ہے لیکن اگر اب بھی دوریاں سمٹنے والی نہ ہوں اور نباہ کی کوئی راہ نہ نکل سکے تو بہتر ہے کہ شوہر اسے چھوڑ دے اس بات کو ﴿او تسریح باحسان﴾ کے

(۱) سورۃ البقرۃ آیت: ۲۲۹

ذریعہ جتایا گیا ہے اور فقہ حنفی کی عظیم کتاب فتح القدیر میں یوں فرمایا:

"فالاحسن ان یطلق الرجل امراته تطلیقة واحدة فی طهر لم یجامعها فیه ولا فی الحیض الذی قبله ولا طلاق فیه وهذا علی ظاهر المذهب "(۱)

طلاق کی مذکورہ بالا صورت ایسی ہے کہ بچھڑے زوجین کو اب بھی آسانی سے گلے ملنے کی راہ موجود ہے یعنی عدت کے اندر محض رجوع کر لینے سے اور بعد عدت تجدید نکاح سے وہ حسب سابق میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔

رشتۂ نکاح ختم کرنے کی آخری صورت "تیسری طلاق" ہے جس کے بعد پھر رشتۂ نکاح میں جڑنا محال تو نہیں مگر مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ رب کریم قرآن کریم میں اس صورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۲) مطلب یہ ہے کہ پھر اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اسکے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہ لے۔

طلاق دینے کی مذکورہ صورت کو شریعت مطہرہ نے احسن فرمایا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طریقہ احسن پر عمل نہ کر کے عجلت وجہالت میں بیک وقت تین طلاق دیدے تو اسے ایک مانا جائے جس میں شوہر کو رجعت کا اختیار رہتا ہے یا تین مانا جائے جس میں بیوی مکمل طور سے زوجیت سے نکل جاتی ہے اور شوہر آسانی سے دوبارہ اسے اپنی بیوی نہیں بنا سکتا ہے۔

ائمہ دین نے بیک وقت تین طلاق دینے کو گناہ قرار دیا ہے مگر اس کے باوجود تینوں طلاق واقع ہو جانے کی بھی تصریح فرمائی ہے چنانچہ "فتح القدیر" میں ہے:

(قوله وطلاق البدعة) ماخالف قسمی السنة وذالک بان یطلقها ثلاثا بکلمة واحدة اومفرقة فی طهر واحد اوثنتین کذالک اوواحدة فی الحیض اوفی طهر قد جامعها فیه اوجامعها فی الحیض الذی یلیه هو، فاذافعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیا (۳)۔ اسی میں ہے

"وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین الی انه یقع ثلاثا" (۴)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دی خواہ طہر میں دی یا

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳۴۸

(۲) سورۃ البقرۃ آیت: ۲۳۰

(۳) فتح القدیر کتاب الطلاق ج: ۳، ص: ۴۴۹

(۴) فتح القدیر کتاب الطلاق ج: ۳، ص: ۴۵۱

حیض میں بیک کلمہ دی یا متفرق طور پر ائمہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بہرحال تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ ائمہ کرام نے اس سلسلہ میں متعدد احادیث بطور دلیل پیش کی ہیں چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عویمر العجلانی کا واقعہ تفصیل سے ذکر کے بعد ہے

"قال عویمر کذبت علیها یارسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول الله ﷺ"(۱)

ابوداؤد شریف میں ہے: "عن ابن شهاب عن سهل بن سعد فی هذا الخبر فطلقها ثلث تطلیقات عند رسول الله ﷺ فانفذه رسول الله ﷺ"(۲)

سنن ابن ماجہ میں ہے حضرت عامر شعبی نے فاطمہ بنت قیس سے پوچھا کہ آپ اپنی طلاق کا ماجرا سنائیں تو انہوں نے کہا: "طلقنی زوجی وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول الله ﷺ "(۳)

اور ان کے شوہر نے بیک وقت ہی تینوں طلاقیں دی تھیں چنانچہ اس حدیث کی دوسری روایت یہ ہے: "ان حفص بن مغیرة طلق امراته فاطمة بنت قیس علی عهد رسول الله ﷺ ثلث تطلیقات فی کلمة واحدة فابانها منه النبی ﷺ"(۴)

سنن دار قطنی میں ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں جا کر اس کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"بانت بثلاث فی معصیة الله تعالی وبقی تسع ماة و سبع و تسعون عدوانا وظلماً"(۵)

ان احادیث مبارکہ کے علاوہ اور بھی متعدد حدیثیں ہیں جن سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین ہی مانی جاتی ہے

اس مسئلہ پر دلیل پیش کرتے ہوئے علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"ومن الادلة فی ذلک مافی مصنف ابن ابی شیبة والدار قطنی فی حدیث ابن عمر المتقدم "قلت یا رسول الله ارایت لوطلقتها ثلاثا؟قال اذاقد عصیت ربک وبانت منک

---

(۱)صحیح البخاری ج:۲،ص:۷۹۱

(۲)سنن ابی داؤد ص:۳۰۶

(۳)سنن ابن ماجه ص:۱۴۵،۱۴۶

(۴)سنن الدار قطنی ج:۲،ص:۴۳۰

(۵)سنن الدار قطنی ج:۲،ص:۴۳۳

امراتک وفی سنن ابی داؤدعن مجاهد قال :کنت عند ابن عباس فجاء ه رجل فقال:انه طلق امراته ثلاثا قال:فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ،ثم قال ایطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یاابن عباس یاابن عباس ؟فان الله عزوجل قال (ومن یتق الله یجعل له مخرجا) (الطلاق: ۲)عصیت ربک وبانت منک امراتک .وفی موطا مالک:بلغه ان رجلا قال لعبدالله ابن عباس :انی طلقت امراتی مائة تطلیقة فماذاتری علی ؟فقال ابن عباس :طلقت منک ثلاثاوسبع وتسعون اتخذت بها آیات الله هزوا.وفی الموطا ایضا :بلغه ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال :انی طلقت امراتی ثمانی تطلیقات فقال :ماقیل لک ،فقال:قیل لی بانت منک ،قال :صدقوا ،هو مثل مایقولون وظاهره الاجماع علی هذاالجواب.(۱)

حضرت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”قد اختلف العلماء فیمن قال لامراته انت طالق ثلاثا فقال:شافعی ومالک وابو حنیفة واحمد وجماهیر العلماء ومن السلف والخلف یقع الثلاث“(۲)

علمائے عرب نے طلاق ثلاثہ سے متعلق آج سے تقریبا ۳۵ سال قبل ایک فقہی سیمینار کیا جس میں تمام بحث ومباحثہ کے بعد انھوں نے طے کیا کہ مجلس واحد میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہ جائے گا فیصلہ کے الفاظ یہ ہیں:

”بعد الاطلاع علی البحث المقدم من الامانة العامة لهیئة کبار العلماء والمعد من قبل اللجنةالدائمة للبحوث والافتاء فی موضوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد وبعد دراسة المسئلة وتداول الرای واستعراض الاقوال التی قیلت فیها ومناقشة ماعلی کل قول من ایراد توصل المجلس باکثریته الی اختیار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا“(۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں دی گئی تین طلاق تین ہی مانی جائیں گی عہد رسالت سے لے کر اب تک جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ مسلمین کا یہی فیصلہ رہا ہے اور عامہ مسلمین اسی فیصلہ پر کار بند ہیں۔

اس فیصلہ کے خلاف اقل قلیل افراد جنھیں غیر مقلدیت کا نشہ سوار ہے آواز اٹھا رہے ہیں اور امت مسلمہ میں انتشار برپا کرر ہے ہیں ان لوگوں کے پاس کوئی قوی دلیل قطعا نہیں ہے اس سلسلہ میں وہ جن روایتوں کو پیش کرتے

(۱)فتح القدیر ج:۳،ص:۴۵۱،۴۵۲

(۲)شرح الصحیح لمسلم ج:۱،ص:۴۷۸

(۳)ابحاث هیئة کبار العلماء ج:۱،ص:۴۰۸

ہیں ہم ان کو درج کرکے اس کی مکمل وضاحت کریں گے

پہلی روایت مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال طلق رکانۃ بن عبد یزید زوجتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا فسالہ النبی ﷺ کیف طلقتہا قال طلقتہا ثلاثا فی مجلس واحد قال انما طلقۃ واحدۃ فارتجعہا"(۱)

دوسری روایت مسلم شریف میں ہے:

"عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قداستعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناۃ فلو قضیناہ علیہم فامضاہ علیہم"(۲)

غیرمقلدین ان دو روایتوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں مجلس واحد کی تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی مگر جب عہد فاروقی آیا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیا اس لئے ہم لوگ رسول اللہ کے فیصلہ پر ہی عمل کریں گے ہمارے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ قابل قبول نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ دونوں روایتیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہیں اس لئے مناسب ہے کہ طلاق ثلاثہ سے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا فتوی اور آپ کا عمل پیش کردیا جائے پھر ان روایتوں پر گفتگو کی جائے۔

پہلا فتوی: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کیا:

"انہ طلق امراتہ ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ ثم قال ینطلق احد کم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللہ قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا وانک لم تتق اللہ ولا اجد لک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امراتک"(۳)

یعنی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہے راوی نے کہا کہ ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے

---

(۱)مسند الامام احمد بن حنبل ج: ۱، ص: ۲۶۵

(۲)الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۴۷۷

(۳)سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ص: ۲۹۹

گمان ہوا کہ یہ اسے رجعت کا حکم دیں گے مگر کچھ دیر بعد فرمایا تم میں کا کوئی چلتا ہے تو حماقت پر سوار ہو جاتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس!

جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے گنجائش کی راہ نکال دیتا ہے اور تم تو اللہ سے ڈرے نہیں تو میں تمہارے لئے کوئی گنجائش کی راہ نہیں پاتا تو نے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔

حضرت مجاہد کے علاوہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مالک بن حارث، حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے بھی حضرت ابن عباس کا یہی فتویٰ ذکر فرمایا ہے چنانچہ امام ابوداؤد آگے فرماتے ہیں:

"روی هذا الحديث حميد الاعرج وغيره عن مجاهد وعن سعيد بن جبير وعن عطاء وعن مالك بن الحارث وعن عمرو بن دينار عن ابن عباس كلهم قالوا في الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منك"(۱)

یعنی اس حدیث کو حمید اعرج وغیرہ نے مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن حارث، اور عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ یہ سب حضرات بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے سائل کی تینوں طلاق کو نافذ کر دیا اور فرمایا کہ تیری عورت نکاح سے نکل گئی۔

دوسرا فتویٰ: مذکور فتویٰ کی طرح ایک دوسرے واقعہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے یہی فتویٰ دیا تھا چنانچہ حدیث کی مستند و معتمد کتاب "مشکوۃ المصابیح" میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا:

"اني طلقت امراتي مائة تطليقة فماذا ترى علي فقال ابن عباس طلقت منك بثلث وسبع و سبعون اتخذت بها آيات الله هزوا رواه في الموطا"(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے مذکورہ بالا فتاویٰ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ان کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔

غیر مقلدین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی جن روایتوں سے اپنے موقف پر استدلال کر رہے ہیں اگر وہ قابل عمل اور معتبر ہوں اور ان کے موقف کی تائید میں صحیح ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے خود بھی حدیث رسول کے خلاف فتویٰ دیا اور جانتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بھی خلاف حدیث عمل کی رہنمائی فرمائی حالانکہ صحابہ کرام جیسی مقدس اور پاکیزہ جماعت سے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ رسول

(۱) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ص: ۲۹۹

(۲) مشکوۃ المصابیح کتاب الطلاق ص: ۲۸۴

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث روایت کریں اور پھر قصداً اس کے خلاف فتویٰ صادر کریں۔حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور جملہ صحابہ کرام نے وہی فیصلہ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ تفصیل گزری۔

اب ہم غیر مقلدین کی پہلی دلیل پر گفتگو کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک قرار دے کر رجعت کا حکم دیا تھا مگر اس حدیث سے بچند وجوہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

اولا: یہ حدیث ضعیف و منکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے چنانچہ امام اجل علامہ ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"اما الروایة التی رواها المخالفون ان رکانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فروایة ضعیفة عن قوم مجهولین "(۱)

یعنی رہی وہ روایت جسے مخالفین نے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی قرار دیا یہ روایت ضعیف ہے جو مجہول لوگوں سے مروی ہے۔

اس روایت سے متعلق ایک وہابی عالم نے شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ یوں نقل کیا ہے

"قال شیخ الاسلام ابن تیمیه وحدیث رکانة ضعیف عند ائمة الحدیث ضعفه احمد والبخاری وابو عبیدوابن حزم بان رواته لیسوا موصوفین بالعدل والضبط"(۲)

یعنی شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ حدیث رکانہ ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کو ضعیف قرار دینے والوں میں امام احمد، امام بخاری، ابوعبید اور ابن حزم ہیں کیونکہ اس کے روی عدل وضبط والے نہیں تھے۔

اور غیر مقلدین کے معتمد خاص سعودیہ عربیہ کے سابق مفتی اعظم ابن باز نے یہ لکھا:

"یہ حدیث ضعیف ہے قابل استدلال نہیں ہے"(۳)

ثانیا: طلاق کا معاملہ عموما گھر میں پیش آتا ہے اس لئے گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم ہوتا ہے اور حضرت رکانہ کے متعلق گھر والوں کی روایت یہ ہے کہ انھوں نے تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ "طلاق بتہ" دی تھی لہذا یہی روایت مقبول ہوگی امام ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں:

---

(۱) المنهاج بشرح الصحیح لمسلم بن الحجاج ج:۱ ،ص:۴۷۸

(۲) توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام ج:۵،ص:۲۰

(۳) فتاوی ابن باز مترجم ص:۱۷۷

"حدثنا هناد ثنا قبيصة عن جرير بن حازم عن الزبير بن سعيد عن عبد الله بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده قال اتيت النبي ﷺ فقلت يارسول الله انى طلقت امراتى البتة فقال ماأردت بها قلت واحدة قال والله قلت والله قال فهو ما أردت"(۱)

یعنی حضرت رکانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری کیا نیت تھی ایک یا تین؟ میں عرض کی ایک فرمایا قسم بخدا میں نے عرض کی قسم بخدا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہی طلاق پڑی جس کی تو نے نیت کی۔

حضرت امام ابوداؤد رضی اللہ تعالی عنہ نافع بن عمیر اور عبداللہ بن علی رضی اللہ تعالی عنھما کی طلاق بتہ والی روایت کے بعد فرماتے ہیں:

"قال ابوداؤد وهذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به وحديث ابن جريج رواه عن بعض بنى ابى رافع"(۲)

یعنی ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ابن جریج کی اس روایت سے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی صحیح تر ہے کیونکہ طلاق بتہ کے راوی رکانہ کے گھر والے ہیں اور گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم زیادہ ہوتا ہے اور رہی ابن جریج کی روایت تو اسے ابورافع کے کسی لڑکے نے روایت کی ہے (جو رکانہ کے اہل خاندان سے نہیں)

علامہ اجل امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وانما الصحيح منها ماقدمناه انه طلقها البتة"(۳)

یعنی صحیح روایت تو وہ ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔

ناقد بصیر محدث بے نظیر علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان ابوداؤد رجح ان ركانة انما طلق امراته البتة كما اخرجه هو من طريق آل بيت ركانة وهو تعليل قوى"(۴)

یعنی ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی کیوں کہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل وعیال ہیں اور یہ ایک مضبوط علت ہے۔

---

(۱) جامع الترمذی ابواب الطلاق ج: ۱، ص: ۲۲۲

(۲) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ج: ۱، ص: ۳۰۰، ۳۰۱

(۳) المنهاج بشرح الصحيح لمسلم بن الحجاج كتاب الطلاق ج: ۱، ص: ۴۷۸

(۴) فتح الباری بشرح البخاری کتاب الطلاق ج: ۹، ص: ۳۶۳

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ "طلاق بتہ" دی تھی اب "طلاق بتہ" کی وضاحت بھی ملاحظہ کرلیں

لفظ "بتہ" مصدر ہے جس کا لغوی معنی کاٹنا اور جدا کرنا ہوتا ہے چنانچہ لغت کی مشہور کتاب "المعجم الوسیط" میں ہے:

"بت الشيَ بَتّاً و بَتّةً و بَتَاتاًقطعه مستاصلا و طلاق امر اته جعله باتاً "لا رجعة فيه"(۱)

اور اصول فقہ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ مصدر فرد حقیقی اور فرد حکمی دونوں کا احتمال رکھتا ہے طلاق کا فرد حقیقی ایک ہے اور فرد حکمی تین، تو طلاق بتہ میں ایک اور تین دونوں کا ہی احتمال ہے اب اگر کسی ایک احتمال کی تعیین ہوسکتی ہے تو بیان نیت سے۔ حضرت رکانہ نے خود ہی اپنی نیت بتادی کہ میں نے ایک طلاق مراد لی ہے مگر ایک طلاق مراد لینے میں یک گونہ تہمت کا اندیشہ تھا اور کوئی الزام لگاسکتا تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو بچانے کے لئے احتمال کا فائدہ اٹھایا اس لئے انھوں نے قسم بھی کھائی اور اس کی مزید توثیق کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوبارہ قسم بھی لی۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رکانہ نے طلاق بتہ سے تین طلاق مراد لی ہوتی تو ان کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوجاتی۔ اگر تین طلاق پڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو رکانہ نہ توقسم کھاتے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قسم لیتے اور ایسی صورت میں قسم کھانا اور لینا دونوں لغو ہوتا۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم لی اور رکانہ نے قسم کھائی تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو اگرچہ انھوں نے ایک ہی مجلس میں اور ایک ہی بار میں کہا تھا تاہم حضور کا فیصلہ یہی ہوتا کہ طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی ہے۔

اس تفصیل سے مثل آفتاب روشن وواضح ہوگیا کہ غیر مقلدین کا حدیث رکانہ سے یہ ثابت کرنا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوگی تین تین وجوں سے باطل و مردود اور غیر معتبر ہے

پہلی وجہ: یہ حدیث ضعیف و منکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں۔

دوسری وجہ: یہ حدیث رکانہ کے اہل وعیال کی روایت کے خلاف ہے۔

تیسری وجہ: یہ کہ اس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ خود اس روایت کے خلاف ہے

غیر مقلدین اپنے نظریے کی تائید میں جن دو روایتوں کو پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک کا حال واضح ہوجانے کے بعد دوسری روایت کا حال دیکھیں۔

(الف) دوسری روایت جسے حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی۔

(۱) المعجم الوسیط ص:۳۷

اس حدیث میں عموم واطلاق ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ طلاق ایک مجلس میں دی گئی ہو یا مختلف مجلس میں یونہی ایک کلمہ میں دی گئی ہو یا الگ الگ تمام صورتوں میں تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔
جبکہ کسی صحابی کسی مجتہد بلکہ کسی مقلد یا غیر مقلد کا بھی ایسا کوئی مسلک نہیں ہے کہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اسے ایک مجلس میں تین طلاق دے یا الگ کئی مجلسوں میں، بہر حال تین طلاق ایک ہی مانی جائے گی اس لئے یہ حدیث اپنے عموم واطلاق اور ظاہر کے اعتبار سے نا قابل حجت ہے۔
(ب) ابتدائے جواب میں چند احادیث نبویہ گزر چکی ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ مجلس واحد میں دی گئی تین طلاق کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسل نے تین قرار دیا ہے ان احادیث کے علاوہ دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی مانی جائے گی تو صحیح مسلم میں حضرت طاؤس کی حضرت ابن عباس سے یہ روایت کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین کے خلاف ہوئی اس لئے یہ روایت شاذ اور معلل اور استدلال سے خارج ہے۔
(ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابن عباس خود روایت فرما رہے ہیں کہ عہد نبوی میں تین طلاق کو ایک شمار کیا جاتا تھا تو بھلا انھوں نے جانتے ہوئے اس کے خلاف فتویٰ کیسے صادر فرمایا۔ جب خود انکے فتاویٰ اس حدیث کے خلاف ہیں تو ماننا پڑے گا کہ یہ روایت شاذ اور نا قابل حجت واستدلال ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت طاؤس کی مذکورہ روایت سے یہ استدلال قطعاً نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث کے عموم میں جس طرح ایک مجلس داخل ہے ویسے ہی تین مجلسیں بھی تو داخل ہیں بلکہ تین طہر بھی شامل ہیں تو پھر یہ بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ تین مجلس میں بلکہ تین طہر میں اور تین کلمات میں دی گئی تین طلاقیں بھی ایک ہی شمار ہوں گی حالانکہ دنیا بھر میں کوئی بھی صحیح دل ودماغ والا اس کا قائل نہیں ہے۔
اسی لئے فقہائے اسلام اور علمائے امت نے اولاً اس کے فنی سقم وضعف کی بنا پر رد کر دیا اور ثانیاً بر سبیل تنزل اس کی متعدد تاویلیں کی ہیں جن میں ایک تاویل یہ ہے کہ یہ حدیث خاص غیر مدخولہ کے متعلق ہے عہد رسالت میں اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک غیر مدخولہ کو جب کوئی طلاق دیتا تو الگ الگ ایک ایک طلاق دیتا اس لئے بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتیں اور اعتبار صرف پہلی طلاق کا ہوتا۔
لیکن بعد میں لوگ ایک ساتھ اسے تین طلاق دینے لگے اس لئے اب تینوں طلاقوں کا اعتبار ضروری ہو گیا اور اسی پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا اور یہی موقف پوری امت مسلمہ کا ہے اس بات کی تائید ابوداؤد شریف کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے اس میں ہے:
"عن طاؤس ان رجلا يقال له ابو الصهباء كان كثير السوال لابن عباس قال :اما علمت

ان الرجل کا ن اذا طلق امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وصدرامن امارة عمر ؟قال ابن عباس :بلیٰ کان الرجل اذا طلق امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وصدرامن امارة عمرفلما رای الناس قد تتابعوا فیها قال أجیزهن علیهم ''(۱)

''حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ابوصہبا نام کے ایک شخص حضرت ابن عباس سے اکثر سوال کرتے رہتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دے دیتا تو اسے حضور علیہ السلام اورصدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے ابتدائی دور میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیوں نہیں جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ دخول (خلوت یا جماع) سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو عہد رسالت وعہد صدیق اکبر اور عمر فاروق کے ابتدائی عہد میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا پھر جب حضرت عمر نے مشاہدہ کیا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے لگے ہیں تو آپ نے فرمایا میں ان پر تینوں طلاقیں نافذ کرتا ہوں۔''

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت جس میں تین طلاق کے ایک ہونے کا شبہ پیدا ہو رہا تھا اس کا تعلق خاص اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین بار میں تین طلاق دی ہو۔ اور اس مسئلہ میں ہمارا بھی مذہب یہی ہے کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دی جائے تو صرف ایک طلاق پڑے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب ،سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے یہ ثابت ہوگیا کہ اگر کوئی مسلمان اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے خواہ ایک دفعہ میں یا کئی دفعہ میں تو بہر حال اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق دے دے تو بھی تینوں پڑ جائیں گی ہاں اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کئی مرتبہ میں یا کئی کلمات میں الگ الگ تین طلاق دے تو صرف پہلی طلاق پڑے گی اور بعد کی دونوں طلاقیں لغو اور بے کار ہو جائیں گی۔

یہی مذہب تمام حنفیوں ، مالکیوں ،شافعیوں اور حنبلیوں کا ہے اور یہی تمام صحابہ کرام کا بھی مذہب ومسلک ہے یہی احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔

مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت طاؤس بھی اپنی اس روایت کے خلاف فتویٰ دیتے تھے ان کا کہنا تھا کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین طلاق دی جائے تو ایک طلاق ہوگی کیونکہ ایسی عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کے طلاقوں کا محل نہیں رہتی حضرت طاؤس مدخولہ کی تین طلاق کو ایک

(۱)سنن ابی داؤد ج:۱،ص:۲۹۹

نہیں قرار دیتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:"عن لیث عن طاؤس وعطاء انهما قالا اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها فهي واحدة "(۱)

یعنی لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاق دیدے تو وہ ایک طلاق ہوگی اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلق تین طلاقوں کو ایک نہیں مانتے تھے اس لئے طاؤس کی جس روایت کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہ صحیح اور قابل حجت نہیں ہے۔

الحاصل اگر ناگزیر حالت پیش آجائے تو شوہر طلاق احسن کے ذریعہ بیوی کو زوجیت سے نکال سکتا ہے اور اگر بیک وقت تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو جائے گی البتہ شوہر گنہگار ہوگا اس پر توبہ لازم ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ ج:۵،ص:۲۶

بغیر وطی طلاق دی تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام باڑہ راوٗیر ضلع جلگاؤں مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ایک بالغ لڑکے نے نابالغ لڑکی سے نکاح کیا اور رخصتی ہونے سے پہلے طلاق دے دیا اس وقت لڑکی بالغ ہو چکی ہے پھر اسی سے نکاح چاہتا ہے ایسی صورت میں حلالہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر لڑکے نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بیک لفظ تین طلاق دی۔ مثلاً یوں کہا کہ "میں نے تجھے تین طلاق دی تو تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی اور عورت مغلظہ ہو جائے گی بغیر حلالہ اس لڑکے کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر طلاق متفرق طور پر دیا ہے۔ مثلاً یوں کہا "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا، طلاق دیا تو ایسی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور بغیر حلالہ کے دوبارہ اس لڑکی سے اس کی اجازت پر نکاح کر سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اذا طلق الرجل امراته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها، فان فرق الطلاق بانت بالاولى و لم تقع الثانية والثالثة كذا فى الهداية"(۱)

اس کا مطلب فقیہ ملت علامہ شاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "یعنی اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت مغلظہ ہو جائے گی بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر طلاق میں تفریق کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری تیسری لغو ہو جائے گی،(۲) وهكذا فى الفتاوىٰ الامجديه لصدر الشريعة العلامة امجدعلى عليه الرحمة والله تعالىٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

كتبهٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۹ رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج:۱، ص: ۳۷۳

(۲) فتاوىٰ فيض الرسول، ج:۲، ص: ۲۵۱

اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں کیا اس سے طلاق ہوجائے گی؟

مسئلہ از: مولانا محمد منصور علی قادری، مدرسہ فیضان، موضع خردوا، پوسٹ موئی، مسکنواں گونڈہ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو خط لکھا کہ میں تمہاری شکایت سن سن کر عاجز آگیا ہوں، اب ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس لئے میں تمہیں آزاد کرتا ہوں ہم سے کوئی مطلب نہیں ہے، اس مسئلہ میں کیا زید کی بیوی ہندہ نکاح سے نکل گئی؟ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے اور شوہر لے جانے کے لئے راضی ہے، ہندہ کہتی ہے کہ اگر ہم کو اس شوہر کے ساتھ بھیجا گیا تو ہم خودکشی کرلیں گے اور شوہر طلاق نہیں دے رہا ہے، اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

مذکورہ بالا مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) صورت مسئولہ میں اگر زید نے اپنے خط کے اس جملے سے کہ "میں تمہیں آزاد کرتا ہوں" طلاق کی نیت کی تھی تو اس کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق بائن پڑ گئی اور ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئی، لیکن اگر وہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر یا بعد عدت صرف نکاح کرلینا کافی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرضوان نے الفاظ کنایہ شمار کراتے ہوئے اس جملے کو بھی شمار کرایا کہ "میں نے تجھے آزاد کیا، پھر فتاویٰ ہندیہ کے حوالہ سے فرمایا کہ "ولو قال اعتقتک طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدرایۃ"(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہندہ کے لئے اپنے شوہر سے چھٹکارے کی صورت یہی ہے کہ جس طرح بھی ہوسکے اس سے طلاق حاصل کرے، طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ کے لئے زید کی زندگی میں اس سے چھٹکارہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ہندہ قاضی شریعت کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے وہ بعد تحقیق فسخ نکاح کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۰۵

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: راحت علی بن ثابت علی مرحوم، محلہ بدھیانی، ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہم راحت علی ابن جناب ثابت علی جو محلہ بدھیانی ضلع سنت کبیر نگر کے رہنے والے ہیں ہماری شادی مورخہ ۹ جنوری ۱۹۹۴ء کو نکہت جہاں بنت اکرام اللہ جو مگل بازار پرانی بستی کے رہنے والے ہیں کے یہاں ہوئی تھی چوں کہ اب ہماری پریشانی یہ ہے کہ ہماری بیوی کے تعلق غلط لوگوں سے ہیں اور محترمہ نکہت جہاں کے چال وچلن میں کافی گراوٹ آجانے کی وجہ سے ہم برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی ہندوستانی مسلم ایسا کر سکتا ہے اس لئے آج میں اپنے پورے ہوش وحواس میں رہتے ہوئے محترمہ نکہت جہاں کو اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں آیا نکہت جہاں میرے عقد سے نکل گئی یا نہیں اور اگر نکل گئی ہے تو پھر اگر وہ رہنا چاہے تو شریعت مطہرہ سے کیا احکام صادر ہوتے ہیں۔ مدلل مفصل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر راحت علی نے اپنے اس جملہ سے کہ "اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں" طلاق کی نیت کی تھی تو اب اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی کہ یہ بائنہ طلاق صریح رجعی سے ملی وہ بھی بائن ہوگئی۔ فان البائن یلحق الرجعی ویلحوقہ یبطل خیار الرجعۃ فیصیران بائنین کما صرحوا بہ (۱)

اس صورت میں راحت علی نکہت جہاں سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر اس نے جملہ مذکورہ سے نیت طلاق نہ کی تھی تو اب نکہت جہاں پر دو طلاق رجعی واقع ہوگی کہ اگر ابھی عدت یعنی تین حیض کامل نہ گزرے تو رجعت کر سکتا ہے اور نکاح کی بھی حاجت نہیں اور اگر عدت گزر گئی ہے تو اب نئے سرے سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کر کے اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔ اس صورت میں بھی حلالہ کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اس سے قبل طلاق نہ دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۲۹

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ از: عبدالرحمٰن بن مسیح اللہ ساکن بکری چوبے، پوسٹ جمدا شاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں۔

کیا اس صورت میں ہندہ پر طلاق پڑے گی یا نہیں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔ واضح رہے کہ یہ تحریر زید نے اپنی بیوی کے پاس آٹھ مہینہ قبل بھیجی ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں اگر یہ جملہ بہ نیت طلاق لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو گئی۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں: "اگر اس نے رشتہ ختم کرتا ہوں کا جملہ طلاق کی نیت سے لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو گئی۔"(۱)

اور طلاق بائن واقع ہونے کی صورت میں شوہر عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ بغیر حلالہ عدت کے اندر یا عدت کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ وبعد انقضائھا اھ "(۲)

صورت مذکورہ میں اگر زید نے طلاق کی نیت سے مذکورہ جملہ کہا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو گئی۔ اب عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ اس سے نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب الصحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

---

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲، ص: ۲۶۰

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۴۳۱

کسی شادی شدہ نے کہا کہ ''میں جب جب شادی کروں گا تو میری بیوی کو تین طلاق'' اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد سراج احمد، نیپالی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہو چکی تھی پھر زید سے کسی شخص نے کسی وجہ سے قسم کھلایا تو زید نے یہ قسم کھایا ''میں جب جب شادی کروں گا میری بیوی کو تین طلاق'' تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی شادی جو قسم کھانے سے پہلے ہوئی تھی وہ بیوی زید کے نکاح سے صرف اس قسم کھانے سے نکلے گی یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر صرف اس قسم کھانے سے طلاق نہیں پڑے گی کیوں کہ طلاق شرط سے مشروط ہے تو جب تک شرط واقع نہ ہوگی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ: ''جب طلاق کسی شرط مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہو جانے سے واقع ہو جائے گی۔ **فی الهداية اذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط.**''(۱) **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔**

سوال میں مذکور شرط یہ ہے کہ میں جب جب شادی کروں گا میری بیوی کو تین طلاق۔ اس شرط کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے لہٰذا اس قسم کھانے کے بعد جب بھی زید شادی کرے گا اس کی منکوحہ کو تین طلاق پڑ جائے گی۔ لیکن زمانہ ماضی میں جس عورت سے نکاح کر چکا ہے اس قسم سے اس پر طلاق نہیں واقع ہوگی۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/۴/۱۴۲۱ھ

کیا وقوع شرط سے پہلے طلاق ہو سکتی ہے؟

مسئلہ از: صغیر احمد مقام دیوریا ناصر، پوسٹ دانوکنیاں ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل میں بکر نے اپنی والدہ سے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ اگر وہ میری بہن کی شادی سے پہلے میرے گھر آ گئی تو اس کو طلاق۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی اس کی بہن کی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۷۶۵

شادی سے پہلے اس کے گھر نہ آئے تو کیا بکر اپنے سسرال جا کر اپنی بیوی سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں بکر نے طلاق کو شرط پر معلق کیا ہے لہٰذا وقوع شرط سے پہلے طلاق نہ ہوگی اور بیوی بدستور بکر کے نکاح میں رہے گی اس لئے وہ اپنی سسرال جا کر بیوی سے مل سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ

باب ثبوت النسب

نسب ثابت ہونے کا بیان

حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

مسئلہ از: احسان اللہ انصاری محلہ اسلام نگر قصبہ مگھر ضلع سنت کبیر نگر

زید کی منکوحہ ہندہ کے دو بچے ایک ۱۲ سال کا دوسری بچی ۸ سال کی اور دو بچے انتقال کر گئے۔ ہندہ مکان پر تھی اور زید خود روزی کی تلاش میں ۶ مارچ ۲۰۰۸ء کو ممبئی نکل گیا دوران سفر اسے معلوم ہوا کہ اسکی بیوی حمل سے ہے۔ یہ سن کر زید گھر چلا آیا اور بیوی سے دریافت کیا کہ حمل کیسا ہے بیوی نے کہا کہ حمل آپ ہی کا ہے اور زید پھر پردیس چلا گیا اور ہندہ کو ۱۱ فروری ۲۰۰۹ء کو بچہ پیدا ہوا زید کے چچا ہندہ کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے اس وجہ سے گاؤں والوں نے زید کے چچا پر الزام لگایا کہ یہ حمل زید کے چچا کا ہے اور گاؤں والے برادری سے بائیکاٹ کر دیے اور زید کے چچا سے دریافت کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ حمل میرا نہیں یہ سب بات جھوٹی ہے پھر ہندہ سے پوچھا گیا تو یہ کہتی ہے کہ ہم نے کسی سے کوئی غلطی نہیں کی اور یہ حمل میرے شوہر کا ہے اس کے بارے میں شریعت کا جو حکم ہو آگاہ فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ شرح وقایہ میں ہے: "اکثر مدة الحمل سنتان واقلها ستة اشهر"(۱)۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حمل کی مدت کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کامل بے کم وبیش"(۲)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "حمل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال"(۳)

---

(۱) شرح الوقایہ، ج:۲، ص ۱۴۵

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۸۷۴

(۳) بہار شریعت، ج:۸، ص:۱۳۵

مگر وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگر چہ وہ بہت سالوں سے اپنی عورت سے دور ہو اس عورت کی اولاد اسی شوہر کی اولاد ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگر چہ وہ کتنے ہی برسوں سے اس سے کتنا ہی دور ہو اس کی اولاد شوہر کی اولاد قرار پائے گی اس کے لئے دس بیس پچاس سال کی کوئی مدت مقرر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں وہ بچہ شرعاً زید کا ہی ہے گاؤں کے جن لوگوں نے زید کے چچا پر الزام لگایا اور زید کے چچا کا حمل بتا کر زید و ہندہ کا بائیکاٹ کیا وہ شرعاً غلطی پر ہیں اور جھوٹا الزام لگا کر حق العبد و حق اللہ میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور آئندہ بے تحقیق باتوں کے کہنے سننے اور پھیلانے سے پرہیز کریں۔ اور زید و ہندہ سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

شادی کے بعد چھ مہینے میں ہی بچہ پیدا ہو جائے تو کیا ثابت النسب مانا جائے گا؟

مسئلہ از: محمد شمیم اختر برکاتی پرسا لال شاہی، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ شادی کے ٹھیک چھٹے مہینے میں ہندہ سے ایک بچی پیدا ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچی ثابت النسب ہے کہ نہیں؟ اور اس صورت میں بکر کا نکاح ہندہ سے صحیح ہوا یا نہیں؟ اور جب بکر سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تعلق ہندہ سے شادی سے پہلے تھا یا نہیں تو اس نے اعتراف کیا کہ میرا تعلق پہلے سے تھا اور اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ بچی میری ہے۔ برائے کرم مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمه تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملك الوهاب:

صورت مسئولہ میں جب ہندہ کے بطن سے اس کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچی پیدا ہوئی تو اگر وقت نکاح سے

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۸۷۴

وقت ولادت تک مکمل چھ ماہ ہو جاتے ہیں، تو وہ بچہ شرعاً ثابت النسب ہے۔ یعنی شوہر ہی کی بانی جائے گی اس لئے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال اور کم سے کم چھ ماہ ہے: جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ "اکثر مدة الحمل سنتان و اقل مدة الحمل ستة اشهر كذا فى الكافى." (۱)

ہدایہ میں ہے: "ان جاء ت به ستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه اھ" (۲)

اور بکر کا ہندہ سے یہ نکاح بھی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و اليه المرجع و الماب.

الجواب صحیح : محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۱۱/۲۳ھ

شادی کے تین سال بعد بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شرافت حسین اشرفی علیمی، گرام پرسا مہر سندور یا بازار، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے سلمٰی سے شادی کی اور زید شادی کے بعد سلمٰی کے ساتھ پانچ مہینے تک رہا اس کے بعد سعودیہ چلا گیا، اس کو تین سال کے قریب ہو گئے ادھر سلمٰی کو تیسرا سال پورا ہونے والا تھا غب جا کر ایک لڑکا پیدا ہوا اور ابھی تک زید گھر پر نہیں آیا ہے تو کیا وہ لڑکا زید کا ہے یا کسی غیر کا۔ کوئی کہتا ہے کہ زید کا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ غیر کا۔ اور جب سلمٰی سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ زید ہی کا لڑکا ہے، میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، مین کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

وہ لڑکا شرعاً زید کا ہی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر" (۳)

اور درمختار میں ہے: "فلذا كتفوا بقيام الفراش بلادخول كتزوج المغربى بمشرقية بينهما مسافة سنة فولدت لستة اشهر منذتزوجها لتصوره كرامة و استخداما" (۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "صورت مستفسرہ میں وہ بچہ شرعاً بلاشبہ اسی شوہر کا ہے اسے اس کا انکار جائز نہیں ہے۔ پونے تین سال درکنار

(۱) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۴۸۲ (۲) الهداية، ج: ۲، ص: ۴۱۲

(۳) صحيح البخارى، ج: ۲، ص: ۹۹۹ (۴) الدر المختار، ج: ۱، ص: ۲۸۴

تیس سال یا چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اسی کا ہوتا''(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ / رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

مرتد کا بچہ کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد الیاس

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے وہابی غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھی اور گھر آ کر اپنی عورت سے مباشرت کی، اور اسی رات میں حمل قرار پا گیا آیا وہ بچہ کیسا ہوگا اور وہ آدمی گنہ گار ہوگا کہ نہیں حالاں کہ دیو بندی غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے صاف صاف بیان کریں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ''وہابیت ارتداد ہے''(۲) اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''وہابی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں، ''احکامھم احکام المرتدین''(۳) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''غیر مقلدین حال کے اشد دیو بندی کفروں میں بھی یوں شریک ہیں کہ ان پر ان قائلوں کو کافر نہیں جانتے اور ان کی نسبت حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔'' (۴) حاصل یہ ہے کہ وہابی غیر مقلد اسلام سے خارج کافر ومرتد ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے وہابی کے عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جان کر اس کی نماز جنازہ پڑھی وہ بھی اسلام سے خارج اور کافر ہو گیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہو گیا۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''پھر مرد معاذ اللہ ان میں کا ہو گیا تو نکاح فوراً فسخ ہو گیا:

''لان ردۃ الرجل فسخ فی الحال بالاجماع''(۵) اور بعد ارتداد اگر جماع کیا اور اس سے اولاد ہوئی تو وہ حرامی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے ''اگر بعد نکاح ان میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی۔''(۶)

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۸۵۹
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۳۲۹
(۳) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۲۱۲
(۴) بہار شریعت، ج:۱، ص: ۷۱
(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص ۱۰۸
(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۱۰۸

البتہ اگر لاعلمی کی بنا پر نماز جنازہ پڑھی ہے تو کوئی الزام نہیں مگر جاننے کے بعد اسے توبہ واستغفار کر لینا چاہئے۔

ھکذا قال العلماء الکرام و الفقھاء العظام فی الکتب الفقھیہ و اللہ تعالیٰ و سبحانہ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　**کتبہٗ:** محمد اختر حسین قادری

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

نکاح کے تین ماہ بعد بچہ کی ولادت کا حکم

مسئلہ از: غلام رسول، مقام سسوا بازار، پوسٹ سہاری سردھا ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے میں زید کی شادی ہوئی اور اس کے تین مہینے بعد لڑکا پیدا ہوا تو زید کا نکاح ہوا یا نہیں اور اس لڑکے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کی شادی کے تین ماہ بعد اس کی بیوی سے پیدا ہونے والا بچہ شرعاً زید کا نہیں کیونکہ نکاح کے بعد وہ چھ ماہ سے کم مدت پر پیدا ہوا جبکہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"اکثر مدۃ الحمل سنتان و اقل مدۃ الحمل ستۃ اشھر کذا فی الکافی."(۱)

البتہ اگر وہ حمل زنا کا تھا تو زید کا اس عورت سے نکاح صحیح ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے **"حل تزوج الحبلی من الزنا ولایحل تزوج الحبلی من غیرہ." (۲)**

پھر اگر وہ حمل زید کا ہی تھا تو بعد نکاح اس سے وطی بھی جائز ہے اور اگر دوسرے کا تھا تو جب تک بچہ پیدا نہ ہوا تھا اس درمیان اگر زید نے جانتے ہوئے اس سے وطی کی تو توبہ واستغفار کرے۔ ایسا ہی عامہ کتب فقہ میں تحریر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　**کتبہٗ:** محمد اختر حسین قادری

۸ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الفتاوی العالمگیری، ج: ۱، ص: ۴۸۲

(۲) تبیین الحقائق، ج: ۲، ص: ۴۸۵

باب النفقة والعدة

نفقہ اور عدت کا بیان

مطلقہ ایام عدت میں اپنے شوہر سے کیا کیا حق طلب کرسکتی ہے؟

مسئلہ از: رئیس احمد، منگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں

(۱) میری لڑکی کی شادی ایک مالدار گھرانے میں تقریباً ڈھائی سال پہلے ہوئی تھی جس کا ایک بچہ بھی ہے اب انہوں نے دو طلاقیں دے دی تو لڑکی ایام عدت میں اپنے اور اپنے بچے کے لئے شرعاً کیا کیا حق طلب کرسکتی ہے؟

(۲) کچھ علمائے کرام کا کہنا ہے کہ لڑکی اگر اپنے بچہ کو اپنا دودھ پلا رہی ہے تو اس کی کوئی اجرت نہیں لے سکتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر لڑکے والے مالدار ہیں تو لڑکی اپنے اور اپنے بچے کے اخراجات جیسے کھانا، کپڑا رہنے کا مکان کا بھاڑا اور دیگر ضروریات زندگی کے اخراجات کتنے مقدار میں متعین کرے۔ لڑکے والے کہتے ہیں کہ دو ہزار بھی زیادہ ہے۔ حالاں کہ وہ جس مکان میں رہتے ہیں اس کا بھاڑا پچیس ہزار روپے مہینے کا ہے لہٰذا اس رہن سہن کے اخراجات کو کیسے متعین کیا جائے گا؟

(۴) طلاق کے بعد بچے کو ماں اپنے پاس کب تک رکھ سکتی ہے۔ اس کے بعد اخراجات کا ذمہ دار کون ہوگا اور اگر بچہ اپنی ماں کے پاس رہنے کے لئے بولے تو ایسی صورت میں بچہ اپنے باپ کے میراث کا حقدار ہوگا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

بیوی طلاق کے بعد اپنے شوہر سے مہر اور ایام عدت کا نفقہ کے علاوہ اور کوئی حق شرعاً نہیں طلب کرسکتی ہے(۱) اور بچے کے خرچ کا بھی ذمہ دار باپ ہے۔ بشرطیکہ اس بچے کا اپنا کوئی مال نہ ہو تو عورت بچے کا نفقہ بھی پائے گی البتہ ایام عدت میں بچے کی پرورش کا معاوضہ یا دودھ پلانے کا معاوضہ نہیں طلب کرسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:" وتجب

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۵،ص:۹۲۰

النفقه لطفله الفقير"(۱)

بہارِ شریعت میں ہے:''ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی۔''(۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:'' اذا استاجر الاب ام الصغير لارضاعه حال قيام النكاح بمال نفسه لايجوز و بعدالطلاق ان كان رجعيا لايجوز." (۳)والله تعالیٰ اعلم

(۲)جس بچہ کی ماں کسی کے نکاح یا عدت میں ہو تو اس کے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت نہیں لے سکتی ہے۔جیسا کہ بہارِ شریعت وغیرہ کے حوالے سے جواب اول میں گزرا اور اگر نکاح یا عدت میں نہ ہو تو اب اجرت لے سکتی ہے۔چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:''ان كان الطلاق بائنا ففي ظاهر الرواية يجوز ولواستاجرها بعدانقضاء العدة لارضاع ولده منها جاز"(۴)

اور بہارِ شریعت میں ہے:''بچہ کی ماں نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں اگر دودھ پلائے تو اس کی اجرت نہیں لے سکتی۔طلاق بائن کی عدت میں لے سکتی ہے۔''(۵)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں ماں اپنے بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت اس کے باپ سے لے سکتی ہے۔ والله تعالیٰ اعلم

(۳)صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:''اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کا سا ہوگا اور اگر دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں جیسا اور ایک مالدار اور دوسرا محتاج تو متوسط درجہ کا اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے مگر یہ واجب نہیں واجب متوسط ہے۔(۶)

اس تفصیل کی روشنی میں بہتر ہے کہ آپ چند دیندار نیک اور تجربہ کار لوگوں کو منتخب کر لیں وہ شوہر اور بیوی کے حالات کا صحیح جائزہ لے کر عورت اور بچے کے اخراجات متعین کر دیں۔والله اعلم

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۲،ص: ۶۷۰

(۲) بهار شریعت، ج:۸،ص:۲۵۳

(۳) الفتاوىٰ العالمگیریة، ج:۴،ص:۴۳۴

(۴)بهار شریعت، ج:۴،ص:۴۳۴

(۵) بهار شریعت، ج:۸،ص:۲۷۵

(۶)حواله سابق، ج:۸،ص:۲۶۵

(۴) اگر ماں طلاق کے بعد کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو لڑکے کا محرم نسبی ہے۔ مثلاً چچا وغیرہ نہ ہو تو لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی ماں کے پاس رکھے جائیں گے۔ اس مدت تک لڑکے اور لڑکی کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔ در مختار میں ہے: "الحاضنة اما او غیرها احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی"(۱)

اسی میں ہے:

"والام والجدة لام او لاب احق بها حتی تشتهی و قدر بتسع وبه یفتی"(۲)

اس مدت کے بعد باپ کی اجازت سے رہ سکتا ہے اور بچے کے تمام اخراجات کا ذمہ دار اس کا باپ ہے بشرطیکہ اس بچے کا اپنا کوئی مال نہ ہو بچہ کسی کے پاس رہے اور کہیں رہے بہر حال اپنے باپ کے ترکہ کا حقدار ہے اسے ہر حال میں میراث ملے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

شوہر شرابی وغیرہ ہو تو عورت کو اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: محمد رئیس اسلام پورہ، مجھوا میر، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے ہندہ کے ساتھ شادی کیا اور ہندہ کے گھر والوں کو معلوم بھی تھا کہ زید شراب وغیرہ پیتا ہے یا اس کے اندر افعال شنیعہ بھی پائے جاتے ہیں اور زید کی ہندہ کے ساتھ شادی ہوئے دس سال ہو گئے ہیں۔ زید ہندہ کو آٹھ سال سے خرچ وغیرہ نہیں دیتا ہے، اگر ہندہ مزدوری بھی کرتی ہے تو اسے مارتا اور گالی وغیرہ دیتا ہے۔ اس کے پاس جو پیسے وغیرہ رہتے ہیں وہ اسے چھین لیتا ہے اور اسے لے جا کر شراب وغیرہ پی لیتا ہے اور شراب کے نشے میں اپنے بدن پر خود چھری وغیرہ مار لیتا ہے اور زید ہندہ کو نہ کما کر کھلاتا ہے، نہ اس کی دوسری ضروریات پوری کرتا ہے اور زید نشے کی حالت میں اپنی بیوی بچوں پر بھی ہاتھ اٹھا لیتا ہے، اور ان کے کسی پریشانی میں کام بھی نہیں آتا ہے، اور ہندہ اپنے میکے میں تقریباً تین سال سے رہتی ہے، اور زید اپنی بیوی کو اپنے گھر بھی نہیں لے جاتا ہے۔ ایک مرتبہ زید کی لڑکی کا انتقال ہوا اس نے اپنی لڑکی کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی اور نہ اس کی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۶۴۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:۶۴۰

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۱

مٹی دی تو اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اپنی خبیث ورذیل حرکات کی بنا پر سخت ظالم وجابر حق اللہ وحق العبد میں گرفتار مستحق غضب جبار ہے، اس پر لازم ہے کہ ان حرکتوں سے باز آئے اور حق زوجیت ادا کرے یا بیوی کو طلاق دے دے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَاَمْسِکُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾(۱)

وقال اللہ تعالیٰ:﴿وَلَاتُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾(۲)

اور اگر زید طلاق نہیں دیتا تو ڈرادھمکا کر جس طرح بھی ہو سکے طلاق لی جائے، اس کے علاوہ چھٹکارے کی کوئی شکل نہیں ہے۔ ہندہ کو بغیر طلاق کسی سے ہرگز ہرگز نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور زید جب تک اپنی اصلاح نہیں کر لیتا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالی: ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶؍ ربیع النور شریف ۱۴۲۲ھ

جو والدین کا خرچ نہ دے کیا وہ وراثت کا حقدار ہے؟

مسئلہ از: محمد یعقوب، دھانے پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ابن زید نے ۱۸ سال تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا پھر فراغت کے بعد اپنے والدین سے کہتا ہے میں آپ لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا یعنی میں آپ لوگوں کا ذمہ دار نہیں ہوں، نیز ابھی تک اس کے والدین مجبور نہیں ہیں۔ کیا میراث میں اس کو کوئی حصہ ملے گا یا نہیں؟ ایسے لڑکے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۱

(۲) سورۃ الطلاق، آیت: ۶

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر والدین محتاج ہوں اور اولاد صاحب نصاب ہو تو والدین کا نفقہ اولاد پر واجب ہے اور اگر الگ سے اخراجات دینے کی وسعت نہ ہو تو والدین کو کھانے پینے میں اپنے ساتھ شریک کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "یجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین"(۱)

اور اسی میں ایک مقام پر ہے: "قال ابو یوسف اذا کان الابن فقیرا کسوبا والاب زمنا یشارک الابن فی القوت بالمعروف"(۲)

اسی طرح فتاویٰ رضویہ(۳) اور فتاویٰ امجدیہ وغیرہ میں ہے۔ اور اگر والدین مجبور محتاج نہیں اور اولاد مالک نصاب ہوں پھر بھی والدین کی پاسداری اور نگہداشت نہیں کرتے تو یہ نہایت شقاوت اور بدبختی ہے اور برکات دارین سے محرومی کا سبب ہے۔ ابن زید کو والدین کی حتی الامکان خدمت کرنی چاہئے، رہا میراث کا معاملہ تو وراثت بحکم شریعت مطہرہ ہے اس سے کوئی محروم نہیں کرسکتا، اس لئے زید کا لڑکا زید کے ترکے سے بہرحال حصہ پائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾(۴)

اور اگر زید خود میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے تو بھی نہیں کرسکتا ہے اور اس کا لڑکا میراث سے ضرور حصہ پائے گا، ایسا ہی فتاویٰ رضویہ(۵) میں اور اس کے علاوہ دیگر کتب فقہیہ میں مسطور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۵۶۴
(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۵۶۵
(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۱۰
(۴) سورة النساء، آیت: ۱۱
(۵) الفتاویٰ الرضویة، ج: ۱، ص: ۳۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحلف والایمان

قال اللہ تعالیٰ

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

(النحل/۹۱)

یعنی

اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں معاہدہ کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

از ص:۲۱۷ تا ص:۲۲۳

کل فتاویٰ:۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الحلف و الایمان

قسم اور منت کا بیان

قرآن مقدس کی جھوٹی قسم کھانے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد اقرار خاں کان پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ان جھوٹی باتوں کو سچ ثابت کرنے کے لئے قرآن مقدس اٹھا کر جھوٹی قسم کھائے تو کھا سکتا ہے کہ نہیں اور اگر کھالیا تو اس کا گناہ کیسے معاف ہوگا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل آسان اردو زبان میں جوابات عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر گزشتہ یا موجودہ چیز کے متعلق جان بوجھ کر قسم کھائی مثلاً قسم کھائی کہ میں نے فجر کی نماز پڑھ لی ہے جب کہ اس نے نماز فجر نہیں پڑھی تھی یا قسم کھائی کہ میرے پاس دس ہزار روپے ہیں، جب کہ اس کے پاس دس ہزار روپے نہیں تھے، تو قسم کھانے والا سخت مجرم و گنہ گار مستحق غضب جبار ہے اس پر فرض ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے نادم ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾(۱)

اور ارشاد نبوی ہے: "من حلف فقال انی بری من الاسلام فان کان کاذبا فھو کما قال" اھ(۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "غموس و ھو الحلف علی اثبات شی او نفیه فی الماضی او الحال یتعمد الکذب فیه فھذہ الیمین یاثم فیھا صاحبھا وعلیه فیھا الاستغفار و التوبة دون الکفارۃ"(۳)

---

(۱) سورۂ آل عمران، آیت: ۷۷

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۴۶۴

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۲، ص: ۵۲

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں غموس میں سخت گنہ گار ہوا استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں۔" اھ(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

قرآن مقدس اٹھا کر قسم کھانے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شہیدہ خاتون پورینہ پانڈے، بستی

ایک بات یہ ہے کہ قرآن کی قسم یعنی کسی بات پر قرآن اٹھوایا گیا اٹھوانے والے کے سامنے اٹھانے والا اپنی مرضی کا ادباً اظہار نہیں کرسکتا تھا اس لئے قرآن اٹھالیا، کچھ دن بعد اپنی بات سے پھر گیا اس کے لئے کیا حکم ہے۔ شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر آئندہ کام کرنے یا نہ کرنے کے لئے قرآن شریف اٹھا کر قسم کھائی تو اس قسم کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے یعنی دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے، یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر ان میں کسی ایک کی قدرت نہ رکھتا ہو تو لگاتار تین روزے رکھے۔ اگر کھانے اور جوڑے وغیرہ کی استطاعت کے باوجود روزے سے کفارہ ادا کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ﴾ (۲)

قسم توڑنے کی صورت میں نکاح نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ کفارہ لازم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ر شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

(۱) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۱۶

(۲) سورۃ المائدہ، آیت ۸۹

معمولی بات پر قرآن کو ہاتھ میں لے کر قسم کھانے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ: محمد حنیف عرف جمن، موضع کسھوا، پوسٹ کرمہیا، ضلع بستی (یو پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں خسر اور بہو نے کسی امر کے بابت قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی اور اب بہت افسوس کر رہے ہیں ان دونوں کا حکم شرعی تحریر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ خسر اور بہو نے ایک معمولی بات پر قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھالی ہے اور انہیں اس بات کا افسوس ہے کہ معمولی بات پر ہم نے قرآن پاک کو کیوں اٹھالیا لہٰذا ان پر شرعاً کوئی کفارہ لازم نہیں ہے البتہ معمولی بات پر قرآن شریف اٹھا کر حلف لینا بہتر نہیں ہے اس لئے وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — **کتبہٗ:** محمد اختر حسین قادری

۲۸ ر جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ

متعین دنوں میں روزہ کی منت مان کر نہ رکھ سکا تو کیا کرے؟

مسئلہ از: جمیل الدین، محلہ گاندھی نگر، نظام آباد، آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے منت مانی کہ اگر میری شادی ہندہ سے ہوگئی تو میں اس سال از یکم شعبان المعظم تا ۱۵ شعبان المعظم روزہ رکھوں گا۔ زید کی شادی ہندہ سے ہوگئی۔ زید اپنی منت پوری نہ کر سکا (روزہ اس سال نہ رکھا) اب زید کیا کرے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید اب پندرہ روزہ بطور قضا رکھے خاتم المحققین علامہ ابن عابدین قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "**ان المعلق یتعین فیه الزمان بالنظر الی التعجیل اما تاخیرہ فظاهر انه جائز اذلا محذور فیه**" (۱) **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۷۱

روزہ کی منت مانی مگر اب نہ جسمانی قوت ہے نہ فدیہ کی حیثیت تو

مسئلہ: شمشاد علی حبیبی سابق چیئر مین فورم کورٹ سلطانپور

حضرت مفتی صاحب قبلہ!

آپ اس مسئلہ میں رہنمائی کریں کہ اگر کسی نے روزہ رکھنے کی منت مانی مگر اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ نہ وہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا عوض صدقہ دے سکتا ہے اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر کسی شخص نے روزہ رکھنے کی منت مانی اور پھر اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی فدیہ دے سکتا ہے اور آئندہ بھی اسے روزہ رکھ پانے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس کے لئے حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا رہے۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ ہوگا۔ غمز عیون البصائر میں ہے "فی المنتقی نذر ان یصوم ابدا فضعف عن الصوم لا شعاله بالمعیشة له ان یفطر ویطعم لکل یوم نصف صاع من بر او صاعا من شعیر وان لم یقدر علی ذالک لعسرته یستغفر الله تعالیٰ." (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

بزرگوں کی نذر کا سامان علما و سادات لے سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: ماسٹر محمد عرفان، بھوانی گنج، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کسی بزرگ کے نام نذر مانی مثلاً یوں کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے نام ایک دیگ کھانا بنوا کر تقسیم کروں گا تو اس کھانے کو علما اور سادات کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اولیاے کرام کے نام مانی جانے والی نذر حقیقت میں نذر شرعی نہیں ہے بلکہ نذر عرفی ہے جس کا مطلب

(۱) غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۴۵۸

نذرانہ ہوتا ہے اسے علما وسادات اور عوام سبھی کھا سکتے ہیں یہ صدقہ نافلہ کی قبیل سے ہوتا ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ حدیقہ ندیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:"ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر بهم بتعليق ذلك على حصول شفاء وقدوم غالب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم." (۱)

البتہ جو نذر شرعی ہوتی ہے وہ خاص فقرا ومساکین کا حق ہوتا ہے اسے اغنیا وسادات نہیں لے سکتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ ردالمحتار کے حوال سے تحریر فرماتے ہیں۔

"مصرف الزكاة هي ايضا مصرف النذر" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

بھگوان یا کسی معبود باطل کی قسم کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اقلیم امرڈوبھا، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ کسی مسلم نے جان بوجھ کر بھگوان کی قسم یا رام کی قسم کھائی تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر "بھگوان کی قسم" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسا کہ ہندو، خدائے قدوس کے لئے لفظ بھگوان بولتے ہیں تو یہ قسم حرام وگناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولنا حرام، بلکہ بحکم فقہا کفر ہے یہی حکم "رام کی قسم" کا بھی ہے، اور اگر اس سے مراد ہندوؤں کے معبود ہوں تو بلا شبہ کفر وارتداد ہے اور قائل اسلام سے خارج ہے کہ اس میں ان معبودان باطلہ کی تعظیم وتوقیر ہے اور ان کی تعظیم وتوقیر کفر ہے حدیث شریف ہے۔

"من حلف وقال فى حلفه واللات فليقل لااله الاالله" (۳)

یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اور کہا قسم ہے لات کی تو وہ (کلمہ طیبہ) لا الٰہ الا اللہ کہے اس حدیث کے تحت حاشیہ میں ہے۔

(۱) الفتاوی الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۵۹

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۷۱

(۳) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۴۶۳

"یحتمل ان یکون معناه انه سبق علی لسانه فلیعدار که بکلمة التوحید لانه صورة الکفر والافان کان علی قصدالتعظیم فهو کفر وارتداد یجب العود عنه بالدخول فی الاسلام." (۱)

حاصل یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے اس قسم سے خدا کی ذات مراد لی ہو یا غیر مسلموں کے معبودان باطلہ مراد لئے ہوں، دونوں صورت میں اس پر توبہ واستغفار تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور آئندہ ایسی بات سے پرہیز فرض ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

(۱) سنن ابی داؤد، ج:۲،ص:۴۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحدود والتعزیر

قال اللہ تعالیٰ

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾

(الفرقان/ ٦٨)

یعنی

اور اللہ کے بندے وہ کہ خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے خدا نے حرام کیا اور زنا نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔

از ص: ۲۲۴ تا ص: ۳۱۸

کل فتاویٰ: ۱۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كتاب الحدود والتعزير

حدود و تعزیر کا بیان

کسی کی منکوحہ کو بیوی کی طرح رکھنے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحمٰن موضع پرسادمالی، پوسٹ رام پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عبدالرحمٰن کا لڑکا جمال احمد موضع پرسادمالی رام پور تھانہ منڈیرواں ضلع بستی یوپی کا رہنے والا اور رضوانہ خاتون کتاب اللہ خاں کی لڑکی موضع پرساد مالی پوسٹ رام پور تھانہ منڈیرواں کی رہنے والی ان دونوں سے محبت ہوگئی، مگر عبدالرحمٰن اور کتاب اللہ خاں ان دونوں کو معلوم نہیں تھا اور کتاب اللہ خاں نے اقبال احمد کے لڑکے محمد نعیم الدین موضع گنگولی تھانہ دودھارا تحصیل خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر کے رہنے والے سے شادی کردی اور لڑکی کو رخصت کیا مگر لڑکی نے نہ اس سے گفتگو کی اور نہ کوئی بات مانی اور وہاں سے فرار ہوکر عبدالرحمٰن کے گھر سے جمال احمد کو لے کر فرار ہوگئی۔ اور سال بھر دونوں غائب رہے پھر گھر کی طرف واپس ہوئے اور لڑکی کے شکم سے ایک بچی پیدا ہوئی اور ان دونوں نے عبدالرحمٰن کو کافی مارا اور ان کی اہلیہ کو کافی مارا۔ عبدالرحمٰن نے دونوں کو گھر سے باہر نکال دیا۔ رشتہ دار اور گاؤں کے لوگ ان کے یہاں سے کھانا پینا بند کردیا اب کیا کیا جائے کہ گاؤں کے لوگ اور رشتہ داران کے یہاں کھانا پینا شروع کردیں اور لڑکی اور لڑکا اپنی زندگی کس طرح گزاریں واضح طور پر تشریح فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مذکورہ میں رضوانہ خاتون اور جمال احمد سخت مجرم، بدکار، جفاکار، مستحق نار و غضب جبار و قہار ہیں۔ دونوں پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ مسجد میں کچھ ضرورت کی چیزیں مثلاً لوٹا، چٹائی، مصلی وغیرہ رکھ دیں، اور میلاد شریف کرائیں کہ یہ سب چیزیں قبولیت دعا میں معاون ہوں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ (۱) اب اگر دونوں میاں بیوی بن کر

(۱) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

رہنا چاہیں تو پہلے محمد نعیم الدین سے طلاق لیں خواہ جس طرح بھی ہو پھر جب محمد نعیم الدین طلاق دے دے تو رضوانہ، مطلقہ کی عدت تین کامل حیض گزارے اس کے بعد عبد الرحمن کے لڑکے جمال احمد سے نکاح کرے۔ محمد نعیم الدین سے طلاق لئے بغیر ہرگز ہرگز رضوانہ کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اگر مذکورہ طریقے پر دونوں عمل کرلیں تو ان کا سماجی بائیکاٹ ختم کرکے برادری میں شامل کرلیا جائے۔ اور اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب لوگوں پر لازم ہے کہ ان دونوں کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ ان سے بات، چیت، سلام کلام اٹھنا بیٹھنا سب بند کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

زید کا لڑکا بدکاری میں مبتلا ہو اور زید اس سے کوئی تعلق نہ رکھے تو کیا زید کا بائیکاٹ درست ہے؟

مسئلہ از: عبد الرحیم موضع پرسادمالی، پوسٹ رام پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا لڑکا بکر کی لڑکی کو لے کر فرار ہوگیا اور ایک سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے کہ وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ زید نے اپنے لڑکے کو بہت سمجھایا مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا جس پر زید نے اسے اپنے گھر سے نکال دیا اور اپنا رشتہ ناطہ ختم کردیا ہے مگر زید کی برادری کے لوگ زید کا بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں اگر واقعی زید نے اپنے بدکردار لڑکے کو سمجھایا اور غلط کاری سے باز آنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور اس سے اپنا تعلق ختم کرلیا تو اب اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (۲) یعنی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ لہٰذا اس کا بائیکاٹ کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ زید کی برادری کو چاہئے کہ زید کا بائیکاٹ ختم کرکے برادری میں شامل کرلیں ہاں اگر زید اپنے بیٹے کی

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۱۶۵

حرکت پر راضی ہو تو یقیناً اس کا بائیکاٹ درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۷ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

غیر مسلم عورت سے ہمبستری کرنا زنا کا حکم رکھتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: عبد القیوم بستی

کرم طراز حضرت محقق سیدنا آقا مفتی صاحب آداب وتسلیمات وقدم بوسی بعد ادائے مراسم غلامانہ عرض اینکہ درج ذیل کا شرعاً فتویٰ عطا فرمانے کی دستہ بستہ معروض بندہ نوازی ہوگی۔ التماس کافرہ حربیہ سے مواصلت و مباشرت میں معاذ اللہ مومنہ کے ساتھ مباشرت کا حکم یکساں ہے یا کچھ مراعات ہیں یا کہ دونوں کو تعزیر وسنگسار

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی بھی عورت سے زنا حرام وگناہ اور موجب سزا ہے مومنہ وکافرہ کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ”غیر مسلم عورت سے کسی مومن مرد کا ہمبستری کرنا بھی شرعاً زنا ہے جو اسے زنا، نہ مانے وہ گمراہ نہیں تو جاہل ضرور ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔“(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ

جس شخص کا سماجی بائیکاٹ ہو اس کو برادری میں شامل ہونے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: انتظامیہ غوثیہ انجمن کمیٹی بھٹیا تحصیل گنور، ضلع بھیا، مدھیہ پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں (۱) سراج بیگ کی لڑکی صوفیہ بانو عمر اٹھارہ سال جو کہ محمد اسحاق علی کے لڑکے ننھوا عمر بالغ کے ساتھ ۱۲ جون کو بھاگ گئی۔ تاریخ ۱۴ جون کو تھانہ سلیھا کے ذریعہ دونوں اپنے اپنے گھر آئے۔ (۲) ہم بستی والوں نے ان کو برادری سے بند کر دیا (۳) کچھ دنوں کے بعد سراج بیگ نے اپنی لڑکی صوفیہ بانو کو شہر میں لے جا کر دوسرے لڑکے کے ساتھ عقد کر دیا (۴) اب سراج بیگ برادری میں شامل ہونا چاہتے ہیں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲، ص:۵۶۱

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سراج بیگ اور صوفیہ بانو اور محمد اسحاق اور ان کا لڑکا ٹنٹو سب سخت مجرم و گنہ گار لائق غضب جبار ہیں۔ یہ سب علانیہ توبہ و استغفار کریں قرآن خوانی میلاد شریف اور خیرات و صدقات کریں۔ اگر یہ لوگ ایسا کرلیں تو برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

کسی نے اپنی بھتیجی کے ساتھ زنا کیا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد رفیق خاں، امام کپتان مسجد، رام پور، یوپی

بحضور جناب مفتی اسلام صاحب قبلہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

بعد سلام عرض ہے کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بھتیجی کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور اس شخص نے اس بات کو تسلیم بھی کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے جب یہ برا عمل ہوا تو میں نے دخول کیا اور پھر فوراً خدا کا خوف دل میں پیدا ہوگیا اور میں اپنی حرکت سے پلٹ گیا اور انزال بھی نہیں ہو پایا تھا اور میں بہت ہی شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور برابر ایک مہینے سے توبہ کررہا ہوں لہٰذا وہ آدمی میرے پاس آیا اور مذکورہ باتوں کو دہرایا اور کہا کہ شریعت کا حکم کیا ہے لہٰذا شریعت مصطفویہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ہندوستان میں تو ہم اس کو کوڑے نہیں مار سکتے ہیں، کیا اس پر کفارہ ہے جس کو وہ ادا کرے اور اس کی بخشش کی کوئی صورت ہے۔ دونوں غیر شادی شدہ ہیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو سو سو کوڑے حد لگائی جاتی۔ لیکن جب یہاں حکومت اسلامیہ قائم نہیں تو دونوں پر صدق دل سے توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر ان کے جرم کا اظہار ہوگیا ہے تو علانیہ توبہ کریں اور رب العالمین کی بارگاہ میں نادم و شرمندہ ہوں، اور زیادہ سے زیادہ خیرات و صدقات کریں کہ یہ چیزیں قبولیت توبہ میں معاون ہوں گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا

فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾(۱)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "التائب من الذنب کمن لاذنب له" (۲) زنا کی سزا رجم یا حد ہے۔ اس کا کفارہ نہیں ہے، بس صدق دل سے توبہ و استغفار کریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

زنا کی تہمت لگانے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مسیح الدین مقام و پوسٹ بیدی پور بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید و بکر جو کہ مسلم ہیں آپس میں دونوں میں رنجش چل رہی تھی اسی درمیان زید سے اور ایک ہندو سے جھگڑا ہو گیا تو زید نے بکر مسلم کو زنا کے الزام میں شامل کر دیا اور مقدمہ بھی کر دیا جب کہ یہ الزام بالکل جھوٹ ہے اور پولیس بھی تفتیش میں آئی پورے گاؤں والون سے جانکاری حاصل کی معاملہ غلط نکلا لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو بکر پر الزام زنا لگایا ہے اس پر شریعت کا کیا حکم ہے اور گاؤں والوں کو زید کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے۔ حکم شرع بیان فرمائیں اور جو لوگ زید کا ساتھ دیں اور مل کر کھانا کھائیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کوئی شخص کسی عاقل بالغ آزاد مسلمان عفیف پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ سے ثابت نہ کر سکے تو جس پر الزام لگایا ہے اس کے مطالبہ پر اسی کوڑے مارے جاتے ہیں پھر اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جاتی ہے۔ زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے اور یہ گناہ کبیرہ حرام حرام اور اشد حرام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴾(۳) یعنی جو لوگ مسلمان مرد اور عورتوں کو ناکردہ باتوں سے ایذا دیتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اٹھایا۔ اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً

---

(۱) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

(۲) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۶

(۳) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

﴿وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (۱) یعنی جو لوگ پارسا عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہ لائیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں۔

صورت مذکورہ میں زید زنا کی تہمت لگانے کے سبب سخت گنہ گار اور فاسق و فاجر ہے۔ اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو زید پر اسی کوڑے لگائے جاتے۔ اسلامی حکومت نہ ہونے کی بنیاد پر حکم ہے کہ زید بکر سے علانیہ معافی مانگے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲) اور جو لوگ زید کا ساتھ دیں وہ بھی مجرم و خطا کار ہیں۔ ان پر بھی توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

جو اپنی بیٹی سے زنا کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فضل الرحمٰن مقام و پوسٹ پانڈو، ضلع ہزاری باغ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیٹی سے زنا کیا جب کہ اس بیٹی کی حقیقی ماں مر چکی ہے۔ زید نے پھر دوسری شادی کی ہے لہٰذا زید پر کیا حکم شرعی نافذ ہوگا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید بدکار سیاہ کار مجرم و مستحق غضب جبار اور سزا وار نار ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید کو سنگسار کردیا جاتا۔ اب جب کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں زید پر لازم ہے کہ دل سے توبہ واستغفار کرے اور راہ خدا میں صدقات وخیرات کرے کہ یہ چیزیں توبہ قبول ہونے میں معاون ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ (۳) اگر زید توبہ واستغفار نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ

(۱) سورۃ النور، آیت: ۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) اور زید نے جو دوسری شادی کی ہے اگر یہ اس لڑکی کی رضاعی ماں ہو تو فوراً مقاطعہ کرے اور اس سے جدا ہو جائے کہ جس طرح اپنی ماں حرام ہوگی یوں ہی اب اس لڑکی کی رضاعی ماں بھی زید پر حرام ہوگی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

زید نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مولانا وجہ القمر برکاتی، مقام وپوسٹ بھریا، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں زید نے اپنے لڑکے بکر کی بیوی ہندہ کے ساتھ زنا کیا جب کہ ہندہ کی رضا بالکل نہیں تھی یہ کام اس کے خسر زید نے بالجبر کیا اگر ہندہ اپنے شوہر بکر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو کیا زید نکاح کے ذریعہ اس کو اپنی بیوی بنا کے رکھ سکتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی زید نے اپنے لڑکے بکر کی بیوی ہندہ کے ساتھ زنا کیا ہے "معاذ اللہ" تو اب ہندہ زید وبکر دونوں پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی نہ بکر اسے رکھ سکتا ہے اور نہ ہی زید۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَحَلَائِلُ اَبْنَاءِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ﴾ (۳) اور آیت کریمہ "وَلَا تَنْکِحُوْا مَانَکَحَ اٰبَاءُکُمْ" کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ ابوبکر جصاص قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"النکاح اسم للوطی حقیقة علی مقتضی موضوعه فی اصل اللغة ویسمی العقد باسمه مجازا فوجب اذا کان هذا علی ماوصفنا ان یحمل قوله تعالیٰ و لا تنکحوا الایة علی الوطء فاقتضی ذلک تحریم من وطیها ابوه من النساء علیه لانه لما ثبت ان النکاح اسم للوطی لم یختص بالمباح منه." (۴)

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت ۶۸
(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۴۶۶
(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۳
(۴) احکام القرآن للجصاص، ج: ۲، ص: ۱۱۲، ۱۱۳

اور اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے استاذ علامہ دہر ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں:

''و قیل المراد بالنکاح الوطی یعنی لاتؤطوا ماوطی اباء کم ففیه دلیل علی تحریم موطوئة الاب کلها سواء کان بنکاح او بملک یمین اوبزنا کما هو مذهبنا وعلیه کثیر من المفسرین هکذا فی المدارک'' (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''تحرم المزنی بها علی اباء الزانی واجداده وان علوا وابنائه و ان سفلوا کذا فی فتح القدیر.'' (۲)

کنز الدقائق میں ہے: ''الزنا یوجب حرمة المصاهرة''(۳)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں: ''ان الاعتبار لعین الوطالالکونه حلالا اوحراما'' (۴)

ان تمام ارشادات کا حاصل یہ ہے کہ جس عورت سے کسی نے صحبت و وطی کر لی تو اب وہ عورت اس وطی کرنے والے کے اصول وفروع سب پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے خواہ وہ وطی حلال ہو یا حرام ہو۔ یہی ارشاد اکابر صحابہ مثل امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم، عبداللہ بن مسعود، بن عباس، جابر، ابی بن کعب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور جمہور تابعین مثل حضرت حسن بصری امام شعبی، امام اوزاعی، مجاہد، حماد، سفیان ثوری وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے البتہ اس حرام ہوجانے سے ہندہ بکر کے نکاح سے نہ نکلے گی بلکہ بکر پر فرض ہے کہ ہندہ کو فوراً طلاق دے کر الگ کردے۔ یا متارکہ کردے مثلاً کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑا۔ درمختار میں ہے: ''بحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج باخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة'' (۵)

اب ہندہ عدت گزار کر کسی سنی مسلمان سے نکاح کرلے مگر زید کے لئے بذریعہ نکاح بھی حلال نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والماب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

---

(۱) التفسیرات الاحمدیه، ص: ۲۰۹

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج ۱، ص: ۲۷۴

(۳) کنز مع البحر، ج: ۲، ص: ۹۸

(۴) کنز مع البحر، ج ۲، ص: ۹۸

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۷

سالی سے زنا کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد ادریس، مقام و پوسٹ نچلول بازار ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ عظام حسبِ ذیل مسئلہ کے بابت:

(۱) زید دو سگی بہنوں سے ہمبستری کرتا ہے ایک اس کے نکاح میں ہے دوسری کو بھی رکھا ہے جس سے زنا کرتا ہے کیا ایسا کرنا زید کے لئے درست ہے۔ اگر نہیں تو زید پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) بکر دن رات شراب پی کر مست رہتا ہے نہ پنج وقتہ نہ عید و بقرعید کی نماز پڑھتا ہے نہ ہی سماج سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اس سے تعلق رکھنا اور اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) زید کا اپنی بیوی کی بہن سے زنا کرنا حرام اشد حرام ہے۔ یہاں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید کو سنگسار کر دیا جاتا۔ زید پر لازم ہے کہ اس قبیح وحرام کام سے علانیہ توبہ واستغفار کرلے۔ کچھ خیرات وصدقات کرے اور آئندہ ایسی ذلیل حرکت سے باز رہنے کا عزم کرے اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اس سے میل جول سلام وکلام سب بند کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بکر فاسق وفاجر، بدکار، مجرم وگنہگار اور غضب جبار کا سزاوار ہے بکر پر واجب ہے کہ برے افعال وکردار سے باز آئے اور احکام الٰہیہ کی پابندی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل طور سے بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾. (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

ایک لڑکی غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی تو؟

مسئلہ از: محمد جاوید، مقام برت پور پوسٹ لکھعیت ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

''زید کی بہن (۱۷ سال) معاذ اللہ ایک غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی، زید نے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر اب تک کوئی سراغ نہ ملا۔ اس نامحمود واقعہ کی وجہ سے زید کی برادری اور گاؤں والے اس سے قطع تعلق کر رہے ہیں۔

مقصود وطلب امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیا زید سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے؟ کیا زید سے تعلق رکھنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے؟ جبکہ ظاہراً اس واقعہ میں اس کا قصور نہیں۔ بینوا توجروا

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۱)

کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

اگر زید نے واقعی کوئی قصور نہ کیا یعنی وہ بہن کی نقل وحرکت سے واقف نہ تھا اور اس غیر مسلم سے تعلقات کی اسے خبر نہ تھی یا خبر تھی اور بہن کو اپنی پوری کوشش بھر برائی سے روکتا رہا پھر بھی وہ ایسی حرکت کر بیٹھی تو زید کے بائیکاٹ کا حکم نہیں ہوگا نہ ہی اس سے قطع تعلق ضروری ہے اور اگر اس کی دانست میں یہ معاملہ تھا اور اس نے بہن کی غلط حرکت کو نظر انداز کیا تو بے شک زید مجرم ہے۔ اگر توبہ واستغفار کرلے تو اس سے تعلقات رکھے جائیں ورنہ اس کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سورۃ الفاطر، آیت: ۱۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

جس کی لڑکی ہندو کے ساتھ فرار ہو گئی اس کا حکم

مسئلہ از: جملہ مسلمانان اہلسنت موضع منہیاں پوسٹ بیر پور (گور) ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مبارک حسین کی لڑکی جس کی عمر ۲۱ سال ہے ایک مسلم کے ساتھ فرار ہو گئی اور پھر دوسری لڑکی جس کی عمر ۱۸ سال ہے ایک غیر مسلم کے ساتھ بھاگ گئی اور ہندو بن کر زندگی گزار رہی ہے۔ والدین کا ان سے رابطہ آج بھی رہتا ہے اور سارا معاملہ مبارک حسین اور ان کے گھر والوں کی جانکاری میں ہوا ہے۔

ایک دوسرے معاملہ میں گاؤں والوں سے جھگڑا کرتے ہوئے مبارک حسین نے مسجد کی سخت بے حرمتی کی ہے جس کی وجہ سے گاؤں اور برادری کے کچھ لوگوں نے مبارک حسین کے گھر والوں کا سختی سے بائیکاٹ کر دیا ہے اور کچھ لوگ اب بھی اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ گاؤں کی پنچایت میں مسجد و مدرسہ کے ممبران نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ مبارک حسین اور ان کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے والوں کے گھر مسجد کے امام صاحب فاتحہ خوانی میلاد، جنازہ پڑھنے نہیں جائیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بائیکاٹ نہ کرنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ نیز مسجد کے امام صاحب کے لئے ممبران کا یہ حکم جاری کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جن لوگوں نے مبارک حسین کا سماجی بائیکاٹ کیا ہے انہوں نے حکم شریعت پر عمل کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.﴾ (۱)

جو لوگ مبارک حسین کے ساتھ تعلقات برقرار رکھے ہوئے ہیں ان کو حکم شرعی سے آگاہ کر کے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ مبارک حسین جیسے بے غیرت اور فاسق وفاجر کے ساتھ نہ رہیں اگر وہ لوگ مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی جائے اور ممبران مسجد و مدرسہ نے اصلاح معاشرہ اور سدباب مفاسد کے پیش نظر جو یہ فیصلہ کیا کہ امام صاحب مبارک حسین اور اس کا ساتھ دینے والوں کے گھر فاتحہ خوانی وغیرہ میں نہیں جائیں گے تو ان کا یہ فیصلہ بطور زجر وتوبیخ اور ازالہ مفاسد ومنکرات کے لئے درست ہے کہ تعزیراً اس طرح کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۸/ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

کسی جرم میں منھ میں کالک لگا کر گھمانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد غضنفر قادری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ گاؤں سماج میں اگر کوئی بہت بڑا جرم کر دیتا ہے تو لوگ اس کے منھ میں سیاہی پوت کر گاؤں میں گھوماتے ہیں تو سزا کے طور پر منھ میں سیاہی لگانا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

برائیوں کو روکنے کے لئے گاؤں سماج کے لوگ ایسی سزا دے سکتے ہیں کہ جس سے وہ خود شرعاً یا قانوناً مجرم نہ ہو جائیں ایسے مجرم کو گاؤں میں گدھے وغیرہ پر بیٹھا کر گھومانے میں حرج نہیں ہے مگر منھ میں کالک اور سیاہی لگانے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے۔ اس گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لاتغلوا ولاتغدروا ولاتمثلوا." (۱)

یعنی خیانت مت کرو دھوکہ مت دو اور صورت مت بگاڑو۔

علامہ اجل سیدنا امام نوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"وفی ھذہ الکلمات من الحدیث فوائد مجمع علیھا وھی تحریم الغدر وتحریم الغلول وکراھۃ المثلۃ." (۲)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ ربہ القوی قیم کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں:

''منھ کیچڑ سے سانا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے، یہاں تک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا جن کے قتل کا حکم فرمایا ان کے بھی مثلہ کی اجازت نہ دی۔

افسوس ان مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے منھ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا فلسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منھ پر سیاہی لگاتے ہیں یہ سب حرام اور اس سے پرہیز فرض۔'' (۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سزا کے طور پر بھی منھ پر سیاہی لگانا ناجائز و حرام ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) الصحیح لمسلم، ج:۲، ص:۸۲
(۲) المنہاج بشرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج:۲، ص:۸۲
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۶۶۷م

لیٹ فیس اور مالی جرمانہ لینا شرعاً کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد تبسم، اورنگ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کوئی جرم کر دیا تو کیا اس سے کچھ رقم بطور جرمانہ لے سکتے ہیں؟ بعض مدارس عربیہ میں بھی یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی طالب علم رخصت پر جانے کے بعد تاخیر سے آتا ہے تو اس سے لیٹ فیس کے نام پر کچھ روپیہ وصول کیا جاتا ہے ایسا کرنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی جرم کی سزا میں مجرم سے مال وصول کرنا ناجائز وگناہ ہے، فقہ کی بے شمار کتب میں صراحت ہے کہ مالی جرمانہ ناجائز ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"فی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اه والحاصل ان المذھب عدم التعزیر باخذالمال." (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم سے کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔" (۲)

لہٰذا کسی مجرم سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے ہاں اس کی اصلاح کے لئے اگر کچھ رقم لے لی جائے اور پھر بعد اصلاح اسے لوٹا دی جائے تو اس کی اجازت ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"وفی البحر حیث قال وافاد فی البزازیۃ ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساک شئی من مالہ عند مدۃ لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ لاان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذلایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی." (۳)

اور بعض مدارس میں لیٹ فیس کے نام سے جو رقم وصول کی جاتی ہے یہ بھی ایک قسم کا مالی جرمانہ ہے لہٰذا یہ بھی ناجائز وگناہ ہے اور لینے والے مجرم وگنہگار ہیں اس سلسلے میں "شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا فیصلہ یہ ہے:

---

(۱) رد المحتار، ج:۶، ص:۷۷

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص:۵۳۵

(۳) ردالمحتار، ج:۶، ص:۷۷

''جو طلبہ ختم رخصت کے بعد دیر سے آتے ہیں ان سے لیٹ فیس کے نام پر لی جانے والی رقم ایک قسم کا مالی جرمانہ ہے اس کا لینا ناجائز ہے، البتہ تادیبی کارروائی کے طور پر چند روز ان کا کھانا بند کر دیں پھر اگر وہ مدرسہ میں کھانا چاہیں تو کھانے کا عوض لیا جاسکتا ہے اور اگر طالب علم پہلے سے ہی معاوضۂ خوراک دے کر کھاتا تھا تو اس کے معاوضۂ خوراک میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں یا کوئی دوسری تادیبی کارروائی کی جائے البتہ معاوضۂ خوراک لینے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہوگا کہ معاوضۂ خوراک وہی لیا جائے جو واقع میں معاوضہ ہوتا ہو اس سے زائد نہ ہو۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

وہابی دیوبندی کو خبیث مردود کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبید حشمت، ممبئی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ کسی وہابی دیوبندی کو خبیث مردود کہنا درست ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان کو مردود کہے تو وہ کس سزا کا مستحق ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

قرآن کریم میں کفار و مشرکین اور منافقین کے لئے شیطان کا کلمہ وارد ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ﴾(۲)

یعنی جب منافقین اپنے شیطانوں یعنی سرداروں کے پاس جائے تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اس آیت کریمہ میں سرداران کفار و منافقین کو شیطان فرمایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ منکرین رسالت اور گستاخان خدا و رسول کے لئے شیطان کا لفظ بولنا صحیح ہے اور وہابی دیوبندی اللہ و رسول کے سخت گستاخ اور کافر و بددین ہیں تو ان کو خبیث و مردود کہنا بھی بلاشبہ جائز و صحیح ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''گمراہ بددین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے۔''(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) فیصلہ نواں فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف، ص:۲

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت:۱۴

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۹۹۷

اگر کافر حاکم کسی پر حد لگائے تو گناہ ختم ہوگا یا نہیں

مسئلہ از: محمد شاداب مہوبا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر حاکم نے کسی مسلمان کو قتل یا زنا کی سزا میں حد لگائی تو وہ مسلمان گناہ سے پاک ہوگا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی میں محرمات کے ارتکاب پر حد لگانا امن عامہ کو برقرار رکھنے اور فتنہ وفساد کی روک تھام کے لئے ہے گناہ کا ازالہ توبہ سے ہوگا بغیر توبہ گناہ ساقط نہیں ہوگا فقہ کی جملہ متون وشروح وفتاوی اس تفصیل سے پر ہیں۔

چنانچہ درمختار میں ہے:

"ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ." (۱)

یعنی ہمارے نزدیک حد پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ توبہ گناہ سے پاک کرنے والی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"فاذا حد ولم یتب یبقی علیہ اثم المعصیۃ." (۲)

فتح القدیر میں ہے:

"فان المذہب ان الحد لایعمل فی سقوط اثم." (۳)

کفایہ میں ہے:

"اذا الحد یقام علی کرہ منہ فلایکون محصلا للثواب اصلا فلا تحصل بہ الطہرۃ" (۴)

تبیین الحقائق میں ہے:

"والطہرۃ من الذنب لیست بحکم اصلی لاقامۃ الحد لانہا تحصل بالتوبۃ لا باقامۃ الحد." (۵)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۶، ص:۶

(۲) ردالمحتار، ج:۶، ص:۶

(۳) فتح القدیر، ج:۵، ص:۲

(۴) کفایۃ مع فتح القدیر، ج:۵، ص:۳

(۵) تبیین الحقائق، ج:۳، ص:۱۶۳

حاشیہ چلپی میں ہے:

"قال علماء نا اذا ارتکب العبد ذنبا یوجب الحدفاجری علیه الحد لایحصل له التطهیر به من غیر توبة." (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الطهرة من الذنب لیست بحکم اصلی لاقامة الحدلانه تحصل بالتوبة لاباقامة التوبة." (۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حد لگانے سے گناہ ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے توبہ ضروری ہے۔ اب یہ حد خواہ مسلم حکمران کے ذریعہ لگائی جائے یا کافر کے ذریعے لگائی جائے دونوں کا حکم ایک ہے لہٰذا اگر کسی مسلمان کو جرم قتل وزنا میں کسی غیر مسلم حاکم نے حد لگائی تو محض اس حد لگنے سے وہ گناہ سے پاک نہیں ہوگا اس کے لئے توبہ ضروری ہے اور بعض احادیث یا کتب احناف میں جو یہ آیا ہے کہ حدود گناہ کا کفارہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ توبہ کے ساتھ حدود کفارۂ گناہ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

---

(۱) حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، ج:۳، ص:۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۲، ص:۱۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السیر

قال اللہ تعالیٰ

﴿وَقَاتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

(البقرہ/۱۹۰)

یعنی

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

از ص:————	تا ص:————

کل فتاویٰ: ۱۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السیر

سیر کا بیان

ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

مسئلہ از: محمد سعید اختر عفی عنہ مدرسہ عربیہ اہل سنت انوار العلوم پھمن پور بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہ امر مثل آفتاب روشن ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ سے پہلے ہندوستان دارالاسلام تھا اور کوئی ملک جب دارالاسلام ہوگیا تو جب تک وہاں شعائر اسلام مثلاً جمعہ وعیدین اذان و اقامت اور جماعت باقی رہیں گے وہ دارالاسلام ہی رہے گا۔ اگرچہ وہاں حکومت خالص کافروں کی ہو یا جمہوری ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ جامع الفصولین کے حوالہ سے فرماتے ہیں "لما صارت البلدة دار الاسلام باجراء احکامه فما بقی شئی من احکامه و آثاره تبقی دار الاسلام". (۱) لہٰذا ہندوستان میں اگرچہ جمہوری نظام قائم ہے مگر شعائر اسلام اب بھی باقی ہیں تو بحمدہ تعالیٰ ابھی بھی وہ دارالاسلام ہے۔ تفصیل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معرکۃ الآراء اور عظیم تحقیقی رسالہ "اعلام الاعلام" میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۱ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص: ۷۰۲

عرب میں کافر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد رضوان، ساکن بہادر گنج بازار، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إن الشیطان قد أئیسَ من ان یعبده المصلون فی جزیرة العرب" (۱)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"إن الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرها" (۲)

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں لوگ کافر نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ وہاں سچے اور صحیح مسلمان رہیں گے، بلکہ قیامت کے قریب بھی وہاں مسلمان رہیں گے۔ لہٰذا وہاں کے لوگوں کو گمراہ اور بدمذہب کہنا ان دونوں احادیث کا انکار کرنا ہے، اور وہاں اکثر اہل حدیث ہیں۔ لہٰذا اہل حق ہیں تو ان کو گمراہ کہنا خود گمراہ ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مگر جواب میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ سائل کا منشا الزامی جواب سے نہیں ہے اور نا ہی وہ الزامی جواب کو مانتا ہے کیوں کہ اس کی تشفی الزامی جواب سے نہیں ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید اپنے قول میں جھوٹا ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسیلمہ کذاب مدعی نبوت ہوکر کافر و مرتد ہوا اور بہت سے لوگ زکوٰۃ کے منکر ہوکر کافر و مرتد ہوئے اور وہ سب عرب کے رہنے والے تھے۔ حدیث پاک میں ہے "لما توفی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واستخلف ابوبکر وکفر، من کفر من العرب" (۳) یعنی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر کردئے گئے اور عرب کے کچھ لوگ کافر ہو گئے۔

زید نے جن احادیث کو نقل کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "لوگ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے ہیں اور ہمیشہ وہاں

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر، ج: ۱، ص: ۱۹

(۲) الجامع الصحیح للبخاری، باب ان الایمان لیارز الی المدینة، ج: ۱، ص: ۲۵۲

(۳) صحیح البخاری باب قتل من ابی قبول الفرائض ج: ۲، ص: ۱۰۲۳

سچے اور صحیح مسلمان رہیں گے'' تو ان سے ہرگز ہرگز زید کا دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ پہلی حدیث کا ترجمہ خود ایک وہابی مترجم نے کیا ہے کہ ''شیطان اس امر سے مایوس ہوگیا ہے کہ مصلی (مومن) جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں'' (یعنی بت پرستی میں مبتلا ہوں) اور اسی وجہ سے وہ ان کے درمیان لڑائی جھگڑا پیدا کیا کرتا ہے۔(۱)

وہابی کے اس ترجمے سے واضح ہوگیا کہ شیطان کی عبادت کا مطلب ہے بت پرستی میں مبتلا ہونا یعنی اب ایسا نہیں ہوسکتا کہ جزیرۂ عرب کے مسلمان بت پرستی میں مبتلا ہوں، اسی حدیث کے تحت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''طیبی گفتیه مراد مصلین مومنا نند ومراد بعبادت شیطان عبادت اصنام واگرچه اصحاب مسیلمه ومانعی الزکوٰة براه ارتداد افتند اما عبادة اصنام نه کردند.''(۲)

یعنی علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ احادیث میں مصلیوں سے مراد مومن ہیں اور شیطان کی عبادت سے مراد بتوں کی پوجا ہے اور اگرچہ مسیلمہ کذاب کے ساتھی اور مانعین زکوٰۃ مرتد ہوئے لیکن ان لوگوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔

اور اسی حدیث کے تحت ''ملا علی قاری'' علیہ رحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں **''في الحديث ائس من ان يعود احد من المؤمنين الى عبادة الصنم ويرتد الى شركه في جزيرة العرب ولا يرد على ذلك بارتداد اصحاب مسيلمة وما نعي الزكوٰة وغيرهم ممن ارتد وابعد النبي صلى الله عليه وسلم لانهم لم يعبدوا الصنم'' (۳)**

یعنی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں کوئی مومن بت پرستی کی طرف لوٹ کر شرک نہ کرے گا، اور اس پر مسیلمہ کے ساتھیوں اور مانعین زکوٰۃ وغیرہ کے مرتد ہونے کا اعتراض نہ پڑے گا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔ اس لیے کہ ان مرتدوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی تھی۔

ان اقوال وارشادات سے مثل آفتاب یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کا یہ مطلب ہے کہ اب عرب کے مسلمان اپنے دین سے پھر کر بت پرستی نہ کریں گے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب وہاں کافر نہیں ہوسکتے جیسا کہ زید نے سمجھ رکھا ہے، اور قوم کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ نیز حدیث مذکور میں

---

(۱) ترجمہ مشکوٰۃ، مترجم وهابی مطبوعه کراچی، ج:۱، ص ۲۳

(۲) اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۸۳، مطبوعه سکھر

(۳) مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، ج:۱، ص:۱۱۸

کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہوتا ہو کہ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے۔ یہ سراسر زید کا فریب اور دھوکہ ہے۔ ابھی اوپر مسیلمہ کذاب اور منکرین زکوٰۃ کے متعلق آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مزید اور سنیں۔ ۳۲۰ھ میں عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں قرامطہ نے مکہ معظمہ پر غلبہ حاصل کیا، مسجد حرام کے اندر ہزاروں حاجیوں کو قتل کر ڈالا، اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ مقدس حجر اسود پر اپنا گرز مار کر اس کو توڑ ڈالا، جس کی تفصیل علامہ اجل شیخ الاسلام ''امام یوسف بن اسماعیل نبہانی'' رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ''حجۃ اللہ علی العلمین''، ج:۲،ص:۸۲۹ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ پھر خلیفہ معتصم باللہ کے دور ۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ پر رافضیوں کا قبضہ رہا۔ اسی زمانہ میں مسجد نبوی میں ایسی بھیانک آگ لگی کہ مسجد اور اس کی زیب و زینت کا تمام سامان خاکستر ہو گیا۔ خود مسجد نبوی کا امام اور قاضی شہر رافضی تھے، بلکہ حالات ایسے تھے کہ اہل سنت و جماعت کی کوئی کتاب مدینہ منورہ میں اعلانیہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ان سب کی تفصیل علامہ ''سمہودی'' علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف ''وفاء الوفاء'' ج:ا،ص:۴۲۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ان تمام شواہد سے واضح ہوا کہ زمانہ موجودہ یا آئندہ میں اگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر گمراہوں کا تسلط ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی کئی سالوں تک گمراہوں، مرتدوں اور بدمذہبوں کا وہاں قبضہ رہ چکا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کے ناپاک وجود سے اس مقدس سرزمین کو پاک کیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عرب میں اب لوگ بت پرستی نہیں کریں گے۔ رہا کسی اور طرح سے کافر و مرتد ہو جانا تو حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے بلکہ واقعات و شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ وہاں کافر و مرتد ہوئے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

اب رہے نجدی وہابی تو یہ ایسے ظالم و جفا کار اور گستاخ خدا اور رسول ہیں کہ جن کے ظلم و ستم کی کہانی اور جن کے غلط اور باطل عقائد کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ''حسین احمد ٹانڈوی'' کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' اور عالم اہل سنت علامہ ''مفتی عبد القیوم ہزاروی'' کی تصنیف ''تاریخ نجد و حجاز'' اور غیر مقلدوں کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی کی ''ترجمان الوہابیہ'' کا مطالعہ کریں۔ حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔ بطور اختصار ان کے متعلق تحریر ہے کہ

وہابی وہ قوم ہے جو صرف اپنے کو مسلمان سمجھتی ہے، اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کی موافقت نہیں کرتے ہیں، انہیں کافر و مشرک سمجھتی ہے۔ اسی لیے یہ لوگ اہل سنت و جماعت کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام ''حسین احمد ٹانڈوی'' نے لکھا ہے

''محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چوں کہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا

رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال سمجھتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائی، سلف صالحین اور انبیا کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے"۔(۱)

مزید ان کی گمراہیوں کو جاننے کے لیے مندرجہ بالا کتب کا مطالعہ کریں۔

الحاصل وہابی بلاشبہ ایک گمراہ اور بد مذہب فرقہ اور انگریزوں کا پیدا کیا ہوا ایک فتنہ ہے جس نے جبراً حرمین شریفین پر قبضہ جما رکھا ہے، وہاں پر قبضہ وتسلط جما لینا حق ہونے کی دلیل ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ ابو طاہر قرمطی اور رافضی جنہوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا تھا وہ سب برحق ہوں، حالانکہ وہ یقیناً کافر و مرتد گمراہ وبد مذہب تھے، تو جس طرح ان لوگوں کا حرمین کریمین پر قابض ہو جانا ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے، یوں ہی وہابیوں کا قابض ہونا بھی قطعاً ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔

اور زید نے جو دوسری حدیث شریف پیش کی ہے اس سے بھی وہابیوں کا حق ہونا ثابت نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان مدینہ طیبہ میں سمٹ کر رہ جائے گا، اور ظاہر ہے کہ یہ حدیث آج کل کے حالات پر صادق نہیں آسکتی، ورنہ لازم آئے گا کہ پوری دنیا کے مسلمان صاحب ایمان نہ ہوں حتیٰ کہ مکہ شریف اور نجدیوں کے دار السلطنت 'ریاض' میں بھی کوئی مسلمان نہ ہو کہ ایمان صرف مدینہ شریف میں رہے گا۔ اس لیے اس حدیث کا مطلب محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قرب قیامت اور دجال کے نکلنے کے وقت ایمان مدینہ شریف میں رہ جائے گا۔ چنانچہ "شیخ عبد الحق محدث دہلوی" قدس سرہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

"اصح آنست کہ از زمانہ خروج دجال کہ جز در مدینہ مطہرہ علم دین دراں زمانہ موجود نہ باشد"(۲)

صحیح تر بات یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ دجال کے نکلنے کے وقت علم دین صرف مدینہ شریف میں رہے گا۔

لہٰذا زید کا اپنی حقانیت کے ثبوت پر اس حدیث کو پیش کرنا سراسر اس کی جہالت وحماقت ہے اور بھولے بھالے عوام کو دھوکہ دینے کا ایک حربہ ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے سخت پرہیز کریں اور ان کی باتوں کو ہرگز ہرگز نہ سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی عفرلہ
سابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

(۱) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص: ۴۲۔
(۲) اشعۃ اللمعات، ج: ۱، ص: ۱۲۵۔

تقلید ائمہ کس دلیل سے ثابت ہے

مسئلہ از: محمد عارف برکاتی دارالعلوم اہل سنت گھاس بازار، شاہی مسجد، ناسک

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں۔زید کہتا ہے کہ دین کے چار اماموں میں سے کسی ایک امام کے طریقہ پر احکام شرعیہ بجالانا اور اس کی پیروی کرنا واجب ہے تو کیا ان چاروں اماموں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول ہے؟ حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کا یہ سوال اس کی جہالت وگمراہی پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ شریعت مطہرہ کا بنیادی ماخذ صرف ارشاد رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء میں منحصر ومحدود نہیں کہ جو حدیث میں ہو اسی کو مانا جائے اور بس، بلکہ احکام شرعیہ کے دلائل چار ہیں۔قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس اور سب سے حکم ثابت ہوتا ہے حضرت علامہ ملا احمد جیون استاذ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہما الرحمہ کی مشہور ومعروف کتاب "نورالانوار" میں ہے

"اعلم ان اصول الشرع ثلثة الکتاب والسنة واجماع الامة والاصل الرابع القیاس" (۱)

چنانچہ ان چاروں اماموں کی تقلید کا وجوب احکام شرعیہ کی تیسری دلیل "اجماع امت" سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ "طحطاوی" قدس سرہ کے ارشاد سے واضح ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"ھذہ الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعة وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیة والحنبلیة رحمھم اللّٰہ تعالیٰ ومن کان خارجاً عن ھذہ الاربعة فی ھذا الزمان فھو من اھل النار" (۲)

زید کو چاہیے کہ بارہ سو سال سے تمام مسلمان جس طریقہ پر چلے آرہے ہیں اسی کو مضبوطی سے پکڑ کر دارین کی سعادت حاصل کرے، اور غیر مقلدیت کے جراثیم سے اپنے کو بچائے۔

زید بتائے! کہ قرآن یا حدیث میں کہاں ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں اور غسل میں تین فرض ہیں یوں ہی وہ بتائے! کہ قرآن وحدیث میں کہاں ہے؟ کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ اوّل، حضرت عمر

(۱) نور الانوار، ص:۷،۸

(۲) الطحطاوی علی الدرالمختار، ج:۴، ص:۱۵۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ چہارم ہیں یوں ہی قرآن یا حدیث میں کہاں ہے؟ کہ جہاز یا ٹرین پر نماز ہوگی یا نہیں اور یہ بھی بتائے کہ قرآن یا حدیث میں کہاں ہے کہ عرب کے ایک مخصوص خطہ کا نام ''مملکت سعودیہ عربیہ'' ہے اور یہ بھی قرآن وحدیث سے بتائے کہ قرآن حکیم پر زبر وزیر پیش لگانے کے لیے کہاں لکھا ہے۔ اگر یوں ہی شمار کرتے جایئے تو ہزاروں نہیں لاکھوں مسائل ایسے ملیں گے جن کا صراحتاً حکم نہ قرآن میں ملے گا نہ حدیث رسول میں ملے گا تو کیا زید ان سب کو ماننے سے انکار کردے گا؟ پھر یہ بھی پوچھئے کہ تم اپنے باپ کا نام بتاؤ اور قرآن یا حدیث میں دکھاؤ کہ میرے باپ کا یہ نام ہے اور یہی میرا باپ ہے۔ میرا یقین ہے کہ زید قیامت تک اپنے باپ کا ثبوت قرآن یا حدیث سے پیش نہیں کرسکتا ہے۔ لہٰذا اس طرح کی موشگافی کرکے گمراہی میں پڑنا یا لوگوں کو گمراہ کرنا سراسر گناہ اور موجب ضلالت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

کتابی کسے کہتے ہیں

مسئلہ: از کرناٹک

کرم طراز حضرت محقق مفتی صاحب آداب وتسلیمات بعد ادائے مراسم غلامانہ عرض ایں کہ درج ذیل کا شرعاً حکم وفتویٰ عطا فرمانے کی دست بستہ معروض، بندہ نوازی ہوگی۔

التماس: کتابی کافر کی تعریف کیا ہے؟ آج کل وہ کون لوگ ہیں؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

کتابی کافر وہ ہے جو ہمارے حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی اور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہو۔ ''فتح القدیر'' میں ہے ''والكتابي من يؤمن بنبي ويقر بكتاب (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''وكل من يعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف ابراهيم عليه السلام وشيث وزبور داؤد عليهم السلام فهو من اهل الكتاب'' (۲)

(۱) فتح القدير للعاجز الفقير باب بيان المحرمات، ج:۳، ص: ۲۱۹

(۲) الفتاوى العالمگيرية، باب في بيان المحرمات، ج:۱، ص: ۲۸۱

لہٰذا مذہب یہودیت ونصرانیت کے ماننے والے کتابی ہیں، مگر اس زمانے میں اکثر یہود ونصاریٰ بھی نیچری اور دہریہ ہوگئے ہیں تو اہل کتاب کی تعیین مشکل ہے، پھر بھی اگر کوئی کافر تعریف مذکور کا مصداق ٹھہرتا ہے تو وہ کتابی ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

رافضیوں کی قسمیں

مسئلہ : از سید ابرار حسین موضع بدر گنج، بنکٹوا، صابر پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان اسلام ذوی الاحترام کہ رافضیوں کی کتنی قسمیں ہیں، بیان فرمائیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

رافضی کی تین قسمیں ہیں:

اوّل: غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں۔ مثلاً قرآن کریم کو ناقص بتائیں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، یا دیگر ائمہ اطہار کو انبیا سابقین خواہ کسی ایک ہی نبی سے افضل جانیں وغیر ذلک من الکفریات یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں، اوران کے احکام مثل مرتد ہیں۔ آج کل کے تمام رافضی تبرائی اسی قسم کے ہیں۔

دوم: تبرائی کہ عقائد کفریہ اجماعیہ سے تو بچتے ہوں مگر صحابہ کرام پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کرتے ہوں۔ ان میں جو لوگ حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر ہوں، اوران پر سب وشتم کرتے ہوں، فقہائے کرام کے نزدیک وہ بھی کافر اور مرتد ہیں۔ مگر مسلک محقق کے مطابق یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب نار ہیں۔

سوم: تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام کو خیر سے یاد کرتے ہوں۔ خلفاء اربعہ کی امامت کو برحق مانتے ہوں۔ مگر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات شیخین سے افضل مانتے ہوں یہ صرف بدمذہب ہیں۔ ھذا خلاصۃ ما قال شیخ شیوخنا الکریم مجدد الملۃ والدین الامام احمد رضا القادری البریلوی رضی عنہ ربہ القوی فی الجزء الخامس من الفتاویٰ الرضویہ.(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ، باب المحرمات، ج:۵، ص: ۲۴۰

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا اعلان نبوت سے قبل نبی نہیں تھے؟

مسئلہ از: مولانا صوفی محمد کلیم مدرسہ غوثیہ ملسی خاص ضلع دیوریا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال یعنی اعلان نبوت کے پہلے نبی نہیں تھے۔ زید کا قول صحیح ہے یا غلط؟ اس پر اسلامی نقطۂ نظر سے کیا حکم لگے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حدیث شریف ہے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "إنی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النبین، وان آدم لمنجدل فی طینتہ" (۱)

حضرت شیخ محقق علی الاطلاق "عبدالحق محدث دہلوی" رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اس حدیث شریف کا خلاصہ وہ ہے جو "کنت نبیا، وآدم بین الماء والطین" کے لفظ سے لوگوں کی زبان پر مشہور ہے، اور ایک روایت میں "کتبت نبیا" ہے۔ یعنی میں اس وقت نبی لکھا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کے درمیان تھے۔" (۲)

"شیخ محقق" مزید آگے تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کے پہلے نبی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ آپ کا نبی ہونا مقدر ہو چکا تھا، اور آپ علم الٰہی میں پہلے ہی نبی تھے، تو ایسی نبوت تمام انبیاے کرام کو شامل ہے، کیوں کہ سب علم الٰہی میں پہلے ہی سے نبی تھے۔ اور اگر بالفعل نبی ہونا مراد ہے تو دنیا ہی میں ہوں گے، مگر اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب ملائکہ اور ارواح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے ان کی نبوت کا ظاہر کرنا ہے۔ (۳)

اور حضرت "ابو ہریرہ" رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، ص: ۵۱۳

(۲) ترجمہ از اشعۃ اللمعات، ج: ۴، ص: ۴۷۴

(۳) ترجمہ از اشعۃ اللمعات، ج: ۴، ص: ۴۷۴

"قالوا: یارسول اللّٰہ! متی وجبت لک النبوۃ؟ قال: وآدم بین الروح والجسد" (۱)
یعنی صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ تو حضور نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نبی تھے اور ان کے نبی ہونے کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ظاہر کر دیا تھا۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال اعلان نبوت سے قبل نبی نہیں تھے سراسر غلط اور جہالت ہے اور ایسا شخص جاہل و گمراہ ہے اس کو اپنے جاہلانہ قول سے رجوع لازم اور توبہ واستغفار ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۷ر ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

غیر خدا کو حاضر و ناظر ماننا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد علی نظامی موضع سڑھوارہ، پوسٹ ہری ہرپور، ضلع کٹیہار، بہار

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ:

زید نے مجلس فاتحہ منعقد کی اور اس میں اس طرح دعا کی کہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ کو حاضر و ناظر جان کر یہ دعا کرتے ہیں، ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے غوث اعظم ہم آپ کو حاضر و ناظر جان کر دعا کرتے ہیں، ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے خواجہ غریب نواز ہم آپ کو حاضر و ناظر مان کر یہ دعا کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے اعلیٰ حضرت! ہم آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرتے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے گروہ اولیا! ہم آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرتے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طریقے پر دعا کرنا از روئے شرع صحیح ہے؟ اور کیا حاضر و ناظر کا اطلاق غیر خدا پر صحیح ہے؟ اور یہ کہنا کہ ہماری دعا قبول فرمائیں تو کیا دعاؤں کا مجیب رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟ از روئے شرع اس جملہ کو بوقت دعا کہنا درست وصواب ہے؟ ہے تو کیوں؟ کتاب وسنت یا اقوال فقہاء کی روشنی میں شافی وکافی جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) جامع الترمذی، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج: ۲، ص: ۲۰۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) حاضروناظر کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مفتی "احمد یار خان نعیمی" علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"عالم میں حاضروناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے، اور دوروقریب کی آواز سنے، یا آن واحد میں تمام عالم کی سیر کرے، اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے"۔(۱)

اس معنی کے اعتبار سے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صدقے میں اولیا کاملین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بلاشبہ حاضروناظر ہیں، جس پر بے شمار آیات واحادیث اور فقہائے کرام کے ارشادات شاہد ہیں۔

علامہ اجل "قاضی عیاض مالکی" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (۲)

اس کے تحت "ملاعلی قاری" رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لان روح النبی علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام" (۳)

یہی علامہ "ملاعلی قاری" مرقاۃ باب ما یقال عند من خضرہ الموت کے آخر میں لکھتے ہیں:

"لا تباعد عن الاولیاء حیث طویت لھم الارض وحصل لھم ابدان مکتسبۃ متعددۃ وجدوھا فی اماکن مختلفۃ فی اٰن واحد" (۴)

ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ انبیاے کرام واولیاے عظام، اللہ جل مجدہ کی دی ہوئی طاقت سے عالم میں حاضروناظر ہوتے ہیں، اس لیے سوال میں مذکور دعا کے جملے میں صالحین کو حاضروناظر کہنا درست ہے اور اس طرح دعا کر سکتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم.

(۲) حاضروناظر کا جو معنی اوپر مذکور ہوا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق غیر خدا پر ہی صحیح ہے۔ خدائے تعالیٰ کے لیے حاضروناظر کہنا درست نہیں ہے، فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد امجدی" قدس سرہ تحریر فرماتے

(۱)جاء الحق، حصہ: ۱، ص: ۱۳۸

(۲)الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ،فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ علی النبی ﷺ، ج: ۲، ص: ۵۲

(۳)نسیم الریاض شرح الشفاللقاضی عیاض، ج:۳، ص ۴۶۴

(۴)مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،باب مایقال عند من حضر الموت

ہیں: ''اگر حاضر و ناظر بمعنی شہید و بصیر اعتقاد رکھتے ہیں یعنی ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے تو یہ عقیدہ حق ہے، مگر اس عقیدے کی تعبیر لفظ حاضر و ناظر سے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہیے، لیکن پھر بھی کوئی شخص اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولے تو وہ کفر نہ ہوگا، جیسا کہ ''در مختار مع شامی'' ج:۳، ص:۳۰۷ میں ہے ''یا حاضر یا ناظر لیس بکفر'' (۱)

اور ایک دیوبندی مصنف مولوی ''محمد یوسف تاؤلوی'' نے بھی اللہ جل مجدہ کے لیے لفظ حاضر بولنے پر سخت ممانعت کی ہے، اور بولنے والوں پر نکیر کی ہے۔ دیکھئے ''جواہر الفرائد شرح، شرح عقائد، ص:۲۰۵'' واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم.

(۳) دعا قبول کرنے کا مطلب حاجت روائی کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے کرم سے اپنے مخصوص بندوں کو بلا شبہ یہ طاقت و قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ حاجت روائی کریں۔ اس موضوع پر علمائے اہل سنت کثرھم اللّٰہ کی بہت سی کتابیں منظر عام پر آ گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۳ / جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

صرف ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد وکیل احمد علیمی، مقام ناتھپور، پوسٹ بھمن جوت، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کتاب ''مقام نبوت'' ص:۳۱۸ پر لکھا ہے کہ اگر مرتے وقت کسی مسلمان کی زبان پر لا إلٰہ إلّا اللّٰہ تو آتا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے کا اسے موقع و وقت نہیں ملتا تو وہ کافر مرے گا اور وہ جہنمی ہے، اس لیے کہ ایمان اللہ کی توحید میں نہیں بلکہ نبی کی نبوت کی تصدیق میں ہے، اور لا إلٰہ إلا اللّٰہ میں اللہ تو ہے، محمد رسول اللّٰہ نہیں اور اگر مرتے وقت کسی کی زبان پر محمد رسول اللّٰہ تو آ گیا لا إلٰہ إلّا اللّٰہ نہیں آیا تو وہ مومن مرے گا اور وہ جنتی ہے۔ اس لیے کہ محمد رسول اللّٰہ کہنے میں اللہ بھی آ گیا اور محمد بھی۔ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔ ابو طالب کے لئے کلمہ ترضی استعمال کرنا کس حد تک درست ہے جب کہ ان کے ایمان کے بارے میں

(۱) فتاوی فیض الرسول، باب العقائد، ج: ۱، ص: ۳

نفی کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالم الغیب بولنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کتاب مذکور کی مندرجہ عبارت سراسر غلط اور باطل ہے۔ مصنف کتاب کو اسلام کے بنیادی عقائد و اصول کی خبر رکھنی چاہیے اور ہرگز ایسی عبارت نہ لکھنی چاہیے، کیونکہ ظاہر ہے جب وہ مسلمان ہے اور صرف اسے "لا إلہ إلا اللہ" ہی کہنے کا موقع مل پایا کہ روح نکل گئی تو وہ کافر کیسے ہوگا؟ البتہ اگر وہ محمد رسول اللہ کا انکار کرتا، وہ بھی ہوش وحواس میں تو اس کا حکم جدا ہوتا لیکن یہاں تو اسے محمد رسول اللہ کہنے بھر کا وقت ہی نہ ملا، اور پہلے سے ہی وہ مومن تھا، اب وہ کیوں کر کافر ہو سکتا ہے؟ نبراس میں ہے:

"الإجماع منعقد على ايمان من صدق بقلبه وقصد الاقرار باللسان ومنعه مانع من خرس وهو عدم القدرة على التكلم من الفطرة اما لفقد السمع الذى هو آلة التعلم لآفة فى آلات التكلم ونحوه كصحف من مرض."(۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص دل سے تصدیق کرے، اور زبان سے اقرار کرنا چاہتا تھا کہ کسی وجہ (مثلاً گونگا پن یا بیماری میں نہ بولنے کی طاقت وغیرہ) سے زبان سے نہ کہہ پایا، تو باتفاق علمائے کرام وہ مومن ہے تو جو شخص مسلمان تھا، اور وقت انتقال پورا کلمہ زبان سے ادا کرنے کا موقع نہ پا سکا، وہ بدرجہ اولیٰ مومن ہی رہے گا۔ لہٰذا کتاب مذکور کی منقولہ عبارت سراسر خلاف اصول عقائد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ابو طالب اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی اور مددگار رہے مگر ان کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (۲)

مفسرین کرام کا اجماع ہے کہ یہ آیت "ابو طالب" کے حق میں نازل ہوئی۔ جلالین شریف میں ہے:

"نزل فى حرصه صلى الله عليه وسلم على ايمان عمه "ابى طالب" (۳)

اور مدارک التنزیل میں ہے:

(۱) النبراس شرح شرح العقائد، ص: ۲۵۳

(۲) سورۃ القصص: آیت: ۵۶

(۳) تفسیر الجلالین، ص: ۳۳۲

"قال الزجاج: اجمع المفسرون علی انها نزلت فی "ابی طالب" (۱)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ "ابو طالب" کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ "ابو طالب" کی موت کفر پر ہوئی۔

ملک العلما علامہ سعود کاسانی علیہ الرحمہ ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"والاصل فیہ ماروی عن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ لما مات ابوہ ابو طالب جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ ان عمک الضال قد توفی فقال: اذھب و غسلہ و کفنہ وواره ولاتحدثن حدثا حتی تلقانی." (۲)

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت "امام احمد رضا" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے "ابو طالب" کا کفر پر مرنا، اور دم واپسی ایمان لانے سے انکار کرنا، اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت ہے، جس میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔" (۳)

تفصیل کے لیے رسالہ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" کا مطالعہ کریں، اور جب "ابو طالب" کا کفر پر مرنا یقینی ہے تو ان کے لیے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا جملہ استعمال کرنا حرام حرام اشد حرام بلکہ بعض صورت میں کفر ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت "امام احمد رضا" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب "ابو طالب" کا کفر ادلہ کالنہار سے آشکار تو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے کا کیوں کر اختیار۔ اگر اختیار ہے تو اللہ عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ اور اگر دعا ہے تمنا ھو الظاھر تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزا۔ ایسی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ (۴)

آگے فرماتے ہیں۔ "علماء نے کافر کے لیے دعاء مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے۔ پھر دعاء رضوان تو اس سے بھی ارفع واعلیٰ (۵)

لہٰذا ابو طالب کے لیے کلمہ "ترضی" کا استعمال ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگرچہ غیب کا علم رکھتے ہیں مگر آپ کے لیے عالم الغیب کا لفظ بولنا درست نہیں ہے۔ عالم الغیب کے بجائے عالم غیب کہا جائے گا۔ فقیہ ملت علامہ مفتی "جلال الدین احمد امجدی" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم غیب یعنی غیب داں ضرور ہیں، لیکن عالم الغیب کا اطلاق حضور پر جائز نہیں۔ (۶)

---

(۱) مدارک التنزیل، ج: ۲، ص: ۸۷۴
(۲) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۳۰
(۳) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۱۳
(۴) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۶۸
(۵) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۶۸
(۶) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۲۴

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلطی کی، یہ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحیم خان سکریٹری مدرسہ انوار العلوم مڑیا خاص خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر، ۱۵؍اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) زید حافظ قرآن ہے، اس نے اپنے چند نوجوان ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ غلطی کی ہے، اور دلیل میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کرتا ہے ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی﴾ (۱)

اب زید کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) جس محلہ میں زید رہتا ہے، وہاں ایک مسجد ہے جو فی الحال جدید تعمیر کے مرحلے میں ہے۔ زید پہلے کبھی نماز پڑھتا تھا کبھی نہیں پڑھتا تھا، لیکن ادھر ایک ماہ سے اس مسجد میں وہ پانچوں وقت اذان دیتا ہے، اور امامت کرتا ہے اس کی اذان، اقامت اور امامت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

انبیاء کرام خصوصاً سید المرسلین حضور نبی کریم سیدنا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ (۲) یعنی اور رسول کی تعظیم اور تکریم کرو۔

حضرت علامہ "قاضی عیاض" علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"فأوجب اللہ تعالیٰ تعزیرہ وتوقیرہ والزم اکرامہ وتعظیمہ" (۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وتعظیم کو واجب قرار دیا اور ان کی تکریم وعزت کو لازم فرمایا۔ اور ایک جگہ پر ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾ (۴) اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

(۱) سورۃ عبس، آیت: ۱-۲

(۲) سورۃ الفتح، آیت: ۹

(۳) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، باب تعظیم امرہ ووجوب توقیرہ، ج: ۲، ص: ۲۸

(۴) سورۃ الحج: آیت: ۳۲

اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو آپ سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں، اور آپ کی بارگاہ میں ذرہ برابر گستاخی و بے ادبی کرنے والا ایمان سے محروم، اور اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حافظ ''ابن کثیر'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، بدگوئی کرے، کوئی طعن یا عیب لگائے وہ قتل کر دیا جائے گا۔''(۱)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ''امجد علی اعظمی'' قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

''نبی کی توہین یا مصحف شریف یا کعبہ معظمہ کی توہین اور کسی سنت کو ہلکا بتانا یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔(۲)

اور حضرت امام ابو یوسف ''کتاب الخراج'' میں فرماتے ہیں:

''ایما رجل مسلم سَبَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ و بانت منہ امراتہ.''(۳)

''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام دے، یا حضور کی تکذیب کرے، یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے، یا کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر خدا کا منکر ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔''(۳)

حضور فقیہ ملت علامہ مفتی ''جلال الدین احمد امجدی'' لکھتے ہیں:

''کسی نبی کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنا یا ان کے لیے کوئی عیب ثابت کرنا کفر ہے۔(۴)

ان تمام اقوال و ارشادات سے واضح ہو گیا کہ نبی کی شان گھٹانا کفر ہے، اور زید کا اپنے ساتھیوں سے حضور کی شان میں مذکورہ جملہ کہنا بلاشبہ حضور کی شان گھٹانا ہے۔ لہٰذا زید پر علانیہ توبہ و استغفار اور اپنے گستاخانہ قول سے رجوع کرنا لازم و ضروری ہے اور ساتھ ہی تجدید ایمان، تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیں اور اس سے سلام و کلام نشست و برخاست سب ختم کر دیں، ورنہ وہ بھی مجرم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۵)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ﴾ (۶)

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۳۷

(۲) بہار شریعت، ج:۹، ص:۵۳

(۳) ردالمحتار، باب المرتد، ج:۶، ص:۲۸۴

(۴) انوار الحدیث، ص:۹۰

(۵) سورۃ الانعام آیت:۶۸

(۶) سورۂ ہود آیت:۱۱۳

زید اپنے فاسد خیال کی تائید میں جس آیت کریمہ کو پیش کرتا ہے اسی سے متعلق علامہ اجل سیدی "اسماعیل حقی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"ان عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلغہ ان بعض المنافقین یؤم قومہ فلا یقرأ فیھم الا سورۃ "عبس" فارسل الیہ فضرب عنقہ" (۱)

یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کچھ منافقین اپنی قوم کی امامت کرتے ہیں، اور برابر سورۂ "عبس" ہی کی قرأت کرتے ہیں، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلا کر قتل کر ڈالا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے فاسد خیالات کی تائید میں مذکورہ آیت کریمہ پیش کرتا ہے تو وہ منافق صفت اور سخت مجرم وخطا کار ہے۔ بندے کو کیا حق ہے کہ اللہ جل جلالہ اور رسولان عظام کے مابین ہوئی اس طرح کی باتوں کا ذکر کرے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

"انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، ان کا ذکر تلاوت قرآن وروایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔ مولیٰ عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے وہ اس کے پیارے بندے ہیں۔ اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں۔ دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ۔" (۲)

لہٰذا زید اپنے اس قبیح قول سے فوراً توبہ واستغفار کرے، تجدید ایمان ونکاح کرے اور منافقوں کے طریقے کے بجائے صحابہ کرام واولیا کرام کے راستے پر چلے اور گمراہی وبد دینی پھیلانے سے باز آئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) جواب نمبر ایک سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب تک زید علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے اور بد عقیدگی سے اس کی توبہ ثابت نہ ہو جائے اس کی اذان، اقامت اور امامت سب ناجائز ہے۔ اس کے فسق وفجور اور بد عقیدگی کے ظاہر ہونے کے بعد سے جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں سب کا لوٹانا ضروری ہے۔

امام فخر الدین زیلعی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"کرہ امامۃ المبتدع ای صاحب الھوی" (۳)

بد عقیدوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور جو لوگ اسے امام بنائیں گے وہ سب مجرم وگنہگار رہوں گے جیسا کہ "غنیۃ المستملی" میں ہے۔ "لو قدموا فاسقاً یا ثمون" (۴) یعنی اگر کسی فاسق وفاجر کو امام بنائیں گے تو سب

---

(۱) تفسیر روح البیان، ج: ۱، ص: ۲۳

(۲) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۲۳

(۳) تبیین الحقائق، باب الامامۃ، ج: ۱، ص: ۳۴۵

(۴) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۱۳

گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵رشعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

کیا ہندو کافر نہیں ہے؟

مسئلہ از: محمد حبیب خاں قادری مقام بیا پور، پوسٹ رانی گڑھ، ضلع بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ پر کہ: کچھ آدمی آپس میں بیٹھ کر دین کی باتیں کرر ہے تھے۔ اس میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ ہندو جو ہیں یہ کافر ہیں، تو اس میں ایک مولوی تھا اس نے کہا کہ ہندو کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ اس نے مکمل مخالفت کی کہ ہندو کو کافر نہیں کہنا چاہیے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کہنا چاہیے یا نہیں؟ اور جس نے مخالفت کی اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں وہ کافر ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے جو شخص بھی اسلام میں نہ ہو شرعاً وہ کافر ہے اور ہندو مسلمان نہیں بلکہ کافر کی بدترین قسم مشرک ہے تو وہ ضرور کافر ہے۔ اسے ضرور کافر کہا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے کافر کہا جاتا ہے بایں معنی جو کوئی بھی اسلام میں نہ ہو شرع کے نزدیک کافر ہے۔"(۱)

مولوی مذکور کا قول کفر اور اس کا خیال سراسر غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔

علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل او وقف فیھم او شک." (۲)

یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک کرے۔ لہٰذا اس مولوی پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے، اس کو سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے اور سلام وکلام بند کردیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

(۱) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویه، کتاب السیر، ج:۶، ص:۱۲۲

(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ باب حکم من سب اللہ تعالیٰ وملٰئکته والبهاء ہ، ج:۲، ص:۲۴۷

سوکھا کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے جانا کیسا؟

مسئلہ از: جلال الدین احمد مقام نوروں، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماء ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید وبکر عالم دین ہیں۔ لوگوں کے کہنے پر اپنے گمشدہ مال کے لیے ایک سوکھا کے پاس پتہ کرنے چلے گئے، اس کے کہنے پر ایک آدمی سے پوچھ کچھ کیے، مگر اس نے لینے سے انکار ہی کیا۔ دریافت طلب امر ایں کہ زید وبکر کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ اگر تجدید نکاح ہے تو عورت تجدید نکاح کے لیے راضی نہیں اور تقریباً دس سال کا عرصہ گزر گیا اولادیں بھی ہوتی رہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ سے مطلع فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید وبکر حرام کار وگنہگار ہوئے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔ محض پنڈت سے پوچھنے کی وجہ سے نکاح ختم نہ ہوگیا کہ تجدید نکاح کی ضرورت ہو ہاں اگر سوکھا کی کسی شرکیہ حرکت سے راضی ہوا یا اس سے افعال شرکیہ کرائے تو خود کافر ہوگئے اور اب توبہ وتجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶؍ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

نماز اور کلمہ جلالت "اللّٰہ" کو مزاحیہ انداز میں بیان کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد ادریس امام ٹنڈیل مسجد نیا محلہ چھترپور، مدھیہ پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ: ایک عالم صاحب دوران تقریر وہابیوں کی تردید اس انداز پر کررہے تھے، کہ نماز اور اللہ پاک کے نام کو منہ بگاڑ کر مزاحیہ انداز میں ایکٹنگ کے ساتھ ہلکے طور پر اس طرح لے رہے تھے، خود اور سامعین ہنس رہے تھے، تو بار بار اس طرح ان محترم ناموں کو تمسخر کے طور پر لینا، ان کے نماز کے انداز کو مزاح والا انداز بنا کر ہونٹ اور منہ اور گردن ترچھی کر کے ہلکے طور پر نماز نماز اللہ اللہ اللہ اکبر کہنا، اور خود ہنسنا اور سامعین کو ہنسانا، اس طرح سے اللہ پاک اور نماز کے نام کی بے ادبی، اور اہانت ہوتی ہے یا نہیں؟ ایسا کرنا اور واہ واہ کے ساتھ سننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۲) ایک مزاحیہ انداز بنا کر کہنا کہ وہ لوگ نماز میں بجائے مسجد کے اسٹیشنوں پر ٹکر کرتے ہوئے سینوں کو

دکھانے کے لیے اس طرح پڑھتے ہیں، کیا مسافر کو اسٹیشن میں نماز پڑھنا گناہ ہے؟ یا یہ کہ جو ایسی جگہ میں نماز پڑھتے ہیں وہ مکر کرتے ہیں۔ کیا اس طریقے سے عوام کی نظروں میں نمازی اور نماز کی اہمیت کم ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح بیان کرنا اور سننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الو

(۱) نماز ہو، یا اور کوئی نیک کام ہو، اگر اس میں کسی ناجائز کام کا ارتکاب کیا جائے جس کی بنا پر وہ نماز یا نیک کام بیکار اور برباد ہو جائے تو ایسے کام سے نفرت دلانے کے لیے بسا اوقات حقیر اور قابل نفرت چیزوں کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"تلک صلوة المنافق، یجلس یرقب الشمس حتی اذا اصفرت و کانت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعاً" (۱)

یعنی یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ سورج کا انتظار کرتا ہے اور جب وہ ڈوبنے کے قریب ہو جائے، اور شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آ جائے، تو یہ اٹھ کر مرغ کی طرح چار چونچ مار لیتا ہے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کو منافق کی نماز فرمایا، اور اس کو پرندہ کے دانہ چگنے سے تشبیہ دی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

"نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم عن نقرة الغراب و افتراش السبع" (۲)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح چونچ مارنے اور درندے کی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا۔

ایک اور حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **"لایبسط احدکم ذراعیه انبساط الکلب" (۳)**

تم میں کوئی شخص کتے کی طرح زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر نہ بیٹھے۔

ان حدیثوں میں نماز کے اندر ممنوع کام سے نفرت دلانے کے لیے کہیں کوے کی چونچ، اور کہیں کتے اور درندے کی طرح بیٹھنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی کام سے نفرت دلانے کے لیے معمولی چیزوں کو

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۰

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۸۴

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۸۳

ذکر کر دیا جاتا ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ عالم مقرر نے اپنی تقریر میں دیوبندیوں وہابیوں سے اوران کی نمازوں سے نفرت دلانے کے لیے ایسا کیا ہے اوران کی نمازیں یقیناً ایسی ہی ہیں کہ ان سے نفرت دلائی جائے کیوں کہ ان کے پیشوا مولوی ''اسماعیل دہلوی'' نے نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانے کو گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوبنے سے بدتر بتایا جیسا کہ صراط مستقیم میں لکھا ہے (۱)

تو وہابیوں کی نماز بیل اور گدھے والی نماز ہوئی تو اب اگر کسی عالم نے وہابیوں کی نماز سے نفرت دلانے کے لیے سوال میں مذکور حرکتیں کیں، تو اس نے کوئی جرم نہ کیا، البتہ اتنی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام مبارک زبان سے ادا کرنے میں ادب وتعظیم ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ چنانچہ کلمہ جلالت کو پُر پڑھنے کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ ''شیخ زادہ'' قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''ولان التفخيم مشعر بالتعظيم المناسب لاسم الله تعالیٰ فانه يستحق ان يبالغ في تعظيمه'' (۲)

لہٰذا عالم مذکور کو چاہیے کہ توبہ کریں اور اپنی گفتگو کو شائستہ اور مہذب انداز میں پیش کریں، اور بازاری طور وطریقے سے پرہیز کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم .**

(۲) وہابیوں کے مولویوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں اور جانوروں کی طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ۔ ان کفریہ عقائد کا رکھنے والا، یا ایسے عقیدے والوں کو مسلمان ماننے والا خواہ گھریا مسجد میں نماز پڑھے یا اسٹیشن پر پڑھے، وہ درحقیقت نماز ہی نہیں ہے کہ نماز کے لیے ایمان شرط ہے، جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے وہ مکروفریب ہی ہے تا کہ سنی مسلمان ان کے ظاہری طور وطریقے سے متاثر ہوکر ان کے فرقہ میں شامل ہوجائیں۔ مقرر کا ان کی نماز کو مکر وفریب بتانا برحق ہے۔ مقرر کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسٹیشن پر نماز گناہ ہے، وہاں نہ پڑھی جائے، بلکہ فرقہ وہابیہ کے مکر کو اجاگر کرنا ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم .**

الجواب صحيح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

---

(۱) صراط مستقيم ومترجم، ص ۷۹

(۲) حاشيه شيخ زاده على تفسير البيضاوی، ج: ۱، ص: ۲۶

مندر بنانے کے لیے زمین تحفہ دینے والے کا حکم

مسئلہ از: عبدالرحمٰن

حضرت مفتی صاحب قبلہ دام ظلہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہ عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام کہ زید شہر نرسنگھپور کے مالداروں مالگذاروں میں سے ایک مالدار شخص تھا جس کے مراسم کفار سے انتہا کو پہنچے ہوئے تھے جیسا کہ شہر کے باشندوں کا قول ہے کہ مالگذار زید نے کفار کو برائے ساختن مندر زمین کا پلاٹ وقف یا ہبہ یا تحفہ دیا تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد زید کا انتقال ہوا جب ورثہ اور شرکاء میت جنازہ لے کر چلے تو بنام "رام رحمٰن" موسوم کفار کی ٹولی آئی جو جنازہ کے آگے آگے ڈھولک، جھانجھ، ہارمونیم بجاتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنا دوہا شعر "رگھو پتی رگھو راجہ رام، ایشور اللہ ایک ہی نام، سب کو گاتے ہوئے چل رہے تھے اور ان کے بعد مسلمان کلمہ تشہد بلند آواز سے پڑھ رہے تھے لیکن جب امام مسجد کو علم ہوا تو انہوں نے صدر مسجد اور ایک حافظ صاحب کو بھیجا کہ اس کو روکو یہ کیا ہو رہا ہے کوشش کے بعد کچھ وقفہ کے لیے بند کر دیا کچھ دور چلنے کے بعد پھر وہی راگ گانا شروع کر دیا جسے دیکھ کر امام مسجد واپس اپنے کمرے میں آگئے اور کافی تعداد میں مسلمان بھی واپس ہو گئے اور کچھ مولوی وائمہ ومسلمان نے نماز پڑھی دفن وایصال ثواب میں شریک رہے اور بروز تیجہ دعائے مغفرت بھی کیا۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے میت کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ ناجائز یا جائز یا حرام یا کفر؟

(۲) شرکاء جنازہ اور دعائے مغفرت کرنے والے مولویوں کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ توبہ تجدید ایمان یا کچھ نہیں؟

(۳) ان ورثہ میت کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے حکم شرع کیا ہے جو قدرت کے باوجود کفریہ کلمات کو سنتے رہے اور ساتھ شریک رہے۔ بینوا مفصلا تفصیلا توجروا اجرا جزیلا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر یہ صحیح ہے کہ زید نے مندر بنانے کے لیے زمین تحفہ میں دی تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس سے بت پرستی پر اس کی رضامندی ظاہر ہوئی اور یہ کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ان من ساعد علی ذالک فھو راض بالکفر والرضا بالکفر کفر" (۱) اس کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے بلکہ مذہب اصح پر کفر ہے ارشاد باری تعالیٰ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ باب فی احکام المرتد، ج:۲، ص:۲۵۷

ہے:﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ﴾(۱)

اور ردالمحتار میں ہے:"فالدعاء به كفر لعدم جوازه عقلا وشرعا ولتكذيبه النصوص القطعية" (۲) والله اعلم بالصواب

(۲) جانتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کریں درمختار وردالمختار میں ہے:"وما فيه خلاف يومر بالتوبة والا ستغفار وتجديد النكاح احتياطاً" (۳) والله اعلم بالصواب

(۳) لا الہ اللہ محمد رسول اللہ! مسلمان کتنا ذلیل وبے غیرت اور بے حیا ہو گیا ہے کہ کفریات کو اپنی مجلس میں بھی کرتے دیکھ کر اف نہیں کرتا ہے جو لوگ ان کفری حرکات اور اقوال وافعال سے راضی رہے وہ سب توبہ وتجدید ایمان ونکاح کریں اور جو لوگ باوجود قدرت روکنے کے بجائے خاموش رہے وہ بھی علانیہ توبہ واستغفار کریں اور صدق دل سے بارگاہ خداوندی میں تائب ہوں۔ والله اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۵/ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

جو کہے "عقائد کے جھگڑوں میں نہ جاؤ" اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد اعظم جامعی، کرلا، ممبئی

حضور سیدی الکریم مفتی اختر حسین صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید ایک نیتا شخص ہے جو کہتا ہے کہ آج لوگ ہم کو شیعہ وسنی کے نام پر، تبلیغی اور اہل سنت والجماعت کے نام پر، اہل حدیث کے نام پر یا پھر کسی اور نام پر آپس میں لڑاتے ہیں اور لڑا کر کمزور کرتے ہیں، آج ہم کو غور کرنا ہے کہ ہم انہیں عقائد کے جھگڑوں میں رہیں گے جب کہ ہمارے مخالفین مثلاً امریکہ اور یہود ونصاریٰ وغیرہ اگر بم گراتے ہیں اور گولی چلاتے ہیں تو یہ پوچھ کر نہیں چلاتے کہ کیا تو تبلیغی ہے یا اہل سنت کا ہے یا پھر کوئی دوسرا ہے ارے یہی سوچ کر ہم پر حملہ ہوتا ہے کہ یہ "لا الٰہ الا اللہ

(۱) سورۃ التوبہ آیت ۸۴

(۲) ردالمحتار مطلب خلف الوعيد، ج:۲، ص:۲۱۰

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۶، ص:۳۹۰ كتاب الجهاد

محمد رسول الله " کا پڑھنے والا ہے خدارا میں یہاں کھڑے اس مجمع سے اپیل کروں گا کہ عقائد کے جھگڑوں میں نہ جاؤ آج اسلام کو بچانا ہے اور ہم کو اپنے اللہ کو جو ہم سے روٹھا ہوا ہے اسی روٹھے ہوئے اللہ کو منانا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) مندرجہ بالا قول ازروئے شرع کیسا ہے؟ (۲) اس قول کے قائل پر کیا حکم شرع ہے؟ (۳) اس کی تردید کیسا ہے؟ اگر درست ہے تو جو اس تردید سے روکے اس پر کیا حکم شرع ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اہل سنت وجماعت کے علاوہ جتنے فرقے بنام مسلمان ہیں سب گمراہ اور بدمذہب ہیں بلکہ بہت سے فرقے مثلاً رافضی قادیانی، وہابی، دیوبندی، اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں اور ان سب سے دور رہنے کا حکم اللہ جل مجدہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱)

اور فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (۳)

جو شخص تمام باطل فرقوں کے ساتھ اہل سنت وجماعت کو بھی شامل کرے اور ان کے اختلافات کو عقائد کا جھگڑا کہے تو وہ کفر کے ساتھ ساتھ ایمان کو اور باطل کے ساتھ ساتھ حق کو بھی جھگڑا مان رہا ہے اور جو ایمان اور حق کو جھگڑا کہے وہ گمراہ بدمذہب صلح کلی اور بددین ہے اس پر فرض ہے کہ اپنے ان اقوال خبیثہ سے توبہ واستغفار کرنے کے ساتھ تجدید ایمان ونکاح بھی کرے اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ علماء کرام پر فرض ہے ایسے شخص کا حتی المقدور رد کریں اور لوگوں کو اس کی گمراہی سے بچائیں ارشاد حدیث ہے:

"اذا ظھرت الفتن اوقال البدع فلیظھر العالم علمه ومن لم یفعل ذالک فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفاً ولا عدلا" (۴)

اور جو ایسے شخص کی تردید سے روکتا ہو وہ آیت کریمہ ﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ (۵) " کا مصداق اور

(۱) سورہ ھود آیت: ۱۱۳

(۲) سورۃ الانعام آیت: ۶۸

(۳) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص ۱۰

(۴) الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۳۰۸

(۵) سورۃ القلم، آیت: ۱۲

اہل ایمان کا بدخواہ ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ، جمد اشاہی، بستی
۲۹؍ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

علمائے دین کی توہین کرنا اور لاعلمی میں کسی کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد محسن بولٹن، انگلینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں جس کو زید نے ویڈیو کلپ کے ذریعہ لوگوں میں عام کئے ہیں اشعار کچھ یوں ہیں۔

(۱) برکت اٹھ گئی ہے دنیا سے اسلام کا اس میں کچھ کوئی قصور نہیں، امام بگڑے ہیں آج مسجد کے بے چاری امت کا کوئی قصور نہیں

(۲) بنے گا دوزخ کا ایندھن بڑے بڑے علماء اور مولوی، حدیث ہے یہ میرے نبی کی قوم کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

(۳) مسجدوں کو کھیل کود کا میدان بناتے دکھائی دیتے ہیں، آج کے امام امت کو الو بناتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۴) کہتے تھے کل کہ حرام ہے یہ ٹی وی ویڈیو کیمرہ، وہی بدمعاش عالموں رات دن ٹی وی پر دکھائی دیتے ہیں۔

(۵) آیا وقت بڑا بے ڈھنگا آج امام بنا بے ڈھنگا، کہیں یہ جھگڑا کروائیں کمیٹیوں کو خوب نچائیں۔

صورت مسئولہ میں از روئے شرع زید پر کیا حکم عائد ہوگا؟ اور کیا وہ مسجد کا عمومی ممبر یا کمیٹی ممبر رہ سکتا ہے؟ جو قوم میں بدامنی کا ذریعہ بن رہا ہے؟ جواب دے کر رہنمائی فرمائیں۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ زید کی والدہ ہندوستان میں فوت ہوئی زید سنی ہے۔ بکر نے والدہ کے حق میں دعا کی، نیز قرآن خوانی میں شرکت کی اور خود دعائے مغفرت کی، پانچ دن کے بعد ظاہر ہوا کہ زید کی والدہ پہلے شوہر سے الگ ہوگئی تھی اور دوسرا نکاح کیا تھا شوہر ثانی اور اس کے خاندان والے دیوبندی ہیں مگر بکر حلفیہ اللہ ورسول کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ میں نے لاعلمی میں دعا کی تو کیا بکر عند الشرع معذور ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: شوہر اول اور اس کے تمام بیٹے سنی ہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس میں شک نہیں کہ آج کل بہت سے علماء وائمہ مساجد ایسے افعال وحرکات کرنے لگے ہیں جو شریعت کے

خلاف اور عالمانہ وقار سے ہٹ کر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عوام دن بدن علماء سے دور اور بدظن ہوتے جارہے ہیں، مگر زید نے مذکورہ اشعار میں مطلقاً علماء اور ائمہ کے متعلق جو کچھ لکھا اور پھر اسے ویڈیو کلپ کے ذریعہ عام کیا اس سے یہی ظاہر ہے کہ وہ علمائے دین اور ائمہ مساجد کی تحقیر اور توہین کر رہا ہے اور مطلقاً علمائے دین کی توہین کفر ہے الاشباہ والنظائر میں ہے: "الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر" (۱)

لہٰذا زید پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح لازم ہے اگر زید توبہ اور تجدید ایمان کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

اور اسے کسی مسجد و مدرسہ کا کوئی عہدہ نہ دیں کیوں کہ اس میں اس کا اعزاز ہے جب کہ وہ شخص شرعاً قابل مذمت و اہانت ہے تبیین الحقائق میں ہے: "لان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً" (۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) بکر نے لاعلمی میں زید کی والدہ کے لیے دعائے مغفرت کی اگر بالفرض زید کی والدہ وہابیہ ہوتی تب بھی عدم علم کی بنا پر بکر معذور ہوتا فتاویٰ بحر العلوم میں ہے: "اگر کسی نے لاعلمی میں کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھی یا اس کی امامت کی تو معذور ہے" (۴) صورت مذکورہ میں تو یہی متعین نہیں کہ زید کی والدہ وہابیہ تھی۔ لہٰذا بکر پر کوئی الزام نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۳ ر رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

چھٹ منانا دیوالی میں دیا جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کوثر ربانی، سیتا مڑھی، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مثلاً زید و عمرو و بکر کسی گاؤں کے

---

(۱) الاشباہ والنظائر مع الحموی، ج: ۲، ص: ۸۷

(۲) سورۃ الانعام آیت ۶۸

(۳) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۳۴۵

(۴) فتاوی بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۵۲

باشندے ہیں، زید غیر مسلم کے ساتھ مل کر چھٹ مناتا ہے اور عمرو روپیہ پیسہ دے کر چھٹ منانے میں غیر مسلم کی مدد کرتا ہے اور بکر دیپاولی کے دن اپنے گھر میں دیا جلاتا ہے جواب مرحمت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی مسلمان کا چھٹ منانا، پیسہ دے کر اس میں مدد کرنا اور دیوالی منانا حرام حرام اشد حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔ جامع الفصولین میں ہے: "قال ابوبکر بن طرخان من خرج الی السدة (قال القاری ای مجمع اھل الکفر) کفر اذفیه اعلان الکفر و کانه ایمان علیه وعلی قیاس السدة الخروج الی النیروز والموافقة معھم فیما یفعلو نه فی ذالک الیوم کفر" (۱)

اور جو کفر فقہی کا ارتکاب کرے اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "جو مرتکب کفر فقہی ہے اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے" (۲)

زید وعمرو وبکر پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۶ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

(۱) جامع الفصولین ج:۲، ص:۳۱۳
(۲) الفتاوی الرضویه کتاب السیر ج:۶، ص:۱۴۹
(۳) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

کیا کافر کو کافر کہا جاسکتا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد مہدی حسن مقام افرول، پوسٹ چکمورف، ضلع ویشالی بہار

(۱) کافر کو کافر کہا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مؤمن کو مؤمن جاننا، یوں ہی کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ بلاشبہ کافر کو کافر ہی کہا جائے گا۔ اس میں کہہ سکنے کی کیا بات ہے؟ قرآن شریف میں بے شمار جگہوں پر کافر کو کافر کہا گیا ہے۔ ارشاد باری عزاسمہ ہے ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ (۱) تم فرماؤ کہ اے کافرو!

دیکھئے! اس میں صاف صاف کافر کو کافر کہہ کر پکارا جارہا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کافر کو کافر کہنا ہی حکم قرآن وحدیث ہے۔ بلکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ البتہ اگر اسے کافر کہتے ہیں فتنہ وفساد کا صحیح اندیشہ ہو تو غیر مسلم کہا جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری — کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۲/۸ھ

کسی ولی کو نبی سے افضل کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احمد رضا قادری علیمی، متعلم دار العلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

کیا موقف ہے علمائے اہل سنت ومفتیان دین وملت کا مسئلہ ذیل کی نسبت۔

ہفت روزہ "نئی دنیا" غریب نواز نمبر ص: ۳۵، ۲۰ تا ۲۶ / اکتوبر ۱۹۹۸ء میں ایک شخص مسمی بہ محمد سعید صدر فیڈریشن آف اڑیسہ بہار (رانچی) نے سیدنا غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر کہا۔

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح وخضر سے اعلیٰ مقام ہے تیرا

اس شعر کے قائل کا شرع متین کے آئینے میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) سورۃ الکافرون، آیت: ۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیا کرام علیہم السلام اولیاء عظام سے افضل ہیں "طریقہ محمدیہ فصل اول باب ثانی" میں ہے:

"ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء" (۱)

اس بات پر اجماع ہے کہ انبیا کرام اولیاء عظام سے افضل ہیں۔

اور "حدیقہ ندیہ" میں ہے:

"التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی" (۲)

یعنی کسی ایک نبی پر کسی کو فضیلت دینا تمام نبیوں پر فضیلت دینا ہے۔

اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے، وہ باجماع مسلمین کافر و بے دین ہے۔ "طریقہ محمدیہ" میں ہے:

"تفضیل الولی علی النبی مرسلا، کان اولا، کفر وضلال، کیف؟ وھو تحقیر النبی بالنسبة إلی الولی، اوخرق للاجماع، حیث اجمع المسلمون علی فضیلة النبی علی الولی" (۳)

ولی کو نبی پر فضیلت دینا خواہ وہ نبی رسول ہوں یا نہ ہوں کفر و گمرہی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اس میں ولی کی بہ نسبت نبی کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے۔ یا یہ اجماع کے خلاف ہے کیوں کہ نبی کا ولی سے افضل ہونے پر اجماع قائم ہے۔

"ارشاد الساری شرح صحیح بخاری" میں ہے:

"النبی افضل من الولی، وھو امر مقطوع بہ، والقائل بخلافہ کافر" (۴)

قطعی طور پر نبی ولی سے افضل ہیں، اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ کافر ہے۔ مذکورہ شعر میں حضرت خواجہ غریب نواز، ولی کامل، عارف باللہ "معین الدین" چشتی اجمیری قدس سرہ کو حضرت "مسیح" و حضرت "خضر" علیہما السلام سے اعلیٰ مرتبہ والا کہا گیا ہے، اور یہ دونوں حضرات انبیا کرام میں سے ہیں۔ حضرت "عیسیٰ مسیح" علیہ السلام کا تو نبی ہونا واضح و متعین ہے۔ حضرت "خضر" علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں جیسا کہ "تفسیر کبیر" میں ہے:

"قال الاکثرون ان ذلک العبد کان نبیا" (۵)

---

(۱) طریقہ محمدیہ، ج: ۱، ص: ۸۴

(۲) الحدیقة الندیة، ج ۱، ص: ۳۱۵

(۳) الحدیقة الندیة، ج: ۱، ص: ۳۱۶

(۴) ارشاد الساری بشرح صحیح البخاری، کتاب العلم، ج: ۱، ص ۱۷۵

(۵) التفسیر الکبیر، ج: ۱۱، ص: ۱۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

لہٰذا مذکورہ شعر ''خواجہ غریب نواز'' علیہ الرحمہ یا کسی اور ولی کی شان میں کہنا کفر ہے۔ اس کے قائل ومعتقد اسلام سے خارج کافر و بے دین ہیں۔ ان پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہیں تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۱ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

ایمان وکفر سے متعلق چند سوالات

مسئلہ از: مولانا گلزار حسین موضع بھولا پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں بلا کسی تجدید وتاویل کے، عند الشرع قرآن پاک کی روشنی میں، بواسطہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، بلا کسی تاخیر کے، مدلل ومسکت جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

سوال:۱- ایمان کسے کہتے ہیں؟ اور اوصاف ایمان کی پہچان کیا ہے؟ مفصل طور پر بیان فرمایئے۔

سوال:۲- ایمان کا دار ومدار کس چیز پر ہے؟ نیز روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ اور قربانی، صاحب ایمان ہونے سے پہلے کے ارکان ہیں یا کہ صاحب ایمان ہونے کے بعد ادا کیے جائیں؟

سوال:۳- زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ لیکن نماز پنج وقتہ پابندی سے ادا نہیں کرتا ہے، کبھی پڑھتا بھی ہے، اور کبھی نہیں بھی پڑھتا اب ایسے شخص کو کافر کہنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے ایسے شخص کو کافر کہہ دیا تو کافر کہنے والے شخص کے بارے میں از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ جواب عطا فرمائیں۔

سوال:۴- کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی شخص شریک ہوا تو اس کے بارے میں از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

سوال:۵- بکر کے کہنے کے مطابق زید کافر ہے۔ مگر زید کا انتقال ہوگیا ہے اور بکر نے خود ہی زید (کافر) کی نماز جنازہ پڑھی کیا یہ درست ہے؟ اگر حکم شرعی ہو کہ نہیں تو پھر اب کیا ہونا چاہیے؟

سوال:۶- زید جو کہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے گیا تو بکر نے اسے مشرک کہہ کر نکال دیا اور نماز جمعہ نہیں پڑھنے دیا ایسی صورت میں بکر کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

سوال:۷- زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن پوری طرح شریعت کا پابند نہیں رہ پاتا ہے۔ البتہ اکثر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل پاک وعرس پاک، بڑے اہتمام اور احترام کے ساتھ منعقد کرتا ہے۔ جس میں صرف علماے اہل سنت ہی شریک ہوتے ہیں، اور تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی اور تقریر علماے کرام کی ہوتی ہے، جس

میں بلا تفریق سبھی لوگ شرکت کرتے ہیں، اور سلام وقیام بھی ہوتا ہے جس میں سرکار اعلیٰ حضرت کا کلام کثرت سے پڑھا جاتا ہے، اور اعلیٰ حضرت ہی کا کلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور ''یا نبی سلام علیک'' وغیرہ خوب دھوم دھام سے پڑھا جاتا ہے۔ ایسی محفل کو پیر، خدا اور رسول کی بارگاہ کہنا عندالشرع کیسا ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

ان تمام باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے جو ضروریات دین سے ہیں۔ حضور صدر الشریعہ علامہ ''امجد علی اعظمی'' رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین سے ہیں''۔(۱)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

''الإيمـــان فی الشـرع هو التصديق بما جاء به رسول الله تعالىٰ عليه وسلم من عند الله'' (۲) والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

جو شخص ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، اور کوئی فعل وعمل وقول اس سے ایسا نہ صادر ہو جو منافی اسلام ہے تو ایسا شخص مومن ہے۔ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام ''احمد رضا'' فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''جب وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا، جب تک اس سے اب کفر جدید نہ ظاہر ہو۔''(۳)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اہل قبلہ وہی ہے جو ضروریات دین پر ایمان لاتا ہو، اور کوئی قول، فعل قاطع ایمان اس سے صادر نہ ہو، ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری سی نماز پڑھنا، اور ہمارا ذبیحہ کھانا بنصوص قطعیہ قرآن' ایمان کے لیے کافی نہیں۔ منافقین یہ سب کچھ کرتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔''(۴) والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

(۲) ایمان کا دارومدار تصدیق قلبی پر ہے، کیوں کہ اصل ایمان تو صرف ضروریات دین کی تصدیق کا نام ہے۔ علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''الايمان فی الشرع فالتصديق بما علم بالضرورة انه من

(۱) بہار شریعت، ایمان وکفر کا بیان، ج:۱، ص:۵۲

(۲) شرح العقائد، ص:۹۰

(۳) العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، ج:۹، ص:۱۶۲

(۴) العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، ج:۹، ص:۱۱۴

دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا التوحید والنبوۃ اھ۔(۱)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمال بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں، رہا اقرار تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے، اور اگر موقع ملا، اور اس سے مطالبہ کیا گیا، اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے، اور مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، مگر عند اللہ مؤمن ہے اگر کوئی کام خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔''(۲)

آدمی روزہ، نماز ودیگر ارکان اسلام اور عبادتوں کا مکلف ایمان لانے کے بعد ہوتا ہے۔ حالت کفر میں یہ اعمال واجب نہیں ہوتے بلکہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد واجب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اصول فقہ کی مشہور ومتداول کتاب ''منار'' اور اس کی شرح ''نور الانوار'' میں ہے:

''والصحیح انھم لا یخاطبون باداء ما یحتمل السقوط من العبادات، ای المذھب الصحیح لنا ان الکفار لا یخاطبون بأداء العبادات التی تحتمل السقوط مثل الصلوٰۃ والصوم'' (۳)

صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ (کفار) ان عبادتوں کی ادائیگی کے مخاطب نہیں ہیں، جو سقوط کا احتمال رکھیں یعنی ہمارا مذہب صحیح یہ ہے کہ کفار کو ان عبادات کی ادائیگی کا مکلف نہ بنایا گیا جن میں سقوط کا احتمال ہو جیسے نماز اور روزہ۔

اسی میں چند سطر بعد ہے:

''فانہ تصریح بانھم لایکلفون بالعبادات الابعد الایمان.''(۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) ایمان کے بعد نماز اہم العبادات ہے جو مکلّف یعنی عاقل، بالغ مومن ہے اس پر نماز فرض عین ہے۔ نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے، اور جو شخص قصداً چھوڑے اگر چہ ایک ہی وقت کی، وہ فاسق ہے، ایسی بہت سی احادیث ہیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے۔ بعض صحابہ کرام مثلاً فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اور بعض ائمہ کرام مثلاً امام احمد بن حنبل وغیرہ بھی تارک نماز کو کافر مانتے ہیں مگر امام اعظم ودیگر ائمہ کرام قصداً تارک نماز کی تکفیر نہیں کرتے۔

اعلیٰ حضرت ''امام احمد رضا قادری بریلوی'' رضی عنہ ربہ القوی ''حلیہ'' کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں

''ذھب الجمھور ومنھم اصحابنا ومالک والشافعی واحمد فی روایۃ الی انہ لایکفر.'' (۵)

لہٰذا سنی صحیح العقیدہ مسلمان بے نمازی کو کافر کہنا بہت سے صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے مذہب پر صحیح ہے، اور امام اعظم نیز بہت سے صحابۂ کرام کے مذہب پر صحیح نہیں ہے۔ اگر بے نمازی کو کافر کہنے والا حنفی ہے، تو اس پر لازم ہے

(۱) التفسیر البیضاوی، ص:۱۸

(۲) بہار شریعت، ایمان وکفر کا بیان، ج:۱، ص:۵۲

(۳) نور الانوار، ص:۶۴

(۴) نور الانوار، ص:۶۴

(۵) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الصلاۃ، ج:۲، ص:۱۹۰

کہ قصداً نماز ترک کرنے والے کو مذہب حنفی کے مطابق کافر کہنے سے کف لسان کرے۔ اسی میں احتیاط ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) کافر کی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز وحرام بلکہ کفر ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾ (۱) اور کبھی نہ پڑھئے نماز جنازہ ان میں سے کسی پر جو مر جائے اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔

اس آیت کی تفسیر میں ''ملا احمد جیون'' رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ھی الآیۃ التی استدل بھا علی ان الصلوٰۃ علی الکافر لا یجوز''(۲)

یعنی اسی آیت کے ذریعہ استدلال کیا گیا کہ کافر کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ اور کسی کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والا اگر اس کے کفریات کو جانتا تھا اور پھر اسے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی تو اس پر توبہ واستغفار وتجدید ایمان اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۵) بکر کے قول کے مطابق اگر واقعی زید کافر تھا، اور موت سے پہلے اس کی توبہ کا ثبوت نہیں، تو اب اس کی نماز جنازہ پڑھنی بہر حال جائز نہیں، اور اگر مرنے سے پہلے اس نے اپنے کلمات کفریہ سے توبہ کرلیا تو اب اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ودرست ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

''التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ'' (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۶) زید اگر واقعی سنی صحیح العقیدہ تھا اور اس نے کوئی فعل شرک نہیں کیا تھا تو بکر کا اسے مشرک کہنا خود ہی ناجائز وحرام بلکہ کفر ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

''من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الاحار علیہ'' (۴) جس نے کسی مسلمان شخص کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا حالانکہ وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ اسی کی طرف لوٹے گا۔

بکر پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اگر زید نے واقعی کوئی فعل شرک کیا تھا تو بکر کا اس کو مسجد سے نکالنا صحیح ودرست ہے۔ مگر یہ جب صحیح ہے کہ زید سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اپنے شرک پر مصر رہے اور اگر اس نے توبہ کرلی تو مسجد سے نکالنا اور اس کو مشرک کہنا بہر حال ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف ہے:

''التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ'' (۵) یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس کی طرح ہے جس نے

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴
(۲) التفسیرات الاحمدیۃ، ص: ۴۶۹
(۳) مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار، ص ۲۰۶
(۴) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۵۷
(۵) مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار، ص: ۲۰۶

کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۷) جو مجلس ''میلاد شریف'' منکرات شریعہ سے خالی ہو، اور وہاں صحیح روایات واقوال بیان کیے جاتے ہوں۔ ذکر خدا ورسول اور تذکرۂ صلحاء وبندگان دین کیا جاتا ہو، تو ایسی مجلس کو نسبت وتعلق کے لحاظ سے بارگاہ خدا ورسول کہنا درست ہے۔البتہ اگر کوئی استہزاءً ایسا کہے گا تو عندالشرع مجرم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری — ۱۱ر رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

سنی ہونے کی قسم کھائے تو؟

مسئلہ از: خالد حسین موضع تالی، پوسٹ سمرا، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں۔

زید اور اس کے گھر والے سب اہل سنت عقائد کے ہیں لیکن چند دن ہوئے کہ زید گاؤں والوں سے کشیدگی کی بنا پر گاؤں کی مسجد سے علاحدہ ہوکر دیو بندیوں کی مسجد میں جمعہ ادا کرنے جانے لگا، پھر گاؤں والوں اور رشتہ داروں نے منع کیا کہ آپ وہاں نہ جائیں تو زید نے جانا بند کر دیا اور تقریباً ۶ ماہ سے اب جہاں اسے موقع ملا سنیوں کی مسجد میں نماز ادا کرنے لگا۔فی الحال زید کو رشتہ کی ضرورت پڑی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ دیوبندی ہیں تو انھوں نے مندرجہ ذیل لوگوں کے سامنے قسم کھایا کہ میں دیوبندی نہیں ہوں اور نہ دیوبندیوں سے میل جول رکھتا ہوں۔

(۱) حضرت مولانا شہاب الدین صاحب نظامی (۲) جناب ممتاز علی صاحب (۳) محمد منظور صاحب (۴) محمد اسحاق صاحب (۵) حضرت مولانا رمضان علی صاحب (۶) جناب خیر اللہ صاحب.

اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا زید کا دیوبندی ہونا مشکوک ہے؟ اب جب کہ زید نے قسم بھی کھالیا اور توبہ بھی کیا اور معافی چاہا ایسی صورت میں زید کے وہاں رشتہ کرنا کیسا ہے۔وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید مذہب اہل سنت ہی کو حق جانتا اور مانتا ہے اسکے علاوہ دیگر مذاہب باطلہ کے پیروکار قادیانی، شیعہ، دیوبندی، وہابی وغیرہ کو گمراہ وبددین اور کافر مانتا ہے تو بلاشبہ وہ مسلمان ہے۔صورت مسئولہ میں برصحت قول مستفتی زید سنی ہے۔اس کے یہاں رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کذا فی فتاویٰ فیض الرسول (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/۱۰/۱۴۱۹ھ

(۱) فتاوی فیض الرسول، باب العقائد، ج: ۱، ص: ۵۰

آپریشن والا آدمی محشر میں کیسے اٹھے گا؟

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ، مقام دیوریا، پوسٹ رامپور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) زید کو شدید چوٹ لگی، ہاتھ پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ڈاکٹروں نے علاج کیا اور آپریشن کے ذریعہ دوسری ہڈی لگائی۔ کیا دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو ایسے ہی جوڑ لگا رہے گا یا پھر قدرتی بن جائے گا؟

(۲) بکر کو ہرنیا کی بیماری ہوگئی، اور پیٹ میں گولہ کی شکایت ہوگئی، اور ڈاکٹروں کے مشورہ سے آپریشن ہوا۔ کیا دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو ایسے ہی رہے گا یا پھر قدرتی بن جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بعث بعد الموت یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اس طرح ہوگا کہ اللہ جل مجدہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کے اجزائے اصلیہ کو جمع فرما کر ان میں روح ڈال دے گا۔ چنانچہ شرح عقائد میں ہے:

"البعث ھو ان یبعث اللہ الموتی من القبور بان یجمع اجزائھم الاصلیۃ ویعید الارواح إلیھا" (۱)

بعث بعد الموت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے اجزائے اصلیہ کو جمع کر کے ان میں روح ڈال کر ان کی قبروں سے اٹھائے گا۔

اور اجزائے اصلیہ ان اجزاء کو کہا جاتا ہے جن سے روح اولاً متعلق ہوتی ہو۔ چنانچہ علامہ "عبدالعزیز" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قیل: الاجزاء الاصلیۃ ھی الاجزاء التی تعلق بھا الروح اولاً" (۲)

آپریشن کے بعد جو ہڈی لگی وہ اجزائے اصلیہ میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ اسی جواب سے آپ کے دوسرے سوال کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ		**کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۱۱/۱ھ

دیوبندی کا نکاح وجنازہ اور اس کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: محمد اسد اللہ علیمی

مدرس دار العلوم اہل سنت علیمیہ فیض العلوم، مقام و پوسٹ ہنومان گنج بازار، ضلع بستی، یوپی

---

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۰۱

(۲) النبراس، ص: ۲۱۰

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) لڑکا سنی صحیح العقیدہ ہے، اور لڑکی دیوبندی کی ہے تو کیا اس کا نکاح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ مع دستخط ومہر کے جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں پڑھا سکتے تو اگر پڑھا دیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اُس کی نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کوئی مجبوری ہو جیسے رشتہ دار ہوں اور نماز جنازہ میں شریک ہوئے مگر اس دیوبندی امام کی اقتدا نہیں کی، صرف کھڑے رہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) کسی دیوبندی امام کے پیچھے اگر ہم نے اپنی نیت کر کے نماز پڑھی تو ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ اس مجبوری کے ساتھ کہ اگر نہیں کھڑے ہوتے ہیں تو لوگ برا سمجھیں گے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

(۱) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے براہ راست، یا پیشوایان دیوبندیہ مولوی رشید گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی جن کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس اور حفظ الایمان کے باعث علماے عرب وعجم، مفتیان حل وحرم نے ان کے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا، اور یہاں تک تحریر فرما دیا کہ "من شک فی کفرهم وعذابهم فقد کفر" انہیں اپنا امام وپیشوا ماننے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں، اور فقہاء تصریح فرماتے ہیں کہ مرتدین مرد ہوں یا عورت ان کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں فتاویٰ ہندیہ سے نقل فرمایا:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذلک لا یجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط" (۱)

لہٰذا لڑکا یا لڑکی میں سے کوئی بھی دیوبندی عقائد رکھنے والا اس کا نکاح کسی سنی یا سنیہ سے پڑھانا ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جواب نمبر ایک ہی سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہے کہ کسی بھی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھانا ناجائز وحرام وکفر ہے۔ جس نے دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھا دی اس پر اعلانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ بلکہ اگر دیوبندی کے کفری عقائد پر اطلاع رکھتے ہوئے اسے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی ہے تو ایسے شخص پر توبہ، تجدید ایمان، اور بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ اگر توبہ وتجدید ایمان نہیں کرتا ہے تو خود اس کے جنازہ میں شریک ہونا

(۱) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، کتاب النکاح، ج:۵، ص:۱۹۴

جائز نہیں۔ پھر دیوبندی کوئی بھی ہو اس کے جنازہ میں کسی طرح کی شرکت جائز نہیں۔ ایسوں سے رشتہ ہی کرنا کب جائز ہے کہ ان سے رشتہ داری کے دباؤ میں آکر ان کے جنازہ میں شرکت کرنی پڑے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ماسبق کے جوابوں سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہے کہ جب دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں تو خود ان کی نماز نماز نہیں، اور جب انہیں کی نماز باطل ہے تو ان کی اقتدا یا ان کے پیچھے ان کے ساتھ رکوع، سجود وغیرہ کرتے ہوئے کسی سنی کی نماز کیسے صحیح ہو جائے گی؟ صرف دیوبندی کے برا سمجھنے کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا خیال تو ہو گیا، مگر کتنے شرم کی بات ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی شانہائے اقدس میں گستاخیاں کرنے والے بلکہ صریح گالیاں لکھنے اور بیان کرنے والے، وہ لوگ جو اللہ و رسول جل جلال و صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، ان کی اقتدا میں کھڑے ہوتے وقت اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذرا بھی لحاظ و پاس نہیں یہ کیسا ایمان ہے؟ اور کیسے مسلمان ہیں؟ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور سنیوں کے دلوں میں اپنی اور اپنے پیارے رسول کی سچی محبت و عظمت جاگزیں فرمائے۔ (آمین)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹ ربیع الغوث ۱۴۲۰ھ

دیوبندی امام کی اقتدا کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: مبارک رضا، مقام کلیان پور، پوسٹ کلی گاؤں، ضلع دربھنگہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید نے دیوبندی امام کے پیچھے جان بوجھ کر نماز ادا کی، تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز زید کے یہاں شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی یا تو براہ راست شان الوہیت و بارگاہ رسالت کے گستاخ ہونے کی وجہ سے، یا تو پھر طواغیت اربعہ پیشوایان دیوبندیہ مولوی رشید گنگوہی، مولوی خلیل انبیٹھوی، مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی جن کے بارے میں ان کی عبارات کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس و حفظ الایمان کی وجہ سے علمائے عرب و عجم و مفتیان حل و حرم نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور یہاں تک فرما دیا کہ **"من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر"** یعنی وہ ایسے کافر و مرتد ہیں کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ ایسوں کو اپنا امام و پیشوا ماننے کی وجہ سے اسلام سے خارج و کافر و مرتد ہیں۔ ان کی نماز نماز ہی نہیں کہ ان کی اقتدا میں کسی مسلمان کی نماز

صحیح ہو۔ لہٰذا زید پر فرض ہے کہ اعلانیہ توبہ کرے اور اپنی نماز جو دیوبندی کی اقتدا میں ادا کی تھی از سر نو پڑھے۔
اگر زید توبہ نہیں کرتا ہے تو علاقہ کے سنی مسلمانوں پر جنہیں اس واقعہ فاجعہ کا علم ہو فرض ہے کہ زید کا سخت وشدید مقاطعہ و بائیکاٹ کریں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائے، اور جب تک وہ توبہ صحیح نہ کرے اس کے یہاں شادی و بیاہ کرنا، اور اس سے راہ و رسم رکھنا ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ

۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

دیوبندی فرقہ کو اچھا سمجھنے والا کیا ہے؟

مسئلہ از: ذوالفقار احمد رضوی، متعلم دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

ایسا شخص جو فرقہ دیابنہ سے تعلق رکھے، اور انہیں اچھا سمجھے، اور منع کرنے پر باز نہ آئے، اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیابنہ اپنے عقائد کفریہ صریحہ کی وجہ سے، یا کم از کم اساطین دیوبندیہ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید گنگوہی، مولوی خلیل انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی (جن کی عبارات کفریہ مندرجہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کی وجہ سے علمائے عرب و عجم، مفتیان حل و حرم نے ان کے کفر و ارتداد کا حکم لگا کر ہر ایک کے بارے میں تصریح فرمادی کہ "من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر" یعنی یہ چاروں ایسے کافر و مرتد ہیں کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے) کو اپنا امام و پیشوا ماننے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں، جو انہیں اچھا سمجھ کر ان سے تعلقات رکھے گا اس کا بھی حکم انہیں جیسا ہوگا، انہیں سمجھایا جائے اگر سمجھانے پر باز نہ آئیں تو ان سے فوراً الگ ہو جانا ضروری ہے۔ کما قال تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴؍ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مردہ سمجھنے والے کا حکم

مسئلہ از: قاضی امان اللہ

مفتی ومیر واعظ جنوبی کشمیر وسرپرست اعلیٰ ادارۂ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد، کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال مردہ ہیں، وہ سنتے نہیں ہیں، اگر چہ قبر انور پر صلوۃ وسلام پیش کیا جائے، کیسا ہے؟ اور شرعاً ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

علمائے ملت اسلامیہ سلف وخلف کا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال بھی حیات حقیقی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں، اور جس طرح حیات ظاہری میں وصال سے پہلے امت کے جمیع اعمال واحوال اور سارے عالم کو ملاحظہ فرماتے رہتے تھے۔ عالم میں کہیں بھی درود وسلام پڑھا جائے آپ بنفس نفیس سنتے تھے بعد وصال بھی سارے عالم کی خبر رکھتے، اور درود وسلام پڑھنے والوں کے درود کو خود سنتے ہیں۔

اکابر علمائے محدثین نے حیات انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام سے متعلق مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ خاتم المحدثین سند المحققین حضرت امام علامہ "جلال الدین سیوطی" علیہ الرحمہ نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ "انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء" تصنیف فرما کر علمائے متقدمین واجلہ محدثین کے رسائل وتصانیف سے اس سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"حیاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قبرہ وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتواترت بہ الأخبار"(۱)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ انور میں زندہ رہنا، اور دیگر انبیائے کرام کی حیات کا ہمیں یقینی علم ہے۔ اس لیے کہ ہمارے پاس اس سلسلے میں بہت سی دلیلیں اور متواتر حدیثیں ہیں۔

اور محدث جلیل حضرت امام علامہ "بیہقی" علیہ الرحمہ کے ایک رسالہ "حیاۃ الانبیاء" کا ذکر فرما کر کچھ دلائل اس سے نقل فرمائے۔ چنانچہ بعض حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

---

(۱) انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، مشمولہ الحاوی للفتاوی، ج:۲، ص:۱۳۹

"قال النبی ﷺ مررت لیلۃ اسری بی علی موسیٰ علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ" (۱)
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲) محدث جلیل حضرت "ابو نعیم اصفہانی" اپنی کتاب "الحلیۃ" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں "قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومررت بموسیٰ لیلۃ اسری بی وھو قائم فی قبرہ بین عائلہ وعویلہ" (۲)
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر مبارک میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۳) حضرت "ابو یعلی محدث" اپنی مسند میں اور "امام بیہقی" اپنے رسالہ "حیاۃ الانبیاء" میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

"ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" (۳)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۴) امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور حضرت دارمی اپنی اپنی مسندوں میں اور امام بیہقی "دعوات کبیر" میں حضرت اوس بن اوس صحابی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایّامکم یوم الجمعۃ، فیہ خلق آدم، وفیہ قبض، وفیہ النفخۃ، وفیہ الصمۃ، فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ، فان صلواتکم معروضۃ علیّ، قالوا: یا رسول اللہ! کیف تعرض صلواتنا علیک وقدارمت؟ قال ان اللہ حرم علی الأرض اجسادالانبیاء" (۴)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے، تو اس دن مجھ پر بہت درود بھیجو، اس لیے کہ تمہارا درود میرے پاس پیش ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کے حضور اس وقت کیسے پیش ہوگا جب (بعد وصال) آپ کا جسم باقی نہ رہے گا؟ تو حضور نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیا

(۱) الصحیح لمسلم ،باب فضائل موسی علیہ السلام ،ج:۲ ص:۲۶۸
(۲) حلیۃ الاولیاء، ج:۸، ص:۳۳۳
(۳) سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۱۵۰
(۴) سنن ابن ماجہ، ص:۱۱۹

کرام کے جسم کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھائے۔
شیخ محقق حضرت شاہ ''عبدالحق محدث دہلوی'' علیہ الرحمہ حدیث مذکور کی شرح میں ''اشعۃ اللمعات'' میں فرماتے ہیں:

''در حیات انبیا متفق علیہ است ہیچکس را دروے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چناں کہ شہدا راست'' (۱)

حضرات انبیائے کرام کی زندگی پر اہل حق کا اجماع واتفاق ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حضرات انبیا کرام کی یہ زندگی جسمانی دنیاوی اور حقیقی زندگی ہے۔ شہیدانِ کرام کی زندگی کی طرح معنوی اور روحانی نہیں۔
محدث جلیل ابن ماجہ اپنی مسند میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں میں راوی ہیں:

''قال ان اللّٰہ حرم علی الأرض ان تاکل اجساد الأنبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق'' (۲)

بعد وصال سرکار کے حضور ہمارا درود کس طرح پیش ہوگا، حضرت ابوالدرداء کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے، لہٰذا اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔
شیخ محقق حضرت شاہ ''عبدالحق محدث دہلوی'' علیہ الرحمہ اپنے رسالۂ مبارکہ ''سلوک اقرب السبل'' میں فرماتے ہیں:

''با چندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است براعمال امت حاظر وناظر وبر طالبان حقیقت را ومتوجہاں آں حضرت را مفیض ومربی'' (۳)

فروعیات میں اتنے اختلافات اور کثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہیں کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم (بعد وصال) بغیر شائبہ مجاز، اور گنجائش تاویل، حقیقی زندگی کے ساتھ موجود اور باقی ہیں۔ اعمال امت کا مشاہدہ فرمانے والے، اور باخبر ہیں، اور بالخصوص حقیقت کے طلبگاروں اور اپنی بارگاہ کے امیدواروں کو فیض پہنچانے والے، اور ان کی تربیت فرمانے والے ہیں۔
فقیہ عظیم الشان حضرت علامہ ''حسن بن عمار مصری شرنبلالی'' علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''نور الایضاح''

---

(۱) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص: ۶۱۳

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، ص: ۱۱۹

(۳) سلوک اقرب السبل

میں فرماتے ہیں:

"وما هو مقرر عند المحققين انه صلى الله عليه وسلم حي يرزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات" (۱)

یعنی یہ چیز محققین علما کے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بعد وصال) بھی زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، لذت حاصل کی جانے والی سبھی چیزوں اور عبادات سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ بعد وصال مقامات شریفہ کو دیکھنے سے قاصر نگاہوں سے روپوش ہیں۔ حضرت سیدنا شاہ "فضل رسول" قادری بدایونی قدس سرہ عقائد کی مشہور کتاب "المعتقد المنتقد" میں رقمطراز ہیں:

"إنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الآن حي يرزق في علو درجاته ورفعة حالاته" (۲)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں، اور اپنے بلند درجات اور عظیم حالات کے مطابق روزی پاتے ہیں۔

مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت "امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی" علیہ الرحمہ والرضوان حیات انبیا بعد وصال کو اپنے انداز میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے　　لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات　　مثل سابق وہی جسمانی ہے
اوروں کی روح کتنی ہی لطیف　　ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح　　اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
وہ ہیں حی ابدی رضا　　صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

معاذ اللہ! ہزار بار معاذ اللہ! ایسا گندہ عقیدہ کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال مردہ ہیں، وہ سنتے نہیں ہیں اگرچہ قبر انور پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جائے" یہ زمانۂ حال کے وہابیوں اور دیوبندیوں کا گندہ عقیدہ ہے، جو اپنے عقائد کفریہ باطلہ کی وجہ سے کافر ومرتد اور بے دین ہیں۔ اساطین دیوبندیہ کے عقائد کفریہ ملعونہ کے باعث علمائے عرب وعجم، مفتیان حل وحرم نے انہیں کافر ومرتد قرار دیتے ہوئے صاف تصریح فرمائی کہ وہ اپنے عقائد کفریہ ملعونہ کے باعث ایسے کافر ومرتد ہیں کہ "من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر" جو ان کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ تفصیلی حکم کے لیے "حسام الحرمین" کا مطالعہ ضروری ہے۔ الحاصل سوال میں

(۱) نور الایضاح، ص: ۱۹۵

(۲) المعتقد المنتقد، ص ۱۴۸

مذکور عقیدہ رکھنا سراسر الحاد و زندقہ اور بد دینی کا واضح نمونہ ہے اور ایسا گندہ عقیدہ رکھنے والے وہابیہ دیابنہ ہیں جو اسلام سے خارج اور کفار و مرتدین ہیں۔فقط. واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

کتبہٗ: محمد قدرت اللہ الرضوی

قرآن کو نہ ماننے والا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مطیب اللہ، مقام جھیاواں، پوسٹ کدرہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

جن لوگوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں مانتے، ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا؟ مدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قرآن شریف کو نہ ماننا کفر ہے۔ "فتاویٰ تاتارخانیہ" میں ہے "اذا انکر آیۃ من القرآن او سخر بآیۃ من القرآن وفی الخزانۃ اوعاب، فقد کفر." (۱) لہٰذا بر صدق قول مستفتی جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے وہ سب اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہوگئے۔ اگر شادی شدہ ہیں تو ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ کسی سے بیعت ہیں تو بیعت ختم ہوگئی۔ ان لوگوں پر توبہ وتجدید ایمان اور تجدید نکاح فرض ہے، اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو ان کا بائیکاٹ کردیا جائے۔ قرآن کا ارشاد ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)
واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲/۵/۱۴۲۱ھ

نظریۂ وحدت ادیان کے احکام

مسئلہ از: علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

جانشین حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کچھوچھہ شریف، مقیم حال، احمد آباد

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں۔

(۱) دین اسلام کا دوسرے ادیان باطلہ سے کیا کسی معنی میں اتحاد ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو جو کوئی اس اتحاد کو کم از کم

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب احکام المرتدین، ج: ۱، ص: ۲۵۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

صحیح سمجھتا ہے اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور اگر اتحاد ہو سکتا ہے تو شرعی دلیل سے اس کو مدلل فرما دیا جائے۔
(۲) کیا کسی مسلمان کے لیے ادیان باطلہ کے احترام کی کوئی گنجائش ہے؟ اگر گنجائش ہے تو اس کو بھی شرعی دلیل کی روشنی میں واضح فرما دیا جائے۔
(۳) کیا کوئی مسلمان ادیان باطلہ کو قبول کر سکتا ہے؟ اگر قبول نہیں کر سکتا تو جو ادیان باطلہ کے تسلیم وقبول کو درست باور کرتا ہے اس کے لیے کیا حکم شرعی ہے؟ اور اگر قبول کر سکتا ہے تو اس کے لئے بھی دلیل پیش کی جائے۔ اس مقام پر یہ خیال رہے کہ مذکورہ بالا سوالات صرف اور صرف ادیان باطلہ کا احترام اور ادیان باطلہ کے تسلیم وقبول سے متعلق ہیں لہٰذا جواب میں صرف اسی کو سامنے رکھ کر جواب عطا فرمایا جائے اور خلط بحث سے گریز کیا جائے۔
(۴) کیا کسی مسلمان کے لیے جائز ہے کہ کسی ایسی تنظیم کی رکنیت قبول کرے، جس کے دستور کی دفعات میں ادیان باطلہ سے اتحاد، ادیان باطلہ کا احترام، اور ادیان باطلہ کو تسلیم وقبول کر لینے کو تنظیم کے مقاصد ونصب العین کے طور پر پیش کیا گیا ہو؟ اگر جائز نہیں بلکہ حرام ہے، تو جس مسلمان نے ایسی تنظیم کی رکنیت اختیار کر لی ہے، اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس کو بھی شرعی دلائل کی روشنی میں پیش کیا جائے۔
(۵) اس مسلمان کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے جو نہ تو اپنے دین کے اصول وضوابط سے انحراف کرتا ہے، مگر دوسرے ادیان باطلہ کو بھی صحیح ودرست اور برحق سمجھتا ہے؟
(۶) شریعت میں معبودان باطلہ، یا کسی باطل دین کے مذہبی رہنماؤں کو برا بھلا کہنے، اور گالی گلوج دینے سے اگر منع کیا گیا ہے تو کیا اس سے ان معبودان باطلہ، یا ان رہنماؤں کا احترام مقصود ہے، یا خود اپنے معبود برحق اور اپنی مقدس ہستیوں کو غیروں کی جوابی گالی گلوج اور طعن وتشنیع سے بچانا مطلوب ہے؟ مدلل طور پر واضح فرمایا جائے۔
گزارش ہے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات میں اثباتاً یا نفیاً جو کچھ بھی ارشاد ہو وہ شرعی دلائل سے مدلل ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) دین اسلام کا کسی دین باطل وکفر سے اتحاد کا مطلب ایمان وکفر اور حق وباطل کا ایک ہو جانا ہے، جو بحکم قرآن وحدیث کفر ہے، اور ایسے اتحاد کو صحیح سمجھنا کفر کو صحیح سمجھنا ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" میں ہے:
"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ (۱) تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ قرآن کی عظیم شہادتیں کہ ان سے وداد واتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر" (۲)

(۱) سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۱
(۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب السیر، ج: ۶، ص ۹۲

آیت مذکورہ کے تحت عمدۃ المفسرین ''ابو بکر رازی جصاص'' قدس سرہ رقم طراز ہیں:

''ان کان الخطاب للمسلمین فهو اخبار بانه کافر مثلهم بموالاته ایاهم'' (۱)

لہٰذا دین اسلام کا ادیان باطلہ سے اتحاد کو صحیح سمجھنے والے پر لازم ہے کہ ایسے کفری عقیدہ سے توبہ کرے۔ تجدید ایمان اور تجدید نکاح و بیعت کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ادیان باطلہ کی تعظیم و احترام کفر ہے۔ فقیہ بے نظیر علامہ ''علاء الدین حصکفی'' قدس سرہ فرماتے ہیں:

''الاعطاء باسم النیروز والمهرجان لا یجوز ای الهدایا باسم هذین الیومین حرام وان قصد تعظیمه کمایعظمه المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیرلوان رجلاً عبد اللّٰه خمسین سنة ثم اهدی لمشرک یوم النیروز بیضة یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عمله''(۲)

اور ''غمز عیون البصائر'' میں ہے:

''اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسناً فقد کفر'' (۳)

اور ''الاشباہ والنظائر'' میں مرقوم ہے:

''تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تبجیلاً کفر'' (۴)

علامۂ اجل ''ملا علی قاری'' علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

''من اهدی یوم النیروز وارادبه تعظیم النیروز کفر'' (۵)

ان تمام اقوال وارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کے لیے ادیان باطلہ کے احترام و تعظیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ ان کی تعظیم کفر ہے جو شخص ادیان باطلہ کے احترام و تعظیم کو صحیح سمجھے۔ اس پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

(۳) ادیان باطلہ کو قبول کرنا یا قبول کرنے کو صحیح سمجھنا کفر ہے۔ ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر اور خارج از اسلام ہے۔ اس پر توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

(۴) جانتے ہوئے ایسی تنظیم کی رکنیت ناجائز و حرام بلکہ کفر ہے، اور رکنیت قبول کرنے والا مستحق نار و غضب

---

(۱) احکام القرآن للجصاص، ج:۲، ص ۲۴۴

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۵، ص: ۴۸۱

(۳) غمز عیون البصائر، ج:۲، ص ۱۰۹

(۴) الاشباہ والنظائر مع الغمز، ج:۲، ص: ۱۸۹

(۵) شرح الفقه الاکبر، ص: ۲۳۰

جبار ہے، ایسے شخص پر لازم ہے کہ رکنیت مسترد کرے، توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ہے، ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۵) ادیان باطلہ کو صحیح و برحق سمجھنے والا مومن نہیں کافر ہے۔ وہ لاکھ دعویٰ اسلام کرے ہرگز مسموع نہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ (۲) ادیان باطلہ کو برحق سمجھتے ہوئے دعویٰ ایمان کرنا اجتماع نقیضین کی صحت کا ادعا ہے، ایسے اعتقاد والے پر تجدید ایمان ونکاح فرض ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۶) معبودان باطلہ اور ادیان باطلہ کے مذہبی رہنماؤں کو برا کہنے کی ممانعت ان کی تعظیم کی بنا پر نہیں، بلکہ اپنے معبود برحق اور جلیل القدر ہستیوں کو ان ظالم و جاہل پرستاروں کے طعن و تشنیع سے بچانے کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَاتَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾ (۳) اس آیت کریمہ کے تحت ''در منثور'' میں ہے:

''عن ابن عباس فی قوله : لا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰه'' الآیة قال: قالوا: یا محمدا لتنهین عن سب اوشتم الهتنا او لنهجون ربک فنهاهم اللّٰه ان یسبوا اوثانهم فیسبوا اللّٰه عدواً بغیر علم.'' (۴)

امام ''فخر الدین رازی'' قدس سرہ فرماتے ہیں:

''نهی اللّٰه عن هذا العمل فانک متی شتمت الٰهتهم غضبوا فربما ذکروا اللّٰه بما لا ینبغی من القول فلا جل الاحتراز عن هذا المحذور وجب الاحتراز عن ذٰلک المقال'' (۵)

علامہ صاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''قوله فیسبوا اللّٰه ای یترتب علی ذٰلک سب اللّٰه ففی الحقیقة النهی عن سب اللّٰه'' (۶)

ان تمام ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ معبودان باطلہ کو برا کہنے کی ممانعت ان کی تعظیم کے لیے نہیں، بلکہ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ آل عمران، آیت: ۸۵

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۱۰۸

(۴) الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۳، ص: ۷۱

(۵) التفسیر الکبیر، ج: ۱۳، ص: ۱۳۹

(۶) حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، ج: ۲، ص: ۳۵، ۳۶

معبود برحق کو برا کہنے سے روکنے کی بنا پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ
الجواب صحیح: انوار احمد بغدادی

کیا یزید کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

مسئلہ از: نور الزماں بدھیانی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ یزید کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کہہ سکتے ہیں تو مسلمان کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

یزید پلید کو کافر کہنے کے متعلق اختلاف ہے۔ سیدنا امام "احمد بن حنبل" رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین اسے کافر کہتے ہیں، اور ہمارے "امام اعظم" رضی اللہ عنہ نے کافر کہنے سے احتیاطاً سکوت اختیار کیا۔ "بہار شریعت" میں ہے۔

"ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین اقوال ہیں اور ہمارے "امام اعظم" رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت، یعنی ہم اسے فاسق وفاجر کہنے کے سوانہ کافر کہیں نہ مسلمان۔"(۱)

اور "ملا علی قاری" علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اختلف فی اکفار یزید، قیل: نعم، یعنی لما عنه ما یدل علی کفره من تحلیل الخمر، وما تفوه بعد قتل الحسین واصحابه انی جازیتهم بما فعلوا باشیاخ قریش وصنادیدهم فی بدر، وامثال ذلک، وقیل: لا: اذ لم یثبت لنا عنه تلک الاسباب الموجبة ای لکفره، وحقیقة الامر التوقف فیه، ومرجع امره الی الله سبحانه" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۷۷
(۲) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۸۸

کسی کی صحابیت کا انکار کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبشر رضا پورنوی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ خلفائے راشدین کے علاوہ کسی صحابی کی صحابیت کا انکار کفر نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ کفر ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "اصحابی کالنجوم" زید وبکر کے اقوال میں کس کا قول درست ہے اور کس کا غلط؟ غلط کہنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جن کی صحابیت نص سے ثابت ہے ان کی صحابیت کا انکار کفر ہے، اور ان کے علاوہ کی صحابیت کا انکار کفر تو نہیں مگر گمرہی ضرور ہے۔ "ملا علی قاری" علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

"فقد اجمعوا علی ان من انکر صحبة ابی بکر الصديق كفر بخلاف انكار صحبة غيره لورود النص في حقه" (۱) زید وبکر دونوں اس مسئلہ میں اصل حقیقت سے بے خبر ہیں۔ للہذا بغیر علم دونوں کو حکم شرعی بیان کرنے سے اجتناب لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (۲)

واللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۶ ررجب المرجب ۱۴۲۵ھ

کسی مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محبان جہانیان کمیٹی، باڑمیر، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علماے دین، ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی معزز سادات خانوادہ ایک زمانہ سے سادات سے مشہور ہو، اور زمانہ کے لوگ اسے سادات سمجھتے اور تسلیم کرتے ہوں (اپنے آبا واجداد وعلماء سے انہیں سید سنتے اور تسلیم کرتے ہوئے دیکھ کر) اور اس خانوادہ کی تقویٰ وطہارت سے متاثر ہو کر اچھی

(۱) شرح الفقه الاكبر، ص: ۸۵.

(۲) سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۳۶

خاصی تعداد میں لوگ اس سادات خانوادہ کے بزرگوں اور موجودہ صاحب سجادہ سے حلقہ ارادت وعقیدت رکھتے ہوں (اس سادات خانوادہ کے ان کے شجرۂ نسب بھی موجود ہے جس پر اکابر سندھی علماء مشائخ کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں) ایسے میں اگر کوئی دوسرے پیر صاحب جو پہلے اس خانوادہ کو سادات سے تسلیم کرتے رہے، اور اس سادات خانوادہ کے ذریعہ قائم کردہ ادارہ کے جلسہ دستار فضیلت، اور یہاں پر آرام فرما بزرگوں کے اعراس میں شرکت فرماتے رہے ہیں، اور خود اپنے قائم کردہ ادارہ کے سالانہ جلسہ میں ان حضرات کو مدعو کرتے رہے۔

لیکن اب ادھر کچھ سالوں سے حسد وبغض کی بنیاد پر اگر یہ تاثر لوگوں میں دینے کی کوشش کر رہے ہیں، کہ یہ خانوادہ سادات سے نہیں ہے صرف اسی پر بس نہ کرتے ہوں بلکہ ان خانوادہ کے کچھ مشائخ جو یہاں پر آرام فرما ہیں جن کی بزرگی وکرامتیں یہاں کے لوگوں کی زبان زد ہیں، اور ان بزرگوں کے آستانہ پر اچھی خاصی تعداد میں لوگ حاضری دیتے ہوں، تو ایسے بزرگوں کے بارے میں اس طرح کے کلمات لوگوں میں کہنا کیسا ہے کہ "یہ ولی وغیرہ نہیں تھے اور ان کی درگاہ پر لوگ بلا مطلب جاتے ہیں، وہ ولی تو کجا مسلمان بھی نہیں تھے، بلکہ وہ بھیل تھے، اور جادوگر تھے (جبکہ ان کے خانوادہ کے کچھ لوگ گجرات کے علاقہ پچھم اور پاکستان کے صوبہ سندھ میں بھی موجود ہیں جنھیں سبھی لوگ بالاتفاق سادات سے تسلیم کرتے ہیں۔ کیا یہ بغض وحسد کی بنیاد پر نہیں ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر بلا تحقیق سیادت سے انکار کرتے ہیں، تو ایذائے مومن کے جرم میں گرفتار ہیں، اور بلا وجہ شرعی ایذاء مومن حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (۱)

اور ارشاد حدیث ہے:

"من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ" (۲)

اور کسی مسلمان کو مسلمان نہ ماننا کفر ہے۔ حدیث شریف ہے:

"لیس من دعا رجلاً بالکفر او قال عدوّ اللّٰہ ولیس کذالک الاّ حار علیہ" (۳)

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

(۲) المعجم الاوسط: ج۴، ص ۳۷۳

(۳) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۵۷

''درمختار'' میں ہے ''یکفر ان اعتقد المسلم کافراً به یفتی'' (۱)

لہٰذا اگر واقعی پیر صاحب نے سوال مذکور کی باتیں کہی ہیں تو ان پر توبہ واستغفار ضروری ہے۔ساتھ ہی ایک مسلمان کے مسلمان ہونے کا انکار کرنے پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

عقائد وہابیہ کی تردید

مسئلہ از: محمد رفیع، ڈڈنہا، ہالینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برزخ سے کسی کی بھی مدد نہیں کر سکتے، جو اس عقیدہ کو مانے مشرک ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ: حضور مر کر مٹی میں مل گئے اور یہ کہتا ہے کہ: انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے وسیلے سے بھی دعا مانگنا شرک ہے، اور یہ کہتا ہے کہ: بزرگوں کو مسجد کے قریب دفن کرنا قبر اور مزار بنانا زیارت کرنا شرک ہے، اور یہ کہتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں ہے۔ اگر ہے تو تھوڑا سا، اور یہ کہتا ہے کہ: حضور کا میلاد منانا، صلاۃ وسلام پڑھنا، نعت شریف، حلقہ ذکر کرنا، گیارہویں شریف منانا، انگوٹھا چومنا معمولات اہل سنت جو ہیں، ان کو کرنا بدعت وحرام ہے۔

زید جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے، اور جو اس کو مانے اور اس کی تائید کرے ان سب پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

''باسمه تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

بلاشبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی بعطاء الٰہی تصرف واختیار اور امداد کی قدرت وطاقت رکھتے ہیں، اور اپنے فریادیوں کی فریاد رسی بھی فرماتے ہیں، اور ان کی حاجت روائی بھی کرتے ہیں۔حدیث پاک میں ہے:

''عن ابی الجوزاء قال: قحط أهل المدينة قحطاً شديداً فشكوا الى عائشة، فقالت: انظروا قبر النبی صلی اللّٰه عليه وسلم، فاجعلوا منه كوی إلیٰ السماء حتی لا يكون بينه وبين السماء سقفٌ، ففعلوا فمطروا مطراً حتی نبت العشب، وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم

(۱) الدرالمختار،مع ردالمحتار، باب التعزیر، ج:۳،ص:۱۸۳

فسمی عام الفتق رواہ الدارمی" (۱)

یعنی حضرت ابوجوزاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں شدید قحط ہوا۔ خلق خدا پریشان ہوگئی۔ لوگوں نے ام المومنین حضرت "عائشہ صدیقہ" رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور کی قبر مبارک سے ایک منفذ آسمان کی طرف بناؤ کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا کیا تو بکثرت بارش ہوئی۔ سبزہ اگا اور اونٹ اس قدر موٹے ہوگئے کہ چربی کی کثرت کی وجہ سے کھالیں پھٹ گئیں۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام "عام الفتق" رکھا گیا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ قحط سالی کی شکایت خیر القرون میں مسلمانوں نے حضرت "عائشہ" رضی اللہ عنہا سے کی، اور حضرت عائشہ نے قبر انور سے حاجت برآری کی تلقین فرمائی اور پھر الحمد للہ قبر اطہر سے ایسی مدد ہوئی کہ خوشحالی اور فراخی کا دور دورہ ہوگیا، بلکہ وہ سال ہی فراخ حالی میں مشہور ہوگیا۔ اب اگر ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے تو معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ حضرت "عائشہ صدیقہ" اور "خیر القرون" کے مسلمان اور اس وقت سے لے کر آج تک اس پر اعتقاد رکھنے والے دنیا بھر کے مسلمان کافر و مشرک ہوئے۔

غور فرمائیں! کہ زید نے بیک جنبش زبان صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

جب کہ کسی ایک بھی مسلمان کو کافر و مشرک کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے تو جو پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک کہے اس کا کیا حال ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے:

"لیس من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک إلا حار علیه"(۲)

یعنی جو کسی کو کفر پر پکارے، یا خدا کا دشمن کہے، اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر پلٹ آئے گا۔

"حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں ہے:

"کذالک یا مشرک ونحوہ" (۳)

یعنی یوں ہی کسی مسلمان کو کافر و مشرک وغیرہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الکرامات، ص ۵۴۵

(۲) الصحیح لمسلم، باب الایمان، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة، ج: ۲، ص ۱۵۶

''درمختار'' میں ہے:

''یکفر ان اعتقد المسلم کافراً به یفتی ''(۱) یعنی جو مسلمان کو کافر سمجھے قول مفتی پر وہ خود کافر ہے۔

امام اجل علامہ ''قاضی عیاض'' قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''کذالک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل به إلیٰ تضلیل الأمة وتکفیر جمیع الصحابة'' (۲) یعنی جو کوئی ایسی بات کہے، جس سے تمام امت یا تمام صحابہ کی تضلیل وتکفیر کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے۔

یونہی انبیاے کرام اور اولیاء عظام سے ان کی حیات ظاہری میں اور پھر اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد استمد ادو استغاثہ اور ان سے توسل پوری امت مسلمہ میں شائع وذائع اور جاری وساری ہے۔

امام شیخ الاسلام ''شہاب رملی انصاری'' کے فتاویٰ میں ہے:

''سئل عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلک من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وهل للمشائخ اغاثة بعد موتهم ام لا؟ فاجاب بما نصه ان الاستغاثة بالأنبیاء والمرسلین والأولیاء والعلماء والصالحین جائزة، وللانبیاء وللرسل والأولیاء والصالحین اغاثة بعد موتهم''(۳)

یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیا ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے ہیں، اور ''یا شیخ فلاں'' وغیرہ کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیا بعد وفات مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیا ومرسلین اور اولیا وعلما سے مدد مانگنی جائز ہے، اور وہ بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ محقق علامہ ''عبدالحق محدث دہلوی بخاری'' قدس سرہ فرماتے ہیں:

''حجۃ الاسلام ''امام غزالی'' گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات، استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات''(۴)

یعنی حجۃ الاسلام ''امام محمد غزالی'' نے فرمایا ہے کہ جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

(۱) الدرالمختار، مع ردالمحتار، باب التعزیر، ج:۳، ص:۱۸۳

(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، باب حکم من سب اللہ تعالیٰ وملئکة وانبیاء ہ : ج:۲، ص:۲۴۷

(۳) فتاوی الرملی فی فروع الفقه الشافعی، ج:۴، ص:۳۳۱

(۴) اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۷۱۶

اور حضور سیدنا شیخ ''عبدالقادر جیلانی'' قدس سرہ فرماتے ہیں:

''من استغاث بی فی کربة کشفت عنه، ومن نادی باسمی فی شدة، فرجت عنه، ومن توسل بی إلی اللّٰه عزوجل فی حاجة، قضیت له'' (۱) یعنی جو مجھے کسی تکلیف میں مدد کو پکارے، وہ تکلیف دور کردوں گا، اور جو کسی مصیبت میں میرا نام لے تو وہ مصیبت دفع کردوں گا، اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے۔

ان شواہد کے علاوہ ہزاروں دلائل وشواہد علماے اہل سنت کی کتابوں میں مرقوم ہیں جن سے استمداد وتوسل کا جواز ثابت ومحقق ہے۔

لہٰذا زید بے قید کا ان امور کو شرک قرار دینا حد درجہ جرأت وبے باکی بلکہ گمراہی وبد دینی ہے کہ اس میں پوری امت مسلمہ کو شرک قرار دینا ہے۔ والعیاذ باللّٰه تعالیٰ.

اور زید کا یہ کہنا کہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ) صریح حدیث کے خلاف اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی کھلی گستاخی اور کفر ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''إن اللّٰه حرم علی الأرض أن تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰه حی یرزق'' (۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیا کے جسموں کو کھائے۔ چنانچہ اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ رزق دیے جاتے ہیں۔

امام اجل علامہ ''زرقانی'' قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

''فی الکامل للمبرد مما کفر به الفقهاء الحجاج، انه رای الناس یطوفون حول حجرته صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال: إنما یطوفون باعواد ورمة، قال الدمیری کَفَّروه بهذا لانه تکذیب لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم ''ان اللّٰه حرم علی الأرض ان تاکل اجساد الأنبیاء'' (۳)

یعنی ابو العباس مبرد نے کامل میں لکھا کہ ان باتوں میں جن کے سبب علماے کرام نے حجاج ظالم کو کافر کہا، ایک یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو روضہ انور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھ کر کہا کہ کچھ لوگ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کر رہے ہیں۔ علامہ ''کمال الدین دمیری'' نے فرمایا: علماء نے اس کے اس قول پر اسی وجہ سے تکفیر کی کہ اس میں ارشاد نبوی کی تکذیب ہے۔ بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیا کا جسم کھانا حرام فرمایا ہے۔

---

(۱) بهجة الاسرار، ص: ۱۲۰

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۵۰

(۳) شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة: ج: ۱، ص: ۹۰

یونہی زید کا یہ قول کہ بزرگوں کو مسجد کے قریب دفن کرنا قبہ ومزار بنانا اور زیارت کرنا شرک ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا سا علم غیب تھا، اور یہ کہ میلاد منانا، صلوٰۃ وسلام پڑھنا، اور دیگر معمولات اہل سنت سب بدعت وحرام ہیں۔ یہ سب زید کی گمراہی وبدمذہبی پر دال ہے۔ غرضیکہ زید پر اس کے عقائد باطلہ وفاسدہ اور کفریہ کی بنا پر حکم کفر ہے۔ اگر بیوی رکھتا ہے تو بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔ زید پر لازم ہے کہ فوراً اپنے کفری عقائد سے توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ :

﴿ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱)

اور جو شخص زید کے مذکورہ عقائد کو صحیح مانے، اور اس کی تائید کرے اس پر بھی بحکم فقہا حکم کفر ہے۔ ایسے شخص پر بھی لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان ونکاح کرے۔ "الاعلام بقواطع الاسلام" میں ہے:

"من تلفظ الكفر يكفر" (الى قوله) وكذا من ثنى عليه او استحسنه او رضى به يكفر" (۲)

اور علامہ "ابن نجیم مصری" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"من حسن كلام اهل الاهواء او قال معنوى او كلام له معنى صحيح ان كان ذلك كفراً من القائل كفر المحسن" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم .

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ ذی القعدہ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الاعلام مع سبل النجاۃ، ص ۳۶۶

(۳) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۱۲۵

سنی کہلانے والا اگر کہے ہم بھی وہابی دیو بندی ہو گئے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی نصیب گنج بازار لکھاہی پوسٹ مرزاپور، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ سنی کہلانے والا شخص اگر عناداً یہ کہے کہ ہم بھی وہابی دیو بندی ہو گئے یا یہ کہے کہ سنیوں سے اچھے تو دیو بندی وہابی ہیں اور بغیر توبہ واستغفار کئے ہوئے اب بھی اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتا ہے تو ایسے شخص کے متعلق حکم شرع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہو گیا مذاق سے کہے یا دوسری وجہ سے“(۱) اسی سے اس سنی کہلانے والے کا حکم واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

اسلام وسنیت کی توہین کرنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: عبداللطیف ازحاجی عمر نگریا متولی مسجد

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک سید کہلانے والے جو اپنے آپ کو شیخ طریقت کہتے ہیں اور پیری مریدی بھی کرتے ہیں وہ محفل سماع مع مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات کے ساتھ جائز کہتے ہیں نیز موسیقی کے آلات کے ساتھ محفل سماع منعقد کرتے مریدوں کو اس میں جمع کرتے ہیں نیز رقص بھی کرتے ہیں اور ان کے مریدین پیر مذکور کے قدموں میں روپے نچھاور کرتے ہیں ان حرکات کو پیر صاحب جائز ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس پر ایک مفتی صاحب سے پیر مذکور کا لوگوں کے درمیان مع آلات موسیقی کے محفل سماع کے جواز وعدم جواز پر مباحثہ ہوا۔ درمیان بحث انہوں نے کہا میں نے اپنی پہلی ملاقاتوں میں ہی آپ لوگوں سے کہہ رکھا تھا کہ اسلام وسنیت دو نمبر کی چیز ہے اور کمیونٹی امپورٹنٹ ہے نیز آگے چل کر درمیان بحث کہا کہ یہ کو آپریٹ کو کوئی اس معنیٰ میں نہ لے کہ میں ان کتابوں کے حوالہ سے یا اسلامی طور پر شریعت کے لئے کر رہا ہوں بلکہ صرف آپ کی قومیت کے لئے کو آپریٹ کر رہا

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۲

ہوں۔ مفتی صاحب نے ان کے مذکورہ دونوں جملوں کی روشنی میں کہا یہ جملے خلاف شرع ہیں بلکہ اسلام وسنیت کو دونمبر کی چیز کہنا اور قومیت کے اتحاد کو اہم بتلانا کفر ہے آپ پر توبہ وتجدید نکاح لازم ہے پیر صاحب یہ فتویٰ تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ پیر مذکور نے کہا اگر ایسا ہے تو یہ لکھ کر دے دیجئے۔ مفتی صاحب نے لکھ کر دیا آیا یہ جملے کلمات کفر سے ہیں یانہیں؟ کیا یہ کفر عود کرے گا مفتی صاحب کی طرف یانہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

پیر مذکور کا یہ کہنا ہے کہ اسلام وسنیت دونمبر کی چیز ہے کیمونٹی کی یونائی امپورٹنٹ ہے سراسر غلط اور کلمات کفر ہیں کیوں کہ اس میں اسلام وسنیت پر قومی اتحاد کو ترجیح دینا اور اسلام وسنیت کو ہلکا سمجھنا ہے جو کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔" اذا قال الرجل لغیره حکم الشرع فی هذه الحادثة کذا فقال ذلک الغیر من برسم کار می کنم نه بشرع یکفر عند بعض المشائخ "(۱)

اسی مسئلہ کے تحت فتاویٰ رضویہ میں ہے" اقول وصورة النازلة اشد من هذا بکثیر فان هذا اخبار عن عمله والرجل ربما یعمل بالمعصیة و لایرضاها فیکون عاصیا لا کافرا لعدم الاستحسان والاستحلال بخلاف ماثمه فانه صریح فی عدم قبول الشرع وترجیح الرسم علیه فکان کالمسئله قبلها رجل قال لخمصه اذهب معی الشرع قال پیاده بیار تابروم ہے نہ روم یکفر لانه عاندالشرع ا ھ "(۲)

بہار شریعت میں ہے:"علم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالم علم دین ہے کفر ہے یوں ہی شرع کی توہین کرنا۔"(۳)

اسی طرح دوسرا جملہ کہ"میں شریعت کے لئے نہیں کررہاہوں بلکہ صرف آپ کی قومیت کے لئے کررہاہوں بہت سخت اور قابل گرفت ہے۔ علاوہ اس کے پیر مذکور نے مفتی صاحب کا بیان کردہ فتویٰ شرعیہ کو ماننے سے انکار کردیا۔ یہ الگ کفر ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے" رجل عرض علیه خمصه فتوی الائمة فردها وقال چه بارنامہ فتوی آورده قیل یکفر لانه رد حکم الشرع "(۴) حاصل کلام یہ ہے کہ پیر کے کلمات کفریہ پر مفتی

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۷۲

(۲) الفتاوی الرضویه، ج:۶، ص:۱۵۹

(۳) بهار شریعت، ج:۹، ص:۱۷۲

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۷۲

صاحب کا حکم شرع بتانا اور اس پر تجدید ایمان اور جدید نکاح کا حکم دینا حق اور درست ہے۔ یہ حکم خود مفتی صاحب پر عائد نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

شنکر اور کرشن کو پیغمبر کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: راجو بابا محبوب مستری قصبہ شاہ گڑھ، ضلع ساگر (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید اپنے آپ کو آل رسول کہتا ہے اور ولی کہتا ہے اس کے باوجود کفریہ جملے استعمال کرتا ہے۔

(۲) کرشن جی کو سولہواں اوتار ملا ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہواں اوتار ملا ہے؟

(۳) شنکر کرشن کو پیغمبر کہتا ہے۔

(۴) ہندو دھرم سب سے پہلا دھرم اور آخری دھرم ہے۔

(۵) اپنی آرتی اتر واتا اور عورتوں سے پیر چھواتا ہے۔

(۶) نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتا نماز کے وقت ٹی وی چلوا کر ڈینس کرتا اور اس کے ساتھ کچھ مسلمان بھی مست رہتے ہیں۔

(۷) کہتا ہے جس نے میری مخالفت کی اس انسان کو پاگل بنا دیں گے کسی کام کا نہیں رکھیں گے۔

(۸) غریب نواز رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا غریب نواز کو آل رسول ماننے سے انکار کر دیا۔

(۹) اپنے ناف سے سانپ نکال کر ڈرواتا ہے ایسے شخص کو ولی ماننا کیسا ہے؟

(۱۰) جو اپنے گھروں میں پناہ دیتے ہیں ایسے کفریہ جملوں کو سنتے اور دیکھتے ہوئے ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کے متعلق سوال میں جتنی باتیں مذکور ہیں ان میں سے بعض گمراہی بعض کفر بعض ناجائز و حرام ہیں کرشن کو سولہواں اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہواں اوتار ملنے کی بات کہنا سراسر گمراہی اور جہالت ہے۔ کرشن اور شنکر کو پیغمبر ماننا بھی گمراہی ہے۔ ہندو دھرم پہلا دھرم اور آخری دھرم کہنا گمرہی بلکہ کفر ہے۔ اپنی آرتی اتروانا کفر و شرک

ہے۔عورتوں سے پیر چھوانا حرام ہے۔نماز نہ پڑھنا ٹی وی چلا کر رقص کرنا ناجائز وحرام ہے۔غرضیکہ زید اپنی ان قبیح حرکتوں اور کفریہ باتوں کی بنا پر گمراہ و بدمذہب بلکہ دائرہ اسلام سے باہر ہے۔زید ولی نہیں بلکہ شیطان ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور جن لوگوں نے اس کے کلمات کفریہ سننے کے باوجود اسے اپنا دینی رہبر اور پیر مانا اور اسے پناہ دی وہ سب بھی توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کریں اور زید سے قطع تعلق کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

کفار کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد فخر الدین حشمتی رضا نگر ندی ناکہ بھیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں مہاراشٹر میں ہندو لوگ گنپتی کا تہوار مناتے ہیں اس موقع پر مسلمان حضرات بھائی چارگی کے نام پر بینر و پوسٹر کے ذریعہ مبارک باد دیتے ہیں ان کا سواگت کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے جلوس کے موقع پر روڈ پر کھڑے ہوکر اپنا قیمتی وقت صرف کرتے ہیں جب کہ ان کے جلوس میں مرد وعورت سب بے حیا ہوکر ایک ساتھ ناچتے گاتے اور رنگ بھی اڑاتے ہیں جب کہ رنگ لوگوں کے اوپر بھی پڑتا ہے۔

ایک محلہ میں ہندو مسلمان دونوں ہیں اس موقع پر مسلمان نوجوان خود ان کے جلوس میں شامل ہوکر ڈھول بجا کر ان کا ساتھ دیتے ہیں اور بھائی چارگی کا شور مچاتے اور مسلمان بچے ہندوؤں سے روپے لے کر ان کی مورتی کو ندی میں ڈوباتے ہیں اور مورتی پر وہ لوگ جو کھوپڑا (ناریل) چڑھاتے ہیں وہ لے جاکر کھاتے ہیں اور جن لوگوں کی دکان روڈ پر ہے وہ لوگ بیٹھ کر یہ شیطانی کھیل دیکھتے ہیں اور بولتے ہیں ہماری دکان ہے ہم چھوڑ کر کہاں جائیں ان تمام لوگوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کفار کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا ان کے مذہبی جلوس کا استقبال کرنا اور ان کے مذہبی تہواروں اور جلوسوں کو مبارک باد دینا سب حرام حرام اشد حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔علامہ اجل علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "الاعطاء باسم النیروز والمھرجان لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام

وان قصد تعظیمه کما یعظمه المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبدالله خمسین سنة ثم اهدی لمشرک یوم النیروز بیضة یری تعظیم الیوم فقد کفر و حبط عمله"(۱)

اور عمدۃ المحققین حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری رقمطراز ہیں: "من اهدی یوم النیروز واراد به تعظیم النیروز کفر"(۲)

اور غمز عیون البصائر میں ہے" اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر"(۳)

الاشباہ والنظائر میں ہے تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تبجیلا. کفر."(۴)

ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ کافروں کے تہواروں جلوسوں کا احترام واعزاز اوران کا استقبال کرنا سب کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جوان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔"(۵)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"جنہوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکم فقہا کفر لازم ہے۔"(۶)

صدر الشریعۃ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں" کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہوکر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان وشوکت بڑھانا کفر ہے جیسے رام لیلا اور جنم اشٹمی اور نومی وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا"(۷)

ان تمام اقوال وارشادات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ کفار کے مذہبی تہواروں، جلوس اوران کے دیوی دیوتاؤں کی تعظیم واحترام اوراستقبال ومبارک بادی یوں ہی ان میں شرکت سب کفر ہے لہٰذا جو مسلمان کنبھ یا ان کے کسی مذہبی تہواروں میں شریک ہوتے ہیں ان کے جلوس کی آمد پر مبارک باد دیتے ہیں ان کا استقبال کرتے ہیں ان سب پر واجب ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں تجدید ایمان ونکاح کریں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

---

(۱)الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۵، ص: ۵۸۱، مکتبه نعمانیه

(۲)شرح فقه اکبر، ص: ۳۲۰

(۳)غمز عیون البصائر، ج:۲، ص:۲۰۳

(۴)الاشباه مع الغمز، ج:۲، ص:۱۸۹

(۵)الفتاویٰ الرضویه، ج: ۶، ص:۱۲۵

(۶)الفتاویٰ الرضویه، ج: ۶، ص:۵

(۷)بهار شریعت، ج: ۹، ص:۱۷۳

''جو مرتکب کفر فقہی ہو جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے اھ''(۱)

رہے وہ لوگ جو ایسے جلوس کا تماشہ دیکھتے ہیں خواہ اپنی دکان میں بیٹھ کر یا کسی اور جگہ سے یوں ہی جو لوگ بتوں پر چڑھائے ناریل کھاتے ہیں ان سے پیسہ لے کر مورتیوں کو ندی میں ڈبوتے ہیں تو ان میں سے بعض حرام اور بعض ناجائز کام کرنے والے ہیں سب پر ایسے امور سے اجتناب ضروری اور توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

حکم شرع کا انکار کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ: محمد سمیع انصاری محلہ بھر پوروہ شہر گورکھپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک سنی مسجد کا امام اور ایک دار العلوم کا سند یافتہ عالم ہے مگر وہ بریلی شریف سنی ادارہ مبارک پور براؤں شریف وغیرہم اداروں کے فتاویٰ ماننے سے نہ صرف انکار کرتا ہے بلکہ ان فتاویٰ کی نقل مسجد سے ہٹا دیتا ہے اس کا اور موذن کا کہنا ہے کہ یہ فتویٰ ہماری مسجد میں نہیں چل سکتا ہے ایسے امام اور موذن و کمیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

حکم شرعی کا انکار اور تکذیب کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے''رجل عرض علیہ خصمہ فتوی الائمۃ فردھا وقال ایں چه بارنامه فتوی آوردہ قیل یکفر لانه ردحکم الشرع و کذا لولم یقل شیئا لکن القی الفتوی علی الارض وقال ایں چه شرع است کفر''(۲) اس لئے امام اور موذن اور کمیٹی کے جن لوگوں نے فتویٰ ماننے سے انکار کیا ان پر حکم کفر ہے اور ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کریں اور امام جب تک توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح نہ کرے مسلمان اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۴۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۲۷۲

علما کی توہین کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد رضا محلہ شاہ جورہ پوسٹ التفات گنج ضلع امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی شخص علمائے کرام کے بارے میں یہ کہے کہ روپے کے لئے بدفعلی بھی کر سکتے ہیں تو ایسا کہنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں عین کرم ومہربانی ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

یہ جملہ سراسر علمائے دین کی توہین ہے اور ان کی توہین کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "اگر علمائے دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کفر ہے"(۱)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ مجمع الانہر میں ہے: من قال لعالم عويلم استخفافاً فقد كفر جو کسی عالم کو مولویا تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔(۲) بہرحال علمائے کرام کی شان میں ایسا جملہ کہنے والے پر لازم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان ونکاح بھی کرے۔ والله تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸ رجب المرجب ۲۵ھ

ہولی کھیلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد طاہر علی مقام، پوکھر بھنڈا، پوسٹ دھکدہی، نیپال۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید روزہ ونماز کا پابند ہے اور اس کے پاس کرانے اور دیگر اشیا کی دکانیں ہیں اور زید حضرت صوفی نظام الدین صاحب سے بیعت ہو چکا ہے اور ہولی کے موقع پر رنگ، روغن اور پچکاری وغیرہ بھی فروخت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہولی بھی کھیلتا ہے اور ہولی کے موقع پر غیر مسلم کے یہاں دعوت بھی کھاتا ہے، اس مسئلہ کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں، مرحمت فرمائیں۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۱

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ہولی کھیلنا اور کافروں کے مذہبی تہواروں میں ان کو اچھا سمجھ کر شرکت کفر ہے ورنہ سخت ناجائز و حرام حرام اشد حرام۔ حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "ہولی ہندوؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے جس میں آگ کی پرستش کرتے اور اپنے طور پر خوشی مناتے ہیں۔ ہولی کھیلنا یا اس زمانہ میں بدن یا کپڑے پر رنگ ڈالنا یا ڈلوانا خاص شعار ہنود ہے اور ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من تشبه بقوم فهو منهم" (۱)

اور اسی میں ہے: "کفار کے تہواروں میں شریک ہونا حرام اور سخت حرام بلکہ کفر ہے۔" (۲)

زید بے قید پر لازم ہے کہ اپنی ان کافرانہ حرکتوں سے توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح اور تجدید بیعت بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ و اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

بتوں کے سامنے سجدہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد وارث امجدی، ایڈوکیٹ الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک سرکاری محکمہ میں ملازم ہے اور اسے کبھی کبھی سرکاری حکم پر مندروں میں بھی جانا پڑتا ہے، زید وہاں جاکر بتوں کے سامنے سجدہ کرتا ہے، زید کا بتوں کے سامنے سجدہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

بتوں کو سجدہ کرنا کفر ہے، سجدہ کرنے والا اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ علامہ اجل سیدی الکریم قاضی

(۱) الفتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص:۱۵۱

(۲) حوالہ سابق

عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”و کذلک نکفر بکل فعل اجمع المسلمون انه لایصدر الامن کافروان کان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله ذلک الفعل کالسجود للصنم وللشمس." اه(۱)

اور سید المتکلمین علامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: "لان سجود العبادة لغیر الله کفر"(۲)

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”سجدۂ تحیت اگر بت یا چاند یا سورج کو کرتا ہے تو ضرور اس پر حکم کفر ہے“(۳)

لہٰذا زید بتوں کو سجدہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اگر کسی سے بیعت تھا تو بیعت ختم ہو گئی۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے، پھر سے کلمہ طیبہ پڑھ کر داخل اسلام ہو اور تجدید نکاح وبیعت کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ ر صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

جو کافر اسلام لانا چاہے اس کی مخالفت کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: اختر حسین، چھتر گانواں پوسٹ پر یلا تر ہریا، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) ہندہ کافرہ جو مسلمہ ہونا چاہتی ہے اور زید اسے مسلمہ بنانا بھی چاہتا ہے لیکن گاؤں کے کچھ لوگ زید کے اس امر پر راضی نہیں اور زید پر لعن طعن کرتے ہیں اس لئے کہ ہندہ ذات کے اعتبار سے کمتر ہے اور اگر زید گاؤں والوں کی مخالفت کر کے اسے مسلمہ بنا دے تو فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو مخالفت کرتے ہیں حالاں کہ یہ مسلمان ہیں۔ ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے اور زید مسلمہ بنائے یا نہیں؟ (۲) اور اگر ہندہ مسلمہ ہو جائے تو اس سے نکاح کی صورت حال کیا ہوگی، زید خود کرے یا کسی دوسرے سے کرا دے۔ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج: ۲، ص: ۲۲۸، مطبع اصح المطابع ممبئی

(۲) التفسیر الکبیر، ج: ۲، ص: ۲۱۲

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۳۷۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) جو کافر تلقین اسلام چاہے اسے فوراً تلقین فرض ہے اور جس سے تلقین کو کہا اگر اس نے بلاوجہ شرعی تاخیر کی تو اشد کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوا، بلکہ علمائے اسلام کے ارشاد کے بموجب تاخیر کرنا کفر ہے۔ چنانچہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں: "فی الخلاصۃ کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذھب الی فلان العالم کفر لانہ رضی ببقائہ فی الکفر الی حین ملازمۃ العالم ولقائہ و لجھلہ بتحقیق الایمان لمجرد اقرارہ بکلمتی الشھادۃ فان الایمان الاجمالی صحیح اجماعا"(۱)

لہٰذا ہندہ کافرہ نے اسلام لانے کو کہا تو زید پر فرض تھا کہ فوراً اسے داخل اسلام کر لیتا، اس نے تاخیر کی اس کی وجہ سے وہ سخت مجرم وگنہ گار ہوا، اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار وتجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح کرے اور جو لوگ ہندہ کو مسلمان کرنے کی مخالفت کرتے ہیں وہ بدخواہ اسلام ومسلمین سخت جاہل ونادان اور مجرم وگنہ گار ہیں ان سب پر توبہ واستغفار، تجدید ایمان وتجدید بیعت ونکاح ضروری ہے۔ ایسا ہی فتاوی مصطفویہ (۲) میں مرقوم ہے۔ زید پر فرض ہے کہ ہندہ کو فوراً اسلام کی تلقین کرے واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر ہندہ شوہر والی نہیں ہے تو اسلام لانے کے بعد جس کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے خواہ زید ہو یا کوئی اور اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ر جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ

فتویٰ کو نہ ماننے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: اختر علی، مقام وپوسٹ چوکوار، ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ایک دیوبندی کا نکاح پڑھایا اس پر ایک سنی ذمہ دار دارالافتاء سے فتویٰ منگایا گیا لیکن زید نے اس فتویٰ کو ماننے سے انکار کر دیا اور فتویٰ دینے والے عالم دین کو بھی برا بھلا کہا پھر کچھ دنوں بعد ایک شخص کے یہاں زندہ بچہ پیدا ہوا اور پیدائش کے بعد اس بچے کا انتقال ہو گیا مگر زید نے اس لڑکے کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیا جب کہ ایک مولانا صاحب نے اس سے نماز جنازہ

---

(۴) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۲۱۸

(۵) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۲۳

پڑھانے کے لئے کہا اور کتاب دکھایا مگر وہ نہ مانا اور بغیر نماز جنازہ پڑھے بچے کو دفن کرا دیا۔

اب شریعت مطہرہ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ہم اس کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کیا ایسے شخص سے نکاح، نماز جنازہ، میلاد شریف وغیرہ پڑھانا درست ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

حکم شرعی کا انکار کرنا کفر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"رجل عرض علیه خصمه فتوی الائمة فردها وقال ایں چه بارنامه فتوی آوردۀ قیل یکفر لانه رد حکم الشرع"(۱)

اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "شرع مطہر کو ایسا ویسا یعنی حقیر جاننے والا قطعاً اجماعاً کافر، مرتد، زندیق، ملحد" (۲)

اور مسئلہ بتانے پر عالم دین کو برا کہنا اوران کی توہین کرنا کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: "عالم دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے، مجمع الانہر میں ہے:

"الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر" (۳)

اور جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا اسلام میں اس کی نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے بتانے کے باوجود نہ ماننا جہالت وگمراہی ہے۔ زید جس کے متعلق مذکورہ باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ سخت فاسق وفاجر ظالم و جفا کار مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر افعال خبیثہ اور اقوال کفریہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے، تجدید ایمان، اگر بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے اور اپنی قبیح حرکتوں سے باز آجائے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ سلام وکلام، نشست وبرخاست ختم کر دیں، نہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ اس سے نکاح ومیلاد پڑھوانا جائز بلکہ سخت ناجائز وحرام ہے۔ جو لوگ زید کا ساتھ دیں گے وہ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں "عالم دین کی توہین کفر ہے او گالی دینا تو سخت درجہ کی

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج ۲/ ص: ۲۷۳

(۲) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۹، ص: ۱۹۲

(۳) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۱، ص: ۵۷۰

توہین ہے اس شخص نے فتویٰ کو اپنے خلاف پا کر مفتی کو گالی دی تو تجدید اسلام کرے اور بیوی رکھتا ہو تو اس کے ساتھ جدید نکاح بھی کرے ورنہ اہل محلہ اور برادری کے لوگ اس سے مقاطعہ کریں۔"(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: محمد نظام الدین القادری — ۸؍ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

غیر مسلموں سے تعلق رکھنا اور ان کے مُردوں کو جلانے کے لیے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حشمت حسین نظامی و مصباحی مدرسہ اسلامیہ گنیش پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی شخص غیر مسلموں سے تعلقات رکھتا ہو ان کے مردوں کو جلانے اور ان کے کھانے میں شرکت کرتا ہو تعلقات کے بنا پر اپنے مفاد کی خاطر غیر مسلموں کے تہوار کے موقع پر مورتیاں رکھواتا ہو درگا پوجا وغیرہ دیکھنے جاتا ہو درگا پوجا وغیرہ کے سارے اخراجات کو اپنے ذمہ بھی لیتا ہو مورتیوں کے اوپر خود بھی پھول وغیرہ ڈالتا ہو مندروں میں جا کر ٹیکا بھی لگواتا ہو اور صوم وصلوٰۃ کا پابند بھی ہو ایسے کو مسلمان تصور کیا جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں جتنی باتیں مذکور ہیں ان میں بعض حرام حرام اشد حرام ہیں۔ کافروں سے دوستی تعلقات اور ان کے مردے جلانے میں شرکت وغیرہ بہت اخبث نہایت اشنع ہے امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "اگر دوستی و موالات باہر کافر کہ باشد حرام اشد کبیرہ اعظم است و اگر بر بنائے میل دینی باشد خود کفر قال تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "من جامع المشرک و سکن معہ فانہ مثلہ" جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی کے مانند ہے"(۲)

اور بعض باتیں مثلاً مورتیاں رکھوانا، ان پر پھول وغیرہ چڑھانا یا ٹیکا لگوانا یہ سب بدترین کفر ہے۔ اعلیٰ

(۱) فتاوی امجدیہ، ج:۴، ص: ۴۰۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۰

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں "ماتھے پر قشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے۔(۱)

اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "دسہرہ منانے والے سوال میں جو مذکور ہے ایسا کرنے والے از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں ان پر تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ یہ لوگ اگر باز نہ آئیں، تجدید ایمان تجدید نکاح نہ کریں تو ان سے تا توبہ مقاطعہ کیا جائے۔ سلام کلام میل جول نشست برخاست یک لخت موقوف کیا جائے۔"(۲)

اور ایک جگہ خزانۃ الروایات سے نقل کرتے ہیں "وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الھندفی الیوم الذی یدعوہ الکفرۃ والموافقۃ معھم من تزیین البقور والافراس والذھاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفرا" (۳)

جس مسلمان نے مذکورہ کام کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم اور گنہ گار ہوں گے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیا صرف زبانی کلمہ پڑھنے سے کوئی کافر مسلمان ہو جائے گا؟

مسئلہ از: فیاض احمد نقشبندی، سلطان پور، بھاوا الہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ (ہندو کافر) ہے وہ ایک مسلم لڑکی سے عشق کر بیٹھا اور کلمہ پڑھ کر اس کے ساتھ کورٹ میرج بھی کرلیا لیکن زید بظاہر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی مذہب اسلام پر کاربند نہ رہا اور نہ ہی اس کا کوئی فعل وعمل اسلام کے مطابق ہے بلکہ اپنے اسی سابق افعال کفریہ پر ثابت قدم ہے جو بظاہر اس کے مسلمان ہونے پر دلالت بھی نہیں کرتا ہے پھر اس کے بعد زید (کافر) کے گھر والوں نے زید کی شادی کسی ہندو لڑکی سے کروادی۔ یہ شادی ہندو رسم ورواج کے مطابق انجام پائی پھر اس کے بعد اس نے مسلم لڑکی سے شادی رچانے کی بابت گفتگو کی اور شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے تفتیش کی

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۵۰

(۲) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۹۷

(۳) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۹۶

اور زید کافر سے پوچھا تو اس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں اس کی وجہ سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود زید (کافر) افعال کفریہ یعنی اپنے ہندو مذہب پر قائم ہے۔

(۱) زید ایسی صورت میں مسلمان ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۲) کلمہ پڑھنے کے بعد افعال کفریہ کے سبب مرتد ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) ایمان نام ہے ضروریات دین کی تصدیق کا شرح عقائد میں ہے۔"الایمان ھو التصدیق بماجاء بہ من عنداللہ تعالیٰ ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ماعلم بالضرورۃ مجیئہ بہ من عنداللہ تعالیٰ اجمالا اھ(۱)

حضور صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں "ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں۔"(۲)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ مومن ہونے کے لئے دل سے ضروریات دین کو ماننا اور کفر سے توبہ کرنا ضروری ہے محض زبان سے کلمہ پڑھنے سے کوئی کافر مسلمان نہیں ہوجائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "رہی کلمہ گوئی مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں۔ منافقین تو خوب زور وشور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالاں کہ ان کے لئے فی الدرک الاسفل من النار کا فرمان ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ"(۴) سوال میں زید کے متعلق جو تفصیل ہے اس کے پیش نظر زید ہرگز مسلمان نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب وہ مسلمان نہیں ہوا تو مرتد نہیں کہا جائے گا بلکہ کافر اصلی ہے کیوں کہ مرتد وہ شخص ہے جو مسلمان ہو کر کافر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

کسی سے ہلیو اللہ کہنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: علی حسین قادری، بسنپور روا پوسٹ بسنپور روا، ضلع بستی

(۱) شرح العقائد، ص:۱۲۶ (۲) بہار شریعت، ج:۱، ص:۵۲

(۳) سورۃ البقرہ، آیت:۸ (۴) الفتاویٰ الرضویہ م، ج:۱۴، ص:۱۲۴

عرض یہ ہے کہ زید کی شادی ہوئے ابھی چھ سال ہوئے ہیں ایک دن کی بات ہے کہ زید نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ مجھے دے تو اس کی بیوی نے کہا ھلیو اللہ یعنی لے لو تو اس سے ثابت ہوا کہ اس نے اپنے شوہر کو اللہ سے تشبیہ دی یعنی اپنے شوہر کو اللہ کہا تو بتائیں کہ زید یا زید کی بیوی اسلام سے خارج ہو گئے کہ نہیں اور نکاح ٹوٹ گیا کہ نہیں اس مسئلہ کو آپ حل کر دیں نہایت عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس طرح کے جملوں کو بولنے سے کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ مخاطب کو اللہ کہا جا رہا ہے نہ ہی بولنے والا یہ معنی مراد لیتا ہے بلکہ عام طور پر گفتگو میں لوگ اس طرح بولتے رہتے ہیں یہ محض ایک محاورہ ہے اس لئے یہ کفر نہیں ہے اور اگر واقعی بولنے والا یہی مطلب لے کہ مخاطب کو معاذ اللہ رب العالمین اللہ تصور کرے تو یقیناً وہ خارج از اسلام اور کافر ہو جائے گا اور اس پر تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہوگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

"اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے" ایسا جملہ کہنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: قاری محمد جلال الدین برہانی زمبابوے، افریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک خطیب نے دوران وعظ صفا و مروہ کے درمیان حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سعی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ "اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بن کر تشریف لائے اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جتنے بھی برگزیدہ بندے اس فرش گیتی پر تشریف لائیں گے ہر ایک کو حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول اعظم کے صحابہ کو بھی اولیائے کرام کو بھی جب جب عمرہ کرنا ہوگا تو حضرت ہاجرہ کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا کیا اس میں کوئی جملہ کفر ہے۔ ایک عالم صاحب نے اس بیان پر کفر اور تجدید ایمان کا حکم دیا ہے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

خطیب کا یہ جملہ کہ "اب قیامت تک جتنے نبی آئیں گے" کفر ہے چنانچہ سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ رقمطراز ہیں "من یقول انہ کان نبی بعدہ او یکون او موجود و کذا قال یمکن

(۱) المعتقد المنتقد، ص: ۱۲۰

ان یکون فھو کافر" (۱) یوں ہی خطیب کا یہ جملہ کہ "حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا" شان مصطفیٰ جان رحمت علیہ التحیہ والثناء کے خلاف اور نہایت سخت ہے اگر خطیب نے پہلا جملہ جان بوجھ کر کہا تو وہ دائرہ اسلام سے باہر ہوگیا اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے۔ خاتم المحققین علامہ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مایکون کفرا اتفاقا یبطل به العمل و النکاح" اھ (۱) اور اگر خطاء سے ایسا جملہ نکل گیا تو عنداللہ کافر نہ ہوگا مگر قضاءً اس پر توبہ وتجدید ایمان کا حکم ہوگا اور زبان بہکنے کا دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔ امام اجل علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "لا یعذر لاحد فی الکفر بالجھالة ولا بدعوی زلل اللسان" (۲)

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجری علی لسانه کلمة الکفر خطاء و بلاقصد لایصدقه القاضی و ان کان لایکفر فیما بینه و بین ربه تعالیٰ" (۳)

سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "ائمة الدین لم یقبلوا زلل اللسان فی الکفر والا لاجترأ کل خبیث القلب ان یجاھر بسب الله و سب رسول الله صلی الله علیه وسلم و یقول زلت لسانی" (۴) اور ایک مقام پر فرماتے ہیں "لوعذرنا بھذه الدعوی لانسد الباب وانقطع الخطاب وانجرات. الکلاب علی الجھر بالسباب فھذا ما اراده القاضی ونصاب والله تعالیٰ اعلم بالصواب (۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خطیب کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ کہ "اب قیامت تک جتنے نبی آئیں گے" کفر ہے یونہی دوسرا جملہ کہ "حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا" بہت سخت اور قابل گرفت ہے لہٰذا خطیب مذکور توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کرے۔ خواہ اس نے یہ جملے قصداً کہے یا خطا کے طور پر نکل گئے اور جس عالم نے خطیب کو تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا ہے وہ برحق ہے اس نے قابل تعریف کام کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ "زید نے بکر سے بطور سوال کے پوچھا کہ قرآن کی سب باتیں صحیح ہیں؟ زید کہنا چاہتا تھا کہ کیا تفسیر کی سب باتیں صحیح ہیں مگر سہواً یہ الفاظ اثناء تقریر نکل پڑے حالاں کہ نہ یہ

---

(۱) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۲۸۹

(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج: ۲، ص: ۲۰۴

(۳) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۲۸۹

(۴) الفتاویٰ الرضویه، ج: ٦، ص: ١٧٦

(۵) المستند المعتمد بناء نجاة الابد، ص: ۱۵۳، ۱۵۴

مقصود ہے زید سے نہ زید اس بات کا مقر ہے کہ معاذ اللہ قرآن مجید وفرقان حمید کی باتیں صحیح نہیں ایک قابل مفتی صاحب نے زید پر فتویٰ دیا کہ زید کافر ہو گیا اور اس کو کافر سمجھ کر توبہ کرائی اور کلمہ شریف پڑھوایا دونوں کے لئے شرع مطہرہ سے کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔

آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ: زید کی زبان سے جو لفظ نکلا بلا شبہ کلمہ کفر ہے اور اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور مفتی کا حکم صحیح ہے "المفتی انما یفتی بالظاهر واللہ یتولی السرائر" واقع میں اس کی زبان بہکی تو عنداللہ کفر نہ ہوگا مگر مفتی بلا، بلیٰ اس دعویٰ کو قبول نہ کرے گا شفاء شریف میں ہے" لایقبل دعوی زلل اللسان" (۱)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: فقیر ضیاء المصطفی قادری کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

کلمہ مذکور معنی کفری میں صریح ہے اور صریح محتاج نیت نہیں لہٰذا صریح کے بموجب عمل ضرور ہوگا اگر چہ نیت برخلاف صریح کچھ بھی ہو لہٰذا نیت نہ سنی جائے گی اور تاویل مسموع نہ ہوگی۔ شفاء میں ہے "التاویل فی لفظ صراح لایقبل" پھر جب کہ اطلاق صریح ہے بے نیت تو بدرجہ اولیٰ صریح پر عمل لازم ہے کہ اس صورت میں خلاف صریح کا احتمال منفی اور صریح اپنے معنی میں متعین اور یہی صورت اس مسئلہ میں متحقق ہے کہ خطیب نے اصلاً کوئی مراد مانع کفر نہ بتائی جس سے ظاہر ہے کہ اس لفظ کے بولتے وقت اس کی کوئی نیت نہ تھی لہٰذا صریح کا متعین معنی کفری میں متعین ٹھہرا جس سے اس پر توبہ وتجدید ایمان لازم یوں ہی اس کا دوسرا کلمہ رسول مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس شریف کے سخت خلاف ہے۔ اس سے بھی تجدید ایمان کرے۔ فالجواب صحیح والمجیب نجیح

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قال بفمه وامر برقمه فقیر محمد اختر رضا قادری ازهری

۱۵/ اپریل، ۲۰۱۰، بروز جمعرات

ہندوؤں کے مذہبی جلوس میں شرکت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئله از: محمد طارق رضوی پمپری پونہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتا ہے جب کہ وہ ہندوؤں کے گنپتی تہوار کے موقع پر ہونے والے جلوس کا ہار وغیرہ پہنا کر استقبال کرتا ہے نیز وہ دیو بندیوں

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص: ۱۸۱

کے جلسہ وجلوس میں شریک ہوکر چندہ بھی دیتا ہے ایسی صورت میں زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں گا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہندوؤں کے مذہبی جلوس کا استقبال کرنا کفر ہے۔ امام اجل علامہ ابن بزار کردری حنفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں" الخروج الی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذالک الیوم کفر" (۱) اسی طرح دیوبندیوں کے جلسے جلوس میں شرکت اگر انہیں مسلمان جان کر ہو تو یہ بھی کفر ہے ورنہ حرام ہے۔ زید پر تجدید ایمان و تجدید نکاح اور توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم

الجواب الصحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں چندہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از محمد مجاہد الحق چشتی کالپی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن وہ کافروں کے تہوار مثلاً لکشمی پوجا وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے یعنی چندہ کرواتا ہے اور خود دیتا بھی ہے اور کافروں کے بنائے ہوئے بینر میں اس کی تصویر اس کے نام کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس پر اس کو کوئی اعتراض بھی نہیں، لہٰذا زید اور اس کے ہمنوا پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمان کا ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شرکت کرنا حرام ہے اور اگر اچھا سمجھ کر شرکت کریں تو کھلا ہوا کفر

(۱) الفتاوی البزازیہ علی هامش الفتاوی الهندیة، ج: ٦، ص: ٣٣٣

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ٦٨

(۳) غمز عیون البصائر، ج: ۱، ص: ۲۹۵

ہے۔غمز عیون البصائر میں ہے:" اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر"(۳) فتاویٰ رضویہ میں ہے"ہولی دیوالی یہ سب رسوم کفار ہیں مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر ہے۔"(۱) اس پر اور اس کے ہمواؤں پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں۔تجدید ایمان وتجدید نکاح کر کے اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ:محمد اختر حسین قادری
۲محرم الحرام۱۴۳۳ھ

احکام شرع کی تحقیر کرنا اور طریقت کو شریعت سے جدا ماننے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: شمس القمر مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈیہہ پچھی پور، ضلع مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مشت بھر داڑھی نہیں رکھتا جوا تاش کا عادی ہے اور ہوش میں رہ کر بھی یہ کہتا ہے کہ نماز کیا چیز ہے؟ خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے میں تو ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہوں اگر اسے کوئی مولوی یا نمازی نماز کی ترغیب کرے تو اس کا جواب ہوتا ہے کہ میں شریعت والوں سے دور رہتا ہوں۔ شریعت والے تو بس ظاہر ہی میں رہ جاتے ہیں اور نماز میں رکوع اور سجدے ہی شمار کرتے رہ جاتے ہیں۔ان کی نمازوں کا کیا مطلب؟ ہم تو طریقت حقیقت معرفت والے ہیں جن کا تعلق صرف باطن سے ہے نیز ڈھول کے ساتھ قوالیوں کی محفلوں میں شریک ہو کر جھومتا ہے اور کہتا ہے کہ ڈھول تاشے باجے تو خدا کا گن گاتے ہیں اور ان سے تو اللہ اللہ کی آواز آتی ہے ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔(۲) کیا شریعت کو ترک کر کے یا اس کی مخالفت کر کے طریقت ومعرفت یا حقیقت کا حصول ممکن ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱)داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس"(۳) یعنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو مجوسیوں کا خلاف کرو۔حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں"گزاشتن آں بقدر قبضہ واجب است"(۴) یعنی داڑھی کو ایک مشت تک چھوڑ دینا واجب ہے۔

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۶،ص:۱۵۳
(۲)الصحیح لمسلم،ج: ۱،ص:۱۲۹
(۳)اشعة اللمعات،ج: ۱،ص:۲۱۲

اور حضرت علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یحرم علی الرجل قطع لحیته" (۱) یعنی مرد کو اپنی داڑھی کاٹنا حرام ہے۔

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے" (۲)

اور جوا تاش وغیرہ کھیلنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ (۳) یعنی شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا۔

اور یہ کہنا کہ نماز کیا چیز ہے خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے میں تو ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہوں اس جملے سے فرضیت کا انکار اور نماز کی تحقیر مفہوم ہوتی ہے جو کفر ہے۔ صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں "غرض اس قسم کی بات کرنا جس سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو یہ سب کفر ہے" (۴)

پھر یہ کہنا کہ نماز خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے اس جملے میں رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کی اطاعت وفرمانبرداری سے روگردانی ہے۔ کیوں کہ نماز صرف یاد کرنا ہی نہیں بلکہ ایک بدنی عبادت ہے جس کی ادائیگی اس مخصوص طریقہ پر ہوتی ہے جسے حضور علیہ السلام نے یوں تعلیم فرمائی ہے کہ "صلوا كما رأيتموني اصلي" (۵) یعنی اے مسلمانو! تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح کہ تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایسی عبادت ہے جسے مسلمان اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سرکار نے مسلمانوں کو اپنی جیسی ہی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لئے رسول پاک کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک تمام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ظاہری نماز پڑھتے چلے آئے اور پڑھ رہے ہیں۔ جب کہ کسی کی یاد ایسی ظاہری چیز نہیں جسے دیکھا جا سکے اس لئے نماز کی ایسی تشریح کرنا شیطانی طریقہ ہے اور رسول خدا علیہ السلام کی اتباع کے بجائے شیطان کی پیروی کرنا ہے اور پھر یہ کہنا کہ میں شریعت والوں سے دور رہتا ہوں الخ۔ ان جملوں میں شریعت اور ارباب شریعت اور علماء دین سب کی توہین وتحقیر پائی جاتی ہے۔ حالاں کہ شریعت اور اہل شریعت کی تحقیر کفر ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۲۶۱

(۲) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۱۹۷

(۳) سورۃ المائدہ، آیت ۹۰

(۴) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۱۷۲

(۵) مشکوۃ المصابیح، ص: ۶۶

سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "الاستخفاف بالشريعة اى عدم المبالات باحكامها و اهانتها و احتقارها كفر" (۱) یعنی شریعت کو ہلکا سمجھنا اس کے احکام کی پرواہ نہ کرنا اس کی توہین کرنا اسے حقیر جاننا یہ سب کفر ہے۔

اور شریعت کو علم ظاہر اور طریقت کو علم باطن کہہ کر دونوں کو ایک دوسرے کے مخالف بتانا شدید جہالت و گمراہی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی عنہ ربہ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں "طریقت ہی شریعت ہے کہ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔" (۲)

حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "علم الباطن لايعرفه الا من عرف علم الظاهر" (۳) یعنی علم باطن صرف اسے حاصل ہوگا جو علم ظاہر رکھتا ہو۔

حضور محبوب سبحانی غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "الشريعة المطهرة المحمدية ثمرة شجرة الملة الاسلامية شمس اضاء ت بنورها ظلمة الكونين اتباع شرع يعطى سعادة الدارين احذران تخرج من دائرة اياك ان تفارق اجماع اهله" (۴) یعنی پاکیزہ شریعت محمدیہ درخت دین اسلام کا پھل ہے۔ شریعت وہ آفتاب ہے جس کے نور سے کونین کی تاریکیاں جگمگا اٹھیں۔ شریعت کی پیروی دارین کی سعادت بخشتی ہے۔ خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا اور اہل شریعت سے جدا نہ ہونا۔

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "كل باطن يخالفه ظاهر فهو باطل" (۵) یعنی ہر وہ باطن کہ ظاہر جس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔ حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ارشاد فرماتے ہیں "التصوف انما زبدة عمل العبد باحكام الشريعة" (۶) یعنی تصوف صرف احکام شریعت پر بندہ

---

(۱) الحدیقة الندیه، ص: ۲۹۹

(۲) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۲۱، ص: ۵۲۴

(۳) الفتاوی الرضویه، ج: ۲۱، ص: ۵۳۰

(۴) بهجة الاسرار، ص: ۴۹

(۵) الرسالة القشیریه، ص: ۲۴

(۶) الطبقات الکبری، ج: ۱، ص: ۴

کے عمل کا خلاصہ ہے، اس طرح کے بے شمار اقوال وارشادات ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ طریقت شریعت سے جدا کوئی راستہ نہیں ہے۔ بلکہ طریقت ہی شریعت ہے۔ یوں ہی علم باطن بھی علم ظاہر کے مخالف اور اس سے متصادم نہیں بلکہ علم ظاہر علم باطن کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا عظیم الشان علمی شاہکار رسالہ مسمیٰ بہ "مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء" کا مطالعہ کریں۔

اور مزامیر کے ساتھ قوالی سننا ناجائز وحرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "امرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر" (۱) یعنی میرے رب نے مجھے باجے گاجے اور مزامیر کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ "قوالی حرام ہے اور حاضرین سب گنہ گار" (۲)

اور یہ کہنا کہ باجے خدا کے گن گاتے ہیں اور ان سے تو اللہ اللہ کی آواز آتی ہے۔ نہایت جہالت وگمراہی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اب تک کہ ان تمام تفصیلات سے واضح ہو گیا ہے کہ زید بے قید بہت سے ناجائز اور حرام اور کفر کا مرتکب ہے۔ اس پر واجب ہے کہ تمام ان کفری باتوں اور حرام کاموں سے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان ونکاح کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی مجرم ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک ہادی کی زیادہ حاجت لہٰذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون" یعنی بغیر علم شریعت کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا۔ کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں پائے۔" (۴) اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کو ترک کر کے یا اس کی مخالفت کر کے طریقت وحقیقت اور معرفت کا حصول محال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: فروغ احمد اعظمی　　　　۲ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۹۹

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۵۲۷

جادو، منتر ختم کروانے کے لیے بھگت وسوکھا کو بلانے والوں پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد نعیم الدین انصاری وجملہ مسلمانان باسوپٹی، ضلع مہوتری، نیپال۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ باسوپٹی کے جملہ مسلمانان مرد و عورت بچے بوڑھے سب کے سب ڈائن کے جادو منتر سے پریشان تھے اچانک زید کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ زید کو کوئی بیماری نہیں ہے اس کے بعد زید نے ایک عالم باعمل اور مستان سے جانچ کروایا تو عالم باعمل اور مستان نے جانچ کرنے کے بعد جادو و سحر ثابت کیا بلکہ مستان نے کہا کہ آپ کو کسی عورت نے کچھ کھلائی تھی، تو زید نے اقرار کیا کہ فلاں عورت نے فلاں چیز کھلائی تھی۔ یہاں تک کہ مستان نے اس عورت کا نام بھی ظاہر کر دیا، اور کہا کہ وہی عورت آپ کو جادو منتر کے ذریعہ پریشان کر رہی ہے۔ ادھر زید کی طبیعت دن بہ دن بگڑتی جارہی تھی اور ایک دن زید پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور گاؤں کے پورے سماج کے مرد و عورت زید کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے بالآخر جھاڑ پھونک کرنے کے بعد زید کو کچھ ہوش آیا تو زید نے کہا کہ فلاں عورت کو میرے پاس بلا کر لاؤ اگر وہ ہمارے جسم پر ہاتھ پھیر دے گی تو ہم ٹھیک ہو جائیں گے تو گاؤں والے زید کے اصرار پر اس عورت کو بلا کر لائے۔ جیسے ہی وہ عورت زید کے جسم پر ہاتھ پھیری زید کی طبیعت مکمل ٹھیک ہوگئی اور زید چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو گاؤں کے پورے سماج کو یقین ہوگیا کہ وہ عورت ڈائن ہے تو اس کے شوہر نے جواب دیا کہ اگر ہماری بیوی ڈائن ہے تو اس کو نکال کر دکھاؤ اس کے بعد ہی ہم یقین کریں گے ورنہ نہیں۔ تب گاؤں کے پورے مسلم سماج پریشان و مجبور ہو کر اتفاق رائے سے ڈائن کو نکالنے پر مجبور ہوگئے جس کے مدنظر ایک بھگت کو بلوایا گیا ازیں قبل وہ بھگت بھیموا اور بیر کھکھری اور پچھن پورہ ان بستیوں میں ڈائن نکال چکا تھا۔ جس میں ہم لوگوں سے شیرنی بنوایا اس کے بعد وہ بھگت تھوڑی تھوڑی شیرنی گاؤں کے سبھی مسلم عورتوں کو کھلانے کے لئے دیا لیکن وہ بھگت کسی دیوی دیوتا، بھوت، پریت کا نام لینے کو نہیں کہا اور نہ کسی چیز کو چھونا طلب کیا اور نہ دینے کو کہا بلکہ شیرینی لینے کے بعد ہم لوگوں نے اپنے طریقے سے کھایا۔ غور طلب ہے کہ وہ بھگت بظاہر غیر اسلامی طریقہ سے کچھ نہ کیا اور نہ کرایا، فی نفسہ وہ کیا کیا ہم لوگ نہیں جانتے ہیں لیکن کچھ ہی دیر کے بعد دو عورتیں خود بخود پاگل کی طرح مجمع عام میں گرنے لگیں تو بھگت نے کہا کہ یہ دونوں عورتیں ڈائن ہیں اور یہ بھی کہا کہ ایک عورت اور ہے جو فرار ہوگئی ہے اور حقیقت میں بھگت کے آنے سے پہلے ہی فرار ہوگئی تھی اور ٹھیک دو تین دن بعد جب وہ دونوں عورتیں مکمل ہوش میں آگئیں تو گاؤں کے کچھ باشعور لوگوں نے ان دونوں عورتوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم لوگ جادو منتر کس سے اور کیسے حاصل کی ہے تو ایک نے جواب دیا کہ اپنے ماں سے حاصل کی ہے اور دوسری نے جواب دیا جو عورت فرار ہوگئی ہے اس سے ہم حاصل کئے ہیں۔ پھر گاؤں والوں نے پوچھا

کہ زید کو اب تک کس نے پریشان کیا اپنے جادو منتر سے، دونوں عورتوں نے اقرار کیا زید کو ہم لوگوں نے ہی پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے جادو منتر سے۔

(۱) مندرجہ بالا باتوں سے کیا باسوپٹی کے مسلمانان پر توبہ یا تجدید نکاح لازم ہے کہ نہیں؟

(۲) جو مسلم عورتیں ڈائن نکلی ہیں اس کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں مسلمانوں نے کوئی کفری فعل نہیں کیا، اس لئے ان پر تجدید ایمان ونکاح لازم نہیں ہے۔ البتہ ایک کافر کی تعظیم وتکریم کرنے کی وجہ سے ان پر توبہ لازم ہے۔ آئندہ اس طرح کے معاملہ میں کسی کافر کی طرف رجوع نہ کریں۔ حدیث شریف ہے: "**انا لانستعین بمشرک**"(۱) یعنی ہم کسی مشرک سے مدد نہیں مانگتے ہیں۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(۲) سحر اور جادو سے متعلق علامہ ابوالبرکات امام نسفی قدس سرہ نے ایک آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: "**قال الشیخ ابو المنصور الماتریدی رحمہ اللہ القول بان السحر علی الاطلاق کفر خطأبل یجب البحث عن حقیقتہ فان کان فی ذلک ردمالزم فی شرط الایمان فھو کفر والافلا، ثم السحر الذی ھو کفر یقتل علیہ الذکور لاالاناث ومالیس بکفر و فیہ اھلاک النفس ففیہ حکم قطاع الطریق و یستوی فیہ المذکر والمونث وتقبل توبتہ، اذا تاب**"(۲) یعنی شیخ ابو منصور ماتریدی قدس سرہ نے فرمایا ہے مطلق جادو کو کفر کہنا غلط ہے بلکہ اس کی حقیقت کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد کوئی حکم لگایا جائے گا۔ چنانچہ اگر جادو کرنے میں کسی امر ضروری دینی کا انکار لازم آتا ہے تو بلاشبہ ایسا جادو کفر ہے ورنہ نہیں پھر جو جادو کفر ہے اسے اگر کسی مرد نے کیا ہے تو اسے سزائے موت ملے گی اور اس کو قتل کر دیا جائے گا البتہ اگر جادو کرنے والی عورت ہے تو اسے قتل نہ کریں گے اور جو جادو کفر نہیں ہے مگر اس میں جان کو ہلاک وبرباد کرنا چاہا جاتا ہے تو اس کا حکم ڈاکو جیسا ہے اور اس میں مرد وعورت سب برابر ہیں۔

اور ڈاکوؤں کے حکم کے متعلق علامہ اجل امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف میں بڑی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

---

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۷، ص: ۱۰۰

(۲) تفسیر النسفی، ج: ۱، ص: ۶۶

"اخذ و القبل ان یاخذ و امالا ویقتلوا انفسا حبسهم الامام حتی یحدثوا توبة"(۱)

اور آگے چل کر فرماتے ہیں:" وان قتلوا و لم یاخذوا مالا قتلهم الامام حدا" (۲) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ڈاکو ڈاکہ زنی کی نیت سے نکلے لیکن ابھی نہ مال لوٹ سکے اور نہ کسی کی جان لے سکے تھے، کہ گرفتار کر لئے گئے تو حاکم اسلام ان کو قید میں ڈال دے گا یہاں تک کہ وہ لوگ توبہ کر لیں اور اگر ڈاکوؤں نے مال تو نہیں لیا مگر جان لے لی تو ایسی صورت میں حاکم اسلام ان کو قتل کر دے گا۔

ان اقوال وارشادات کے پیش نظر معلوم ہوا کہ جو مسلمان عورتیں جادوگرنی ہیں اگر انہوں نے جادو کرنے میں کسی کفری قول یا فعل کا ارتکاب کیا ہے تو وہ کافر ہو گئیں اور ان پر تجدید اسلام اور توبہ لازم وضروری ہے۔ اگر وہ توبہ وتجدید ایمان نہیں کرتی ہیں تو سب مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور ان سے سلام وکلام سب کچھ بند کر دیں۔ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳)

اور اگر ان جادوگرنیوں نے کوئی کفری قول وفعل تو نہیں کیا، مگر کسی کی جان کو اپنے جادو کے ذریعہ ہلاک کر دیا تو اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان کو قتل کر دیا جاتا مگر موجودہ صورت حال میں ان پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار علی الاعلان کریں اور اپنے کئے پر رب کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کریں۔ کچھ خیرات وصدقات کریں کہ صدقات وخیرات قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ (۴) اور اگر توبہ واستغفار نہیں کرتی ہیں تو ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی

کتبهٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۰/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

جو کہے میں کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا اس کا کیا حکم ہے؟

مسئله از: حافظ ضمیر الحسن قادری رضوی بدھیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں، کہ زید کہتا ہے کہ میں کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا ہوں چاہے سنی ہو، وہابی ہو، دیوبندی ہو غیر مقلد ہو قادیانی ہو وغیرہم۔ اور بکر کا کہنا ہے کہ کسی فرقہ سے نہ ہونا بھی ایک فرقہ ہے اور وہ کافروں کا فرقہ ہے (گروہ) کیا اس طرح بکر کا کہنا درست ہے اور زید کے خیالات کے بارے

(۱) الهدایه ج:۲، ص: ۵۵۵

(۲) حواله سابق

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۴) سورۃ الفرقان: ۷۱

میں شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے معقول جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حضور سید عالم مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:" تفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلھم فی النار الاملة واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ماانا علیہ واصحابی"(۱) یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا بقیہ سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ وہ جنتی فرقہ کون ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (وہی فرقہ حق ہے) اسی برحق وناجی فرقہ کو اہلسنت وجماعت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث ہے:" اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار" (۲) سواد اعظم کی پیروی کرو کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا جہنم میں الگ گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی اکثریت جس عقیدہ حق پر ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسی طریقہ پر چلے اور یہ بات مثل آفتاب واضح ہے کہ امت محمدیہ کی اکثریت بحمدہ تعالیٰ اہلسنّت وجماعت ہے تو اسی کی پیروی لازم وضروری ہے۔ جو اس سے الگ ہوگا وہ بددین، گمراہ ومرتد ہوگا۔ زید کا کہنا کہ میں سنی وہابی کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا ہوں گمراہی وبددینی بلکہ کفر ہے اور جو مسلک اہل سنت کو نہ مانے وہ بدمذہب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ﴾ (۳)

زید بے قید پر اپنے قول سے رجوع اور توبہ واستغفار تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور مسلک اہل سنت وجماعت کی اتباع وپیروی ضروری ہے۔ بکر کا از راہ زجر وتوبیخ مذکورہ کلام کہنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴؍ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۳

کفر فقہی کے مرتکب کو، پیشوا بنانے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیخ محمد عباس، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفر فقہی کا ارتکاب کرنے والے کو اس کا حال جان کر پیشوا بنانے والوں اور اسے بزرگ ماننے والوں کا کیا حکم ہے؟ ایسے لوگوں کے یہاں فاتحہ وغیرہ کروانے کے لئے بکر نام کے عالم دین زید نام کے عالم اور پیر کو لے کر جاتا ہے جب کہ ان لوگوں کے حال کو بکر اور زید اچھی طرح جانتے ہیں کیا بکر اور زید کو اپنا پیشوا بنایا جاسکتا ہے اور نماز میں ان کی اقتداء کی جاسکتی ہے اور کیا زید سے مرید ہونا صحیح ہے۔

بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو شخص کفر فقہی کا مرتکب ہو ائمہ فقہا کے نزدیک کافر ہوتا ہے۔ تو بحکم شرع اس پر توبہ اور تجدید ایمان لازم ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: "انه يصير مرتدا على قول جماعة و كفى بهذا خسارا وتفريطا" (۱) یعنی ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہو گیا اور یہ خسارے اور گھاٹے کے لئے کافی ہے۔ اور علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد الزنى ومافيه خلاف يومر بالاستغفار و التوبة وتجديد النكاح" (۲) یعنی علامہ حسن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو امر بالاتفاق کفر ہو اس سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل ہو جائے گا اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کفر میں اختلاف ہو اس پر استغفار توبہ یعنی تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کفر فقہی کا مرتکب کم از کم گمراہ بددین اور بدمذہب ضرور ہے۔ اور ایسے شخص کے متعلق رسول گرامی وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: "من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام" (۳) یعنی جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھا دینے میں مدد کی۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "اهل البدع كلاب اهل النار" (۴) یعنی گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ اور ایک

---

(۱) الاعلام بقواطع الاسلام

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۲۹۹

(۳) جامع الاحادیث، ج: ۱، ص: ۶۳

(۴) حوالہ سابق

اور مقام پر ہے: "فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم" (۱) یعنی تم ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ان احادیث طیبہ سے واضح ہو گیا کہ بدمذہب لائق تعظیم و توقیر نہیں بلکہ قابل توہین و تحقیر ہے۔ ایسے کو پیشوا بنانا، بزرگ ماننا، خود گمراہی و بدمذہبی ہے۔ لہٰذا جان بوجھ کر ایسے شخص کو پیشوا بنانے والا اور بزرگ ماننے والا گمراہ بدمذہب ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح بھی کرے اور گمراہوں کے حال سے واقف ہو کر ان کے یہاں کھانے پینے والے فاتحہ وغیرہ کے لئے جانے والے سخت مجرم اور ناجائز امور کے مرتکب ہیں۔ ایسے لوگوں کو پیشوا بنانا ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ان سے مرید ہونا ہرگز درست نہیں ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کفر فقہی کے مرتکب کا حکم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز کریں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں۔ اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے احتراز واجب ان کی امامت نہ پسند کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: محمد نظام الدین القادری — ۷/محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

کفار کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ تصویر کھنچوانے اور ان کا استقبال کرنے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: تاج محمد خاں، مقام لاڈنوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین قرآن وحدیث کی روشنی میں (۱) جو شخص شہرت، ناموری کے لئے جین دھرم کے آچاریوں وسادھوؤں کے ساتھ تصویر کھنچواتا ہو اور ان کے شہر آنے پر ان کا استقبال، تعظیم، خواہش آمد ید کرنے کے لئے جاتا ہو۔ (۲) آچاریہ کے یوم پیدائش کے موقع پر ہونے والی مجلسوں، تقریروں، تحریروں میں شامل ہوتا ہو (۳) ان کے پیدائش پر شائع ہونے والا کلینڈر جس پر دیوی دیوتا کے تصویر ہوں اپنے ہاتھوں سے افتتاح کرتا ہو۔ (۴) جو کفار کی مجلسوں میں عورت اور مردوں کا بغیر پردے کے ایک ساتھ بیٹھتا ہو اور ایک

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۰

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۱۲

ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس نہیں کرتا ہو۔(۵)ان کی مذہبی تحریک میں بار بار شامل ہوتا ہوان کے مذہبی رہنماؤں، ان کے تہواروں اوران کے مذہبی مقاموں، میلوں پر مبارک باد دینے جاتا ہوان کے آچاریوں کے اقوال کو اقوال زریں کہہ کر تعریف کرتا ہو۔ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں اللہ رب العزت آپ کو خیر سے نوازے۔ آمین۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کافروں کی تعظیم وتوقیر، یوں ہی تصویر کشی سخت ناجائز وحرام ہے۔ان کے یوم پیدائش پر ہونے والی مجلسوں میں شرکت ان کے دیوی، دیوتاؤں کی تصویر پر مشتمل کلینڈر کا افتتاح مرد وعورت کے ساتھ بیٹھنا، سب حرام حرام اور اشد حرام ہے،اور مذہبی میلوں میں شرکت اور مبارک بادی دینا کفر ہے۔غمز عیون البصائر میں ہے "اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر"(۱) یعنی ہمارے مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا وہ کافر ہے۔

درمختار میں ہے "الاعطاء باسم النیروز والمھرجان لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام و ان قصد تعظیمه کمایعظمه المشرکون یکفر"(۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: "ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جوان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔"(۳) سوال میں مذکور بعض افعال حرام اور بعض کفر ہیں جو شخص ان حرکات شنیعہ کفریہ کا مرتکب ہے اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔اگر توبہ کرکے ازسرنو کلمہ طیبہ پڑھ کر تجدید نکاح نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی مجرم وگنہگار ہوں گے۔قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۴) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ

---

(۱) غمز عیون البصائر، ج:۲، ص:۲۰۳

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۵، ص: ۴۸۱

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص:۱۲۵

(۴) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

قرآن مقدس کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیخ افروز انصاری، دموا نندن پور، ضلع چھندواڑہ، ایم پی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے بحث کے درمیان اچانک قرآن کے متعلق فحش کلام (گالی) استعمال کی بعد میں اسے افسوس ہوا اور اس نے توبہ بھی کی لیکن اسے سکون نہیں مل سکا تو زید اب کیا کرے اور اس کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید قرآن پاک کی توہین کی بنا پر کافر ہوگیا۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان ونکاح اور تجدید بیعت کرے اور کچھ خیرات وصدقات بھی کرے کہ یہ چیزیں قبولیت توبہ میں معاون ہوں گی اور کثرت سے کلمہ واستغفار اور درود شریف کا ورد کرتا رہے۔ انشاء اللہ سکون قلب حاصل ہوگا کہ ذکر خدا اور رسول باعث اطمینان قلب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۹ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

جو کہے سنی، دیوبندی فالتو کا جھگڑا ہے ہم اسے نہیں مانتے اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: فرید قادری، چھندواڑہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈنگریہ جامع مسجد نیارہ کے صدر صاحب اور نندن جامع مسجد کے امام صاحب کے درمیان سنی وہابی مسئلہ پر گفتگو چل رہی تھی جس پر ڈنگریہ کے صدر صاحب نے کہا کہ ہم سنی وہابی کو نہیں مانتے اور نہ ان فالتو باتوں پر دھیان دیتے نہ مطلب رکھتے ہیں۔ یہ سن کر نندن کے امام نے کہا کہ سنی وہابی کے مسئلہ پر ہمارے علمائے کرام جو باتیں بتا گئے یا بتا رہے ہیں وہ سب کیا ہیں تو ایسی بات پر صدر صاحب نے کہا کہ وہ سب فالتو کی بکواس کرتے ہیں، اس میں کچھ فائدہ نہیں صرف لوگوں کو لڑانے بھڑانے کا کام کرتے ہیں، لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ اس طرح کی باتیں کرنے والے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ

---

(۱) سورۃ الرعد، آیت: ۲۸

مقدسہ کا کیا حکم ہے۔ آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سنی وہابی کا اختلاف ایمان وکفر کا اختلاف ہے اور علمائے اہلسنت کا فرقہ وہابیہ دیابنہ کی مخالفت کرنا درحقیقت کفر کی مخالفت کرنا ہے۔ جس کو صدر مذکور نے بکواس کہا اور لڑائی جھگڑا قرار دیا اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ ہم سنی وہابی کو نہیں مانتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان وکفر کچھ نہیں مانتے لہٰذا صدر مذکور اسلام سے خارج اور کافر ہوگیا۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ ایسی صورت میں عمرو سنی کیا؟ مسلمان بھی نہیں کہ اس کے نزدیک اسلام وکفر یکساں ہیں اور کفر کا رد (کرنا) جھگڑا ہے"(۱) صدر پر توبہ واستغفار تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ توبہ وتجدید ایمان کر کے سنی صحیح العقیدہ نہ بنے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے منصب صدارت سے برخاست کر کے اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری   کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

جو کاشی رام وغیرہ کی تصویر کو پھولوں کا گجرا پہنائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: جواد حسین، محلہ تکیت کورہی باندا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع پاک اس بارے میں کہ میرے گاؤں میں ایک سیاسی جلسہ ہو رہا تھا جس میں ہمارے گاؤں کے ایک مولانا صاحب کو منچ (اسٹیج) میں بیٹھا لیا۔ موجودہ نیتاؤں نے اپنے سیاسی بیانات کے بعد مولانا صاحب کے ہاتھوں میں پھولوں کا گجرا دے کر کہا کہ کانشی رام جو سیاسی لیڈر تھا اس کی تصویر پر ہار ڈال دیجئے۔ مولانا موجودہ نیتاؤں سے مرعوب ہو کر بادل ناخواستہ گجرا پہنا دیا اور کچھ لوگوں نے اس پر پھول بھی برسائے۔

معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا صاحب اور موجود رہنے والے جو اس کام پر راضی رہے ان پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۸۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

تصویر ذی روح کی تعظیم سخت ناجائز وحرام ہے۔ پھر اگر کسی معبود باطل کی تصویر ہے تو اس کی تعظیم کھلا کفر ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "تصویر ذی روح کی تعظیم، خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے" (۱)

اور فرماتے ہیں کہ: "قصداً تعظیم تصویر ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقیید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصوراھ" (۲)

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ "معبودان کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے، اشد واخبث کفر، الاشباہ والنظائر وغیرھا معتمدات اسفار میں ہے "عبادة الصنم کفر ولااعتبار بما فی قلبہ" اھ (۳) صورت مذکورہ میں سیاسی لیڈر کی تصویر پر مولانا صاحب کا گجرا پہنانا اگر چہ تعظیم کی نیت سے نہ تھا مگر تعظیم و عبادت سے مشابہت ضرور رکھتا تھا اس لئے ایسا کرنا سخت ناجائز وحرام اشد حرام منجرالی الکفر ہے۔ مولانا صاحب پر اوران کے اس فعل پر راضی رہنے والوں پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ مولانا صاحب تجدید ایمان ونکاح بھی کرلیں اور آئندہ اس طرح کی حرکت سے پرہیز کریں اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (۴)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الآخر ۱۴۲۸ھ

آر ایس ایس کی یاترا میں شریک ہونا اور اس کا استقبال کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: منور خاں، مندسور (ایم پی)

بعدہ تسلیمات، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع آر ایس ایس کے ایک گرو گھنٹال کی ایک یاترا نکلی جس کا نعرہ تھا "تلک کرو خون سے، آرتی کرو گولی سے" اس کے علاوہ تین بچوں کو ڈرامائی لباس پہنایا گیا، اس میں ایک بچہ کو کرتا پائجامہ پہنا کر اور ٹوپی لگا کر اس کے چہرے پر ایک مصنوعی داڑھی لگائی گئی اس کے بعد اس کو ایک مین چوراہا پر پھانسی پر لٹکایا گیا یہ سب ڈرامائی کھیل صرف مسلمانوں کو دہشت زدہ اوران کے حوصلوں کو تذلیل کرنے کے

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۴۸
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۶۲
(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۴۹
(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

لئے کیا گیا اس گروگھنتال کا استقبال جہاں دشمنان اسلام نے کیا وہیں کچھ مفاد پرست مسلمانوں نے بھی کیا اوردوسرے مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اس استقبال میں لے گئے ان کے لئے حکم شرعی کیا ہے اورکیا ایسے لوگ دائرۂ اسلام میں ہیں یا نہیں اوران سے دوسرے مسلمانوں کا ربط وضبط کیسا ہے؟ اورکسی مسجد یا کسی انجمن یا مدرسے کا صدر بنانا کیسا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا عنداللہ

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایسے جلوس کا استقبال حرام حرام اشد حرام بلکہ کفر انجام ہے۔ کہ وہ جلوس اظہار واعلان کفر وتذلیل ایمان واسلام اور تحقیر مسلمین کا ہے اوراس کا استقبال اس کی تعظیم وتوقیر ہے جو کفر ہے۔ جن لوگوں نے اس جلوس کا استقبال کیا سب پر توبہ تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ از سر نو کلمہ اسلام تجدید ایمان وتجدید نکاح نہ کریں تو ان سے مکمل مقاطعہ کرلیا جائے۔ ان سے سلام وکلام نشست وبرخاست یک لخت ختم کردیا جائے اور تا توبہ ہرگز ہرگز کسی مسجد یا مدرسہ کا صدر یا رکن نہ بنایا جائے۔ اگر مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم وگنہگار ہوں گے۔ ایسا ہی فتاوٰی مصطفویہ میں ہے۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

جو غیر مقلد ضروریات دین کا منکر نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ مدرسہ حبیبیہ کلثومیہ گوجیدرہ بھدرک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) جو غیر مقلد ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر نہ ہو حضرات متکلمین نے اسے کافر قرار دیا ہے یا نہیں (۲) ایسے غیر مقلد کے بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز ہے یا نہیں (۳) ایسے غیر مقلد کا بچہ اگر صحیح العقیدہ عالم دین ہو تو اسے ولد الزنا کہنا درست ہے یا نہیں (۴) زید عالم دین کہلاتا ہے لیکن وہ ایک ایسے صحیح العقیدہ عالم دین کو ولد الزنا کہتا ہے جس کا والد غیر مقلد تھا مگر ضروریات دین میں سے کسی شی کا منکر نہ تھا۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الفتاوی المصطفویہ، ص: ۹۶، ۹۷

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں "ان میں ضروریات دین سے کسی شئی کا جو منکر ہے یقیناً کافر ہے۔ اور جو قطعیات کے منکر ہیں ان پر بحکم فقہا لزوم کفر ہے اور اگر کوئی غیر مقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انہیں فرعی عملیات کے مخالف ہو اور تمام عقائد قطعیہ میں اہل سنت کا موافق ایسوں پر حکم تکفیر نا ممکن ہے۔"(۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ جو غیر مقلد صرف فروعی اعمال میں مخالف اہل سنت ہو اور تمام ضروریات دین و عقائد قطعیہ کو مانتا ہو وہ متکلمین کے نزدیک کافر نہیں، البتہ اگر وہ علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے باوجود انہیں مسلمان مانتا ہے تو اب ارشاد ائمہ دین "من شک فی کفره وعذابه فقد کفر" کے مطابق کافر ہے۔ علاوہ ازیں اگر چہ وہ غیر مقلد عند المتکلمین کافر نہیں مگر کم از کم گمراہ و بدمذہب ہونا اور بحکم فقہا کافر ہونا اس کی تباہی و بربادی کے لئے کیا کم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"پھر اگر چہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں ان کے خسارہ و بوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہاء اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ عدیدہ کثیرہ کفر لازم ہے۔"(۲) **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) مذہب متکلمین کے مطابق ایسے غیر مقلد کے بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز نہیں ایسا ہی فتاوی رضویہ میں مرقوم ہے۔(۳) **واللہ تعالیٰ اعلم.**

(۳) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے۔ اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "**من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقداذی اللـه**" (۴) جب عام مسلمان کی نسبت یہ حکم ہے تو جو صحیح العقیدہ عالم دین ہو اسے ایسے لفظ سے یاد کرنا اور بھی زیادہ برا اور گناہ ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۴) اگر بلا وجہ شرعی کہتا ہے تو ضرور مرتکب کبیرہ اور حق العبد میں گرفتار ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور جس کو ایذا دی ہے اس سے معافی مانگے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ رجمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲ (۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۰، ص: ۲۳۶
(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۵، ص: ۲۶۳ (۴) المعجم الاوسط، ج: ۴، ص: ۳۷۳

بلا ثبوت کسی کو دیوبندی کہنے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) جو شخص بلا ثبوت شرعی کسی سنی کو وہابی دیوبندی کہے یا کسی مسجد اہل سنت کے سنی امام کو بلا دلائل وشواہد کے دیوبندی خیال کا بتائے۔ شرعاً ایسے شخص پر کیا حکم عائد ہوتا ہے۔

(۲) کیا کچھ ایسی علامات بھی ہیں جن کی بنیاد پر کسی سنی آدمی سے زبانی وتحریری کسی قسم کی کوئی گفتگو کیے بغیر ہی اس پر وہابیت ودیوبندیت کا حکم لگایا جاسکے اگر ہیں تو وہ کیا ہیں؟

(۳) زید دیوبندی ہے اور دیوبندیوں کی مسجد ہی میں نماز پڑھتا ہے سمجھانے کے باوجود زید اپنے موقف یا طریقہ کار میں تبدیلی لانے کو تیار نہیں ہے مگر زید کے لڑکے جو عاقل وبالغ ہیں اپنے کو سنی بتاتے ہیں اور اہل سنت کی مسجد ہی میں نماز پڑھتے ہیں تو زید کے لڑکوں کو سنی مانا جائے یا نہیں ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جائے یا نہیں؟

(۴) زید کے دیوبندی ہونے کی بنیاد پر اس کی بالغ اولاد کو دیوبندی کہنے والے لوگ راہ حق پر ہیں یا زید کی اولاد سنی مان کر مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنے والے افراد حق وثواب پر ہیں۔

(واضح رہے کہ زید کی اولاد دونوں دینی تعلیم سے ناواقف اور نابلد اور خالصاً دنیادار ہیں)

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابی دیوبندی بمطابق حسام الحرمین کافر ومرتد ہیں، تو کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلا ثبوت وہابی، دیوبندی کہنا بلفظ دیگر کافر ومرتد کہنا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک الا حار علیہ" (۱) یعنی جو کسی کو کافر کہے یا دشمن خدا کہے، اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر پلٹ آئے اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔ "کذلک یا مشرک ونحو ذلک" (۲) یعنی یہی حکم کسی کو مشرک وغیرہ (مثلاً قادیانی وہابی دیوبندی وغیرہ کہنے کا ہے) درمختار میں ہے: "یکفر ان اعتقد المسلم کافرا بہ یفتی" (۳) یعنی جو کسی مسلمان کو کافر سمجھے تو قول مفتی بہ کے مطابق خود کافر ہے۔ لہٰذا جو

---

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الحدیقۃ الندیۃ، ج: ۲، ص: ۱۵۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۸۳

شخص کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلا کسی ثبوت شرعی وہابی دیوبندی سمجھے، اور کہے تو وہ خود ایسا ہو جائے گا اور پھر اس پر تجدید ایمان و نکاح کے ساتھ اپنے قول سے رجوع اور جسے بلا ثبوت دیوبندی کہا اس سے معافی مانگنا لازم ہے۔ ہاں اگر بطور شتم اور تحقیر ایسا کہا تو یہ حکم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) نیاز و فاتحہ سے چڑھنا قیام تعظیمی سے بھاگنا دیوبندی مولویوں کی تعریف و توصیف کرنا علمائے اہل سنت پر علی العموم نکتہ چینی کرنا امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک سن کر ناک بھوں چڑھانا بات بات پر شرک و بدعت کا حکم لگانا، معمولات اہل سنت سے بیگانہ رہنا وغیرہ ایسی علامات ہیں جو آدمی کو شبہ بلکہ غالب گمان کے طور پر وہابیت و دیوبندیت کے دائرہ میں لاتی ہیں مگر حتمی طور پر اسے وہابی و دیوبندی نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) زید کے جولڑکے اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اگر وہ واقعی سنی ہیں یعنی ''فتاویٰ حسام الحرمین'' کو حق مانتے ہیں مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو ان کے کفریات قطعیہ کی بنا پر کافر و مرتد مانتے ہیں اور ضروریات اہل سنت میں سے کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں تو بے شک وہ سنی ہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو ایک مسلمان کے ساتھ سلوک کرنے کا قرآن وحدیث میں حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر زید کی اولاد جواب نمبر ۳ کے معیار پر ہے تو جو لوگ ان کو دیوبندی کہتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کہ بلا ثبوت شرعی کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ کسی کو وہابی دیوبندی کہنے کی اجازت ہو۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر'' (۱) ایسی صورت میں ان لوگوں پر لازم ہے کہ زید کی اولاد کو بلا تحقیق محض زید کے وہابی ہونے کی بنا پر وہابی دیوبندی کہنے سے توبہ کریں اور ان سے معافی مانگیں اور اگر ان لڑکوں میں وہابیت کی کوئی بات پائی جاتی ہے تو اگر چہ وہ اپنے کو سنی کہیں اور سنی مسجد میں نماز پڑھیں مگر انہیں وہابی کہنے والے حق پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۷

دیوبندیوں سے رشتہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولوی عبدالحمید، بارہ بنکوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ زید سنی ہے اور اس کی رشتہ داری دیوبندی کے گھر ہے، اور دیوبندی کے رشتہ داری ہونے سے علمائے کرام ان لوگوں کے گھر قربانی اور دعوت میں شرکت کرنے سے باز رہتے ہیں مفتی حضرات کا کہنا تھا کہ ان لوگوں کے گھر سنی مولوی دعوت اور قربانی میں شرکت مت کریں چوں کہ ایک مولوی جا کر ان لوگوں کے یہاں قربانی کیا اور دعوت بھی کھائی تو ان حضرات کے بارے میں قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے۔ اس کا جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ان سے رشتہ ناطہ ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف ہے **"ولاتناکحوهم ولاتصلوا علیهم."** بدمذہبوں سے نہ نکاح کرو، نہ ان کی نماز پڑھو۔ زید نے اگر جانتے ہوئے دیوبندی کے یہاں رشتہ کیا تو وہ سخت فاسق وفاجر اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ظالم وجفاکار مستحق غضب جبار ہے۔ اس کا بائیکاٹ کرنا اور علمائے کرام کا اس کے گھر دعوت سے انکار کرنا بلاشبہ جائز ودرست ہے۔ **کما فی الفتاوی الرضویه وغیرها من الکتب الفقهیه.** لیکن اگر خدشہ ہو کہ علمائے کرام کے نہ آنے جانے سے زید دیوبندی ہوسکتا ہے تو کسی ایک کا اس کے گھر آنا جانا ممنوع نہیں ہوگا۔ البتہ جلیل القدر علمائے کرام کو بہرحال اس سے بچنا چاہئے۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرتکب حرام کے گھر جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

"عالم مقتدا کو بلاضرورت مطلق احتراز چاہئے، کہ اس کا گناہ عوام کی نظر میں ہلکا نہ ہوجائے۔ **فی الهندیه عن الملتقط لایجوز الاختلاط الی رجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه یعظم بین ایدی الناس**"(۱)

اگر مولوی صاحب نے مذکورہ بالا امر کے پیش نظر اس کے گھر جا کر قربانی کردی تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں اور اگر علمائے کرام کے بتائے ہوئے مسئلہ کی مخالفت کی نیت سے ایسا کیا تو ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ **واللّٰه**

(۱) الفتاویٰ الرّضویہ، ج:۹، ص: ۱۹۰

تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

کیا ہر دیوبندی کافر نہیں؟

مسئلہ از: محمد رحمت اللہ نوری خادم مدرسہ عربیہ نورالعلوم، موضع ہرسیو کپور ۲، حاطہ ٹولہ، پوسٹ پچھی پور، ضلع گورکھپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) زید ایک دارالعلوم کا مفتی ہے جو ایک سنیہ کا نکاح وہابی کے ساتھ پڑھایا ہے اس پر شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟

(۲) زید جو مفتی ہے ان کا کہنا ہے کہ ہر دیوبندی کافر نہیں ہے، اس کے متعلق شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟

(۳) دیوبندی لڑکی کے ساتھ سنی لڑکے کا نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ نکاح پڑھانے والے پر شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) اگر زید نے جانتے ہوئے سنیہ کا نکاح وہابی سے پڑھایا تو بلاشبہ وہ ظالم وجفا کار مرتکب حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اس نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے، اگر وہ تائب نہیں ہوتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام وکلام، نشست وبرخاست سب کچھ ختم کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَاتَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ وسبحانہ اعلم

(۲) جو دیوبندی علمائے دیوبند کے کفری عقائد اور ان کے گندے خیالات سے واقف ہونے کے باوجود ان کو مسلمان اور دینی پیشوا مانے وہ کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہے کہ ان کے کفر میں شک کرنا اور کافر کو مسلمان جاننا کفر ہے۔ علمائے دیوبند کی کفری عبارتوں کی بنیاد پر علمائے حرمین طیبین نے فرمایا: " ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" اور جو ضروریات دین میں سے کسی بات میں شک تو نہیں کرتا ہے اور نہ ہی دیوبندی علماء کی کفری

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

باتوں اور ان کے گھناؤنے عقائد سے واقف ہے، صرف اپنی جہالت اور دیوبندیوں کے ورغلانے سے اپنے کو وہابی دیوبندی کہتا ہے، اور ضروریات دین سے نیچے درجے کے عقیدوں کی مخالفت کرتا ہے وہ بحکم متکلمین کافر تو نہیں مگر گمراہ وبدمذہب ضرور ہے۔ هكذا قال شيخ الاسلام الامام احمد رضا القادرى رحمه الله فى الجزء الثامن من الفتاوى الرضوية. والله تعالىٰ اعلم

(۳) دیوبندی خواہ بمعنی مرتد ہو یا بمعنی بدمذہب وگمراہ، اس سے نکاح کرنا بلا شبہ ناجائز وحرام ہے اور نکاح پڑھانے والا مرتکب حرام اور ظالم وجفا کار ہے، اس سے قطع تعلق لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: محمد تفسیر القادری قیامی — ۱۷؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ

جو کہے کہ ہم وہابی، سنی دیوبندی سب مانتے ہیں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد اقبال، مقام و پوسٹ بھرکلاں بہترین محلہ بڑا پوسٹ ساتھاں ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) حامد نے بکر کا نکاح پڑھایا وہ نہیں جانتا تھا کہ بکر دیوبندی ہے یا اہل سنت والجماعت کا ماننے والا ہے۔ جب کہ اس سے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ ہم سب کو مانتے ہیں اور وہ درود وفاتحہ بھی کرتا ہے نیز حامد نے لڑکی کے گھر والوں سے بکر کے عقیدے کے بارے میں پوچھا، تو اس کا جواب یہ ملا کہ بکر اہل سنت والجماعت کا ماننے والا ہے لیکن چند علمائے کرام کا اس پر اعتراض ہے کہ وہ دیوبندیوں کے گاؤں کا رہنے والا اور وہ دکھاوے کے طور پر فاتحہ ودرود کرتا ہے اس مسئلہ کی رو سے حامد کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(۲) بکر مسلمان تھا پھر اس نے کھلم کھلا کفر کیا اس بنیاد پر گاؤں کے رہنے والوں نے اس کو الگ رکھا اور وہ مذہب اسلام سے الگ بھی رہا بعد میں اس نے اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی لیکن اسلام نہیں لایا۔ حامد نے مدرسہ کا دیگ وبرتن شادی میں استعمال کرنے کے لئے بکر کو دیا اور اس کے گھر قرآن خوانی کے لئے بچوں کو بھیجا اور ایصال ثواب بھی کیا۔

جب حامد سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو حامد نے جواب دیا کہ اس کے لڑکے کی بیوی نے قرآن خوانی کرائی اس بنیاد پر بچوں کو اس کے گھر بھیجا گیا لیکن بکر کے بچوں کا تعلق حقیقی طور پر بکر سے ہے اور بچوں کا سارا کاروبار اور دیگر ضروریات بکر سے ہے جب کہ بکر کا کفر واضح ہے۔

(زید نے بکر کی لڑکی کا نکاح پڑھایا) حامد نے مدرسہ کے سارے برتن کو شادی میں استعمال کرنے کے لئے دیا

جس کو دیکھ کر زید نے بکر کی لڑکی کا نکاح پڑھایا۔لہٰذا حامد اور زید کے بارے میں شرعی خیالات کا اظہار کریں۔
(۳) کیا مدرسین کی موجودگی کے باوجود اراکین مدرسہ کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی کافر کے گھر قرآن خوانی کے لئے مدرسہ کے طلبہ کو بھیجیں۔
(۴) مدرسہ کے برتن کو کافر کی شادی بیاہ میں استعمال کرنے کے لئے دینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
صورت مذکورہ میں بکر کے متعلق یہ جملہ کہ "اس سے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ ہم سب کو مانتے ہیں" یہ جملہ بکر کے صلح کلی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اور اس زمانہ میں وہابیت کی وبا بھی عام ہے۔اس لئے حامد پر لازم تھا کہ بکر کے عقیدہ سے متعلق پوری تحقیق کر کے نکاح پڑھاتا۔اب جب کہ اس پر بعض علما کو اعتراض ہے تو اس کی تحقیق کر لی جائے کہ بکر دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتا ہے۔اگر ان کے کفریات کے جاننے کے باوجود ان کو مسلمان مانتا ہے تو حامد پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرکے اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے نیز نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے۔ھکذا فی فتاوی فیض الرسول(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(۲) صورت مسئولہ میں جب کہ بکر نے کھلم کھلا کفر کیا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔اور حامد نے جو مدرسہ کی دیگ وغیرہ اس کو دی یہ بھی ناجائز کیا بلکہ بکر مرتد کا بائیکاٹ لازم اور ضروری تھا۔لہٰذا اس پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔اور زید نے جس لڑکی کا نکاح پڑھایا اگر کسی صحیح العقیدہ سنی سے پڑھایا یا جب لڑکی بھی سنی صحیح العقیدہ تھی تو زید پر کچھ الزام نہیں ہے اور اگر لڑکی بھی بکر ہی کی طرح کافرہ تھی تو زید پر توبہ اور استغفار لازم وضروری ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(۳) کسی کافر کے گھر قرآن خوانی کے لئے بھیجنا ہرگز ہرگز جائز ودرست نہیں ہے۔جن لوگوں نے ایسا کیا ان پر توبہ واستغفار بلکہ تجدید ایمان ونکاح بھی لازم ہے۔
(۴) اگر دیگیں مدرسہ میں اس لئے ہیں کہ ان کو کرایہ پر دیا جائے تو کافر مرتد کے سوا کسی کافر کو دے سکتے ہیں، کہ کافر اصلی سے معاملات جائز ودرست ہیں جب کہ مرتد سے کسی طرح کا معاملہ جائز نہیں ہے اور اگر دیگیں صرف مدرسہ کے کاموں کے لئے وقف ہوں تو کسی کو بھی ان کا دینا جائز نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۸/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

---

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۲۰۹

قادیانی کون فرقہ ہے؟

مسئلہ از: تفضل حسین، رام مانک پور، پوسٹ اہرورہ، ضلع مرزاپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص ہم لوگوں کے گاؤں میں معلم بن کر آیا کہ ہم بغیر تنخواہ کے آپ کے بچوں کو قرآن وغیرہ پڑھائیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔ سوال کرنے پر اس نے سب کے سامنے اپنے کو احمدی فرقہ کا بتایا اور کہا کہ میں غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد سمجھتا ہوں، پھر جب پوچھا گیا کہ اس کو نبی بھی مانتے ہو؟ تو کہا کہ نہیں، پھر کہا کہ ظلی نبی مانتا ہوں، نبی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جب کہا گیا کہ تمام دنیا کے علما غلام قادیانی اور اس کے ماننے والے کو کافر کہتے ہیں تو اس نے کہا کہاں ہیں وہ علما وعلما تو سب کو کافر ہی کہتے پھرتے ہیں۔ علما کا کیا اعتبار، پہلے علماء اپنے کو دیکھ لیں، علماء قادیانی کو کافر کہتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ ہم لوگ کیا کرتے ہیں، ہم لوگ قرآن پڑھاتے ہیں، دین پھیلاتے ہیں، آپس میں پھوٹ نہیں ڈالتے ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) قادیانی کون فرقہ ہے؟

(۲) اس کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟

(۳) جو لوگ قادیانی کو تفصیل سے جاننے کے بعد بھی مسلمان اور اچھا کہیں اس کو مدرس ومعلم رکھنے پر اصرار کریں اس کو اپنے گھر میں جگہ دیں اور کھانا دیں، جو قادیانی کے خلاف ہو الٹا اسی کو برا جانیں اور دھمکی دیں، ان کا کیا حکم ہے، صاف صاف بیان کریں۔

(۴) قادیانی، احمدی فرقہ والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر پڑھ لیا ہے تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

(۵) اگر قادیانی آدمی نماز باجماعت میں شریک ہو تو اس کو کیا کیا جائے۔ ایک مولانا صاحب نے قادیانی کو جماعت سے ہٹا دیا تو بعض لوگ اس کو برا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمان ہی تو تھا اس کو جماعت سے کیوں نکال دیا، ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے اس کو واضح کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مرزا غلام احمد قادیانی مرتد وبے دین کا پیروکار اور ماننے والا فرقہ قادیانی کہلاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۴۰ء میں ہندوستان پنجاب کے مقام قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا، انگریزوں کی سازش سے اس ظالم نے تدریجاً منصوبہ بند طریقے سے مختلف قسم کے دعوے کرنا شروع کردیے۔ سب سے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، ۱۸۸۲ء

میں دعویٰ کیا کہ اسے کثرت سے الہامات ہوتے ہیں، پھر ۱۸۸۸ء میں مہدی موعود بنا، ۱۸۹۰ء میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور اپنے کو عیسیٰ مسیح کا مثل قرار دیا۔ دیگر انبیاء کرام کی شان میں توہین اور گستاخی کی اور آخر کار ۱۹۰۱ء میں ظلی، بروزی اور غیر تشریعی نبی اور پھر اصلی نبی ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس کے مختصر عقائد اور خیالات فاسدہ و باطلہ لکھے جاتے ہیں:

مرزا کہتا ہے کہ "خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔" (۱)

پھر اسی کتاب میں ایک جگہ کہتا ہے: "حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔" (۲) ایک جگہ اور کہتا ہے: "اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" (۳) ایک جگہ لکھتا ہے کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔ (۴) اور کہتا ہے کہ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (۵)

ایک مقام پر کہتا ہے: " رایتنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی ھو" یعنی میں نے نیند میں ہو بہو خود کو اللہ دیکھا اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ میں وہی اللہ ہوں۔" (۶) اور لکھتا ہے کہ میں احمد ہوں۔ جو آیت "مبشـــرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" میں مراد ہے (۷)

اور لکھتا ہے: "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔" (۸)

یہ اور اس طرح کے بے شمار کلمات ملعونہ کفریہ باطلہ فاسدہ اور ضروریات دین کے انکار سے مرزا قادیانی کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

انہیں کفریات و ہذیانات کی بنیاد پر دنیا بھر کے علمائے اسلام خصوصاً علمائے حرمین طیبین نے مرزا قادیانی پر کفر وارتداد کا حکم صادر فرمایا ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے ضروریات دین کا انکار کرنے، انبیائے کرام کی شان میں گستاخی کرنے اور قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً بلا شک وشبہ کافر و مرتد ہیں، اور ایسے سخت کافر کہ جو ان کے کفریات پر یقینی اطلاع کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھیں وہ خود کافر ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت، وغیرہ خصوصاً "حسام الحرمین شریف" کا مطالعہ کریں۔

---

(۱) ازالہ اوھام، ص: ۵۳۳

(۲) حوالہ سابق، ص: ۶۸۸

(۳) تتمہ حقیقت الوحی، ص: ۶۸، از مرزا

(۴) ماھنامہ بدر، ۵/مارچ ۱۹۰۸ء

(۵) دافع البلاء، ص: ۱۱

(۶) آئینہ کمالات اسلام، ص: ۵۶۴

(۷) ایک غلطی کا ازالہ، ص: ۶۷۳

(۸) دافع البلاء، ص: ۱۷

مذکورہ بالا اقوال وتفصیلات سے واضح ہوگیا کہ:

(۱) قادیانی کافروں اور مرتدوں کا ایک گروپ ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کافر و مرتد خارج از اسلام ہے اس کے عقائد کو جان کر مسلمان ماننا کفر وارتداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جو لوگ مرزا قادیانی کے کفریات کو جانتے ہوئے اسے اور اس کے ماننے والے کو مسلمان جانیں اور سوال میں مذکورہ باتیں انجام دیں تو بحکم شریعت مطہرہ وہ لوگ بھی کافر و مرتد ہیں، چنانچہ علمائے حرمین طیبین نے قادیانی کے متعلق فرمایا: من شک فی کفرہ و عذابه فقد کفر" یعنی جو قادیانی کے کافر اور معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ہندوستان میں ایسے لوگوں کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ مسلمان ان لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور جب تک وہ لوگ قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر نہ تسلیم کرلیں اور پھر اپنی غلطیوں سے تائب نہ ہوجائیں ان سے سلام وکلام سب ختم کردیں ورنہ وہ لوگ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ﴾(۱)

(۴) ان کے پیچھے نماز محض باطل اور ناجائز وحرام ہے اور کسی نے پڑھ لی تو نماز ہی نہ ہوئی۔ اس کا پھیرنا فرض ہے اور پڑھنے والا مجرم وخطا کار ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "ان الصلوٰۃ خلف اهل الاهواء لاتجوز"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) جب قادیانی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہیں تو ان کی نماز شرعاً نماز نہیں لہٰذا جب وہ صف میں کھڑے ہوں گے تو وہ جگہ حقیقت میں خالی ہوگی جس سے قطع صف لازم آتا ہے اور قطع صف حرام ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ قادیانیوں کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں اگر قدرت کے باوجود نہ روکیں گے تو خود گنہ گار ہوں گے۔ درمختار میں ہے: "ویمنع منه کل موذ ولو بلسانه"(۳) یعنی مسجد میں آنے سے ہر تکلیف دینے والے کو روکا جائے گا خواہ زبان ہی سے کیوں نہ تکلیف دیتا ہو۔

جو قادیانیوں کو صف سے ہٹانے پر ناراض ہوئے اگر وہ قادیانیوں کے عقائد کفریہ پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کو جماعت میں شریک نہ کرنے پر برا کہتے ہیں تو ان پر توبہ واستغفار، تجدید ایمان

(۱) سورۃ الهود، آیت:۱۱۳

(۲) فتح القدیر باب الامامة، ج:۱، ص: ۳۰۴

(۳) الدر المختار مع الشامی، ج:۱، ص: ۴۴۴

ونکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۹ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

کسی سنی صحیح العقیدہ کو دیو بندی کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: الحاج محمد امین، مقام و پوسٹ چوکوا ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کے درمیان پہلے سے ذاتی رنجش تھی۔ زید نے ایسے گاؤں میں جا کر ایک سنی شخص کا سنیہ لڑکی سے نکاح پڑھایا جہاں دیو بندی ہیں چوں کہ اس شخص کا کاروبار کسی دوسرے شہر میں ہے اور وہیں کے اثر سے سنی صحیح العقیدہ ہے نیاز و فاتحہ وہ اور اس کا باپ دونوں کرتے ہیں اور آج بھی وہ شخص اقرار کرتا ہے کہ ہم سنی ہیں لیکن بکر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک ذمہ دار دار الافتاء سے فتویٰ لایا زید نے دیو بندی کا نکاح پڑھا فتویٰ میں وہی سب کچھ ہے جو دیو بندی کے نکاح پڑھانے میں ہونا چاہئے جس پر ہم سنی صحیح العقیدہ کا ایمان ہے۔ اسی درمیان بکر نے ایک ایسے شخص کا نکاح پڑھا جو آج بھی بد بودار دیو بندی ہے کھلم کھلا دیو بندی ہونے کا اعلان بھی کرتا ہے اور سنیوں کو برا بھلا کہتا ہے۔

دوسری بات ہے کہ کچھ دنوں بعد گاؤں میں ایک آدمی کے یہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ ایک کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ مردہ تھا دوسرے بچے کے بارے میں مذکور بکر کی بیوی کہتی ہے کہ بچے کی سانس چلی تھی اور اپنی بیوی کی خبر کی تصدیق کرتے ہوئے بکر بھی کہہ دیا کہ بچہ زندہ تھا اور بعد میں مرا ہے اسی کے ساتھ دو اور عورتیں بھی کہتی ہے کہ بچے کا ہاتھ ہلا تھا لیکن جنائی دائی اور اس کے ساتھ کی وہ متعدد عورتیں جو پیدائش کے پہلے سے وہاں موجود تھیں وہ کہتی ہیں کہ دونوں بچے مردہ پیدا ہوئے تھے۔ مردہ بچہ پیدا ہونے کی خبر باہر پہلے پہنچی۔ اس عورت کے گھر والے نے مردہ بچہ پیدا ہونے کا یقین کر لیا تو زید اپنے گھر سے بہار شریعت مصنفہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان لا کر مسئلہ دکھایا کہ مردہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے۔ ساتھ ہی پیدائش سے پہلے الٹرا ساؤنڈ کرایا گیا تھا جس میں ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ایک بچہ تین سو گرام کا ہے اور دوسرا سات سو گرام کا ہے اور ڈاکٹر نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہ بچے زندہ پیدا نہیں ہوں گے جس عورت کے بچے پیدا ہوئے وہ خود بھی ہوش میں تھی اور وہ بھی کہتی ہے کہ میرے بچے زندہ نہیں

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

تھے اسی پر اتفاق کر کے بچے کو بغیر جنازہ دفن کر دیا گیا۔

یہاں بھی بکر ایک ذمہ دار دارالافتاء سے یہ لکھ کر فتویٰ لایا کہ ایک مولانا صاحب نے کتاب دکھائی مگر زید نہ مانا اور بغیر جنازہ دفن کرا دیا اب بکر دونوں فتوؤں کو لے کر پورے علاقے میں اور عزیز واقارب میں زید کی تذلیل کر رہا ہے اور تفریق بین المسلمین کا مرتکب ہو رہا ہے باوجود کہ زید کا ذاتی اثر علاقے میں بہت زیادہ ہے۔

زید وبکر کے درمیان کشیدگی زیادہ ہونے پر تصفیہ کے لئے علاقے کے دو عالم اور حافظ جمع ہوئے اور صلح کرانی چاہی بھری پنچایت میں گاؤں کے لوگوں نے دو عالم وحافظ کے سامنے یہی بیان دیا کہ بہار شریعت زید نے خود دکھائی تھی کہ مردہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے نہ کہ کسی مولانا صاحب نے ان عالم وحافظ نے گاؤں والوں کے سامنے تحریر لکھی اور دستخط کیا جو زید کے پاس اب بھی محفوظ ہے کہ کتاب زید نے دکھائی۔ یہ تحریر عالم دین نے لکھی ہے بوقت ضرورت زید وہ تحریر پیش کر سکتا ہے۔ ان دونوں عالم وحافظ کے نام یہ ہیں (۱) حضرت مولانا محمد بدرالدین احمد القادری فیضی نظامی (۲) حضرت حافظ محمد انیس احمد قادری نظامی۔

اب مندرجہ ذیل سوالات پیش کئے جا رہے ہیں بحوالہ قرآن وحدیث جوابات عنایت فرمائیں کرم ہوگا اور بین المسلمین فتنہ وفساد ختم ہوگا۔

(۱) جو پہلے سے کھلم کھلا دیوبندی ہو اس کا نکاح پڑھانا شرعاً کیسا ہے جب کہ بعد نکاح بھی دیوبندیت کا اعلان کرتا ہو۔

(۲) ایسا نکاح پڑھانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۳) کسی سنی صحیح العقیدہ کو جو نیاز وفاتحہ کا صرف قائل ہی نہیں بلکہ عملاً بھی نیاز اور فاتحہ کرتا ہو اس کو دیوبندی کہنے والے کا کیا حکم ہے۔

(۴) ایسا نکاح پڑھانے والے اور سنی کو دیوبندی کہنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا اس سے میلاد پڑھوانا، فاتحہ کرانا، چراغی دینا، صدقہ زکوٰۃ کا مال دینا، کھلیانی کے موقع پر کھلیان دینا، اگر چہ وہ حقدار ہو شرعاً کیسا ہے۔

(۵) ایک ان پڑھ سنی صحیح العقیدہ مومن کو دیوبندی کہنے سے اگر خدانخواستہ چڑھ کر معاذ اللہ دیوبندی ہو جائے تو اس کا وبال کس پر ہوگا اور کیسا وبال ہوگا۔

(۶) ذمہ دار دارالافتا کو دھوکہ میں ڈال کر اور یہ کہہ کر فتویٰ لینا کہ مولانا صاحب نے بہار شریعت دکھائی مگر زید نے نہیں مانا جب کہ حقیقتاً زید نے خود بہار شریعت دکھائی ہو اللہ کے نزدیک کیسا ہے؟ بینوا توجروا

(۷) سوال میں مذکور باتوں کو لے کر اگر زید وبکر دونوں کے خاندان والے فتنہ وفساد کریں تو شرعاً اس کا وبال کس پر ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر کافر و مرتد ہیں اور اسلام سے خارج ہیں جانتے ہوئے ان کا نکاح پڑھانا ناجائز وحرام اور زنا کا دروازہ کھولنا ہے اور اگر ان کے کفری عقائد پر اطلاع کے باوجود انہیں مسلمان جان کر نکاح پڑھایا تو پڑھانے والا بھی کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ ھکذا قال العلماء الکرام فی کتب الفقه والفتاوی. واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسا نکاح پڑھانے والا سخت فاسق وفاجر لائق نار و مستحق غضب جبار ہے۔ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ اس سے سلام وکلام نشست و برخاست سب ناجائز ہے جب تک کہ توبہ نہ کرلے قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۳) دیوبندیت کفر وارتداد ہے تو کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلاوجہ دیوبندی کہنا معاذ اللّٰہ رب العالمین خود کفر ہے۔ قائل پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان لازم ہے۔ البتہ بطور سب وشتم کہنے پر یہ حکم نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۴) سنی صحیح العقیدہ کا نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ سے پڑھانا جائز ودرست ہے اور کسی سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہنے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور اس سے کسی طرح کا اسلامی تعلق رکھنا جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ توبہ واستغفار نہ کرلے اور جسے بلاوجہ دیوبندی کہا اس سے معافی نہ مانگ لے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۵) آدمی کو اتنا کمزور ایمان نہیں رکھنا چاہئے کہ کسی کے چڑھانے سے کفر اختیار کرلے۔ ہندو عموماً مسلمانوں کو برا کہتے رہتے ہیں تو ان کے کہنے اور چڑھانے سے کیا کوئی ہندو ہوجاتا ہے۔ معاذ اللّٰہ لہٰذا جو دیوبندی ہوجائے گا وہ خود رب العزت کے وہاں جواب دہ ہوگا۔ البتہ جس نے اسے بھڑکایا اور بلاوجہ شرعی اسے تکلیف دی وہ بھی عذاب نار وغضب جبار کا سزاوار ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۶) دھوکہ اور غدر کسی کافر سے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ کسی ذمہ دار دارالافتاء کو دھوکہ دینا جس نے یہ ذلیل حرکت کی اس پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے اور آئندہ ایسی خبیث حرکت سے پرہیز ضروری ہے اگر وہ توبہ واستغفار نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۲)

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۷) سوال میں مذکور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرم بکر ہے کہ سنی صحیح العقیدہ کو اسی نے دیوبندی کہا اور اسی نے دار الافتاء کو دھوکہ دے کر فتوی حاصل کیا اور اسی نے بہار شریعت کے دکھانے کو اپنی طرف غلط طور سے منسوب کیا۔ نیز افتراق بین المسلمین کا سبب بنا اس لئے وہی خطا کار اور مجرم ہے۔ لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اپنی غلط حرکتوں سے باز آئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اسی طرح زید اور اس کے گھر والوں نے زیادتی کی ہو تو ان پر بھی توبہ واستغفار ضروری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو نفسانیت سے محفوظ فرما کر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ (آمین) واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ ر ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

دیوبندی کے یہاں عقد کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ذاکر علی نظامی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید سترہ سال سے دیوبندی مسجد میں موذن ہے اور دیوبندی امام کی اقتدا میں نماز پنجگانہ ونیز جمعہ وعیدین باجماعت ادا کرتا ہے جب کہ اس قصبہ میں اہل سنت والجماعت کی مسجد وعیدگاہ ہے۔ زید سے کہا گیا کہ دیوبندی کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس کے جواب میں زید نے کہا کہ مجھ کو بریلوی، دیوبندی سے کوئی مطلب نہیں ہے، نماز ادا کرنی ہے اس قصبہ میں اہل سنت والجماعت کا شاندار ادارہ موجود ہے اور زید کا اس ادارہ سے آج تک کوئی تعلق نہ رہا اور نہ ہے۔ صورت مذکورہ میں زید کا شمار مسلک بریلوی میں ہے یا دیوبندی میں۔

(۲) زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرنا کیسا ہے؟

(۳) جو شخص زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر زید دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے عقائد باطلہ کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ ص ۵۱، اور تحذیر الناس ص ۱۴/۳، حفظ الایمان ص ۸ پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو کافر ومرتد اور خارج از اسلام نہیں مانتا بلکہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے اور دیوبندی عقیدے کے امام کی اقتدا اور ان کی مسجد میں اذان ان کے کفری عقائد جاننے کے باوجود دیتا ہے یا بتانے کے باوجود یہ کہتا ہے کہ مجھے

دیو بندی بریلوی سے کوئی مطلب نہیں ہے تو ایسی صورت میں زید کافر و مرتد، ملحد و بے دین ہے۔ سوال میں مذکورہ باتوں کی بنیاد پر زید کا شمار اہل سنت و جماعت میں ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"ان مرضوا فلاتعودوهم وان ماتوا فلاتشهدوهم و ان لقيتموهم فلاتسلموا عليهم ولاتجالسوهم ولاتشاربوهم ولاتواكلوهم ولاتناكحوهم ولاتصلوا عليهم و لاتصلوا معهم"(۱)

یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو ان سے سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ بدمذہبوں کے یہاں شادی بیاہ کرنا ناجائز ہے اس لئے زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرنا سراسر ناجائز و حرام اور بدانجام ہے اور اپنی لڑکی کو جہنم میں پہنچانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسا شخص فاسق و فاجر، ظالم و جفا کار، مستحق نار اور لائق غضب جبار ہے، اور اپنی ایسی قبیح و ذلیل حرکت کی وجہ سے سخت مجرم و حرام کار ہے، اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور زید کے یہاں سے اپنا رشتہ ختم کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیں۔ اگر وہ بائیکاٹ نہیں کریں گے تو خود بھی مجرم و گنہ گار رہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب حق وصواب: محمد تغییر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۰ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

---

(۱) یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔

(۲) سورۃ الانعام آیت: ۶۸۔

جو شخص کہے کہ میں سنیت کو اپنے گاؤں سے مٹادوں گا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عاشق علی، متعلم دار العلوم علیمیہ و حافظ گل محمد استاذ دار العلوم اہل سنت انوار العلوم تھگوڑیا بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈاکٹر محمد یونس نے بھری محفل میں یہ قسم کھائی کہ میں اپنے گاؤں سے اہل سنت والجماعت کو مٹادوں گا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں آج سے دیوبندی ہوگیا اور کئی مرتبہ پورے علماء اہل سنت کو گالیاں بھی دیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور جو اس شخص کی مدد کرے اور اس کے وہاں کھائے پئے اور تعلقات کو برقرار رکھے ایسے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ مدلل اور مفصل جوابات سے مستفیض فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین دیکھیں۔ اگر شخص مذکور نے واقعی اس طرح کہا ہے تو وہ کافر اور مرتد ہوگیا۔ اس پر توبہ و تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام و کلام نشست و برخاست سب کچھ ختم کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) جو مسلمان شخص مذکور سے جانتے بوجھتے ہوئے تعلقات رکھے وہ بھی حرام کار مستحق غضب جبار اور لائق نار ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھایا جائے اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ ان کا بھی بائیکاٹ کردیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

دیوبندیوں کی عبارتوں پر فتویٰ کفر دے مگر انکی اقتدا میں نماز پڑھے تو؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین قادری دار العلوم انوار مصطفیٰ دھرول جام نگر گجرات

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید سعودی عرب کا باشندہ ہے اور سعودی عرب میں اکثر لوگ عقائد باطلہ سے وابستہ ہوتے ہیں زید کے سامنے جب ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب کتاب التوحید اور اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان اور اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان اور خلیل احمد انبیٹھوی کی براہین قاطعہ اور قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس اور رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ کی عبارتیں پیش کی گئیں تو اس نے بلا جھجک کفر کا فتویٰ دیا لیکن یا رسول اللہ یا غوث پکارنے پر اعتراض کرتا ہے۔ ہندوستان میں صلاۃ وسلام پر بھی معترض ہوتا ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ذکر کے وقت انگوٹھے بھی نہیں چومتا ہے۔ دیوبندی ائمہ کی اقتداء میں اپنی نماز کو جائز سمجھتا ہے گویا کہ ظاہری تمام اعمال میں دیوبندیوں سے مشابہت رکھتا ہے اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ "جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے"(۱)

اسی سے زید بے قید کا حکم واضح ہے کہ وہ بھی ان بدباطن خبیث دیوبندیوں میں سے ہے رہا اس کا یہ معاملہ کہ دیوبندیوں کی عبارات کفریہ پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے مگر اس کے باوجود دیوبندی اماموں کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتا ہے یہ اس کی حد درجہ مکاری، دورخی پالیسی اور منافقانہ حرکت ہے جو ہرگز ہرگز اسے مفید نہ ہوگی۔ کیوں کہ دیوبندیوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ دینے کے باوجود ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور تمام اعمال میں ان سے مشابہت رکھنا یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ زید لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے عبارتوں کو کفر تو قرار دے رہا ہے مگر قائلین کو کافر نہیں مانتا ہے۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ امامت کے قابل بھی مانتا ہے لہٰذا زید بھی دیوبندی ہے اور اس پر دیابنہ کے احکام نافذ ہوں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۷۷

ناواقفیت کی بنا پر تبلیغی جماعت کے چلوں میں جانے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین قادری دار العلوم انوار مصطفیٰ دھرول گجرات

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ دور حاضر میں تبلیغی جماعت کے چلوں میں جانے والے حضرات تعلیمی حیثیت سے اردو پڑھنا بھی نہیں جانتے اور وہابی دیوبندی کے عقائد کفریہ سے ناواقف وبے خبر ہوتے ہیں اور تبلیغی جماعت کے مبلغین کے ظاہری لباس کو دیکھ کر اور ظاہری اقوال کو سن کر اور صرف دین کی ہمدردی میں ان کی چلہ کشی کے لئے تیار ہو گئے ایسے لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

تبلیغی جماعت درحقیقت دیوبندی مذہب کی ایک شاخ دیوبندی عقائد ومسائل کی نشر واشاعت اور تبلیغ کرنے والی ایک پرفریب جماعت کا نام ہے اس جماعت کے عقائد وہی ہیں جو دیوبندی مذہب میں مذکور ہیں اور دیوبندی اپنے کفری عقائد مذکورہ تحذیر الناس ص ۳ و ۲۸ حفظ الایمان ص ۸ براہین قاطعہ ص ۵۱ وغیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں۔ ان کے عقائد کفریہ باطلہ کی بنا پر عرب وعجم کے سیکڑوں علماے عظام ومفتیان کرام نے ان کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور فرمایا "من شک فی کفره و عذابه فقد کفر." جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یوں ہی جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کو اپنا پیشوا مانے یا کم از کم مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

البتہ اگر کوئی واقعی ان کے عقائد کفریہ پر آگاہ نہیں اور ناواقفی وسادہ لوحی اور ان کے مکر وفریب، دجل ودغا اور جماعت والوں کی ریاکاری اور مکاری کے باعث ان کے جال میں پھنس گیا اور تبلیغی جماعت کے ساتھ ہو گیا تو اس پر پہلے دیوبندیوں وہابیوں کے کفری عقائد وعبارات اور علماے عرب وعجم کے فتاوی پیش کئے جائیں۔ اگر وہ دیوبندی مذہب سے بیزاری کا اظہار کر دے اور علماے کرام کا فتویٰ مان لے تو اسے سنی کہا جائے گا ورنہ انہیں دیوبندیوں میں شمار ہوگا اور اس کا حکم دیوبندیوں جیسا ہوگا ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۷۹ فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۱۱۷ اور دیگر کتب فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی دیوبندی، ندوی مولوی کا علماء دیوبند کی کفریہ عبارت جاننے کے بعد یہ کہنا کہ مجھے کسی چھاپنے والے پر اعتبار نہیں ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین، دارالعلوم انوار مصطفیٰ دھرول گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ دیوبند، ندوہ یا کسی بھی دارالعلوم سے فارغ التحصیل مولوی حفظ الایمان تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ اور ان کے مصنفین جن پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور علمائے حرمین شریفین نے "من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر" کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ ان سے قطعی ناآشنا ہے جب ان مردودوں کی کفری عبارتیں ان کو سنائی جاتی ہیں ان پر وہ مولوی بے ساختہ کفر کا فتویٰ دے دیتا ہے لیکن ان کے مصنفین نے یہ عبارتیں لکھی ہیں اس بات کا وہ قائل نہیں جب یہ کتابیں اسے دکھائی جاتی ہیں تو وہ بے اعتباری کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں اگر مصنفین نے واقعی ایسا ہی لکھا ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہیں لیکن ایسا ہی لکھا ہے اس پر مجھے اعتبار نہیں۔ اب اس پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے آیا وہ مومن ہے یا کافر؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ندوہ، دیوبند یا کسی بھی دارالعلوم کے فارغ التحصیل مولوی کا علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات جاننے کے بعد ان کے متعلق یہ کہنا کہ چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ ایسا کہنے والا حد درجہ مکار وعیار ہے اور پختہ دیوبندی ہے کیوں کہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا کہ ان عبارات کے قائلین وحامیین پر علمائے عرب وعجم نے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا اور بحمدہ تعالیٰ اب تک وہ فتویٰ نافذ العمل ہے مگر کسی بھی دیوبندی مولوی یا خود ان کتابوں کے مصنفین نے آج تک ان کتابوں سے نہ تو اپنی بیزاری کا اعلان کیا اور نہ ہی ان عبارات کا انکار کیا بلکہ اپنی عبارات پر مصر رہ کر ان کی تاویلات کرتے رہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان کی عبارات کے تعلق سے بسط البنان اور پھر تغییر العنوان رسالہ مرتب کیا۔ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کے مصنفین بھی اس کے منکر نہ ہوئے اور دیوبند کے مختلف کتب خانوں سے یہ سب کتابیں شائع ہو رہی ہیں اور آج بھی کسی دیوبندی حلقہ سے یہ آواز نہیں اٹھ رہی ہے کہ یہ کتابیں یا ان کی کفریہ عبارتیں ان کے اکابر کی نہیں ہیں بلکہ کتنے جری وبے باک اور گستاخ تو ایسے ہیں جو ان عبارات کو حق ودرست ثابت کرنے کے لئے مناظرہ کرتے ہیں۔ ان حالات ومشاہدات کے باوجود کسی شخص کا مذکورہ بالا بیان ناقابل اعتبار ہے اور مطلع ہو کر ان کی غلط تاویل کرنے والا ان کے قائلین کو اپنا پیشوا سمجھنے یا کم از کم مسلمان

ماننے والا انہیں کی مثل کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دیوبندی، وہابی اور صلح کلی کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) دیوبندی وہابی کسے کہتے ہیں یا یہ کہ دیوبندیت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۲) غیر مقلد وہابی کسے کہتے ہیں اور اس کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۳) صلح کلی کسے کہتے ہیں اور صلح کلیت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۴) وہابی دیوبندی کہلانے والے عوام و خواص تمام افراد پر مطلقاً کیا حکم شرعی ہے؟

(۵) دیوبندی کہلانے والے تمام افراد پر جو حکم شرعی ہے وہی حکم دیوبندی کہلانے والے کسی فرد واحد پر بھی ہوگا یا اجتماعی و انفرادی صورت میں کچھ فرق ہے اگر فرق ہے تو کیوں؟

(۶) صلح کلی افراد پر مطلقاً حکم شرع کیا ہے۔ آیا یہ لوگ سنیوں کے حکم میں ہیں یا دیوبندیوں وہابیوں کے یا دونوں سے الگ ان کا کوئی اور حکم ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا من اللہ الجلیل

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد فاسدہ کا ایسا متبع جو علمائے دیوبند یعنی مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے کفری عقائد کو برحق اور ان کو اپنا مذہبی پیشوا اور دینی رہنما مانتا ہو اسے وہابی دیوبندی کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد فاسدہ و باطلہ کا ایسا متبع جو تقلید ائمہ دین کو بدعت و حرام بلکہ شرک تک کہتا ہو ایسا شخص وہابی غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(۳) مذہب اہل سنت کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے ایسے شخص کو صلح کلی کہتے ہیں جو بدمذہبوں کی تردید اور مخالفت کا مخالف ہو یا مذہب حق اہل سنت و جماعت کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کو بھی حق و صحیح کہتا ہو یا باطل فرقوں کو غلط سمجھتے ہوئے بھی ان کے ساتھ راہ و رسم میل جول، سلام و کلام شادی بیاہ اور دعوت و تواضع رکھتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جب مطلقاً وہابی دیوبندی کے متعلق حکم شرع معلوم کیا جائے گا تو کافر ہونے کا حکم ہوگا۔ سیدی اعلیٰ

حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: ''وہابیت ارتداد ہے''(۱)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ''دیوبندی عقیدہ والے خود مرتد ہیں''(۲) ایک مقام پر فرماتے ہیں ''دیوبندیہ ان سے گمراہ تر صریح مرتد ہیں'' (۳) اور فرماتے ہیں ''طوائف مذکورین۔ وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔''(۴) ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں پر مطلقاً حکم کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) چونکہ کسی شخص متعین اور فرد خاص پر کوئی حکم لگانے کے لئے اس فرد خاص کے متعلق جاننا ضروری ہے اس لئے کسی خاص شخص پر کفر وارتداد کا حکم لگانے سے پہلے اس کے عقائد کی تحقیق لازم ہے۔ آج کل بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دیوبندی تو کہے جاتے ہیں بلکہ وہ خود اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں مگر علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ خبیثہ سے ناواقف ہیں ایسے لوگوں پر کفر وارتداد کا حکم لگانے سے پہلے ان کے سامنے حسام الحرمین پیش کی جائے اور کبرائے دیابنہ مولوی رشید احمد، مولوی خلیل احمد، مولوی اشرف علی، مولوی قاسم وغیرہ کے اقوال کفریہ سے آگاہ کیا جائے اگر وہ فتاویٰ حسام الحرمین تسلیم کرلیں اور صاف صاف ان دیوبندی مولویوں کو بددین اور کافر ومرتد کہہ دیں تو ٹھیک ورنہ وہ بھی دیوبندی مرتدین میں مانے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) اگر صلح کلی اس طرح کا ہے کہ بدمذہبوں، بددینوں وہابیوں اور دیوبندیوں کی تردید ومخالفت کو برا سمجھتا ہے تو وہ گمراہ ہے اور اگر اہل سنت کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کے عقائد جاننے کے باوجود ان کو بھی حق اور صحیح سمجھتا ہے تو انہیں کے حکم میں ہے اور اگر باطل فرقوں کو غلط سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ میل جول رکھتا ہو سلام وکلام کرتا ہو شادی بیاہ کرتا ہو تو سخت فاسق وفاجر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صلح کلی کوئی مستقل فرقہ یا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ ایک کلی ہے جس کے تحت مختلف افراد آتے ہیں اور ان میں ہر ایک کے لئے جداگانہ حکم ہے۔ ان میں سے بعض گمراہ وبدمذہب ہیں بعض کافر ومرتد ہیں اور بعض فاسق وفاجر ہیں۔ ھذا ماتیسر لی بمطالعۃ کتب الفقہ والکلام والعلم بالحق عندالملیک العلام وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷؍ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۳۲۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۷۷

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۷۰

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

حسام الحرمین شریف کو حق ماننے والے کو دیوبندی کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: شاکر رضا مقام حیدر ڈیہہ پوسٹ حسین آباد ضلع بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین شریف کی تصدیق کرتا ہے لیکن تقریباً پورا گاؤں وہابی ہے اور مسجد بھی وہابیوں کی ہے اس لئے وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتا ہے۔ زید کے خاندان کے لوگ بھی سنی ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید وہابی ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو سنی مانا جائے گا یا نہیں اس کے یہاں رشتہ داری وغیرہ جائز ہے یا نہیں جو لوگ زید کو وہابی کہتے ہیں ان کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو لوگوں کی نظر میں مشتبہ تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی ونذیر حسین دہلوی ورشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی اوران کی کتابوں تقویۃ الایمان ومعیار الحق وبراہین قاطعہ تحذیر الناس وحفظ الایمان وبہشتی زیور وغیرہا کو کیسا مانتا ہے؟ اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بیدین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر ضلالت سے بھری ہوئی ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں۔"(۱)

اس ارشاد واجب الاعتقاد سے واضح ہوا کہ جو شخص علماے دیوبند کی کفریہ عبارات کو جاننے کے بعد انہیں گمراہ اور بدمذہب ومرتد سمجھے وہ وہابی نہیں ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں جب زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرتا ہے تو سنی ہے رہا اس کا اپنے گاؤں کی وہابی مسجد میں نماز پڑھنا تو اگر اس مسجد میں تنہا نماز پڑھتا ہے وہابی امام کی اقتدا نہیں کرتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور اگر کسی وہابی امام کی اقتدا کرتا ہے تو اب اگر وہابی امام کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوکر اسے مسلمان مان کر اقتدا کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں اور اگر اس وہابی کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں صرف یہ جانتا ہے کہ یہ برے لوگ ہیں پھر بھی اقتدا کرتا ہے تو سخت گنہ گار ہے مگر اب بھی اسے وہابی ہرگز نہیں کہہ سکتے ہیں ہاں اس پر لازم ہے کہ وہابی کی اقتدا کرنے سے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ اس کی اقتدا سے پرہیز کرے فتاوٰی رضویہ میں ہے "جو ان کے عقائد پر مطلع ہوکر انہیں مسلمان جانناد رکناران کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد

(۱) الفتاوی الرضویه، ج: ۶، ص: ۷۹، مطبوعه رضا اکیڈمی ممبئی

گنہ گار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار"(۱)

رہا اس کے یہاں نکاح اور رشتہ داری کرنا تو چوں کہ وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرتا ہے لہٰذا اس کے یہاں رشتہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں وہابیت کی کوئی بات نہ پائی جاتی ہو۔ اگر زید کے اندر کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی پھر بھی کچھ لوگ اسے وہابی کہتے ہیں تو وہ سخت مجرم وگنہ گار ایذاء مسلم کے جرم میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ بلا ثبوت شرعی زید کو وہابی کہنے سے توبہ واستغفار کریں اور زید سے معافی مانگیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

حضرت امیر معاویہ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کے گستاخ کا حکم

مسئلہ: از اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ جودھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک شخص صحابی رسول ﷺ کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور ان کی شان میں لعن طعن کرتا ہے اور ان کو جہنمی کہتا ہے، نیز امام اعظم کے یزید کے متعلق سکوت اختیار کرنے پر کہتا ہے "میں ایسے مذہب اور ایسے فتوی پر لعنت کرتا ہوں"۔ زید سے مذکورہ مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کیا گیا، تو اس نے کہا، جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، فقہی نظر سے وہ گمراہ ہے، صحابی کی شان میں گستاخی کرنا سخت ممنوع ہے، نیز امام اعظم کی شان میں گستاخی کرنا بھی سخت ممنوع ہے، البتہ یزید پر فقہائے کرام نے لعنت فرمائی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہتا ہے اور ان پر لعن طعن کرتا ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مذہب اہل سنت اور ان کے فتوی پر لعنت کرتا ہے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے۔

نیز زید کا جواب کہ ایسا شخص گمراہ ہے، کیا یہ جواب درست ہے، کیا صحابی رسول ﷺ کو جہنمی کہنے والا شخص اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟ ان پر لعنت کرنا اور مذہب پر لعنت کرنا شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور زید اور مصدق کے لیے کیا حکم ہے؟

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۷۷

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں۔ اور کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کو برا کہنے والا گمراہ وبد دین اور اللہ ورسول کو ایذا دینے والا ہے۔

حدیث شریف ہے: "من اذاهم فقد اذاني ومن اذاني فقد اذا لله ومن اذا الله یوشک ان یاخذه"۔ (۱) یعنی جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی، تو اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی، تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔

اور ردالمحتار میں اختیار کے حوالہ سے ہے: "اتفق الائمة على تضليل اهل البدع اجمع وتخطئتهم، وسب احد من الصحابة وبغضه لا يكون كفر الكن يضلل". (۲) یعنی ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام بدعتی فرقے گمراہ ہیں، اور کسی صحابی کو برا کہنا اور ان سے بغض رکھنا کفر تو نہیں ہے، مگر گمراہی ہے۔

اور ان میں سے کسی کو جہنمی کہنا، سخت گمراہی بلکہ بحکم فقہا کفر ہے، کیونکہ ان کو جہنمی کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو وہ مسلمان نہیں مانتا ہے اور جو کسی مسلمان کو کافر کہے، وہ خود ہی کافر ہے۔ حدیث شریف ہے: "من قال لا خيه يا كافر فقد باء بها احدهما". (۳) یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا، تو وہ دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور لوٹا، اور حکم شرع کی توہین بھی کفر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: "رجل عرض عليه خصمه فتوى الائمة فردها وقال: چہ بارنامہ فتوی آوردہ قیل یکفر لانه رد حکم الشرع"۔ (۴)

لہٰذا جو شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہتا ہے، وہ خود جہنمی بلکہ جہنمی کتا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "من یکون یطعن فی معاویه فذالک کلب من کلاب الهاویة" (۵)۔ یعنی جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے

---

(۱) جامع الترمذی، ج:۲، ص:۲۲۶

(۲) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۸۷

(۳) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۵۷

(۴) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۷۳

(۵) نسیم الریاض، ج:۳، ص:۴۳۰

ایک کتا ہے۔اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے فتویٰ پر جو لعنت بھیجتا ہے وہ خود مستحق لعنت اور بحکم فقہا کافر و بے دین ہے۔مجمع الانہر میں ہے: "الاستخفاف بالاشراف و العلماء كفر."(۱)

جس شخص نے مذکورہ باتیں کہی ہیں، اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ اور تجدید ایمان کر کے پھر سے مسلمان ہو اور اگر بیوی والا ہو، تو تجدید نکاح کرے، جب تک توبہ اور تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کر لے، مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ﴾(۲)

اور زید کا ایسے شخص کو فقہی نظر سے گمراہ کہنا، غلط ہے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہنے والا اور حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مذہب و فتوی پر لعنت کرنے والا فقہی اعتبار سے صرف گمراہ نہیں بلکہ کافر ہے۔لہٰذا زید اور اس کے بیان کردہ حکم کے مصدق توبہ کریں اور بغیر علم فتوی دینے کی جرأت نہ کریں۔حدیث شریف میں ہے:

"من افتي بغير علم لعنته ملائكة السماء والارض."(۳) والله تعالىٰ اعلم بالصواب

محمد اختر حسین قادری

خادم درس و افتادار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

صحابہ اور علماء کی شان میں گستاخی کرنے والے ایک جاہل پیر کا حکم

مسئلہ: از اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ جودھپور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، مسئلہ ذیل میں:

بکر ایک پڑوسی ملک میں بے علم پیر ہے، جو علمائے دین کی توہین کرتا ہے اور سادات کرام کی بھی سخت توہین کرتا ہے اور خود کو سید بتاتا اور پیر کہلاتا ہے، مگر عامیانہ زبان بلکہ بازاری نہایت فحش زبان بولتا ہے، واٹس آپ پر اس کی آواز سنی جا سکتی ہے، کلپ کے ذریعہ جاری کیے گئے بیان میں بدمعاشوں کی زبان بولی گئی ہے مثلاً "اختری ملاؤں پر میں نے سخت ایکشن اٹھایا ہے، آپ کے تاج الشریعہ اختر رضا خان ازہری نے ہر آدمی پر کفر کا فتوی لگا دیا ہے، تاج

(۱) مجمع الانهر، باب المرتد، ج: ۱، ص: ۶۵۹

(۲) سورة الانعام، آيت: ۶۸

(۳) كنز العمال، ج: ۱۰، ص: ۱۱۱

الشریعہ نے بہت گندگی پھیلائی ہے، مسلک اعلیٰ حضرت گمراہ، اس پر چلنے والا گستاخ رسول کے زمرہ میں آتا ہے، اور تم کس منھ سے کہتے ہو کہ علی علیہ السلام مت کہو، حسن اور حسین علیہ السلام مت کہو، تم لوگ تو کفر کررہے ہو، خارج از اسلام ہو بلکہ واجب القتل ہو، یہ میں نے زبانی فتوی دیا ہے اور لکھ کر بھی دے دوں گا۔ اور حضرت علی علیہ السلام پر حملے معاویہ نے کرائے اور عمار کو قتل معاویہ نے کرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمار! تم لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہوگے، مگر افسوس تم کو ایک جہنمی گروہ قتل کرے گا، جو علی کا نہیں وہ کسی کا نہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت گمراہ ہے، ہم اس کو ہرگز نہ مانیں گے، جو علی علیہ السلام تسلیم نہ کرے وہ گمراہ ہے" اور اپنے بیان میں کہا" اختر رضا ازہری، ہاشمی میاں اور الیاس قادری تینوں جہنمی ہیں۔"

ایسا شخص جس کے مذکورہ بالا اقوال ہیں، کیا توہین علماء کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ جب کہ اس کا علمائے دین کی توہین کا باعث مسائل حقہ بیان کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی یا نہیں، اور مسلک اعلیٰ حضرت جو حقیقتاً مسلک اہل سنت والجماعت ہے، اس مسلک حقہ کو گمراہ اور اس پر چلنے والوں کو گمراہ کہنا کیسا ہے؟

بکر کے مذکورہ بالا اقوال پر مطلع ہونے کے بعد، اور خود اپنے کانوں سے علمائے دین کے لیے سب وشتم اور فحش گوئی اور لعنت وملامت سننے کے بعد ایسے شخص کی تائید وحمایت کرنا اور اس کی غایت درجہ تعظیم وتوقیر کرنا، خود اور اپنی اولاد اور اہل خاندان کو اس کا غلام بتانا اس کی ہر ممکن معاونت اور حمایت کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ ایسے پیر سے مرید ہونا، یا اس کی امامت میں نماز ادا کرنا، اس کو ولی جاننا اور اپنا پیشوا ماننا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

علماء دین اور سادات کرام کی توہین سخت حرام بلکہ بحکم حدیث کھلا نفاق اور بحکم فقہاء کفر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ثلثة لا يستخف بحقهم الا منافق بين النفاق ذو العلم وذو الشيبة في الاسلام وامام مقسط."(۱)

اور مجمع الانہر میں ہے "الا ستخفاف بالاشراف و العلماء كفر." (۲) یعنی علماء وسادات کی توہین کفر ہے۔ اسی میں ہے۔ "من قال لعالم عويلم على وجه الاستخفاف فقد كفر." (۳)

(۱) المعجم الكبير، ج:۸، ص:۲۳۸

(۲) مجمع الانهر، ج:۱، ص:۶۹۵

(۳) مجمع الانهر، ج:۱، ص:۶۹۵

عامی زبان استعمال کرنا یعنی گالی گلوچ کرنا اور فحش گوئی کرنا سخت ممنوع ہے۔ حدیث پاک ہے "سباب المومن فسوق" ۔یعنی کسی مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق ہے۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے ہر آدمی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے، سراسر جھوٹ اور افترا و بہتان ہے۔

اور کسی پر جھوٹی تہمت اور بہتان لگانا سخت حرام و گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (۱) یعنی اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے پر، ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

تاج الشریعہ، اسلام و سنیت کے سچے ترجمان و پاسبان ہیں اور امت مسلمہ کے لیے رب تعالیٰ کی عظیم نعمت اور نبی پاک ﷺ کی خاص عنایت ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ان کا سایۂ کرم عالم اسلام پر تا دیر سلامت رکھے (آمین) انہوں نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہ فرمایا نہ لکھا، جو ان کے متعلق ایسی بات کہتا ہے وہ کذاب و دجال اور مکار ہے، اور مذہب اہل سنت کا ہی دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اس پر چلنے والے کو گستاخ رسول کہنا، بالفاظ دیگر کافر کہنا ہے اور کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں: " ايما امرء قال لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما" (۲)

اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے لفظ "عليه السلام " بولنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ رافضیوں کی علامت ہے۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: " واما السلام فنقل اللقاني في شرح جوهرة التوحيد عن الامام الجويني انه في معنى الصلوة فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير الانبياء فلا يقال "على عليه السلام" والظاهر ان العلة في منع الصلاة ما قال في صدر الاول وانما احدثه الرافضة في بعض الائمة والعشبه باهل البدع منهي عنه فعجب مخالفتهم." (۳)

لہٰذا جو شخص سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کلمۂ "علیہ السلام" نہ کہنے والوں کو کافر اور خارج از اسلام کہتا ہے، وہ خود کفر کر رہا ہے اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا کرنا حرام و گناہ ہے، ان

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) ردالمحتار، ج: ۱۰، ص: ۱۰۴، مسائل شتی

پر تبرا کرنے والا جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں "ومن یکون یطعن فی معاویة فھو کلب من کلاب الھاویة." (۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس پیر نے مذکورہ باتیں بکی ہیں، وہ متعدد وجوہ سے حرام اور کفر کا مرتکب ہے اور بحکم فقہا کافر ہے،اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح اور تجدید بیعت کرے،اگر وہ ایسا کر لے،تو اس کی تعظیم کرنا،اس سے مرید ہونا،اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست ہے، ورنہ اس کا مکمل بائیکاٹ کرنا واجب ہے۔ارشاد قرآن ہے ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) اور جو شخص اس کی تائید و حمایت کرے،اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ﴾ (۳)

لہٰذا اس کی تائید و حمایت کرنے والے پر بھی لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح اور تجدید بیعت کرے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

محمد اختر حسین قادری

خادم درس و افتادار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

کسی عالم دین کو "کبیر داس سے بدتر" کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ : از ماسٹر محمد اسرار قادری، امجدی خلیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو "کبیر داس" سے بدتر کہتا ہو تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی مسلمان کو کبیر داس سے بدتر کہنا کفر ہے کیونکہ اس میں قرآن کا انکار ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ﴾ (۴)

اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

---

(۱) نسیم الریاض، ج:۳، ص:۴۳۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۰

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۱

پھر ایک عالم دین کو "کبیر داس" سے بدتر کہنا اور بھی سخت ہے کہ اس میں عالم کی توہین ہے اور عالم دین کی توہین کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے۔

"الاستخفاف بالعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم قاصدا به الاستخفاف کفر"(۱)

یعنی علما کی توہین کفر ہے جس نے توہین کے ارادہ سے کسی عالم کو مولویا کہا تو وہ کافر ہے۔

البتہ عالم دین کی توہین بحیثیت عالم دین کفر ہے کیوں کہ یہ درحقیقت علم دین کی توہین ہے چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

"الاستهزاء بالعلم والعلماء کفر" (۲) یعنی علم اور علما کا استہزا کفر ہے

اس کی شرح غمز عیون البصائر میں ہے۔

"ای بالعلم"(۳)

یعنی علما کا استہزا علم دین کی بنا پر کفر ہے۔

لہٰذا جس نے کسی عالم دین کو کبیر داس سے بدتر کہا وہ توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کرے اور جس کو کہا اس سے معافی مانگے۔ ورنہ اس کا بائیکاٹ کردیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۵ر صفر ۱۴۳۵ھ

دیوبندی کا نکاح پڑھانے کا حکم

مسئلہ از: مولانا عبدالحکیم علیمی سابق مینجنگ ایڈیٹر ماہنامہ فیضان رضا، جمدا شاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو عالم دین ہے انہوں نے اپنے گاؤں کے امام سے جبکہ وہ مجلس نکاح میں جا رہا تھا کہا کہ لڑکا دیوبندی ہے اس کا نکاح مت پڑھایئے، یہ کہنے کے بعد زید اپنے گھر گیا اور امام صاحب مجلس نکاح میں گئے پھر زید کو امام محلہ اور دیگر لوگوں نے بلایا تو اس نے زید سے کہا امام صاحب اگر آپ جان بوجھ کر کسی دیوبندی کا نکاح پڑھائیں گے تو آپ کا بھی باطل ہو جائے گا اور

(۱) مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر، ج:۲، ص:۵۰۹

(۲) الاشباه والنظائر، ج:۲، ص:۸۷

(۳) غمز عیون البصائر، ج:۲، ص:۸۷

تجدید نکاح اور تجدید ایمان بھی کرنا ہوگا۔ بعد میں کچھ عوامی لوگوں نے لڑکی کو بغیر نکاح پڑھائے بارات کے ساتھ بھیج دیا اور وہاں دیوبندی امام کے ذریعے نکاح پڑھایا گیا۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں زید اور امام محلہ اور عوام کے متعلق شریعت مطہرہ کیا حکم ہے۔ مفصل اور مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ" اھ۔(۱)

حضرت علامہ مفتی عبدالمنان عزیزی مصباحی مبارک پوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"دیوبندی بحکم علمائے حرمین شریفین اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے ساتھ سنیہ کا نکاح ہوتا ہی نہیں۔"(۲)

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں

"زید اور اس نکاح میں شریک ہونے والوں نے اگر اس دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر نکاح کیا یا نکاح میں شریک ہوئے تو یہ خود بھی اسی کے ساتھ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ ان پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔"(۳)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ دیوبندی کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے اس کو مسلمان سمجھ کر کسی سے اس کا نکاح کرنا اور کرانا اس نکاح میں شریک ہونا سب کفر ہے۔ لہٰذا زید عالم نے سچ کہا وہ حق پر ہے۔ مسئلہ بتانے پر امام صاحب نے نکاح نہیں پڑھایا انہوں نے شرع پر عمل کیا بہت اچھا کیا مگر جن لوگوں نے لڑکی کو دیوبندی کے گھر بھیج دیا وہ سب توبہ واستغفار کریں اور تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:، ص: ۲۸۲
(۲) فتاوی بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۴۰۷
(۳) فتاوی بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۴۰۷

ہولی دیوالی منانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

آج کل کچھ سنی بھائی کو دیکھا جاتا ہے کہ جب ہندوؤں کا تہوار آتا ہے جیسے ہولی، دیوالی اتران وغیرہ تو سنی بھائی ان کا تہوار مناتے ہیں اتران میں پتنگ اڑاتے ہیں دیوالی میں پٹاخے پھوڑتے ہیں ہولی میں رنگ لگواتے ہیں اور ہندوؤں کو مبارک باد دیتے ہیں جو ایسا کرے ان کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ جواب عنایت فرمائیں

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہولی ہندوؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے جس میں وہ لوگ آگ کی پوجا کرتے اور خوشی مناتے ہیں یونہی دیوالی ان کے خاص تہواروں میں ہے جس میں آگ اور لچھمی کی پوجا کرتے اور خوشی مناتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ہولی دیوالی یا کافروں کا کوئی مذہبی تہوار مناتا ہے تو وہ کافر ہے اور جو شخص ان تہواروں کی مبارک بادی دے تو وہ بھی بحکم فقہا کافر ہے:

"غمز عیون البصائر میں ہے: "اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر"(۱)

اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان فرض ہے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے۔ حدیث میں ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم۔" اس شخص پر توبہ فرض ہے اور تجدید نکاح لازم۔(۲) واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) غمز عیون البصائر، ج:۱، ص:۸۹۵

(۲) فتاوی امجدیہ، ج:۴، ص:۱۵۱

قرآن مجید پر پیر رکھ کر کھڑا ہونا کفر ہے

مسئلہ از: قاری افتخار احمد، مقام پٹریا تکیوا، پوسٹ مجھوا میر، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید اپنی بیوی و گھر والوں کے سامنے اپنے پورے ہوش وحواس میں قرآن مجید کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور دونوں پیر قرآن مجید پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ زید کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوھاب

قرآن مجید کو زمین پر پٹکنا اور اس پر پیر رکھنا قرآن کریم کی سخت توہین ہے اور قرآن کریم کی توہین کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

"اِذا استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوه ممایعظم في الشرع كفر." ملخصاً (۱)

خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"قرآن مجید کو زمین پر پٹکنا اس کی توہین ہے اور یہ کفر ہے۔" (۲)

لہٰذا زید قرآن کریم کی توہین کر کے کافر ہو گیا اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: انور احمد قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

(۱) مجمع الانہر، ج: ۱، ص: ۶۹۲

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۴۴۱

(۳) سورۃ الانعام آیت: ۶۸

توہین علما کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: عبداللہ، مظفر پور، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ گاؤں کے چند مولوی یا مولوی میرے پیشاب کے برابر ہیں تو ایسے شخص کے لئے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

علمائے حق کی توہین محض عالم دین ہونے کی بنا پر کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: "من قال لعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف فقد کفر." (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"مطلق علما کو یا خاص کر کسی عالم دین کو بوجہ علم دین برا کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ عورت فوراً نکاح سے نکل جائے گی۔" (۲)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں "فقہائے کرام توہین عالم را کفر داشتہ اند اھ (۳)

لہٰذا شخص مذکور علمائے دین کی سخت توہین کی بنا پر بلاشبہ مرتکب کفر ہوا۔ اگر بیوی والا ہے تو وہ نکاح سے نکل گئی۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان ونکاح کرے اور علما سے معافی مانگے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) مجمع الانھر، ج: ۱، ص: ۶۹۵

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۵۴

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۳۶

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

بلا ثبوت بدعقیدہ کہنا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر عبدالعزیز نقشبندی رحمانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قوم جو اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہے اس قوم میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ ایک صحیح العقیدہ عالم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے جنازہ میں موجود تمام حضرات صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے اس شخص کی تکفین وتدفین میں بھی تمام صحیح العقیدہ لوگ تھے اس شخص کے ایصال ثواب کے لئے زیارت اور چہلم کی تقریب میں بھی سب صحیح العقیدہ لوگ موجود تھے اور سنی مسجد میں اس شخص کے ایصال ثواب کے لئے تمام تقریب ہوئی تھی، لیکن بعد میں کچھ افراد کا کہنا ہے کہ مرنے والے شخص کا عقیدہ غلط تھا۔ سنی عالم نے کہا آپ اس شخص کا ثبوت پیش کریں تا کہ تمام حضرات جو مرنے والے کے نماز جنازہ یا تدفین یا تکفین اور میلاد اور قرآن خوانی میں حاضر تھے سب اجتماعی طور پر توبہ کریں، لیکن تین یا چار ماہ ہونے کے باوجود وہ لوگ ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکے تو ان افراد کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ ان لوگوں میں ایک حافظ قرآن بھی ہے تو کیا اس کے پیچھے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کی نماز جائز ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

کسی مسلمان کی طرف بغیر تحقیق اور بلا ثبوت گناہ کبیرہ کی بھی نسبت کرنا ناجائز وگناہ ہے۔ تو بدعقیدگی کی نسبت کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نا کہ تکفیر" (۱)

لہٰذا جن لوگوں نے بلا ثبوت کسی سنی صحیح العقیدہ کو غلط عقیدہ کا بتایا وہ توبہ کریں بعد توبہ حافظ مذکور کے پیچھے نماز درست ہے جبکہ اور کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۱۰۷

ٹائی کا حکم، ڈاکٹر طاہر القادری کا حکم، ایک گیت کی شرعی حیثیت وغیرہ

مسئلہ از: مولانا عبد الجبار حنفی قادری، بلرام پوری

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شریعت مطہرہ بیضاء کا کیا حکم ہے؟

(۱) ٹائی کی حقیقت کیا ہے؟ اور مسلمانوں میں اس کی ابتداء کس سنہ سے ہوئی؟

(۲) ٹائی لگانے کا مقصد کیا ہے؟

(۳) جس عالم کے گھر کے بچے خواہ بیٹے بیٹیاں ہوں یا پوتے پوتیاں ٹائی لگا کر ہندی انگریزی اسکولوں میں پڑھنے جاتے ہیں اور وہ اس کو منع نہ کرتا ہو تو ایسے عالم سے میلاد شریف پڑھوانا تقریر کروانا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا اور ان سے مسائل شرعیہ پوچھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ اور ٹائی لگانے والا شخص مسلمان ہے یا خارج از اسلام ہے؟

(۴) منہاج القرآن نامی تحریک کے بانی ''ڈاکٹر طاہر القادری'' پاکستانی کے متعلق علمائے اہلسنت کا اور خاص کر مفتی صاحب آپ کا کیا موقف ہے؟

(۵) حکومت ہند یا کسی غیر مسلم یا مسلم ہی کے ماتحت چلنے والے ہندی انگریزی اسکولوں میں صبح کے وقت مسلم بچے اور بچیاں یہ ترانہ پڑھتے ہیں:

جن گن من ادھی نائک جئے ہے بھارت بھاگ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا دراوڑ اتکل بنگ
وندھ ہماچل یمنا گنگا اُچھل جل دھی ترنگ
تو شبھ نامے جاگے تو شبھ آشش مانگے
گاہے تب جے گاتھا جن گن من ادھی نائک جے ہے بھارت بھاگ ودھاتا
جئے ہے، جئے ہے، جئے ہے جئے جئے جئے جئے ہے

(۶) زید جب مسلمانوں سے ملتا ہے تو سلام کرتا ہے اور جب کفار و مشرکین سے ملاقات ہوتی ہے تو (الف) آداب عرض (ب) نمسکار (ج) نمستے (د) جئے رام جی کی کہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا چاروں جملے تحیت و آداب کے ارادے سے بولنے سے اور خاص کر قصد الفظ جے رام جی کی بولنے سے ایک مومن کے ایمان میں کوئی شرعی خرابی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک مسلمان اور عاشق رسول کی شان تو یہ ہوتی ہے:

کسی کی جئے وجئے کیوں کر پکاریں کیا غرض ہم کو ہمیں کافی ہے سیدا اپنا نعرہ یا رسول اللہ

نیز لفظ جئے، کتنے معنی میں مستعمل ہے اور مقتدائے اہلسنّت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قطب

زماں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا کیا فتویٰ ہے قرآن و حدیث اور اقوال فقہا کی روشنی میں جواب ارقام فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) ٹائی نصرانیوں کا مذہبی شعار اور علامت ہے اور وہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ و السلام کے سولی پر لٹکائے جانے کی نشانی ہے۔ چنانچہ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ٹائی لگانا اشد حرام ہے۔ وہ شعار کفار بدانجام ہے، نہایت بدکام ہے۔ وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہوجانے کی۔ والعیاذ باللہ۔" (۱)

وارث علوم اعلیٰ حضرت حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے تحقیقی رسالہ "ٹائی کا مسئلہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ٹائی کو کراس مانو شبیہ کراس مانو بہرصورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے۔" (۲)

فقیر کو یہ نہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں میں ٹائی باندھنے کی ابتدا کب سے ہوئی اور نہ اصل مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عیسائی اپنی مذہبی یادگار کے تحت لگاتے ہیں اور مسلمان محض ایک فیشن اور زیب وزینت خیال کر کے باندھتے ہیں مگر ان کا یہ باندھنا حرام وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جن اسکولوں میں ٹائی لگانا لازم ہو، ان میں بچوں کو تعلیم دلانا ناجائز وحرام ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"کالج ہو یا اسکول یا مدرسہ اگر اس میں دین اسلام یا مذہب اہلسنّت یا شریعت مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی تلقین کی جاتی ہے تو اس کی امداد بھی حرام اور اس میں پڑھوانا بھی حرام ہے۔" (۳)

لہٰذا عالم ہو یا غیر عالم کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بچوں کو ایسے اسکولوں اور مدرسوں میں پڑھائے اور جو بلا کسی

(۱) الفتاوی المصطفویۃ، ص: ۵۲۶

(۲) ٹائی کا مسئلہ، ص: ۱۲

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۲، ص: ۲۹۶

مجبوری کے اپنے بچوں کو ٹائی لگانے سے منع نہ کرے وہ مجرم و گنہگار ہے ایسے لوگوں سے اجتناب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ڈاکٹر طاہر القادری کے نزدیک آج دنیا میں جتنے مسالک پائے جاتے ہیں ان میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے یعنی شیعہ وہابی وغیرہ باطل فرقے اور اہلسنّت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں بحمداللہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔"(۱)

ایک مقام پر کہتے ہیں "ہمارے نزدیک شیعہ سنی میں کوئی امتیاز نہیں ہے"(۲)

ایک مقام پر کہتے ہیں "میں شیعہ وہابی علماء کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ جب موقع ملے ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔"(۳)

اپنی ایک تقریر میں کہتے ہیں کہ

"یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ اور مسیحی برادری اور مسلمان یہ تین مذاہب بلیورز (مومن) میں شمار ہوتے ہیں یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے ہیں۔"(۴)

اس طرح کے اور بہت سے عقائد و نظریات ڈاکٹر مذکور کی تقریر و تحریر میں موجود ہیں جن کی بنیاد پر ہندو پاک کے بے شمار علماء اہلسنّت نے اس کے گمراہ و بدمذہب بلکہ کافر و مرتد ہونے کا حکم دیا ہے۔ ہندوستان کے اکابر اہلسنّت میں سے تاج الشریعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت سیدی مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری، جانشین محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی، وارث علوم صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ استاذ کریم حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب شیخ الحدیث جامعہ رونا ہی نے خصوصیت کے ساتھ طاہر القادری کے بدمذہب و گمراہ بلکہ خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے اور جو ان اکابر کرام کا موقف ہے وہی اس فقیر کا بھی موقف ہے۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "طاہر القادری" عقائد و نظریات" اور حضرت بابرکت مفتی ولی محمد رضوی صاحب باسنی کی تالیف، "طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے" کے علاوہ علماء پاکستان کی دو درجن سے زائد کتابیں جو طاہر القادری کے متعلق لکھی ہوئی ہیں ان سب میں دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) جناب مولانا انور حسن صاحب استاذ فوقانیہ دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی سے سوال میں مذکور اشعار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان اشعار کا درج ذیل مطلب بتایا۔

(۱) جن گن من ادھینا نک جئے ہے، بھارت بھاگیہ ودھاتا یعنی اے بھارتیہ عوام کے جھنڈ کی نمائندگی کرنے

---

(۱) فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو، ص: ۶۵

(۲) چٹان لاہور، ۲۵/مئی ۱۹۸۹ء

(۳) رسالہ دیدوشنید لاہور، ۱۴تا ۹/اپریل ۱۹۸۲ء

(۴) تقریر محفوظ سی ڈی مسٹر طاہر القادری

والے اور بھارت کی قسمت کے معمار آپ کی فتح ہو۔

(۲) پنجاب سندھ گجرات مراٹھا، دراوڑ اتکل بنگ، وندھیہ ہماچل یمنا گنگا، اچھل جلدھیہ ترنگ، تو شبھ نامے جاگے، تو شبھ آشش مانگے، گاہے تو بے گاتھا، یعنی صوبہ پنجاب، سندھ، گجرات، مہاراشٹر، دراوڑ، اڑیسہ، بنگال وندھیہ اور ہماچل پردیش نیز گنگا جمنا جیسی پاکیزہ ندیاں اور لہروں سے لبریز سمندر آپ کے مبارک نام کا ورد کرتی ہیں، اور آپ سے دعا پانے کی التجا کرتیں اور آپ کی عظمت کے گن گاتی ہیں۔

(۳) جن گن منگل دایک جے ہے، بھارت بھاگ ودھاتا، جے ہے، جے ہے، جے ہے، جے جے جے ہے "یعنی بھارت کے لوگوں کو خوشیاں دینے والے، اور بھارت کی قسمت کے معمار آپ کی فتح ہو۔ جے ہو۔

بعد تحقیق یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اشعار ۲۷ رتمبر ۱۹۱۱ء کو "کنگ جارج پنجم" کی آمد پر ایک بنگالی شخص رابیندر ناتھ ٹیگور نے اس کی تعریف وتوصیف میں لکھا۔ لہٰذا مسلمان بچوں سے اسے پڑھوانے کے بجائے درود وسلام یا اور کوئی دعا پڑھوائی جائے اور ان کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ ان اشعار کی جگہ درود شریف یا کلمہ طیبہ کا ورد کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(٦) "نمسکار" سنسکرت اور "نمستے" ہندی کے الفاظ ہیں ان کا معنیٰ آداب وتسلیم اور بندگی ہوتا ہے جیسا کہ فیروز اللغات اردو ص ۱۳۷۹ پر ہے، اور غیر مسلموں سے سلام کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کافر کو بے ضرورت ابتدا بسلام ناجائز ہے نص علیہ فی الحدیث و الفقہ اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انہیں سلام شرعی کی حاجت نہیں مثلاً یہی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیرہ ذالک۔"(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے بلا ضرورت آداب وغیرہ کچھ نہیں کہنا چاہئے اور اگر کسی ضرورت ومصلحت کے تحت ایسا کرنا ہو تو "آداب" کہہ سکتے ہیں مگر نمسکار اور نمستے سے بچے رہا 'جے رام جی کی' تو یہ بولنا حرام حرام اشد حرام ہے بلکہ بحکم فقہاء کرام کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "جنہوں نے ہنود کے ساتھ وہ جے (جے رام چندر جی) بولی کافر ہوگئے ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں"۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۹، ص:۶۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:٦، ص:۵۰

دیوبندی عقائد سے ناواقف رشتہ داروں کا حکم

مسئلہ از: محمد جاوید عالم، ارریہ بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مذکورہ میں کہ زید کے ننیہال والے پہلے سنی تھے لیکن اب وہ لوگ دیوبندیوں سے میل جول رکھتے ہیں، جماعتوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ سنی دیوبندی عقائد سے ناآشنا ہیں البتہ چند فروعیات ومستحبات کو سنی دیوبندی عقائد سمجھتے ہیں۔ مثلاً چادر چڑھانا، فاتحہ دلانا کھڑے ہوکر سلام پڑھنا وغیرہ وغیرہ جو ان چیزوں کو بجالاتا ہے وہ سنی ہے ورنہ دیوبندی ہے۔ لہٰذا اب زید کو کیا کرنا چاہیے۔ ان سے تعلقات رکھنا چاہیے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کو چاہیے کہ ننیہال والوں کو بنرمی عقائد اہلسنت اور معمولات اہلسنت کی حقانیت وصداقت کو سمجھائے اور وہابیوں دیوبندیوں، تبلیغیوں کے کفری عقائد اور اللہ ورسول کی شان اقدس میں ان کے توہینی کلمات کو دکھائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے اپنے تعلقات منقطع کرلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾(۱)

اور ارشاد فرماتا ہے "﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۲۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

سنی اور وہابی کو برابر کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: نور محمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید وہابی نما تقریباً چالیس سال سے اہل سنت و جماعت کے درمیان اپنے عقیدے کو چھپا رکھا ہے اور جب کبھی اس کی بدعقیدگی کی بدبو محسوس ہوتی تو سنی حضرات کہہ دیا کرتے تھے کہ ایسی باتیں نہ کرو تو زید جواب دیتا اور بڑے اچھوتے انداز میں اپنی صفائی پیش کرتا کہ تم لوگوں کو نہیں معلوم کہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ماننے والا ہوں جب یہ بات پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچی تو زید سے سوال کیا گیا۔ زید اپنے کو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مقلد بتا کر چھٹکارہ پاتا رہا لیکن زید کے نماز پڑھنے کے طریقے کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ زید شافعی مسلک کا ماننے والا نہیں ہے۔ بہرحال زید جب کبھی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتا تو موذن صاحب کے تکبیر پڑھنے کے وقت ٹہلتا رہتا شروع سے آخر تک جبکہ سنی حضرات "حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح" میں کھڑے ہو کر جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور نماز پوری کرتے ہیں۔ زید سینے کا بٹن کھولے اور آستین آدھی کلائی تک موڑے نماز ادا کرتا ہے اور رکوع سے کھڑے ہونے پر دونوں ہاتھ چھینکتا رہتا ہے۔ زید رمضان المبارک میں آٹھ رکعت تراویح کی نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے جبکہ سنی حضرات بیس رکعت تراویح کی نماز ادا کرتے ہیں۔

زید مزارات اولیاء اللہ کو مٹی کا ڈھیر بتاتا ہے۔ ان الفاظ میں "کیا مٹی کے ڈھیر اس اور کیا ہے بتاؤ۔" زید اپنی نواسی کا رشتہ وہابی لڑکا سے پکا کر چکا ہے اور اپنے لڑکے کے لئے وہابی لڑکی تلاش کر رہا ہے جبکہ یہ علاقہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کا ہے۔ یہاں سنی کی دو مسجد ہے لیکن زید وہابی کی مسجد بنانے میں تعاون کی بات کر رہا ہے اور ایک سنی آدمی سے یہاں تک کہہ ڈالا کہ مجھے بولو میں چند دنوں میں مسجد تعمیر کرادوں گا جبکہ وہ لوگ سنی ہیں اور سنی مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اور جن وہابیوں کو سنی لوگوں نے اپنی جماعت سے نکالا ہے زید ان لوگوں کے ساتھ دکان میں بیٹھ کر چائے پیتا ہے منع کرنے سے کہتا ہے کہ کیا سنی اور کیا وہابی سب برابر ہیں۔ تادیباً زید کو سمجھایا گیا ایسا نہ کرو وہابی کے پاس نہ بیٹھو ایسے لوگ منافق کہے جاتے ہیں اور منافق جہنم میں جائے گا۔ وہابی مرتد کی بخشش نہیں ہوگی اور تم پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے کے بعد کیا منہ دکھاؤ گے اور بدمذہب لوگوں سے تعلق رکھنے والے کو موت کے وقت ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اور بروز قیامت بدمذہبوں کا حشر ابوجہل، شیطان، فرعون اور نمرود کے ساتھ ہوگا۔

یہ علاقہ حضرت سیدی سبطین رضا صاحب قبلہ کا ہے۔ یہاں کے لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق عقیدہ

رکھنے والے ہیں۔ وہابی بدمذہب سے سلام وکلام اوران سے تعلقات رکھنا رشتہ داری کرنا ناجائز وحرام سمجھتے ہیں۔ زید کے نہ سمجھنے پر اہل سنت وجماعت کے لوگوں نے زید کو ایک سال کے لئے اپنی جماعت سے عین بعد نماز جمعہ نکال دیا اور کہہ دیا کہ زید کا اپنا ایمان وعمل مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق بنالینے کے بعد غور وفکر کیا جائے گا۔ اور یہ بھی اعلان کردیا گیا کہ زید کو خوشی وغم میں شریک کرنا یا زید کے خوشی وغم میں شریک ہونا زید کو مسجد میں آنا اور قبرستان میں جگہ دینا منع ہے۔ زید کو بکر نے گیارہویں شریف کے فاتحہ کی شیرینی دیا نہیں کھا کر پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ زید کے گھر کی عورتیں سینوں کی عورتوں کو فاتحہ کرنے پر طعنہ دیتی ہے۔ زید کی اکثر وبیشتر رشتہ داری وہابیوں سے ہے۔ زید ہمیشہ وہابی بدمذہب کی طرفداری کرتا ہے۔

(۱) زید کے ان حرکات وسکنات سے کیا پتہ چلتا ہے؟

(۲) زید تہتر فرقوں سے کس فرقے کا آدمی ہے؟

(۳) سنی یا وہابی؟ زید سنی ہے یا وہابی؟

(۴) زید کا ایمان وعمل مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق ہوجانے پر زید کو اہل سنت والجماعت میں شامل کرلیا جائے یا نہیں؟

(۵) مجدد اعظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا خلاصہ جناب مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بدمذہبوں سے رشتے کے مطابق زید کے ایمان وعمل کو کئی برس تک پرکھا جائے یا نہیں کیونکہ اس سے پہلے ایسا ہوچکا ہے۔ ایک شخص وہابی تھا اس کے گھر کوئی بھی سنی رشتہ داری نہیں کرتے تھے وہ شخص جھوٹ ڈھونگی بن کر توبہ کرلی۔ سینوں میں شامل ہوکر اپنے بچوں کی شادی بیاہ کرنے کے بعد پھر وہابی جماعت میں شامل ہوگیا کہیں زید بھی اس جیسا تو نہیں کرنا چاہ رہا ہے؟

(۶) زید کی طرفداری کرنے والے سنی مسلمان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سوال میں مذکور زید کی حرکات وسکنات واضح طور پر بتارہی ہیں کہ زید سنی نہیں ہے بلکہ گمراہ بدمذہب اور فرقہ وہابیہ سے ہے اور حد درجہ کا شاطر ومکار ہے۔ سنی حضرات اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور پھر جب وہ توبہ صادقہ صحیحہ کرلے اور علماء اہل سنت کو اس کی حالت کے مکمل صحیح ہوجانے پر اطمینان ہوجائے تو جماعت اہل سنت میں شامل کرلیا جائے۔ اس سے پہلے مسلمان زید سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہ رکھیں اگر جانتے ہوئے بھی کوئی مسلمان زید کی حمایت کرتا ہے تو وہ سخت مجرم وگنہگار اور مستحق نار وغضب جبار ہے۔ مسلمان ایسے شخص کا بھی بائیکاٹ کردیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاِمَّا

يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

وندے ماترم اور بھارت ماتا کی جے کہنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت، گجرات

ہندوستان میں ہندو سلطنت چل رہی ہے اس میں بہت سی سیاسی پارٹیاں ہیں جیسا کہ کانگریس پارٹی، بھارتیہ جنتا پارٹی، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل وغیرہ پارٹی ہے۔ ہر پارٹی کا الگ الگ نشان ہے جیسا کہ کانگریس میں ترنگا، دوپٹہ گلے میں ڈالتے ہیں، بی جے پی میں کیسری کلر کا دوپٹہ گلے میں ڈالتے ہیں یا تو سر پر باندھتے ہیں اس بی جے پی میں اپنے کئی مسلم بھائی بھی جڑے ہوئے ہیں تو ان مسلم بھائیوں کو بھی کیسری کلر کا دوپٹہ گلے میں ڈالنا پڑتا ہے یا سر پر باندھنا پڑتا ہے اور پھر وندے ماترم۔ جے بھارت ماتا وغیرہ بولنا پڑتا ہے جو بھی پارٹی ہو اس میں ہندو رسم و رواج اپنانا پڑتا ہے اور پھول، ہار سے ان ہندو نیتاؤں کو نوازا جاتا ہے۔ چاند کا ٹیکہ وغیرہ کروایا جاتا ہے تو اس میں شریک رہ کر یہ سب مسلم بھائیوں کے لئے کتنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

سوال میں مذکور سیاسی پارٹیوں میں سے بی جے پی، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل کا حال سب کو معلوم ہے۔ یہ پارٹیاں اسلام دشمنی میں بدنام زمانہ ہیں۔ ان کے نظریات اور افعال و کردار سب اس بات پر کھلی شہادت ہیں کہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی اور اسلام کا خاتمہ ان کے ناپاک منصوبوں میں ہے، اس لئے ایسی کسی بھی پارٹی میں مسلمانوں کی شرکت سخت حرام ہے اور ان کے علامتی رومال وغیرہ کو استعمال کر کے ان پارٹیوں میں ہونے کا اظہار بھی سخت گناہ ہے۔

رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"من کثر سواد قوم فهو منهم"(۲)

پھر جب کوئی مسلمان اس میں شرکت کرے گا تو اس پارٹی کے تمام کالے کرتوتوں میں وہ بھی معاون ہوگا۔

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

(۲) کنز العمال، ج:۱، ص:۲۲

یہ الگ گناہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱)

اور وندے ماترم کہنا اور جے بھارت ماتا بولنا کفر ہے اور ہندو رسم ورواج کا اپنانا حرام حرام سخت حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔ غمز عیون البصائر میں ہے:

"اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر"۔(۲)

اور ہندو نیتاؤں کو ہار پھول چڑھانا ناجائز ہے کہ یہ ان کی تعظیم ہے اور مشرک کی تعظیم جائز نہیں۔ کتب فقہ میں کافر کی تعظیم کو صرف حرام ہی نہیں بلکہ کفر بتایا گیا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

"لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر"(۳)

اور رہا ٹیکہ لگوانا تو یہ کھلا ہوا کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

'قشقہ' کہ ماتھے پر لگایا جاتا ہے صرف شعار کفار نہیں بلکہ خاص شعار کفر بلکہ اس سے بھی اخبث خاص طریقہ عبادت مہادیو وغیرہ اصنام سے ہے اس سے لگانے پر راضی ہونا کفر پر رضا ہے اور اپنے لئے ثبوت کفر پر رضا بالاجماع کفر ہے۔ منح الروض الازہر میں ہے:

"من رضی بکفر نفسہ فقد کفر ای اجماعا و بکفر غیرہ اختلف المشائخ."(۴)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ بعض امور کا ارتکاب حرام وگناہ اور بعض کا کفر ہے۔ اگر کسی مسلمان نے ایسی حرکت کی تو اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ان کاموں کا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سب کو چھوڑنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۷/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

---

(۱) سورۃ المائدہ، آیت:۲

(۲) غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر، ج:۱، ص:۲۹۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۵، ص:۲۶۵

(۴) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۱۵۰، ۱۵۱

ڈاکٹر طاہر القادری کے عقائد اور اس کا حکم

مسئلہ از: محمد آصف خان قادری گولہ بازار، خلیل آباد۔

کیا فرماتے ہیں حضرت مفتی صاحب قبلہ اس بارے میں کہ پاکستان کے ڈاکٹر طاہر القادری کے کیا نظریات ہیں اور ان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ڈاکٹر طاہر القادری کی متعدد تحریرات اور بیانات کو خود فقیر نے پڑھا اور سنا خصوصاً ان کی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہے" از اول تا آخر دیکھا۔ آنجناب کی تحریر و تقریر کا حاصل یہ ہے کہ آج دنیا میں بنام مسلم جتنے مسلک وفرقے پائے جاتے ہیں خواہ وہ وہابی، دیوبندی اور رافضی کی شکل میں ہوں یا خارجی اور نیچری اور قادیانی کی صورت میں ہوں سب کے سب بنیادی عقائد میں ایک ہیں ان تمام فرقوں میں اور اہل سنت و جماعت میں عقائد کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے اور جو اختلافات ہیں بھی تو وہ صرف فروعی اور جزئی ہیں لہٰذا عقائد کو نشانہ بنا کر کسی فرقہ کی تذلیل وتکفیر تو کیا اس کی تنقید و تفسیق بھی درست نہیں ہے چنانچہ آنجناب لکھتے ہیں۔

"بحمد اللہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔ البتہ فروعی اختلافات صرف جزئیات اور تفصیلات کی حد تک ہیں جن کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے اس لیے تبلیغی امور میں بنیادی عقائد کے دائرہ کو چھوڑ کر محض فروعات و جزئیات میں الجھ جانا اور ان کی بنیاد پر دوسرے مسلک کو تنقید و تفسیق کا نشانہ بنانا کسی طرح دانشمندی اور قرین انصاف نہیں" (۱)

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اہل ایمان ہیں ان کو کفار میں شامل کرنا غلط ہے جیسا کہ آنجناب کی تقریری ڈی وغیرہ میں موجود ہے جسے فقیر نے خود سنا ہے۔

ڈاکٹر مذکور کا مندرجہ بالا نظریہ قرآن و حدیث اور ارشادات آئمہ دین کے سراسر خلاف ہے کیونکہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر و ارتداد پر علماء حرمین کے علاوہ سیکڑوں علماء ہند و سندھ متفق ہیں حتی کہ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا ہے یونہی قادیانیوں اور رافضیوں کا حال ہے چنانچہ قادیانیوں کے کافر ہونے پر پورا عالم اسلام متفق ہے اور رافضیوں کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ھؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین ."

---

(۱) فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو، ص: ۶۵

یعنی یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اوران کے احکام مرتدین کے احکام ہیں(۱)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''اوران کا فرمرتد ہونا عامۂ کتب معتمدہ خلاصہ وفتح القدیر وظهیریه وعالمگیری وردالمحتار وعقود الدرية وبحرالرائق ونهر الفائق وتبيين الحقائق وبدائع وبزازيه وبرجندی وانقرويه وواقعات المفتين واشباه ومجمع الانهر وطحاوی على الدرونمنيه ونظم الفرائد وبرهان شرح مواهب الرحمن و تيسير المقاصد وشرح وهبانيه ومغنی المستفتی وتنوير الابصار ومنح الغفار واصول امام شمس الائمه وكشف البزدوی وشفا شريف وروضة امام نووی واعلام امام ابن حجرو كتاب الانوار وشرح عقائد ومنح الروض وفواتح الرحموت وارشاد الساری وفتاویٰ علامه مفتی ابو سعود وعلامه نوح آفندی وشیخ الاسلام عبدالله آفندی واحمد مصری على مراقی الفلاح وشبلی على نريلعی وغیرھا سے ثابت وروشن ہے۔'' (۲)

جب کہ ڈاکٹر طاہر القادری ان تمام فرقوں کو اور اہل سنت و جماعت کو ایک مانتے ہیں اس کا واضح مطلب ہے کہ آنجناب کے نزدیک ایمان وکفرحق اور باطل سنی اور غیر سنی سب ایک ہیں۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

اسی طرح ان کا یہ نظریہ کہ یہود ونصاریٰ اہل ایمان ہیں ان کو کفار میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔کھلم کھلا قرآن کی تکذیب اوراس کا انکار ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾(۳) یعنی بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں اور ارشاد فرماتا ہے:﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ﴾(۴) یعنی وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لئے اور ارشاد فرماتا ہے:﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾(۵) کتابی کافر و مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

ان آیات طیبہ کے علاوہ اور بھی متعدد آیات کریمہ ہیں جن میں صاف طور سے اہل کتاب کو کافر کہا گیا ہے

(۱) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ص:۲۶۴

(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۱۴، ص:۲۴۶

(۳) سورۃ البینة، آیت:۶

(۴) سورۃ الحشر، آیت:۲

(۵) سورۃ البینة آیت:۱

لہٰذا ڈاکٹر طاہر القادری نے اہل کتاب کو کافر نہ مان کر قرآن کریم کا صریح انکار کیا۔

یہ اس کا کھلا ہوا کفر ہے چنانچہ شفا شریف میں ہے "الا جماع علی کفر من لم یکفر احد امن النصاری والیھود وکل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیر ھم او شک"(۱)

الحاصل طاہر القادری اپنے اقوال وافعال کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و بے دین ہے اس کی تقریر و تحریر کا پڑھنا اور سننا ناجائز ہے ڈاکٹر مذکور کے متعلق علماء پاکستان خصوصاً حضرت علامہ قاری محبوب رضا قادری صاحب سابق مفتی دار العلوم امجدیہ کراچی نے بہت پہلے فرمایا ہے کہ وہ گمراہ گمراہ گر ہے اور بظاہر حکم کفر وارتداد سے بھی کوئی مانع نظر نہیں آتا ہے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بلا شبہ حق وصواب اور مطابق حکم شرع ہے۔ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی جل مجدہ وھو تعالیٰ اعلم .

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۳۰ / ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ

محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ کمال احمد

طاہر القادری کی طرف منسوب تحریر اگر واقعی ان کی ہے تو یہ فتویٰ درست اور نہایت ضروری کام ہے۔

محمد سعید نورانی
دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطانپور
۳۰ / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

مذاق کے طور پر مسائل بیان کر کے ہنسنا کھیلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مزمل حسین رضوی، بنگلور، کرناٹک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص کرسی پر خطبا کی نقل اتارتے ہوئے بطور مذاق کچھ مسائل بیان کرتا ہے اور سامنے چند حضرات اس پر ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس طرح کرنا علم وعلما اور شریعت کے مسائل کا مذاق اڑانا ہے اور یہ کفر ہے البحر الرائق میں ہے۔

(۱) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲، ص:۲۴۴

"ویکفر بجلوسه علی مکان مرتفع والتشبه بالمذکرین ومع جماعة یسئلون منه المسائل ویضحکون منه ثم یضربونه بالمخراق وکذا یکفر الجمیع لاستخفافهم بالشرع"(۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"رجل یجلس علی مکان مرتفع یسالون منه مسائل بطریق الاستهزاء ثم یضربونه بالوسائد وهم یضحکون یکفرون جمیعا"(۲)

لہٰذا جو شخص بطور ہنسی مذاق علما کی نقل کرتے ہوئے مسائل بیان کرتا ہے اور جو لوگ اس پر ہنستے اور خوش ہوتے ہیں ان پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں تجدید ایمان ونکاح کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

مردہ جلانے کو دفن کرنے سے بہتر بتانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سلیم قادری، بردھیا بازار، خلیل آباد

حضور قاضی شریعت ضلع سنت کبیر ومفتی علیمیہ اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ ایک مسلمان نے چند ہندؤں سے کہا کہ تمہارے یہاں ہی ٹھیک ہے کہ مردوں کو جلادیا جاتا ہے ہم لوگ کے یہاں کتنی جھنجھٹ ہے۔ ایسا کہنا کیا ہے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس

الجواب: بعون الملک الوهاب جو کام اور رسم ورواج کافروں کے ساتھ خاص ہو اسے اچھا جاننا اور اچھا کہنا باتفاق ائمہ دین کفر ہے غمز عیون البصائر میں ہے۔

"اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسناً فقد کفر"(۳)

البحر الرائق میں ہے۔

"یکفر بتحسین امر الکفار اتفاقا حتی قالوا لو قال ترک الکلام عند اکل الطعام من

---

(۱) البحر الرائق ج:۵، ص:۲۰۷، کتاب السیر

(۲) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ص: ۲۷۰، کتاب السیر.

(۳) غمز عیون البصائر مع الاشباه والنظائر، ج:۲، ص:۲۰۳

المجوس حسن او ترک المضاجعة حالة المحیض منهم حسن فهو کافر"(۱)
فتاویٰ رضویہ میں ہے۔
"جوان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے غمز عیون البصائر میں ہے۔ من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ"(۲)
ان ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ کافروں کے کاموں کی تعریف و تحسین اور ان کے مخصوص رسم و رواج کو اچھا کہنا کفر ہے لہٰذا جس مسلمان نے سوال میں مذکور بات کہی اس پر فرض ہے کہ ایسی بات سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کرے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے کیونکہ اس نے کافروں کی ایک مذہبی رسم مردہ جلانے کو ٹھیک بتایا اور حکم شریعت کا استہزا بھی کیا (معاذ اللہ رب العالمین) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

اہل قبلہ کی تعریف اور ان کی تکفیر کا بیان

مسئلہ از: نور محمد نوری، الہ آباد، یوپی

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض ہے کہ آج کل بعض حضرات یہ مسئلہ بتاتے پھر رہے ہیں کہ جو اہل قبلہ ہیں ان میں کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے اس لیے وہ لوگ وہابیوں، دیوبندیوں کی اقتدا بھی کرتے ہیں اور ان کی تکفیر سے منع کرتے ہیں آپ ارشاد فرمائیں کہ اہل قبلہ کون ہیں اور ان کی تکفیر کا کیا حکم ہے۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوهاب:

اعوذ بک من همزات الشیطن واعوذبک من ان یحضرون ومن کل هامة ولا مة وخناس یوسوس فی صدور الناس.

یہ امر بہت مشہور و معروف ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے کتب عقائد و فقہ میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح ہے بعض حضرات اپنی ناواقفیت کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے اس کا فر مت کہو کیونکہ وہ اہل قبلہ ہے اور آج کل بے دینی پھیلانے اور صلح کلیت کا زہر پلانے والے کچھ گمراہ پیر اور نام نہاد

---

(۱) البحر الرائق، ج:۵، ص:۲۰۸

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص:۱۲۵

مولوی بھی اسی بات کی تشہیر کررہے ہیں اورلوگوں کو گمراہ وصلح کلی بنانے میں لگے ہوئے ہیں ان صاحبان جبہ ودستار کے فریب میں آکر نا معلوم کتنے لوگ اپنا ایمان برباد کرچکے ہیں کھلم کھلا وہابیہ دیابنہ کی اقتدا کررہے ہیں روافض سے نکاح و بیاہ کررہے ہیں اورجہنم میں جانے کا سامان فراہم کررہے ہیں ان جاہل پیروں اوران کے گمراہ مریدوں اورحاشیہ نشینوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہرکلمہ گواہل قبلہ ہے لہٰذا اس کی تکفیر درست نہیں ہے بلکہ بعض جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جوقبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے اورہماراذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے وہ کیسا ہی عقیدہ کیوں نہ رکھتا ہوہم اسے کافرنہیں کہہ سکتے ہیں اگران مدعیان علم کی یہ بات صحیح ہوتوابوجہل کوبھی اہل قبلہ کہنا ہوگا کیونکہ وہ بھی کعبہ مقدسہ کا طواف بہ نیت عبادت صحیح سمجھتا تھااوراسے قبلہ مانتا تھا یونہی قادیانی جوتمام مکتبہ فکرحتی کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی کافر ہیں کافرنہیں کہے جاسکتے ہیں کہ وہ بھی قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں ہماراذبیحہ کھاتے ہیں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ۔**

واقعہ یہ ہے کہ یہاں اہل قبلہ کالغوی معنی یعنی قبلہ والے مرادنہیں ہے بلکہ فقہاء ومتکلمین کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جوتمام ضروریات دین اوراسلام کے قطعی ویقینی امور پریقین وایمان رکھتے ہوں اور انہیں دل سے تسلیم کرتے ہوں اوردین کی کسی بھی ضروری بات کے منکرنہ ہوں وہ اہل قبلہ ہیں چنانچہ فقہ حنفی کے عظیم شناوراورجلیل القدرمحدث ومتکلم علامہ ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ الباری ارشادفرماتے ہیں۔

"اعلم ان المراد باھل القبلة الذین اتفقوا علی ماھو من ضروریات الدین" (۱)

علامہ عبدالعزیز فرہاروی شرح عقائد کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

اھل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین"(۲)

ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبلہ وہ ہیں جوضروریات دین کی تصدیق کرتے ہوں۔

اگرکوئی شخص نماز وروزہ تو کرتا ہے بلکہ صائم الدہراورقائم اللیل ہے مگرکسی ایک امرضروری دینی کا منکر ہے وہ اہل قبلہ نہیں ہے بلکہ کافرو بے دین ہے چنانچہ ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

"فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر او نفی علمه سبحانه وتعالیٰ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلة"(۳)

یعنی پس جوشخص تمام عمرطاعت وعبادات کا پابند ہونے کے باوجودقدم عالم اورنفی حشر یااللہ تعالیٰ کےعدم علم

---

(۱)شرح الفقه الاکبر، ص:۱۸۹

(۲)النبراس، ص:۳۴۲

(۳)شرح الفقه الاکبر، ص:۱۸۹

بالجزئیات کا معتقد ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الا سلام وان کان من اهل القبلة" (۱) فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں ہے۔ اذلا نکفر احد امن اهل القبلة الا بانکار قطعی من الشریعة" (۲)

ان عبارات کا معنی یہی ہے کہ جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کی تکفیر ہوگی اگر چہ وہ اہل قبلہ سے ہو۔ رہا ائمہ دین کا یہ ارشاد کہ اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خارجیوں کی طرح گناہ کبیرہ اور محرمات کے ارتکاب پر ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل قبلہ اگر ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کریں تو بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے علامہ عبدالعزیز فرہاروی تحریر فرماتے ہیں۔

"ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الا مور الخفیة غیر المشهورة" (۳)

یعنی فقہانے جو یہ کہا کہ اہل قبل کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاصی کے ارتکاب کی بنا پر اور اسلام کے غیر مشہور اور مخفی امور کے انکار کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔

فقیہ فقید المثال متکلم جلیل الشان مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری رضی عنہ ربہ القوی اہل قبلہ کی تکفیر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر کہے خود کافر ہے شرح فقہ اکبر میں ہے فی المواقف لا یکفر اهل القبلة الا فیما فیه انکار ما علم مجیئه بالضرورة او المجمع علیه کا استحلال المحرمات ۱ ھ" (۴)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہے اور کسی امر دینی ضروری کا منکر نہیں ہے وہ اہل قبلہ ہے اور جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو محض فعل حرام کے ارتکاب پر اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے۔

---

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۷۷

(۲) فتح المغیث شرح الفیة الحدیث، ص: ۱۳۲

(۳) النبراس، ص: ۳۴۲

(۴) تمهید ایمان، ص: ۳۱

لیکن وہابیہ ودیابنہ اہل قبلہ ہیں ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین کے منکر اور اللہ ورسول کے گستاخ ہیں۔
چنانچہ ضروریات دین سے ہے کہ سرکار دوعالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مانا جائے مگر دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ
''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں'' (۱)
اور لکھا کہ:
''بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے'' (۲)
پھر آگے لکھا:
''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے'' (۳)
ان عبارات میں خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء کا صریح انکار ہے جب کہ بے شمار احادیث طیبہ میں یہی معنی مذکور ہے اور سلف سے خلف تک یہی معنی مراد لیتے رہے لہٰذا اس معنی کا انکار ایک امر ضروری دینی کا انکار ہے جو کفر ہے اسی بنا پر عرب وعجم کے سیکڑوں علما نے مولوی قاسم کی تکفیر فرمائی ہے۔
یونہی نبی کی تعظیم وتوقیر ضروریات دین سے ہے اور ان کی توہین وتنقیص کفر ہے جب کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی توہین کرتے ہوئے یوں لکھا۔
''بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے'' (۴)
اس طرح کی اور بہت کفری باتیں وہابیوں دیوبندیوں نے لکھی کہی اور چھاپی ہیں جن کی بنا پر دیوبندی عقائد والے کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہیں حتی کہ علمائے حرمین طیبین نے فرمایا۔
''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' یعنی جو دیوبندی مذکورہ مولویوں کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے تفصیل کے لیے علمائے اہلسنت کے فتاوی اور کتب خاص کر حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ دیکھیں۔

---

(۱) تحذیر الناس ص: ۳
(۲) تحذیر الناس ص: ۱۶
(۳) تحذیر الناس ص: ۳۳
(۴) حفظ الایمان ص: ۸

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جان بوجھ کر وہابیوں دیوبندیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں ان کی اقتدا کرتے ہیں ان کو کافر کہنے سے روکتے ہیں وہ یا تو خود وہابی دیوبندی ہیں یا صلح کلی اور گمراہ و بددین ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

یہود و نصاریٰ کفار ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد یٰسین آنجینئر، بھیونڈی، مہاراشٹر

حضور محقق عصر مفتی اہل سنت اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ:
یہود و نصاریٰ کافر ہیں یا نہیں اگر کوئی ان کو کافر نہ مانے تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہود و نصاریٰ یقیناً کافر ہیں متعدد آیات قرآنیہ اور تصریحات ائمہ اس پر شاہد عدل ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ"(۱)
یعنی بے شک وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔

اور فرماتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ"(۲)

یعنی بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

(۱) سورۃ المائدہ آیت: ۷۲

(۲) سورۃ البینۃ آیت: ۶

"هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ" (۱)
یعنی وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔
ان آیات کریمہ کے علاوہ اور بھی بکثرت آیات میں صاف اور صریح طور پر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو کافر فرمایا گیا ہے لہٰذا یہود و نصاریٰ بلاشبہ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ مانے وہ باجماع ائمہ خود کافر ہے علامہ اجل امام قاضی عیاض قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔
"الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصاریٰ والیھود و کل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیر ھم او شک" (۲)
یعنی جو شخص یہود و نصاریٰ اور دین اسلام سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک کرے اس شخص کے کافر ہونے پر اجماع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

وہابی دیوبندی کی جانچ اور تحقیق کا کیا طریقہ ہے؟

مسئلہ از: ابومجمہ، خلیل آباد۔
کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت کہ کسی مشکوک شخص کے بارے میں یہ تحقیق کیسے کی جائے کہ وہ سنی ہے یا وہابی دیوبندی ہے کیونکہ بہت سے لوگ وہابی جانے جاتے ہیں مگر جب ان سے پوچھا جائے تو اپنے کو سنی بتاتے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:
وہابی بہت مکار اور فریبی قوم ہے اس کے مذہب اور دین دھرم کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے جس طرح کے حالات ہوتے ہیں یہ قوم اسی طرح کا عقیدہ بنالیتی ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے لہٰذا کسی مشکوک شخص کو جانچنے اور اس کی وہابیت و دیوبندیت کی تحقیق کے لیے معتبر عالم دین کا سہارا لیا جائے وہ عالم یا پھر وہابی عقائد سے واقف ذمہ دار سنی حضرات اس سے وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشواؤں کے متعلق پوچھیں کہ تو اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی اور ان کی کتابوں تقویت الایمان، معیار الحق، براہین

---
(۱) سورۃ الحشر آیت: ۲
(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج: ۲، ص: ۲۴۴

قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان اور بہشتی زیور وغیرہ کو کیسا جانتا ہے اور ''فتاوی حسام الحرمین'' کو مانتا ہے یا نہیں اگر صاف صاف کہہ دے کہ یہ لوگ بے دین اور گمراہ ہیں اور مذکورہ کتب وہابیہ کفر وضلالت سے بھری ہیں اور فتاوئی حسام الحرمین برحق ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ سنی ہے وہابی نہیں ہے اور اگر ان مولویوں کے متعلق صفائی دے یا ان کے بارے میں حکم شرع تسلیم کرنے سے حیلہ وحوالہ سے کام لے تو سنی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ علمائے اہل سنت نے سنی ہونے کی ایک اور پہچان یہ بتائی ہے کہ اگر آدمی امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے تو سنی ہے اور اگر ان سے بغض رکھتا ہے تو سنی نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری **کتبہٗ:** محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی

کیا عام دیوبندی وہابی بھی کافر ہیں

مسئلہ از: محمد ملک الظفر برکاتی، بکرم ڈیہہ ضلع بانکا، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں زید جو کہ جامع مسجد کا امام ہے وہ سنی، دیوبندی اور وہابی سب کا نکاح وجنازہ پڑھاتا ہے گاؤں والوں کے اعتراض کرنے پر وہ اس طرح جواب دیتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جن علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ان کو جو کافر نہ مانے وہ کافر ہے لہٰذا عوام جو اپنے آپ کو دیوبندی بتاتے ہیں نہ تو انہیں ان دیوبندی عالموں کے عقائد مذمومہ کے بارے میں کچھ معلوم اور نہ ہی انہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کے متعلق کچھ معلوم جو علمائے دیوبند کے متعلق ہیں اس لیے یہ لوگ کافر نہیں، اور جب یہ لوگ کافر نہیں تو ان کا نکاح وجنازہ پڑھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۱) اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کا دیوبندی اور وہابی کا نکاح وجنازہ پڑھانا کیسا ہے؟

(۲) اور اعتراض پر مذکورہ جواب دینا کیسا؟

(۳) زید کے پیچھے نماز پڑھنا اور وعظ ونصیحت سننا کیسا نیز زید کے متعلق حکم شرع کیسا ہے؟

کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہو۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی وہابی تین طرح کے ہیں (اول) وہ مولوی جنہوں نے اللہ جل جلالہ اور رحمت عالم حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کی شان میں گستاخیاں لکھیں اور چھاپیں اور باوجود تنبیہ اور مطالبہ

اپنے کفر سے توبہ نہ کی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی دکھائی اور اپنی گستاخیوں پر جمے رہے یہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی ہیں جن کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان کی بنا پر ان طواغیت اربعہ کو کافر و مرتد فرمایا گیا اور سیکڑوں علمائے عرب و عجم اور مفتیان ہند و سندھ نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ "من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفرہ" یعنی جو ان کے عقائد کفریہ کو جان کر ان کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے اس کی تفصیل "فتاوی حسام الحرمین" "الصوارم الہندیہ" اور فتاوی رضویہ ششم میں دیکھی جا سکتی ہے (دوم) وہ دیوبندی جنہوں نے گستاخانہ عبارتیں تو نہ لکھیں مگر ان مذکورہ مولویوں کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان اور اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں بلکہ ان کے دفاع میں بحث و مناظرہ کرتے ہیں اور تحریر و تقریر سے ان کی حمایت کرتے ہیں یہ لوگ بحکم "الرضا بالکفر کفر" (۱) اور "من شک فی کفرہ و عذابہ" کافر و مرتد اور انہیں کے حکم میں ہیں۔

(سوم) وہ دیوبندی وہابی جو ان مولویوں کے گستاخنہ کلمات اور کفری عبارات سے واقف نہیں ہیں۔ مگر اہل سنت و جماعت کو شرک و بدعت میں مبتلا جانتے ہیں اور معمولات اہل سنت میں سے بہت امور کو شرک و بدعت کہتے ہیں اور مانتے ہیں یہ لوگ بھی بحکم فقہائے کرام کافر ہیں کیونکہ اہل سنت کو مشرک بدعتی سمجھنے کی وجہ سے خود ان پر حکم کفر لازم آتا ہے حدیث شریف میں ہے۔ "من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذا لک الاحار علیہ" (۲) یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ اسی کی طرف لوٹے گا۔ اس تفصیل کے پیش نظر پہلی اور دوسری نوع کے وہابی دیوبندی باتفاق فقہاء و متکلمین کافر و مرتد اور بے دین ہیں اور تیسری نوع کے وہابی دیوبندی کفریات لزومیہ کے سبب بحکم فقہائے کرام کافر و مرتد ہیں اور بحکم متکلمین عظام گمراہ و بد مذہب ہیں اور نکاح و نماز جنازہ کا جواز و عدم جواز کلامی مسئلہ نہیں بلکہ فقہی مسئلہ ہے تو اب فقہائے کرام کے اعتبار سے کسی وہابی دیوبندی کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ و کذا لک لا یجوز النکاح المرتدۃ مع احد" (۳) اور کسی وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلا

(۱) الفتاوی الخانیہ مع العالمگیریۃ، ج:۳، ص:۵۷۳

(۲) الصحیح لمسلم کتاب الایمان، ج: ۱، ص:۵۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص ۲۸۲

تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ (۱) اس کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے "هذه هي الآية التي استدل بها على ان الصلاة على الكافر لايجوز بحال" (۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم" (۳) یعنی بدمذہبوں سے نکاح نہ کرو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ غور کریں جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو کافر و مرتد کا کیا حکم ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ زید کا وہابی دیوبندی کا نکاح و نماز جنازہ پڑھانا حرام و گناہ ہے اور اعتراض کرنے پر سوال میں مذکور جواب دینا سراسر جہالت و گمراہی اور مسائل شرعیہ سے بے علمی ہے اسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کر دیا جائے اگر مان لے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے اس کی تقریر نہ سنی جائے اس سے تعلقات نہ رکھے جائیں کہ وہ کم از کم گمراہ و بدمذہب ہے اور حد درجہ کا مکار و صلح کلی اور دشمن اہل سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا کفر فقہی کے مرتکب کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کہا جا سکتا ہے

مسئلہ از: محمد محسن رضوی جھانسی۔

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کہ

ایک کتاب بنام "تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر" دیکھی جس میں لکھا ہوا ہے۔

"کفر فقہی میں قائل کو ہرگز یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا یا کافر و مرتد ہو گیا" (صفحہ:۵)

آپ سے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ کفر فقہی کے مرتکب کو ہرگز کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہا جا سکتا ہے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کفر فقہی کا معنی یہ ہے کہ آدمی نے جو قول یا فعل کیا بظاہر کفر ہے مگر تاویل قریب یا بعید کی گنجائش کی بنا پر کفر نہ ہو بلفظ دیگر جس قول یا فعل میں لزوم کفر ہو التزام کفر نہ ہو۔ جمہور فقہا لزوم کفر اور التزام کفر دونوں صورت میں حکم کفر

(۱) سورۃ التوبہ آیت: ۸۴

(۲) التفسیرات الاحمدیة، ص: ۴۴۵

(۳) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص: ۶۳۲

دیتے ہیں اور قائل کو کافر اور دائرہ اسلام سے باہر مانتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

''انکار دو طرح ہوتا ہے لزومی والتزامی، التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک وجن کا انکار کرنا اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات وتمیم تقریبات کرتے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر وامیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا اس قسم کے کفر میں علما اہلسنت مختلف ہو گئے جنہوں نے مآل مقال ولازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا''(۱)

حضور مفتی اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں۔

''جمہور فقہا کے نزدیک اکفار متعین کافی عامہ حنفیہ و مالکیہ وحنبلیہ اور بہت شافعیہ کا یہی مسلک اور اکثر متکلمین وفقہائے محققین حنفیہ وغیرہم شارط تعیین لاجرم تاویل صحیح اگر چہ کتنی ہی بعید ہو متکلمین قبول کریں گے لیکن علمۂ فقہا کے یہاں اس کا وہی حکم مثل طلاق صریح ہے کہ معنی ظاہر پر عمل اور احتمال بعید نامقبول۔(۲)

مذکورہ مسئلہ کو شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''کلمات اور افعال دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کفر میں متعین جن میں کوئی پہلو قریب یا بعید اسلام کا نہیں دوسرے وہ جن کا ظاہر کفر۔ اگر چہ کسی تاویل بعید سے وہ کفر نہ ہو جمہور فقہا ثانی صورت پر حکم کفر دیتے ہیں محققین فقہا اور متکلمین ایسی صورت میں کف لسان کرتے ہیں''(۳)

ان عبارات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ کفر دو طرح کا ہے ایک لزومی دوسرا التزامی لزومی کو کفر فقہی اور التزامی کو کفر کلامی بھی کہا جا سکتا ہے، سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے کفر کلامی کی مثال میں وجود ملک وجن کا انکار کرنا لکھا اور کفر فقہی کی مثال میں رافضیوں کا خلافت شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انکار کرنا تحریر فرمایا ہے۔

اور بے شمار کتب فقہ وکلام اور اسفار معتمدہ میں خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منکر کو کافر فرمایا گیا ہے بلکہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے منکر کو بھی کافر لکھا ہے چنانچہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۲۶۲

(۲) فتاوی مفتی اعظم، ج:۷، ص:۶۴،۶۵

(۳) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص: ۵۴۵

"الرافضي ان فضل عليا على غيره فهو مبتدع ولو انكر خلافة الصديق رضي الله عنه فهو كافر"(۱)

یعنی رافضی اگر مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے صحابہ سے افضل جانے تو گمراہ بدعتی ہے اور اگر خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

حاشیہ شلبی میں ہے۔

"ان انكر خلافة الصديق او عمر رضي الله تعالىٰ عنهما فهو كافر"(۲)

فتاوی بزازیہ میں ہے۔

"من انكر خلافة ابي بكر رضي الله تعالىٰ عنه فهو كافر في الصحيح و من انكر خلافة عمر رضي الله تعالىٰ عنه فهو كافر في الاصح"(۳)

البحر الرائق میں ہے۔

"يكفر بانكاره امامة ابي بكر رضي الله تعالىٰ عنه على الاصح كا نكاره خلافة عمر رضي الله تعالى عنه على الاصح"(۴)

مجمع الانہر میں ہے:

"وان انكر خلافة الصديق فهو كافر" (۵)

اس تفصیل سے سورج کی طرح یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ جو مرتکب کفر فقہی ہو اسے دائرہ اسلام سے خارج اور کافر کہنا درست ہے اب آخر میں مصنف کتاب مذکور کے مربی خاص شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی کچھ چشم کشا عبارات پیش کی جاتی ہیں آپ سے سوال ہوا "اگر زید ایسے قول مذکور کی رو سے صرف کفر فقہی کا مرتکب تھا تو اس کو کفر فقہی کی قید کے بغیر فلاں کتب کی رو سے کافر کہنا درست تھا یا نہیں؟"

آپ نے جواباً فرمایا

"درست تھا واللہ تعالیٰ اعلم"(۶)

(۱) خزانة المفتين ج: ۱، ص:۲۸

(۲) حاشية الشلبي على التبيين ج: ۱، ص:۱۳۵

(۳) الفتاوى البزازية على الهندية ج:۶، ص:۳۱۸

(۴) البحر الرائق ج:۵ ص:۱۲۱

(۵) مجمع الانهر ج: ۱، ص:۱۰۸

(۶) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۴۲۸

کسی نے پوچھا

''زید نے ابھی حالیہ الیکشن میں جے بھیم کا نعرہ لگایا زید از روئے شرع مسلمان رہا یا نہیں؟''

آپ نے لکھا:

''جے بھیم کا نعرہ لگانا کفر ہے اور لگانے والا کافر''(۱)

کسی نے پوچھا

''زید عالم دین ہے انہوں نے اختلافی کتاب کے بحث کے دوران یہ فحش گالی دی''

آپ نے جواب دیا

''ان اختلافی کتابوں میں اگر اہل سنت کی بھی کوئی کتاب تھی تو زید کافر و مرتد ہو گیا اسلام سے خارج ہو گیا۔''(۲)

کسی نے سوال کیا

''کوئی کہتا ہے کہ گدر گڈھ کی دیوی کی جے تو کوئی بولتا ہے کہ بوڑھا دیوی کی جے''

اس کا جواب تحریر فرمایا

ہندو دیوتاؤں کی جے پکاروانا کفر اس لیے جو ادعلی مسلمان نہ رہا اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا''(۳)

آپ سے سوال ہوا۔

''ایک شخص نے اندرا گاندھی کے نام پر قرآن خوانی کرایا اس کا کیا حکم ہے؟''

آپ نے جواب رقم فرمایا

''یہ شخص اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔''(۴)

یہ پانچ عبارات شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے مطبوعہ فتاوی شارح بخاری مرتبہ مولانا محمد نسیم مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے حاضر ہیں ان تمام عبارات میں غور کریں گے تو

---

(۱) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۴۸

(۲) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۴۴۵

(۳) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۴۵

(۴) رر رر ص:۵۵۸

اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سارے سوالات کا تعلق کفر فقہی سے ہے اور سب کے جواب میں شارح بخاری نے فرمایا کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے، دائرہ اسلام سے باہر ہے، اسلام سے خارج ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کفر فقہی کے مرتکب کو بھی دائرہ اسلام سے خارج یا کافر و مرتد کہنا درست ہے لہٰذا کتاب مسمی بہ "تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر" کا قول صحیح نہیں ہے اور مصنف کتاب کا دعویٰ ناقابل قبول اور عبارات فقہا کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۹/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ

"رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی" یہ کہنا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر پرویز الٰہ آباد، (یو پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اللہ جل مجدہ کے علاوہ کسی اور کو "خدا" کہنا کیسا ہے ایک شعر میں اپنے شیخ کے لیے کہا جا رہا ہے۔

"رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو"

اس کا پڑھنا کیسا ہے اگر کوئی کسی شخص کو خدا بولے اور کہے میں نے آقا اور مالک مراد لیا ہے تو اس کی یہ بات شرعاً معتبر ہے یا نہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

لفظ "خدا" عرف عام اور عرف شرع میں کلمۂ جلالت "اللہ" کی طرح بطور علم ذات واجب الوجود کے لیے بولا جاتا ہے امت مسلمہ میں سلف سے لے کر خلف تک سب نے اس لفظ کو علم کے طور پر ہی استعمال کیا ہے اور اللہ جل مجدہ کے علاوہ کسی پر مطلقاً اس کا اطلاق مروی و منقول نہیں ہے حتی کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بھی صفت کے طریقہ پر نہیں بلکہ علم کے ہی طور پر مستعمل ہے اور یہی اس کے علم ہونے کی علامت ہے علامہ اجل قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ کلمۂ جلالت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"قیل علم لذاتہ المخصوصۃ لانہ یوصف ولا یوصف بہ ولانہ لو کان وصفا لم یکن قولہ

لا اله الا الله توحید امثل لا اله الا الرحمن" (۱)

یعنی کلمہ جلالت "اللہ" ذات واجب الوجود کا علم ہے اس لیے کہ یہ لفظ موصوف بنتا ہے بطور صفت نہیں لا یا جاتا اور اس لیے کہ اگر یہ علم نہ ہو بلکہ صفت ہو تو کلمہ "لا الہ الا اللہ" "لا الہ الا الرحمٰن کی طرح کلمہ توحید نہ ہوگا"

علامہ بیضاوی قدس سرہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ جو لفظ بطور موصوف ہی مستعمل ہو کبھی صفت کے لیے نہ بولا جاتا ہو یہ اس کے علم ہونے کی دلیل ہے اور لفظ "اللہ" کا یہی حال ہے تو یہ علم ہے صفتی نام نہیں ہے یونہی لا الہ الا اللہ بلاشبہ کلمۂ توحید ہے اگر کوئی شخص "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہتا ہے تو اسے توحید و رسالت کا ماننے والا کہا جائے گا اگر یہ اسم صفت ہوتا تو لا الہ الا الرحمٰن" کی طرح اسے کلمہ توحید نہ مانا جاتا۔

اب لفظ خدا کو دیکھیں دنیا بھر کے مسلمان اسے اللہ تعالیٰ کا علم اور نام ہی کے طور پر بولتے ہیں بطور صفت اس کا استعمال نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم کلمہ طیبہ یوں پڑھے کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں تو بلاشبہ اس کا یہ کلمہ معتبر ہوگا اور اسے توحید و رسالت کا اقرار کرنے والا کہا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان اللہ کی بجائے لفظ خدا بول کر کوئی کفری لفظ بولے مثلاً کہے" خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو کافر ہو جائے گا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یکفر باثبات المکان لله تعالیٰ فلو قال از خدا هیچ مکان خالی نیست یکفر"

بہار شریعت میں ہے۔

"خدا کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے کہ وہ مکان سے پاک ہے یہ کہنا کہ اوپر خدا ہے نیچے تم یہ کلمہ کفر ہے"(۳)

اس طرح کی بے شمار عبارات و اقوال کتب فقہ و فتاویٰ اور دیگر مقامات پر موجود ہیں جن سے مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ لفظ "خدا" اللہ رب العزت کے لیے بطور علم مستعمل ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لیے بھی نہیں بولا جاتا ہے نہ عرف عام میں نہ عرف شرع میں۔ فتاوی مفتی اعظم میں ہے۔

"اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہو سکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا رہا ہے اور وہ اصل میں "خودآ" ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ

(۱) تفسیر البیضاوی، ص:۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۲۵۹

(۳) بہار شریعت، ج:۹، ص:۴۶۲ مرتد کا بیان

ہوا ہوا اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا کا۔''(۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لفظ ''خدا'' اللہ تعالیٰ کے لیے بطور علم اور نام مستعمل ہے اور عرف عام وعرف شرع میں اس کا اطلاق صرف اللہ پر ہی ہوتا ہے اور شرع مطہرہ کا حکم ہے کہ اسمائے الٰہی میں سے جو اسم ذات باری تعالیٰ کے لیے خاص ہو کسی مخلوق پر اس کا اطلاق کفر ہے مجمع الانہر میں ہے۔

''اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل وعلانحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرها کفر''(۲)

اور شرح فقہ اکبر میں ہے۔

''من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم اوالرحمن اوقال اسما من اسماء الخالق یکفر الا ان یرادبها المعنی اللغوی لا الخصوص الا سمی'' (۳)

ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے خصوصی ناموں میں سے کوئی نام بولنا کفر ہے البتہ شرح فقہ اکبر میں اتنا مزید ہے کہ اگر اس اسم کا ایسا معنی مراد لیا جو بندوں کی صفت بنے تو کفر نہیں ہے۔

بہر حال اتنی بات واضح ہے کہ اسمائے الٰہیہ میں سے جو اسم اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو مخلوق کے لیے اس کا بلا تاویل بولنا کفر ہے اور جب صفاتی اسما کا یہ حکم ہے تو جو اسم علم ہو اس کا اطلاق بلا شبہ کفر ہوگا اسی لیے اگر کسی نے کہا ''میں اللہ ہوں'' یا کسی بادشاہ کو کہا ''اے خدا'' تو کہنے والا کافر ہو جائے گا فتاوی عالمگیری میں ہے۔

''ولو قال لواحد من الجبابرة ای خدای یکفر'' (۴)

یعنی اگر کسی بادشاہ کو خدا کہا تو کافر ہو جائے گا۔

بلکہ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے تاویل سے کرے تو بھی اس کی تاویل غیر معتبر ہوگی اور قائل پر حکم کفر ہوگا فتاوی عالمگیری میں ہے۔

''ولوقال من خدائم علی وجه المزاح یعنی خود آیم فقد کفر کذا فی التتارخانية'' (۵)

اس کے حاشیہ پر ہے۔

''خدا ایم وخود آیم ها تان اللفظتان متفقتان فی النطق مختلفتان فی المعنی فالا ولی

---

(۱) فتاوی مفتی اعظم، ج:۲، ص:۷
(۲) مجمع الانهر، ج:۱، ص:۶۰
(۳) شرح الفقه الاکبر، ص:۲۳۸
(۴) الفتاوی العالمگیرية، ج:۲، ص:۲۸۱
(۵) الفتاوی العالمگیرية، ج:۲، ص:۲۶۲

بمعنی انا الله" و الثانیة بمعنی جئت من نفسی" (۱)
فقہائے کرام نے اس کی تاویل کو غیر معتبر کیوں فرمایا کتب دینیہ کی تتبع وتلاش کے بعد یہ حقیقت مثل سورج چمکتی نظر آئے گی کہ کلمہ "خدا" کا استعمال اللہ رب العزت کی ذات کے لیے صریح متعین ومتعین ہے کہ جب بھی مطلقاً یہ لفظ بولا جاتا ہے تو عرف عام اور عرف شرع میں ذات باری تعالیٰ ہی مراد ہوتی ہے اور بہت مشہور ضابطہ ہے کہ لفظ صریح میں تاویل قابل قبول نہیں ہے چنانچہ شفا شریف میں ہے۔
"ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" (۲)
یعنی صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں ہے۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو خدا یونہی مرشد کو خدا کہنے پر مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے قائل کی تکفیر فرمائی حتی کہ اسے پسند کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔
"(جو) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو 'خدا' کہے یقیناً کافر مرتد ہے۔ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر"(۳)
اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔
"مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر ہے"(۴)
اب تک کی ساری تفصیلات سے یہ امر محقق ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خدا کہنا کفر ہے لہٰذا سوال میں مذکور شعر کفری ہے بطور پسند اس کا پڑھنا حرام وگناہ اور کفر ہے پڑھنے پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور جو تاویل بتائی گئی وہ نا قابل قبول اور غیر معتبر ہے اگر اس طرح کی تاویل کا اعتبار ہوتا تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ جیسی عظیم محتاط شخصیت حکم کفر نہ لگاتی اور فتاوی عالمگیری میں "خدا ایم" کی تاویل "خود آیم" کرنے کے باوجود حکم کفر نہ لکھا ہوتا لہٰذا یہ شعر بہر حال کفر پر مشتمل ہے اور خدا بمعنی مالک تاویل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس شعر کو بطور پسند پڑھنا پڑھانا سننا سنانا کفر ہے۔
اور اگر بالفرض تاویل مذکور مان لی جائے تو بھی اس شعر کا پڑھنا حرام اور پڑھنے والے پر توبہ وتجدید ایمان

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص ۲۶۲
(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲، ص: ۲۱۰
(۳) الفتاوی الرضویة ،ج:۶، ص: ۳۰
(۴) الفتاوی الرضویة ،ج:۶، ص: ۱۱۹

لازم ہے کیونکہ اگر ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک مشہور و متبادر مگر کفری اور دوسرا غیر معروف اور غیر متبادر اور غیر کفری تو اس لفظ کو غیر کفری معنی میں لے کر بولنا بھی ناجائز و حرام ہے رد المحتار میں ہے۔

"مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع" (۱)

لہٰذا جو شخص بطور پسند اور برضا و رغبت وہ شعر پڑھے اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ رد المحتار میں ہے۔

"مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ ای تجدید الاسلام وتجدید النکاح" (۲)

میں نے یہ تفصیل اس لیے کردی کہ آج کل بے دین صوفیوں کا ایک گروہ مسلمانوں میں بے دینی پھیلانے کے لیے پوری طرح کمر بستہ ہے اور بعض نام نہاد مولوی صاحبان ان کی حمایت کر کے اپنی اور قوم کی آخرت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں مولی تعالیٰ ایسوں کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور تصوف کے نام پر گمراہی پھیلانے والوں سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی،
یوپی۔ ۲۲ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ

اہل ہوی و بدعت کسے کہتے ہیں اور ان کا حکم کیا ہے؟ کیا وہابی رافضی اہل بدعت ہیں؟

مسئلہ از: سید محمد ثاقب رضوی بیتول۔ ایم پی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اہل ہوی اور اہل بدعت کا لفظ جو کتب فقہ وغیرہ میں آتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اور ان کا کیا حکم ہے تفصیل سے بیان فرمائیں کرم ہوگا نیز بتائیں کہ وہابیہ دیابنہ روافض اہل بدعت ہیں یا کفار ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقہائے کرام اور متکلمین عظام کی اصطلاح میں عقائد اہل سنت کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو اہل ہوی اور اہل بدعت کہا جاتا ہے غنیۃ المستملی میں ہے۔

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۲۵۳

(۲) ردالمحتار، ج:۶، ص:۳۹۰

"المراد بالمبتدع من یعتقد شیئًا علی خلاف ما یعتقده اهل السنة و الجماعة" (۱)
یعنی بدمذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات کا اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، بلفظ دیگر مذہب اہلسنّت کے علاوہ بنام مسلم تمام فرقے اہل ہوی اور اہل بدعت ہیں، البتہ ائمہ دین نے اس بدعت کی دو قسم کی ہے۔
ایک بدعت مضلہ یعنی عقائد اہل سنت کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو حد کفر تک نہ ہو مثلاً تمام عقائد اہل سنت کو ماننے کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل ماننا۔
دوم بدعت مکفرہ یعنی عقائد اہل سنت کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو حد کفر تک پہنچا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کو مجسم ماننا، قرآن مجید کو مخلوق کہنا، قرآن مجید کو محرف ماننا، حضرت عائشہ صدیقہ پر قذف لگانا، حضرت صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار کرنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت کا قائل ہونا، خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار کرنا، رسول کریم علیہ التحیۃ والثنا کی شان اقدس میں توہین کرنا شریعت کا مذاق اڑانا، مطلقاً علمائے دین کی تحقیر کرنا وغیر ذلک
حاشیۃ الطحطاوی میں ہے۔
"الرافضی ان فضل علیا علی غیره فهو مبتدع و لو انکر خلافة الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه فهو کافر"(۲)
مجمع الانہر میں ہے
الرافضی ان فضل علیا فهو مبتدع و ان انکر خلافة الصدیق فهو کافر"(۳)
فتاوی بزازیہ میں ہے۔
الرافضی ان کا یسب الشیخین ویلعنهما و العیاذ بالله تعالیٰ فهو کافر و ان کان یفضل علیا کرم الله تعالیٰ وجهه علیهما فهو مبتدع"(۴)
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بدعتی صرف بدمذہب و گمراہ بھی ہوسکتا ہے اور کافر و مرتد بھی ہوسکتا ہے۔
اور جو اہل بدعت و ہوی ہیں ان کا ایک حکم یہ ہے کہ وہ امت اجابت سے نہیں بلکہ مثل کفار امت دعوت سے ہیں۔ چنانچہ اصول بزدوی میں ہے۔

---

(۱) غنیة المستملی فصل الاولیٰ بالامامة، ص:۵۱۵
(۲) حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامة، ج:۱، ص:۲۴۴
(۳) مجمع الانهر فصل الجماعة سنة مؤكدة، ج:۱، ص:۱۰۸
(۴) الفتاوی البزازیة علی الهندیة، ج:۶، ص:۳۱۹

"صاحب الھوی المشھور بہ لیس من الامۃ علی الاطلاق" (۱)

توضیح علی التنقیح میں ہے۔

"صاحب البدعۃ یدعوالناس الیھا لیس ھومن الامۃ علی الاطلاق"(۲)

تلویح میں ہے۔

"لان المتبدع وان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار" (۳)

یہ حکم بدمذہب وگمراہ اور کافر مرتد دونوں کو شامل ہے لہٰذا بحکم فقہ اہل سنت و جماعت کے علاوہ بنام مسلم تمام فرقے امت دعوت سے ہیں امت اجابت میں صرف فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ ورافضیہ وغیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں''(۴)

اہل بدعت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ ان میں جو صرف گمراہ و بدمذہب ہیں اور بحکم متکلمین کافر و مرتد نہیں وہ اہل قبلہ ہیں اور جو کفر وارتداد کی حد تک پہنچ گئے وہ نہ امت اجابت میں ہیں اور نہ ہی اہل قبلہ ہیں شرح فقہ اکبر میں ہے۔

"اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین، فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات و العبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ وتعالیٰ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلۃ" (۵)

نبراس شرح شرح عقائد میں ہے۔

"ومن قواعد اھل السنۃ ان لا یکفر مجھول من التکفیر وھو النسبۃ الی الکفر احد من اھل القبلۃ معناہ اللغوی من یصلی الی الکعبۃ او یعتقد ھا قبلۃ و فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتھا فی الشرع واشتھر فمن انکر شیئاً من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ سبحانہ بالجزئیات و فرضیۃ الصلوٰۃ

(۱)اصول البزدوی باب الاھلیۃ، ص:۲۴۳

(۲) التوضیح علی التنقیح باب الاھلیۃ، ج:۲،ص:۲۳۷

(۳)التلویح مع التوضیح،// // //

(۴)الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص ۴۳

(۵)شرح الفقہ الاکبر، ص:۱۸۹

والصوم لم یکن من اهل القبلة ولو کان مجاهدا فی الطاعات وکذلک من باشر شیئًا من امارات الکتذیب کسجود الصنم والاهانة بامر شرعی والاستهزاء علیه فلیس من اهل القبلة ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بالامور الخفیة الغیر المشهورة"(۱)

اہل بدعت کا تیسرا حکم یہ ہے کہ ان میں جو کافر و مرتد نہیں ہیں نماز میں ان کی اقتدا نا جائز و حرام ہے البتہ اگر کسی نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کرلی تو نماز صحیح ہو جائے گی یعنی فرض ذمہ سے اتر جائے گا مگر اعادہ لازم ہے اور بہر حال ایسوں کی اقتدا کرنے کے سبب وہ گنہگار ہوگا۔ اور جو اہل بدعت مثل کفار و مرتدین ہیں ان کی اقتدا میں نماز باطل ہوگی اور فرض ذمہ سے ساقط ہی نہیں ہوگا تبیین الحقائق میں ہے۔

"قال المرغینانی تجوز الصلوة خلف صاحب هوی وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبه ومن یقول بخلق القرآن، حاصله ان کان هوی لایکفر به صاحبه تجوز مع الکراهة والافلا"(۲)

فتح القدیر میں ہے۔

"وجملته ان من کان من اهل قبلتنا ولم یغل حتی لم یحکم بکفره تجوز الصلوٰة خلفه وتکره ولا تجوز الصلاة خلف منکر الشفاعة والرویة وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانه کافر لتوارث هذه الامور عن الشارع علیه السلام"(۳) غنیۃ المستملی میں ہے۔

"انما یجوز الاقتداء به مع الکراهة اذا لم یکن ما یعتقده یؤدی الی الکفر عند اهل السنة اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاة من الروافض اھ"(۴)

بدعت کے دیگر احکام کی تفصیل فتاویٰ رضویہ میں یوں ہے:

"ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد، ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام وکلام حرام، انہیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام، انہیں ایصال ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر، قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ

---

(۱) النبراس، ص: ۳۴۱، ۳۴۳

(۲) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۱۳۴

(۳) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۳۶۰

(۴) غنیۃ المستملی، ص: ۵۱۵

الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْن ۔اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ،اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ،اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ،ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالدیں، دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایالا تجالسوھم ولا تشاربوھم واذا مرضوا لا تعودوھم واذا ماتو افلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم نہ ان کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان پر نماز پڑھو، رب عزوجل فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا نہ ان کی قبر پر کھڑا ہونا''(۱)

اور تفسیر عزیزی سورۂ قلم میں ہے۔

''درحدیث ست اذا لقیت الفاجر فالقه بوجه خشن ودرحقائق التنزیل مذکور راست که سهل بن عبدالله تستری فرموده اندمن صحح ایمانه واخلص توحیده فانه لا یأنس الی المبتدع ولا یجالسه ولا یواکله ولا یشاربه ویظهر له من نفسه العداوة ومن داهن بمبتدع سلبه الله تعالیٰ حلاوة الایمان ومن تحبب الی مبتدع نزع نور الا یمان من قلبه''(۲)

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کسی فاجر سے ملو تو ترش روئی کے ساتھ ملو،اور تفسیر حقائق التنزیل میں مذکور ہے کہ امام سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے ایمان کو درست اور اپنی توحید کو خالص کرلیا وہ بدمذہب سے مانوس نہ ہوگا، نہ وہ بدمذہب کے پاس بیٹھے گا۔ نہ اس کے ساتھ کھائے پیئے گا۔ اور اس کے لیے اپنی طرف سے دشمنی ظاہر کرے گا۔ اور جو شخص کسی بدمذہب کے ساتھ مداہنت (یعنی چاپلوسی و پالیسی) کرے گا اللہ عزوجل اس سے ایمان کی حلاوت سلب کرلے گا۔ اور جو شخص کسی بدمذہب کا دوست بنے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے قلب سے ایمان کا نور نکال دے گا۔

اس تفصیل کے بعداب وہابیہ ودیابنہ اور روافض کے عقائد واقوال دیکھیں مولوی حسین احمد ٹانڈوی مدرس دارالعلوم دیوبند نے عقائد وہابیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

---

(۱)الفتاوی الرضویه، ج:۶، ص:۹۱،۹۰

(۲)تفسیری عزیزی سورة القلم، ص:۴۰

”صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبرا پنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ یہود سے غرض کہ وجوہات مذکورہ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ وجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے۔ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔“(۱)

”محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیارِ مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔“(۲)

”نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخی ہے جو احادیث سے ثابت ہے بعض ان کے محفوظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقۂ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔“(۳)

”شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتمادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ

(۱) الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب، ص:۴۲

(۲) الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب، ص:۴۳

(۳) الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب، ص:۴۵

اللہ نقل کفر۔ کفر نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ۔ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے" (۱)

الدرر السنية في الرد على الوهابية میں ابن عبدالوہاب کا یہ قول منقول ہے کہ

"ان الربابة في بيت الخاطئة يعني الزانية اقل اثما ممن ينادى بالصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم" (۲).

یعنی زانیہ کے گھر رباب بجانے میں کم گناہ ہے بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے۔

بعض وہابیوں کا یہ قول نقل کیا۔

"ان بعض اتباعه كان يقول عصاى هذه خير من محمد (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) لانها ينتفع بها في قتل الحية ونحوها ومحمد (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) قد مات ولم يبق فيه نفع اصلا وانما هو طارش وقد مضى" (۳)

یعنی اس کے بعض ماننے والے کہتے تھے کہ میری یہ لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہتر ہے کیونکہ یہ سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے جب کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فوت ہو گئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں اٹھایا جا سکتا ہے وہ ایک ایلچی تھے جو چلے گئے۔

علامہ عبدالحکیم فرنگی محلی ان کے عقیدۂ شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"كالوهابي المنكر للشفاعة" (۴)

بدعقیدہ جیسے وہابی جو شفاعت کا انکار کرتا ہے۔

ہندوستانی وہابی مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے لکھا۔

"رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے" (۵)

اور لکھا "رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے" (۶)

(۱) الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب، ص: ۴۷

(۲) الدرر السنية في الرد على الوهابية، ص: ۴۱

(۳) الدرر السنية في الرد على الوهابية، ص: ۴۲

(۴) قمر الاقمار حاشية نور الانوار، ص: ۲۵۱

(۵) صراط مستقيم، ص: ۵۷

(۶) تقوية الايمان، ص: ۷۹

مولوی رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا:

''شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے''۔(۱)

مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا۔

''بلکہ بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔''(۲)

اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو بکر ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''(۳)

ان عقائد کفریہ کے علاوہ اور بھی بے شمار فاسد و باطل عقائد و نظریات وہابیہ و دیابنہ کے ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن کے سبب علمائے عرب و عجم نے وہابیہ و دیابنہ پر کفر وارتداد کا حکم صادر فرمایا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''وہابیہ و نیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین و دیو بندیہ و چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر۲ والا دہلوی مگر اب اتباع واذناب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں جو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہو''(۴)

اور روافض کے متعلق رقمطراز ہیں۔

''روافض زمانہ ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے تمام جاہل مرد و عورت چھوٹے بڑے سب

(۱)البراهین القاطعة، ص:۵۱

(۲)تحذیر الناس، ص:۲۸

(۳)حفظ الایمان، ص:۸

(۴) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص:۹۰

بالاتفاق گرفتار ہیں۔ کفر اول قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کفر دوم ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیاے سابقین علیہم الصلوٰت والتحیات سے افضل بتاتا ہے

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے" (۱)

ان تفصیلات سے مانند آفتاب روشن ہے کہ وہابیہ دیابنہ اور روافض زمانہ اہل بدعت کے ساتھ ساتھ کفار و مرتدین بھی ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

کیا ندائے "یا محمد" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درست ہے؟

مسئلہ از: محمد محفوظ عالم، مٹیا برج، کلکتہ

کیا فرماتے ہیں محققین کرام اس مسئلہ میں کہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا درست ہے جب کہ ہم لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اس طرح پکارنا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ کہنا چاہیے قول صحیح کیا ہے۔ آگاہ فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صحیح یہ ہے کہ رحمت عالم رسول کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر ندا کرنا اور پکارنا جائز نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (۲)

اس آیت کریمہ کی متعدد تفاسیر کی گئی ہیں جن میں ایک تفسیر یہ ہے کہ رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کو "یا محمد" کہہ کر نہ پکارو کہ تعظیم و احترام کے خلاف ہے کیونکہ کوئی اپنے سے بڑے کو اس کا نام لے کر نہیں بلاتا بلکہ کسی وصف ولقب

(۱) رد الرفضۃ مشمولہ الفتاوی الرضویۃ م، ج: ۱۴، ص: ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۸

(۲) سورۃ النور آیت: ۶۳

کو استعمال کرتا ہے تو تم بھی پیغمبر اسلام کو ان کا نام لے کر مت بلاؤ اور "یا محمد" کہنے کے بجائے یا رسول اللہ یا حبیب اللہ جیسے القاب و اوصاف سے یاد کرو چنانچہ حافظ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں۔

"قال مقاتل فی قوله (لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ الخ) یقول لا تسموه اذا دعوتموه وقال مالک عن زید بن اسلام فی قوله (لَاتَجْعَلُوْا الخ) قال امرهم الله ان یشرفوه وقوله (یا یها الذین آمنو لا ترفعوا اصواتکم)" (۱)

علامہ خازن لکھتے ہیں:

"وقیل لا تدعوه باسمه کما یدعوا بعضکم بعضا یا محمد یا عبدالله ولکن فخموه وعظموه و شرفوهٔ وقولوا یا نبی الله یا رسول الله فی لین و تواضع" (۲)

جاراللہ زمخشری لکھتے ہیں:

"لا تجعلوا تسمیته ونداء ه بینکم کما یسمی بعضکم بعضا ویناديه باسمه الذی سماه به ابواه ولا تقولوا یا محمد ولکن یا نبی الله ویارسول الله مع التوقیر والتعظیم الخ" (۳)

علامہ بغوی فرماتے ہیں:

"قال مجاهد و قتادة لا تدعوه باسمه کما یدعو بعضکم بعضا یا محمد یا عبدالله ولکن فخموه وشرفوه فقولوا یا نبی الله یا رسول الله فی لین وتواضع" (۴)

علامہ محمود الالوسی فرماتے ہیں۔

"قیل: المعنی لا تجعلوا نداء ه علیه الصلوٰة والسلام وتسمیته کنداء بعضکم بعضا باسمه و رفع الصوت به والنداء وراء الحجرات ولکن بلقبه المعظم مثل یا نبی الله ویا رسول الله مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت."

اخرج ابن ابی حاتم: وابن مردویه، وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال: کانوا یقولون: یا محمد یا ابا القاسم فنهاهم الله تعالیٰ عن ذلک بقوله سبحانه (لا تجعلوا) الآية اعظاما لنبیه صلی الله علیه وسلم فقالوا: یا نبی الله یا رسول الله ، وروی نحوهذا عن قتادة،

(۱) تفسیر ابن الکثیر، ج:۳، ص:۳۰۷

(۲) تفسیر الخازن، ج:۵، ص:۹۲

(۳) تفسیر الکشاف، ج:۳، ص:۷۹

(۱) تفسیر البغوی علی هامش تفسیر الخازن، ج:۵، ص:۹۲

والحسن، وسعید بن جبیر ومجاهد ، وفی احکام القرآن للسیوطی ان فی هذا النهی تحریم نداثه صلی الله علیه وسلم باسمه."(۱)

علامہ ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں:

"ولا تجعلوا خطاب المعاصری الرسول علیه السلام لما کان التداعی بالاسماء علی عادة البداوة امروا بتوقیر رسول الله صلی الله علیه وسلم بأحسن مایدعی به نحو یا رسول الله یا نبی الله ، ألا تری إلی بعض جفاة من اسلم کان یقول یا محمد و فی قوله کدعاء بعضکم بعضا اشارة الی جواز ذلک مع بعضهم لبعض إذلم یومر بالتوقیر و التعظیم فی دعائه علیه السلام الا من دعاه لا من دعا غیره و کانوا یقولون یا أبا القاسم یا محمد فنهوا عن ذلک" (۲)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

"قال سعید بن جبیر و مجاهد: المعنی قولوا یا رسول الله، فی رفق ولین ، ولا تقولوا یا محمد، بتجهّم" (۳)

علامہ اسماعیل حقی البرسوی فرماتے ہیں:

"والمعنی لا تجعلوانداء کم ایاه وتسمیتکم له کنداء بعضکم بعضًا باسمه مثل یا محمد ویا ابن عبدالله ورفع الصوت به والنداء وراء الحجرة ولکن بلقبه المعظم مثل یا نبی الله ویا رسول الله کما قال تعالیٰ (یایها النبی یایها الرسول)" (۴)

تفسیر حسینی میں ہے۔

"یا ندا کردن شما او راوخواندن مررسول رابایدکه چون منادات یک دیگر نباشد که بمجرد نام خوانید بلکه باید که ازروئی تعظیم باشد چنانچه یا رسول الله یا نبی الله" (۵)

دبستان شافعی کے مشہور امام علامہ جلال الدین شافعی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

"اخرج ابن ابی شیبة وعبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر وابن ابی حاتم عن

(۱) روح المعانی، ج:۱۷۔۱۸، ص:۲۲۵

(۲) تفسیر البحرالمحیط، ج:۶، ص:۴۷۶

(۳) الجامع لاحکام القرآن، ج:۶، ص:۲۱۲

(۴) تفسیر روح البیان، ج:۱۸، ص:۱۸۴

(۵) تفسیر حسینی، ص:۵۷۵

مجاھد فی الآیۃ قال امرھم اللہ ان یدعوہ یا رسول اللہ فی لین و تواضع ولا یقولوا "یا محمد" فی تجھم واخرج عبد بن حمید عن عکرمۃ فی الآیۃ قال لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ "(۱)

اور رقمطراز ہیں:

"اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ (لاتجعلوا ا ہ) قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھا ھم اللہ عن ذلک اعظا ما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ.

واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ (لا تجعلوا ا ہ) یعنی کدعاء احدکم اذا دعا اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظموہ وقولوا لہ یا رسول اللہ و یا نبی اللہ"(۲)

مشہور متکلم اور مفسر امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وثانیھا لا تنادوہ کما ینادی بعضکم بعضا "یا محمد" ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ عن سعید بن جبیر" (۳)

علامہ اجل امام ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"المعنی الثالث ان معناہ لا تسووا بین الرسول وبینکم فی الدعوۃ کل احدیدعی باسمہ الا رسول اللہ فانہ یدعی بحطتہ وھی الرسالۃ"(۴)

عظیم الشان مالکی فقیہ و مفسر علامہ صاوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قولہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم" ای نداءہ بمعنی لا تنادوہ باسمہ فتقولوا "یا محمد" ولا بکنیتہ فتقولوا یا ابا القاسم بل نادوہ وخاطبوہ بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یا رسول رب العلمین یا خاتم النبیین وغیر ذلک واستفید من الآیۃ انہ لا یجوز نداء النبی بغیر مایفیدالتعظیم لا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ (۵)

جلیل القدر حنفی اصولی متکلم مفسر وفقیہ علامہ احمد جیون قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اولا تجعلوا نداءہ کنداء بعضکم بعضا باسمہ ورفع الصوت بہ مثل یا احمد ویامحمد و لکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ و یا رسول اللہ "(۶)

(۱) الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۵، ص: ۱۱
(۲) الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۵، ص: ۱۰
(۳) التفسیر الکبیر، ج: ۲۳، ۲۴، ص: ۴۰
(۴) احکام القرآن لا بن العربی، ج: ۳، ص: ۱۴
(۵) الصاوی علی الجلالین، ج: ۳، ص: ۱۴۹
(۶) التفسیرات الاحمدیہ، ص: ۵۷۹

مفسر عظیم حضرت علامہ ابن جریر الطبری فرماتے ہیں۔

"حدثنی محمد بن عمرو قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا عیسی و حدثنی الحرث قال حدثنا الحسن قال حدثنا ورقاء جمیعاً عن ابن ابی نجیح عن مجاهد کدعاء بعضکم بعضا قال امرهم ان یدعوا یا رسول الله فی لین وتواضع ولا یقول یا محمد فی تجهم"(۱)

علامہ نظام الدین نیساپوری فرماتے ہیں:

"وعن سعید بن جبیر لا تنادوه باسمه ولا تقولوا یا محمد ولکن یا نبی الله ویارسول الله مع التوقیر والتعظیم والصوت المنخفض" (۲)

مفسرین کے واضح ارشادات ہیں جن سے مثل آفتاب روشن ہے کہ رحمت کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنی ناجائز ہے اسی موقف کو بیان کرتے ہوئے مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"بیہقی، امام علقمہ وامام اسود اور ابونعیم، امام حسن بصری وامام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی "لاتقولوا یا محمد ولکن قولوا یارسول الله، یا نبی الله" یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یا محمد نہ کہو یا نبی اللہ" یا رسول اللہ کہو امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولہٰذا علما تصریح فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے"(۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر ندا کرنی قول محقق ومصحح کے مطابق درست نہیں ہے۔

میں نے علامہ سعیدی صاحب کی شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۱۰ سے ۳۳۱ تک کا مطالعہ کیا جس میں انہوں نے "ندائے یا محمد" کے جواز پر کافی زور دیا ہے اور اپنے طور پر متعدد احادیث پیش کرکے اس کا جواز ثابت کیا ہے اور مانعین جواز پر چوٹیں کسی ہیں بلکہ ایک مقام پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے کلام میں تعارض وتسامح دکھانے کی بھی بزعم خویش کوشش فرمائی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خود یہ آنجناب کا تسامح اور عبارتوں میں کامل توجہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

---

(۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج:۹، ص:۱۳۴

(۲) غرائب القرآن ورغائب الفرقان علی هامش جامع البیان، ج:۹، ص:۱۲۰

(۳) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، ص:۲۶

سعیدی صاحب اس بحث میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمہ اللہ کی کتاب مذکور (تجلی الیقین) کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو''یا محمد'' کے ساتھ ندا کی ہے'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔ ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

''ما حلف الله بحيوة احد قط الا بحيوة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال تعالىٰ ''لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ وحياتك يا محمد''

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام ہے۔

اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو''یا محمد'' کے ساتھ ندا کی ہے۔

ہم اس تعارض وتسامح سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو''یا محمد'' کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔''(۱)

اولاً ہم یہ واضح کرتے ہیں کہ کیا واقعی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلام میں تعارض وتسامح ہے یا پھر علامہ سعیدی صاحب کا ہی تسامح ہے سچی بات یہ ہے کہ یہاں سعیدی صاحب سے لغزش واقع ہوگئی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کتاب مستطاب ''تجلی الیقین'' میں بہت وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیگر انبیائے کرام کو ان کے اسمائے مبارکہ سے یاد فرمایا مگر اپنے محبوب سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والثناء کو کبھی نام لے کر مخاطب نہ فرمایا آپ کے کلمات یہ ہیں۔

''غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔''

یایها النبی انا ارسلناک، یایها الرسول بلغ ما انزل الیک''(۲)

اب اہل علم غور فرمائیں کہ آیت مبارکہ ''لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ'' میں کیا قرآن عظیم نے ''یا محمد'' فرمایا ہے یا خود نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے کلمات ہیں ایک ادنیٰ طالب علم بھی کہے گا کہ یہ قرآن کریم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ زبان رسالت مآب سے نکلے ہوئے کلمات مبارکہ ہیں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دونوں عبارات متعارض کیسے ہوگئیں، منطق کی ابتدائی کتابوں میں بھی شرائط تعارض میں اتحاد

(۱) شرح صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۳۲۱

(۲) تجلی الیقین، ص: ۳۴

مکان لکھا ملے گا یعنی تعارض وتناقض کے لیے ایک مکان میں ہونا شرط ہے جب کہ یہاں اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے کہ قرآن عظیم میں ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں ہوا ہے اور جملہ ''وحیا تک یا محمد'' ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک ہے تو نفی قرآن کریم میں ہونے کی ہے اور ثبوت حدیث مبارک میں ہے لہٰذا اتحاد مکان کی شرط مفقود ہونے کی بنا پر تعارض بھی مفقود ومعدوم ہے اور تجلی الیقین کی دونوں عبارتیں اپنے اپنے مقام پر درست اور بے غبار ہیں۔

ثانیاً علامہ سعیدی صاحب نے جن احادیث وآثار کو نقل کیا ہے ان تمام مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اللہ جل مجدہ کی طرف سے اپنے لیے خطاب کا صیغہ ذکر کر فرمایا ہے تو ازراہ تواضع لفظ ''یا محمد'' ارشاد فرمایا ہے اور جب خود رب تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اپنا کلام مبارک نازل فرمایا تو اس میں آپ کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ سے خطاب فرمایا ہے لہٰذا ان احادیث طیبہ کو بطور استدلال پیش کرکے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ''یا محمد'' کہہ کر ندا کرنا جائز ہے یونہی جن بزرگوں کے اقوال میں کلمہ ''یا محمد'' مذکور ہے وہ سب مؤول اور مصروف عن الظاہر ہیں جن میں سے بعض کا ذکر خود سعیدی صاحب نے بھی کیا ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ حقیقت مثل شمس وامس واضح ہوگئی کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' کہہ کر ندا کرنے کی بجائے یارسول اللہ جیسے کلمات طیبہ بولے جائیں قرآن مجید اور اس کی تفاسیر کے پیش نظر یہی قول ادب کو زیادہ ظاہر کرنے والا اور بارگاہ رسالت کی تعظیم وتوقیر پر روشن طریقے سے دلالت کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

شرک وکفر میں کیا فرق ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد محلہ بنجریا، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ میں کہ
شرک کسے کہتے ہیں اور کفر کیا ہے دونوں ایک ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے وضاحت فرما کر مشکور ہوں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

لفظ شرک ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا معنی ہوتا ہے اللہ جل مجدہ کے برابر کسی اور کو ماننا یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ

کسی شخص کو واجب الوجود یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل یا اسے لائق عبادت ماننا چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

"الاشراک هو اثبات الشريک في الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام"(۱)

جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ واجب الوجود یعنی جس کا وجود خود ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے صرف اللہ تعالیٰ ہے یونہی اس کی جملہ صفات قدیم غیر مخلوق ذاتی اور غیر متناہی ہیں اس کی ذات کے علاوہ کوئی واجب الوجود نہیں اور اس کی صفات کے علاوہ کسی کی کوئی صف ذاتی قدیم غیر مخلوق اور غیر متناہی نہیں یونہی اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اب اگر کوئی شخص اللہ جل مجدہ کے علاوہ کوئی اور ذات واجب الوجود مانے یا کسی اور کی صفت کو ذاتی قدیم اور غیر مخلوق مانے یا اس کے سوا کسی اور کو لائق عبادت جانے تو اس کا یہ اعتقاد شرک ہے اور ایسا شخص مشرک ہے۔

اور کفر کا معنی ہے ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری دینی کا انکار کرنا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔

"في الشرع انكار ماعلم بالضرورة مجئ الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم به"(۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن امور کے بارے میں عوام وخواص سب جانتے ہوں کہ یہ دین اسلام سے ہیں ان میں سے کسی کا انکار کر دینا مثلاً نماز وروزہ وغیرہ کا انکار کرنا۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ شرک وکفر میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے تو ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود یا معبود ماننا شرک بھی ہے اور کفر بھی مگر نماز یا روزہ کی فرضیت کا انکار کرنا یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننا کفر ہے مگر شرک نہیں لہٰذا ہر مشرک کافر ہے مثلاً ہندو بت پرست کہ بتوں کو معبود مانتے ہیں مشرک بھی ہیں اور کافر بھی۔ مگر ہر کافر مشرک نہیں مثلاً دیوبندی قادیانی وغیرہ کہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں تو یہ کافر ہیں مگر مشرک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

انبیاء واولیاء کو وسیلہ بنانا کیا شرک وکفر اور حرام ہے؟

مسئلہ از: محمد صدیق چندیری، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء واولیا کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا حرام بلکہ شرک

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۶

(۲) التفسیر للبیضاوی، ص: ۳۲

وکفر ہے کسی ذات کو وسیلہ نہیں بنا سکتے ہیں آپ ارشاد فرمائیں کہ زندہ یا وفات یافتہ صالحین خواہ انبیائے کرام ہوں یا اولیائے عظام ان کے وسیلہ سے دعا کرنا کیسا ہے؟ بالتفصیل جواب عنایت ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اللہ جل مجدہ کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے اور اس سے اپنی حاجت برآری کے لیے اس کے محبوب بندوں کو ذریعہ ووسیلہ بنانا بلاشبہ جائز ہے خواہ وہ حضرات اس ظاہری دنیا میں تشریف فرما ہوں یا دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے ہوں ہم تفصیل سے اس سلسلہ میں کلام کریں گے۔ فاقول وباللہ التوفیق

کلمہ "وسیلہ" واحد ہے اس کی جمع وُسُل اور وَسَائل ہے جس کا معنیٰ کسی کے ذریعہ قرب حاصل کرنا، اور جب رب کی بارگاہ میں کسی کو وسیلہ بنایا جائے تو اس کا مطلب ہے اس کے ذریعہ خدا سے قریب ہونا لغت کی عظیم کتاب "صحاح" میں ہے۔

"والوسیلة ما یتقرب به الی الغیر والجمع الوُسُل والوَسَائل یقال وَسَّلَ فلان الی ربه وسیلة اذا تقرب الیه بعمل"(۱)

اب وہ ذریعہ خواہ اعمال حسنہ ہوں یا ذوات قدسیہ اور محبوبین بارگاہ خدائے تعالیٰ یونہی وہ ذوات مبارکہ ظاہری حیات میں ہوں یا اس دنیا سے کوچ کر گئی ہوں لفظ "وسیلہ" اپنے معنیٰ لغوی کے اعتبار سے سب کو شامل ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ.﴾(۲)

ایک مقام ہے۔

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ.﴾(۳)

آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور واضح طور پر یہ فرمایا گیا ہے کہ قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈو اور کلمہ وسیلہ مطلق رکھا گیا ہے لہٰذا اس وسیلہ میں سب شامل ہیں۔ اعمال صالحہ بھی اور ذوات صالحین بھی اس عالم میں موجودین بھی اور دار آخرت کی طرف کوچ کر جانے والے بھی، یہی احادیث طیبہ آثار مبارکہ اور اقوال سلف وخلف سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اسی پر عمل ہے امام طبرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

(۱) الصحاح فی اللغة للجوهری، ج: ۶، ص: ۱۱۸

(۲) سورۃ المائدہ آیت: ۳۵

(۳) سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۵۷

"عن انس بن مالک قال: لمّا ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علی بن ابی طالب رضی الله عنه دخل علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم(الحدیث) وفی اخره فلما بلغوا اللحد حضره رسول الله بیده اخرج ترابه بیده ، فلما فرغ دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فاضطجع فیه ، ثم قال: " الله الذی یحیی ویمیت و هو حیّ لا یموت، اغفر لامّی فاطمة بنت اسد، ولقنها حجتها، ووسع علیها مدخلها بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی؛ فانک ارحم الرّاحمین"(۱)

اس حدیث پاک میں ہے کہ رسول کائنات علیہ التحیۃ والثنا نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مغفرت کے لیے خود اپنی مقدس ذات کے ساتھ تمام انبیاء کرام کو وسیلہ بنایا جس سے ثابت ہوا کہ محترم ومکرم ذوات کا وسیلہ بنانا سنت نبوی ہے چاہے وہ ذات اس دنیا میں ہو یا نہ ہو۔

بلکہ کسی مقدس ذات کا وسیلہ بنانا سنت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام بھی ہے چنانچہ امام حاکم قدس سرہ فرماتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله ! لمّا اقترف آدم و کیف عرفت محمداً ولم اخلقه؟ قال : لانک یا ربی لمّا خلقتنی بیدک ونفختَ فِیّ من روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً: لااله الاالله محمدرسول الله، فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک، فقال الله تعالیٰ: صدقت یا آدم ، انه لاحب الخلق الی ، واذ سألتنی بحقه فقد غفرت لک ، ولولا محمد ما خلقتک"ورواه الطبرانی،وزادفیه! "وهو آخرالانبیاء من ذرّیتک"(۲)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بابرکت اور محترم ذات کا وسیلہ لے کر دعا کرنا صرف جائز ودرست ہی نہیں بلکہ قبولیت دعا کے لیے بہترین نسخہ ہے۔خواہ وہ ذات ظاہری حیات میں ہو یا وفات پا چکی ہو۔

ان حدیثوں کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث سے وسیلہ کا جواز مثل آفتاب روشن ہے چنانچہ امام ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر أتی النبی صلی الله علیه وسلم ، فقال: ادع الله ان یعافینی ، قال: "ان شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خیرلک"، قال: فادعه، قال فامره ان یتوضا فیحسن وضوءه ویدعو بهذا الدعاء (اللهم انی اسئلک، واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد، انی توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی بی، اللهم فشفعه فیّ)"(۳)

(۱) المعجم الاوسط، ج۸: ص:۶۷

(۲)المستدرک، ج:۲، ص:۶۷۲

(۳)جامع الترمذی، ج:۲ ص:۱۹۷

امام ابن ماجہ روایت فرماتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" من خرج من بیته الی الصلاة فقال: اللهم انی اسالک بحق السائلین علیک، واسالک بحق ممشایی هذا، فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعة، وخرجت اتقاد سخطک وابتغاء مرضاتک ، فأسالک ان تعیذنی من النار، وأن تغفرلیی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت اقبل اللہ علیه بوجهه واستغفرله سبعون الف ملک" (۱)

اور امام طبرانی قدس سرہ الربانی روایت فرماتے ہیں:

"عن عثمان بن حنیف ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنه فی حاجة له، فکان عثمان لا یلتفت الیه ، ولا ینظر فی حاجته، فلقی ابن حنیف فشکی ذلک الیه، فقال له عثمان بن حنیف: ائت المیضاة فتوضأ، ثم ائت المسجد فصل فیه رکعتین، ثم قل: "اللهم انی اسألک واتوجه الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم نبی الرحمة، یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فتقضی لی حاجتی وتذکرحاجتک ورح حتی اروح معک، فانطلق الرجل فصنع ما قال له، ثم أتی باب عثمان بن عفان رضی اللہ عنه فجاء البواب حتی أخذ بیده فأدخله علی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنه فأجلسه معه علی الطنفسة حُنیفاً، فقال: ماحاجتک؟ فذکر حاجته وقضاهاله ثم قال له: ماذکرت حاجتک حتی کان الساعة وقال: ما کانت لک من حاجتی فاذکرها. ثم ان الرجل خرج من عنده، فلقی عثمان بن حنیف، فقال له: جزاک اللہ خیرا،ماکان ینظر فی حاجتی ولایلتفت الی حتی کلمته فی، فقال عثمان بن حنیف: واللہ ما کلمته، ولکنّی شهدت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، واتاه ضریر فشکی الیه ذهاب بصره، فقال له النبی صلی اللہ "فتصبر" فقال : یا رسول اللہ، لیس لی قائد و قدشق علیّ، فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم :(ائتِ المیضأة فتوضأ، ثم صلِّ رکعتین، ثم ادع بهذه الدعوات ...) قال ابن حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانه لم یکن به ضرّ قط"(۲)

ان تفصیلات سے سورج کی طرح روشن ہے کہ مقدس اور بابرکت ذات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا بلا شبہ جائز ودرست بلکہ سنت نبوی، طریقۂ صحابہ اور آداب سلف صالحین میں سے ہے وسیلہ کو شرک وکفر اور بدعت

(۱) سنن ابن ماجه، ج: ۱، ص: ۲۵۶

(۲) المعجم الکبیر، ج: ۹، ص ۳۰۰

وحرام کہنا خود شرک وکفر میں مبتلا ہونا ہے جو شخص اسے شرک وکفر کہتا ہے وہ پوری امت مسلمہ بلکہ انبیائے کرام پر کفرو شرک کا الزام دیتا ہے لہٰذا ایسا کہنے والے پر خود حکم کفر عائد ہوتا ہے صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء به احدهما"(۱)

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی ارشاد فرماتے ہیں۔

"من دعا رجلا بالکفر بالله تعالیٰ او الشرک به و کذلک بالزندقة والا لحاد و النفاق الکفری"(۲)

فتاوی بزازیہ میں ہے۔

"یجب اکفار الخوارج فی اکفارهم جمیع الامة سواهم"(۳)

شفاشریف میں ہے:

"نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة"(۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیائے کرام اولیائے عظام اور بزرگان دین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرنا جائز و مستحسن ہے وہابیہ کا اسے شرک وکفر بتانا سراسر غلط ہے اور وسیلہ کو شرک وکفر کہنے کی بنا پر خود وہ کافرو بے دین ہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی۔

اپنے پیر کو خدا کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد فیاض احمد قادری، الہ آباد۔ یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے خدا کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی اپنے پیر کو خدا کہے تو اس کا کیا حکم ہے۔

(۱) صحیح البخاری کتاب الادب، ج:۲، ص:۹۰۱

(۲) الحدیقة الندیة، ج:۲، ص:۲۱۱

(۳) الفتاویٰ البزازیة علی الهندیه، ج:۶، ص:۳۱۸

(۴) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲، ص:۲۷۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

عرف میں جو لفظ جس معنی کے لیے مستعمل ہو شرع میں بھی وہی معنی معتبر ہوتا ہے بشرطیکہ شرع نے کوئی اور معنی نہ بتایا ہو۔ چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے۔

"الاصل ان یعتبر فی الاسماء الشرعیة ما ینشی عنه من المعانی"(۱)

یعنی قاعدہ ہے کہ شرعی الفاظ جن معانی کا اظہار کرتے ہیں وہی معتبر ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے۔

"العرف الذی تحمل علیه الالفاظ انما هو المقارن السابق دون المتاخر ولذا قالوا لاعبرة بالعرف الطاری" (۲)

حاصل یہ ہے کہ شرعی کلمات اور فقہی مصطلحات کا جو معنی عوام وخواص میں رائج ہو اور شریعت میں بھی وہی معنی لیا جاتا ہو تو وہی معنی مراد ہوگا جو رائج ہے اور حکم کا دارومدار اسی معنی پر ہوگا اور اس میں تاویل غیر معتبر ہوگی مثلاً لفظ "پیغمبر ہے۔ یہ لفظ نبی کے معنی میں مستعمل ہے جب بھی مطلق بولا جاتا ہے تو نبی کا معنی مراد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کہا میں پیغمبر ہوں اور یہ تاویل کرے کہ پیغام لیجانے والا ہوں تو اس کی یہ تاویل مسموع نہیں ہوگی اور اس پر حکم کفر گا چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

"لوقال انا رسول الله اوقال بالفارسیة من پیغمبرؐ یرید به من پیغام می برم یکفر" (۳)

اور بہار شریعت میں ہے۔

اپنے کو کہے میں پیغمبر ہوں اور اس کا مطلب یہ بتائے کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تو وہ کافر ہے یعنی یہ تاویل مسموع نہیں کہ عرف میں یہ لفظ رسول و نبی کے معنی میں ہے"(۴)

اسی طرح اگر کوئی کہے "من خدائم" اور یہ تاویل کرے کہ من خود آئم یعنی میں خود آرہا ہوں تو اس کی یہ تاویل مقبول نہیں ہوگی اور اس پر حکم کفر نافذ ہوگا فتاوی عالمگیری میں ہے۔

"ولوقال من خدائم علی وجه المزاح یعنی خود آئم فقد کفر کذا فی التتارخانیة"(۵)

لفظ پیغمبر اور خدائم بولنے سے حکم کفر کیوں لگتا ہے اور اس کی تاویل معتبر نہیں مانی جاتی ہے وجہ وہی کہ لفظ

---

(۱) الفتاوی الرضویه ج:۳، ص:۵۷۲ (۲) الاشباہ والنظائر مع الحموی ج:۱، ص:۲۸۲

(۳) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ۲۶۳ (۴) بہار شریعت ج:۳، ص:۱۷۱

(۵) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ۲۶۲

پیغمبر اور خدا نبی اور اللہ کے معنی میں اس طرح رائج ہے کہ دوسرے کسی معنی کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں ہے لفظ خدا کے استعمال سے متعلق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔

''اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہوسکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا رہا ہے۔ اور وہ اصل میں ''خود آ'' ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ ہوا ہو اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔''(۱)

تو جس نے خود کو نبی یا خدا کہا تو شرعاً اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اس نے اپنے لیے نبوت والوہیت کا دعویٰ کیا لہٰذا وہ کافر قرار پائے گا اسی لیے جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا اپنے پیر و مرشد کو خدا کہے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا

''کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے: ''من شک فی عذابه و کفره فقد کفر''۔(۲)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر''(۳)

اس تفصیل سے مانند آفتاب روشن ہوگیا کہ مطلقاً لفظ ''خدا'' کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہی ہوگا لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خدا کہنا کفر اور کہنے والا کافر و مرتد ہے اور اسکی کوئی تاویل مقبول ؤ معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

وظیفہ ''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ'' کا ورد کیا شرک و کفر ہے؟

مسئلہ از: مولانا ذو الفقار نعیمی ایڈیٹر سہ ماہی جام شرافت مراد آباد۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ امت مسلمہ میں صدیوں سے وظیفہ ''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ'' کا ورد جاری ہے جس کی برکات سے اہل ایمان فیضیاب ہو رہے ہیں مگر وہابی کہتے ہیں کہ اس کا ورد شرک و کفر ہے اس سلسلہ میں واضح اور قول فیصل آپ تحریر فرمائیں اور اس کا حکم بیان کریں۔

(۱) الفتاوی مفتی اعظم، ج:۲، ص:۷

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۶ ص:۳۰۰

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۱۱۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

امیر کشور ولایت شہنشاہ بغداد غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کو رب قدیر نے جس مقام ولایت سے نواز کر روحانی قوت وطاقت عطا فرمائی اس سے ملت اسلامیہ کا ہر چھوٹا بڑا واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں ان کے نام کا ورد رائج ہے، انہیں مصیبتوں میں پکارا جاتا ہے، ان سے استغاثہ واستمداد کی جاتی ہے اور "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء للّٰہ" کے کلمات سے ان کی ذات بابرکات سے مدد طلب کی جاتی ہے بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے اہل ایمان کا رشتہ توڑنے کی خاطر انگریزوں نے توحید کے نام پر ایک خطرناک تحریک بنام "وہابیت" کی داغ بیل ڈالی جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا تمام اکابرین ملت کو طعن وتشنیع اور سب وشتم کا نشانہ بنایا اور جن رسومات ومعمولات کے ذریعہ اہل اللہ سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے سب کو کفر وشرک کا نام دے کر ختم کرنے کی منصوبہ جدوجہد کی۔ انہیں مذموم کوششوں کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا وظیفہ قادریہ کو شرک وکفر کا نام دے کر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے دور کیا جانے لگا ان حالات کے پیش نظر علمائے اہل سنت حقانیت کو اجاگر کرنے کے لیے میدان میں اترے اور اسلام کے عقائد ومعمولات کو دلائل وبراہین سے مزین کر کے امت کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ مذکورہ وظیفہ کے حوالے سے بھی علمائے اسلام بے شمار رسالے کتابچے اور فتاوی شائع کئے اور اس کی صحت وجواز کا حکم واضح کیا۔

اس مشہور وظیفہ کا اردو ترجمہ ہے: "اے شیخ عبدالقادر جیلانی خدا کے لیے کچھ عطا کیجئے" عربی کا یہ جملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے اردو بول چال میں عموماً لوگ کہا کرتے ہیں خدا کے لیے پڑھ لکھ، اللہ واسطے دیدو وغیرہ وغیرہ جو لوگ اس وظیفہ کو ناجائز وحرام یا شرک کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس میں وفات یافتہ کو ندا دینا اور پکارنا اور اس سے استغاثہ واستمداد کرنا ہے اور کسی وفات یافتہ کو ندا دینا اور اس سے مدد مانگنا ناجائز ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ان حضرات کی غلطی فہمی اور اسلامی مسلمات ومعتقدات سے عدم واقفیت کی کھلی دلیل ہے، کیونکہ قرآن وحدیث اور اقوال علمائے اسلام کھلے طور پر یہ ثابت کررہے ہیں کہ وفات یافتہ حضرات بھی سنتے ہیں لہٰذا ان کو ندا دینا اور انہیں پکارنا بلاشبہ جائز ہے یونہی ان سے استمداد کرنا بھی جائز ودرست ہے ہم اولاً یہ ثابت کررہے ہیں کہ وفات یافتہ لوگ سنتے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد گرامی ہے "ان المیت اذ وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا"۔(۱)

مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ ایک جگہ اور

(۱) الصحیح لمسلم: ج: ۲، ص: ۳۸٦

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین" (۱) مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے جب لوگ انہیں پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مقام پر یوں فرمایا "ان المیت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولوا منصرفین" (۲) مردہ جب دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

ایک جگہ اور فرمایا: "والذی نفسی بیدہ ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق لغاھم حین یؤ لون عنہ۔" (۳)

یعنی قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش ہائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اسکے پاس سے پلٹتے ہیں۔ اور ایک مقام پر سید عالم ارشاد فرماتے ہیں: فانہ یسمع خفق نعالھم و نقض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین (۴) وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی پھچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ فلما فرغ من دفنھا وانصرف الناس قال انہ الآن یسمع خفق نعالکم." (۵) کہ ہم ایک جنازہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اب وہ تمہاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

ان احادیث طیبہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ عام مسلمان اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ یہ حال عام مسلمانوں کا ہے رہے مقربان بارگاہ تو ان کی قوت سماعت اور طاقت ادراک کا حال نہایت نرالا اور ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے وہ عالم بالا میں رہتے ہوئے بھی عالم زیریں میں اٹھنے والی آوازوں کی سماعت فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں۔

"النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملا ا لا علی ولم یبق لھا حجاب فتری و تسمع الکل کالمشاھد" (۶) یعنی پاک جانیں جب بدن کے علائق سے جدا ہوتی ہیں تو ملا اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشیٔ فیض الروح الالھی فیھا قوۃ فیمابقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع والبصرو

(۱) المسند للامام احمد بن حنبل: ج:۳، ص:۲۹۶ (۲) کنز العمال، ج: ۱۵، ص: ۶۰۰

(۳) المستدرک للحاکم: ج: ۱، ص: ۳۸۰ (۴) شرح الصدور: ص: ۵۱

(۵) شرح الصدور، ص: ۵۴ (۶) التیسیر شرح جامع الصغیر، ج: ۱، ص: ۵۰۲

(۷) حجۃ اللہ البالغۃ: ص: ۱۹

الکلام"(۷) جب آدمی مرجاتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے دیکھتے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

اور جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ وفات یافتہ حضرات سنتے، دیکھتے اور پہچانتے ہیں تو یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ انہیں پکارنا لفظ "یا" کے ذریعہ انہیں مخاطب کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی درست ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "قيل لموسى الرضا رضى الله عنه علمنى كلاما إذا زُرتُ واحدا منكم فقال ادن من القبر و كبر الله اربعين مرة ثم قل السلام عليكم يا اهل بيت الرسالة انى مستشفع بكم و مقدمكم امام طلبى وارادتى وسالتى وحاجتى واشهد الله انى مومن بسركم وعلانيتكم وانى ابرأ الى الله من محمد وال محمد من الجن والانس"۔(۱) یعنی امام علی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا! قبر سے نزدیک ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری کرتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد ﷺ کے دشمن ہیں۔

اور حضرت امیر ابن الحاج قدس سرہ فرماتے ہیں:"الدعاء عند قبور الصالحين والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من ائمة الدين" (۲) یعنی قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین وائمہ دین کا معمول ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں: اذا مات انقطعت العلاقة فلحق بالملئكة وصار منهم والهم كالهامهم وسعى فيما يسعون فيه ربما اشتغل هو لاء باعلاء كلمة الله ونصر حزب الله وربما كان لهم لمة خير بابن آدم"(۳)

جب اہل اللہ مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہوکر ملائکہ سے ملتے اور انہیں میں سے ہوجاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتل کفار وامداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں، اور کبھی بنی آدم سے نزدیک وقریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔"

ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں "دراولیائے امت واصحاب طریق اقوی کسی کہ بعدہ تمام راہ جذب باکثر وجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ ودر آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہٰذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند"(۴) اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت

(۱) جذب القلوب، ص:۱۳۸
(۲) المدخل. ج:۱، ص:۲۴۹
(۳) حجۃ اللہ البالغۃ: ص:۳۵
(۴) ھمعات. ص:۶۱

جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکدترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اس مقام پر قائم ہو چکی ہے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

ان عبارات سے یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ ارواح کرام کو ندا کرنا اور ان سے توسل وطلب دعا بلا شبہ جائز و درست ہے۔ اب آیئے خاص کر غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استغاثہ اور ان کو ندا کرنے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات سے قلب ونظر کو مسرور کریں۔ حضرت علامہ سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوی میں ہے

"سئلت عمن يقول في حال الشدائد يارسول الله او يا علي او ياشيخ عبدالقادر مثلاً هل هو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثة بالاولياء ونداوهم والتوسل بهم امر مشروع ومرغوب لا ينكره الا مكابر او معاندو قد حرم بركة الاولياء الكرام، و سئل شيخ الاسلام الشهاب الرملي الانصاری الشافعي عما يقع من العامة من قولهم عند الشدائد يا شيخ فلاں و نحو ذالک من الاستغاثة بالانبياء والمرسلين و الصالحين فاجاب بما نصه الا ستغاثه بالانبياء والمرسلين والاولياء الصالين جائزة بعد موتهم."(۱)

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے "یارسول، یاعلی، یا شیخ عبدالقادر، مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا، ہاں! اولیاء سے مدد مانگنا اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع و شئے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف، اور بے شک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے" شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں، اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و علمائے صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت و استمداد جائز ہے۔"

علامہ رملی حنفی "فتاوی خیریہ" میں فرماتے ہیں: "قولهم يا شيخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمته" (۲) لوگوں کا کہنا "یا شیخ عبدالقادر" یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے؟

حاصل کلام یہ کہ وفات یافتہ شخصیات کو ندا کرنا ان کو پکارنا اور ان کو یا علی یا غوث یا خواجہ وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرنا بلا شبہ جائز ہے اسے کفر وشرک بتانا سراسر غلط اور حماقت و جہالت اور گمراہی و بد دینی ہے البتہ تمام اہل ایمان پر فرض ہے کہ ہر شئی میں حقیقی مؤثر و متصرف اللہ تعالیٰ کو مانیں اور موت اور زندگی، تنگی و فراخی ہر ایک کا حقیقی مالک و

(۱) الفتاوی الرضویہ، م، ج: ۹، ص: ۷۹۱/۷۹۲

(۲) الفتاوی الرضویہ م، ج: ۹، ص: ۷۹۲

خالق اسی کو جانیں اولیائے عظام اور صالحین کو اس کی بارگاہ میں واسطہ و وسیلہ سمجھیں کہ مؤثر و موجد حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بعض حضرات اس وظیفہ کے ناجائز بلکہ کفر ہونے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس میں "شیئًا للہ" کی عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غوث اعظم سے کچھ مانگا جارہا ہے اور جس کے لیے مانگا جارہا ہے وہ کوئی بندہ اور مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے کی نسبت کرنا کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات پر مشتمل وظیفہ ناجائز و حرام بلکہ کفر ہے۔

مگر یہ صرف ایک شبہ ہے جو تار عنکبوت سے کہیں زیادہ کمزور ہے کیونکہ کسی معمولی سے معمولی مسلمان کے بھی حاشیۂ خیال میں یہ بات نہیں آسکتی کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم اسے محتاج سمجھ کر غوث سے یا کسی اور بزرگ سے اس کے لیے کچھ مانگ رہے ہیں (معاذ اللہ رب العالمین) واقعہ یہ ہے کہ یہاں کلمہ جلالت کا تذکرہ صرف اور صرف سوال کی اہمیت بتانے کے لیے ہے نہ کہ اللہ جل مجدہ کو محتاج سمجھ کر اس کے لیے مدد طلب کرنا ہے، ہم دن رات اس طرح بولتے رہتے ہیں چنانچہ عام بول چال میں کہتے ہیں۔ اللہ کے لیے کچھ کمالو، خدا کے لیے کچھ دے دو، وغیرہ وغیرہ تو جس طرح سے یہ جملے کفر و شرک نہیں یونہی "شیئًا للہ" بھی کفر و شرک نہیں ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ نے اس عبارت کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اس عبارت کا ایک مطلب واضح ہے تو بلاوجہ کسی مومن پر بدگمانی کرکے غلط معنی اس کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے آپ لکھتے ہیں:

"وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانه یمکن ان یقول اردت اطلب شیئًا اکراما لله تعالیٰ اه شرح وهبانیة (الی قوله) اما ان قصد المعنی الصحیح فالظاهر انه لا باس به."(۱)

ہمیں اسلاف کی محبت بخشے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔

☆☆☆☆

---

(۱) ردالمحتار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المفقود

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿اِمْرَاَةُ الْمَفْقُوْدِ اِمْرَاَتُهٗ

حَتّٰى يَاْتِيَهَا الْبَيَانُ﴾

(سنن الدار قطنی، ج:۳، ص:۳۱۲)

یعنی

مفقود کی عورت جب تک بیان نہ آجائے

(یعنی اس کی موت یا طلاق نہ معلوم ہو) اسی کی عورت ہے۔

کل فتاوی:۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مقصود احمد، سمر ہوا، پوسٹ، ہتھوا بابو، ضلع مہراج گنج (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی تھی اور ہندہ پہلی مرتبہ بکر کے گھر آئی تھی، کچھ دنوں کے بعد بکر کمانے کے لیے باہر گیا اور پانچ سال کچھ مہینہ کا عرصہ گذر گیا لیکن بکر کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ، پھر ہندہ کے گھر والوں نے بکر کو بہت تلاش کیا لیکن اس کا کچھ پتہ نہیں چلا، اس کے بعد ہندہ کے گھر والوں نے کسی مفتی صاحب سے ہندہ کی دوسری شادی سے متعلق فتوی لیا اور مفتی صاحب نے دوسری شادی کے جواز کا فتوی دیدیا، پھر ہندہ کے گھر والوں نے ہندہ کی دوسری شادی کردی، اور شادی کرنے کے ایک مہینہ بعد بکر گھر پہ آگیا، تو اب اس شادی کے بارے میں کیا حکم ہے آیا وہ شادی جائز ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس لاپتہ مرد کی موت وزندگی کا حال معلوم نہ ہو وہ مفقود الخبر ہے اور مفقود الخبر کی بیوی کے لیے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے، اور امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان کا مذہب مختار یہ ہے کہ شوہر کی کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے، **لقولہ علیہ السلام اعمار امتی مابین الستین إلی سبعین،** مگر ضرورت ملجۂ کی صورت میں مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔

ان کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت قاضی شریعت یا ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین

کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے، وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے، اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ نہیں کیا اور بطور خود چار سال تک انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی، بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے، اس درمیان اس کے شوہر کی موت وحیات معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، جب یہ مدت گزر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم نہ ہو سکے تو وہ عورت پھر اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے، اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم نافذ فرمائے گا، پھر عورت وفات کی عدت گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس سے پہلے اس کا نکاح ہرگز کسی سے جائز نہیں۔

مذکورہ صورت میں چوں کہ ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے شرعی طریقہ اپنائے بغیر کر دیا اس لیے وہ نکاح ہرگز جائز نہیں ہے، ہندہ بدستور بکر کی بیوی ہے اور جس مفتی نے مسئلہ بتایا۔ اس نے حکم شرعی بیان نہیں کیا بلکہ گمراہ کیا ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری　　**کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۱۳ر جمادالآخرہ ۱۴۲۳ھ

کیا زن مفقود الخبر کا نکاح اس کے والدین کر سکتے ہیں؟

مسئلہ از: محمد قطب الدین لطیفی بلرامپوری متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں زید تین سال سے لاپتہ ہے اس کی کوئی خبر نہیں کہ مردہ ہے یا زندہ اس صورت میں زید کی بیوی ہندہ دوسرے سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں اگر اس کے والدین دوسری جگہ شادی کر دیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے نیز ان کے دوسرے لڑکی یا لڑکا سے شادی وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زن مفقود الخبر کے بارے میں امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک شوہر کی عمر ۷۰ برس کی نہ ہو اس وقت تک موت کا حکم نہ دیں گے نہ اس کی عورت کو نکاح کرنا جائز۔ مگر وقت ضرورت ملجئہ مفقود کی بیوی کو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ چنانچہ شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر شوہر کے "مفقود الخبر" ہونے کی وجہ سے عورت دوسری شادی کرنے پر اتنی مجبور ہو جائے کہ دوسرا کوئی

چارہ کار نہ ہو حالت ملجۂ پیدا ہو جائے تو مذہب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کرنے کی اجازت ہمارے علما نے بھی دی ہے۔ خصوصاً اس دور پرفتن میں ہمارے علما کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ اس خصوص میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر فتویٰ دیا جائے"۔(۱)

البتہ شوہر کی موت کا فیصلہ قاضی اسلام کرے گا اور جس جگہ قاضی اسلام نہیں وہاں اس کی صورت یہ ہوگی کہ مفقود کی بیوی ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ نہ کیا اور بطور خود چار سال تک انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے اس مدت میں اس کے شوہر کی موت و زندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زید مفقود الخبر کی بیوی ہندہ کے سامنے اگر دوسری شادی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے تو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مذکورہ حکم کے مطابق عمل کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ بغیر اس کے کسی سے نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے اور اگر ہندہ کے والدین اپنی مرضی سے اس کا نکاح کر دیں تو وہ سخت مجرم و گنہگار مستحق نار و غضب جبار ہوں گے۔ ان پر لازم ہوگا کہ فوراً اپنی لڑکی کو جس کے ساتھ نکاح کیا ہے اس سے جدا کر لیں اگر ایسا نہ کریں گے تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ ان سے مکمل قطع تعلق کر لیں ان کے ساتھ نشست و برخاست شادی بیاہ سب ختم کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

المجیب مصیب : محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

اگر شوہر ایک طویل زمانہ سے "کوما" میں ہو تو عورت کیا کرے؟

مسئلہ از: عبدالرحمٰن۔ مریکہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بیمار ہوا اور پھر کوما میں چلا گیا تقریباً چھ سال سے بستر مرگ پر کوما کی حالت میں ہے اس کی بیوی اور ایک بچہ ہے گھر والوں نے دیکھ بھال بند کر دی ہے بیوی مزدوری کر کے

(۱) حاشیہ فتاوی امجدیہ، ج: ۲، ص: ۹۱

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

اپنا خرچ اور شوہر کا علاج کراتی ہے مگر اب وہ عورت مزدوری کر کے دوا علاج اور اپنے خرچ کو نہیں نکال سکتی ہے عورت بالکل مجبور ہو چکی ہے بظاہر کوئی اس کی زندگی کا پرسان حال نہیں ہے اب عورت دوسرا نکاح کر کے عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتی ہے شریعت مطہرہ کی روشنی میں حکم بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے اور مہلک امراض سے محفوظ و مامون رکھے یہ ایک نئی صورت حال ہے مگر اسلام ہر مسئلے کا حل پیش کرتا ہے اگر چہ صراحۃً نہ ہو بلکہ دلالۃً اشارۃً اور کنایۃً ہو یہ مسئلہ مثل جنون ہے کہ اگر شوہر بالکل پاگل ہو جائے اور ایک عرصہ دراز سے بیوی بچوں سے بیگانہ حتیٰ کہ اپنی زندگی سے بھی بیگانہ ہو تو کیا عورت کو فسخ نکاح کا اختیار شرع دیتی ہے تمام کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ جنون موجب فسخ نکاح نہیں ہے چنانچہ درمختار میں ہے "لا یتخیر احد الزوجین بعیب الأخر ولو فاحشا کجنون" (۱)

ردالمختار میں ہے "وقد تکفل فی الفتح بردما استدل بہ الائمۃ الثلثۃ ومحمد بما لا مزید علیہ" (۲)

کنز الدقائق میں ہے "لم یتخیر احدھما بعیب" (۳)

مجمع الانہر میں ہے: "لا خیار لھا ان وجدت (المرأۃ) بہ (ای بالزوج) جنونا" (۴)

ان ارشادات سے مانند آفتاب روشن ہے کہ ہمارے مذہب امام اعظم میں جنون شوہر کے سبب عورت کو ہرگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار نہیں ہوتا ہے یونہی صورت مذکورہ میں جو شخص ایک عرصہ سے "کوما" میں ہے اس کی بیوی کو بھی تفریق کا کوئی اختیار نہیں ہے تو شوہر کی موت یا طلاق کے بغیر وہ ہرگز کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے وہ عورت صبر کرے اور اللہ رب العزت پر یقین کامل رکھے وہ ضائع فرمانے والا نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض ظاہری اسباب ایسے نہیں ہیں کہ وہ عورت بغیر تفریق اور نکاح ثانی کے اپنی عزت اور زندگی کو محفوظ رکھ سکے اور سچ مچ مجبور و مضطر ہے تو اب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کی اجازت ہوگی ان کے قول کے مطابق عورت اپنے ضلع کے قاضی شریعت اور اس کے نہ رہنے کی صورت میں ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی خدمت میں عرضی پیش کرے اس کے بعد قاضی کے نزدیک یہ چیز ثابت ہو جائے کہ واقعی مدت دراز سے اس کا شوہر "کوما"

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار باب العنین ج:۲، ص:۲۹۷

(۲) ردالمحتار // // // //

(۳) کنز الدقائق باب العنین ص:۱۳۷

(۴) مجمع الانہر // ج:۱، ص:۴۶۳

میں ہے اور آرام نہیں مل رہا ہے تو عورت کو فی الفور یہ اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اگر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب قاضی تفریق کردے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرلے البتہ قاضی فیصلہ سے پہلے یہ دیکھ لے کہ خود اسے کوئی قانونی مصیبت نہ لاحق ہو۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

"قال محمد رحمة الله تعالىٰ عليه ان كان الجنون حادثا يؤ جله سنة كالعنة ثم يخير المرأة. بعدالحول اذالم يبرأ وان كان مطبقا فهو كالجب وبه ناخذ كذا فى الحاوى القدسى(١)

فقیہ اعظم مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:

"بانیہمہ اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہوا اور حالت ضرورت بلا مکر وفریب وپیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن فقد اجازوا لتحقق الضرورة الصحيحة تقليد الغير فهذا اولىٰ بالجواز اذ ليس بحمد الله فى المذهب قول خارج عن اقوال الامام۔ مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہو جائے تو عورت بطور خود اس سے فرقت کر کے دوسرے سے نکاح کرلے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم کے حضور دعوی کرے اگر حاکم کو ثابت ہو جائے کہ واقعی عرصہ دراز گزر گئی کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اس کا مطبق یعنی ملازم وممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو حاکم تفریق کردے گا۔ اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے بعدہ جس سے چاہے نکاح کرے۔

مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ عالم کا ایسا فیصلہ اس کے لیے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اس سے ضرور احتراز کرے"(۲) هذا ما عندى والعلم عند ربى وهو تعالىٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

زن مفقود الخبر نے شرعی طور پر نکاح کیا پھر اس کا پہلا شوہر آ گیا تو

مسئلہ از: مشتاق احمد رضوی عرف سنے، بدھیانی، خلیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو گیا پھر عورت نے قاضی شریعت کی بارگاہ میں مقدمہ پیش کیا قاضی نے اسے حکم

(١) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ١، ص: ٥٢٦

(٢) الفتاوىٰ الرضوية، ج: ١٠، ص: ١٩٩، جديد

شرعی سنایا عورت نے اس کے مطابق عمل کر کے دوسرا نکاح کرلیا پھر شوہر اول آگیا اب عورت کس کے پاس رہے گی اور اسے کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں جب عورت نے حکم شرع کے مطابق اپنا نکاح کرلیا اور بعد نکاح اس کا شوہر اول واپس آگیا تو وہ عورت شوہر اول کو لوٹا دی جائے گی چنانچہ حدیث پاک ہے **"امرأة المفقود اذا قدم وقد تزوجت امرأته وهي امرأته ان شاء طلق وان شاء امسک ولا تتخير"** (۱) یعنی مفقود جب واپس آجائے اور اس کی بیوی دوسرا نکاح کر چکی ہو تو بھی وہ اسی کی بیوی ہے چاہے تو طلاق دے اور چاہے تو روک رکھے اور بیوی کو اختیار نہیں۔

ردالمحتار میں ہے **"لو عاد حيا بعد الحكم بموته ط رأيت المرحوم ابا السعود نقل ان زوجته له والا ولا دللثاني"** (۲)

فقیہ فقید المثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

اگر اتنی مدت گزر گئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کرلیا اس کے بعد شوہر اول واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے لے گا اور دوم سے اگر اولاد ہو چکی ہے تو وہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائے گی صرف عورت شوہر اول کو ملے گی" (۳) خلاصہ یہ کہ ایسی صورت میں عورت پہلے شوہر کے پاس رہے گی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) سنن البیهقی ج: ۷، ص: ۷۳۱

(۲) ردالمحتار ج: ۴، ص: ۲۹۷

(۳) الفتاوی الرضویة ج: ۶، ص: ۳۱۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الشرکة

قال اللہ تعالیٰ

﴿فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾

(النساء/۱۲)

یعنی

تو وہ سب شریک ہیں تین میں۔

از ص:۴۲۶	تا	ص:۴۳۵

کل فتاویٰ:۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشرکة

شرکت کا بیان

باپ سے الگ لڑکے نے جو کمایا وہ کس کا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد احمد برکاتی۔نواری بازار،جہانگیر گنج۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید چار بھائی ہیں، ارشاد احمد، امتیاز احمد عباد احمد، صدام حسین، ارشاد احمد اور امتیاز احمد دونوں اپنے والد سے الگ رہتے تھے اور دونوں الگ الگ اپنا کام کرتے تھے پھر ارشاد احمد نے نمکین بنانے کا کارخانہ کھولا جس میں ارشاد احمد نے اپنے والد سے کچھ روپیہ بطور مدد لیا اور زیادہ رقم اپنے بہنوئی سے لیا اور اپنی خود کی کافی رقم لگا کر کام شروع کیا ایک دن ارشاد احمد اور امتیاز احمد کے درمیان جھگڑا ہو گیا والد نے دونوں کو گھر سے باہر نکال دیا اور کہا تم دونوں اپنا اپنا کاروبار لے کر یہاں سے بھاگو ارشاد احمد والد صاحب سے روتا گڑگڑاتا رہا کہ مجھ کو کچھ دن رہنے دیجئے تاکہ میں کہیں اپنا انتظام کرلوں پھر بھی والد صاحب نہیں مانے اور گھر سے نکال دیا لہٰذا دونوں لڑکے گھر سے اپنا اپنا سامان لے کر نکل گئے۔

ارشاد احمد اپنی سسرال میں رہ کر کاروبار کرتا رہا اور کافی ترقی کیا جس سے زمین اور مکان بھی بنالیا اب ارشاد احمد کے والد ترقی اور کافی جائداد دیکھ کر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ جو کچھ ارشاد احمد نے کمایا وہ سب میرے روپے سے کمایا ہے لہٰذا جتنی بھی جائیداد ہے سب کا مالک میں ہوں اب مذکورہ حالات کی روشنی میں جتنی جائداد ارشاد احمد نے کمایا ہے وہ شرعاً کس کی ملکیت مانی جائے گی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب ارشاد احمد نے الگ اپنا کاروبار کیا تو جو کچھ کمایا اسی کی ملکیت ہے۔باپ کی ملکیت نہیں ہاں اگر وہ کاروبار باپ کرتا اور ارشاد احمد کو مددگار کے طور پر رکھتا تو اب ارشاد احمد کا کمایا ہوا سب مال باپ کی ملکیت ہوتا سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ:

"اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے صورت مستفسرہ میں نوکری کا روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے۔ خیریہ عقود الدریہ میں ہے:" سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالاً هل هی لوالده؟ اجاب هی للابن حیث له کسب مستقل." (۱) رہا ارشاد کے والد کا بطور مدد کچھ رقم دینا یہ اس کی جانب سے ہبہ ہوا یا زیادہ سے زیادہ اسے قرض کہا جاسکتا ہے اگر بطور ہبہ دیا تو اسے واپس نہیں لے سکتا اور اگر بطور قرض دیا تو اسے واپس لے لے اور ان دونوں صورتوں میں والد کا پوری جائیداد کو اپنی ملکیت قرار دینا غلط ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ارشاد احمد نے والد سے الگ ہو کر جو کاروبار کیا اور جائیداد بنائی اس کا مالک وہ خود ہے واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

اگر لڑکا باپ کے مکان میں روپئے خرچ کرے تو کیا باپ سے واپس لے سکتا ہے؟

مسئلہ از: دادا قلندر جبرگی صاحب، ہرلا پور، بیڈ گیری گدگ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میری جائداد نمبر ۸ آٹھ ایکڑ زمین اور پانچ مکان اور ایک لاری ہے بوسیدہ مکانوں کی تعمیر لڑکے نے کرائی اس میں کل رقم ۷ ارستر ہ لاکھ روپیہ خرچ ہوئے یہ رقم بھی لڑکے کی ذاتی ہے کچھ بینک سے اپنے نام قرض لیا ہے شریعت مطہرہ کی روشنی میں واپسی کی صورت کیا ہوگی کیا میری جائیداد بھی تقسیم ہوگی یا میں جو چاہوں کروں شرح وبسط کے ساتھ قلمبند فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں جلد از جلد۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

لڑکے نے بوسیدہ مکانوں کی تعمیر میں جو کچھ خرچ کیا اگر بطور حسن سلوک واحسان کیا تو کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر بطور قرض خرچ کیا تو سب کا مطالبہ کرسکتا ہے اور آپ پر لازم ہوگا کہ مکان یا زمین کا کچھ حصہ فروخت کرکے یا کسی اور طریقے سے اسے رقم واپس دیں، اور اگر تعمیر میں خرچ کے وقت کچھ صراحت نہ کی کہ قرض کے طور پر کرتا ہوں یا بر وصلہ اور حسن سلوک کے طور پر تو لڑکے کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی کہ میری کیا نیت تھی اور اگر لڑکے کی بات ظاہر کے خلاف ہو تو اسے اپنے دعویٰ کے موافق گواہ بھی پیش کرنے ہوں گے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان مسائل میں اصل کلی یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال سے کسی کو کچھ دے اگر دیتے وقت تصریح کردی ہو کہ یہ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۷، ص: ۳۲۴

دینا فلاں وجہ سے ہے مثلاً ہبہ یا قرض یا ادائے دین تو آپ ہی وجہ متعین ہوگئی اور اگر کچھ ظاہر نہ کیا تو دینے والے کا قول معتبر ہوگا اور اس کا قول قسم کے ساتھ مانا جائے گا، اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہوا سے گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا مگر جب قرائن اور دلائل عرف سے دینے والے کا قول خلاف ظاہر ہو تو اس کا قول نہ مانیں گے خود اسی کو گواہ پیش کرنے ہوں گے"(۱) آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا مکمل مالک ہوتا ہے، اور اس میں تصرف کا پورا اختیار رکھتا ہے، تو آپ کی جو جائیداد ہے اپنی زندگی میں جو چاہیں کریں شرعاً آپ کو اختیار ہے اور بعد انتقال حکم شرع کے مطابق اس کی تقسیم عمل میں آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — **کتبہٗ:** محمد اختر حسین قادری

۳؍رجب المرجب ۱۴۳۰ھ بستی (یوپی)

جو لڑکا باپ کی زمین میں اکیلے درخت لگائے تو کیا اس میں تمام بھائیوں کی شرکت رہے گی؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

سوال: ایک باپ کے تین بیٹے زید عمر، بکر جب تینوں بھائیوں میں زمین تقسیم نہیں تھی اس وقت زید نے اکیلے درخت لگائے تھے اور اکیلے ہی درختوں کی دیکھ بھال کی تھی اب درخت بڑے ہوگئے اور زمین کا بٹوارہ ہونے لگا تو عمر اور بکر نے کہا کہ درختوں میں ہمارا بھی حصہ ہے کیا یہ دونوں درختوں کے حقدار ہیں شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر زید نے اپنے باپ کی زندگی میں اپنے مال سے درخت لگایا تو زید ہی کا ہے۔ عمرو بکر کا کوئی حق نہیں فتاوی رضویہ میں ہے:" **في العقود الدرية من كتاب العارية سئل في رجل بنى بماله لنفسه قصرا في دارا بيه باذنه ثم مات ابوه عنه وعن ورثة فهل يكون القصر لبانيه ويكون كالمستعير الجواب نعم كما صرح بذلك في حاشية الاشباه من الوقف عند قوله كل من بنى في ارض غيره بامره فهو**

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲۴

لما لکھا"(۱) اور اگر بھائیوں کی مشترکہ زمین میں لگایا تو ایسی صورت میں بھی زید ہی اس کا مالک ہے دوسرے شرکا کا اس میں کوئی حق نہیں۔

فتاوی رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے:"زید، حامد نے زمین مکان مشترک میں جو بنگلے رہنے کے لیے اپنے روپیے سے بنائے وہ خاص انہیں کے ہیں دیگر شرکا کا ان میں کوئی حق نہیں۔"(۲)

درمختار میں ہے:" بنى احد الشركين بغير اذن الاخر (وكذا لو باذنه لنفسه لانه مستعير لحصة الاخر وللمعير الرجوع معى شاه رملى على الاشباه ١٥) فى عقار مشترك بينهما فطلب شريكه رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء فى نصيب البانى فبها و نعمت والاهدم البناء (اوارضاه بدفع قيمته. ط عن الهندية) وحكم الغرس كذلك بزازية"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

چند بھائیوں نے کما کر کوئی جائداد بنائی تو کیا سب اس میں برابر کے شریک ہوں گے؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد، باندوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے پانچ بیٹے بکر، خالد، محمود، حامد اور احمد جن میں سے تین بیٹے زید کی موجودگی میں شادی شدہ اور کمانے کے لائق ہو گئے تھے اور دو بغیر شادی شدہ تھے اور تعلیم حاصل کر رہے تھے، کہ اچانک کسی بیمار کے سبب زید کا انتقال ہو گیا جب زید کا انتقال ہوا تو اس وقت بہت ہی غربت وتنگدستی تھی۔ جس کی وجہ سے زید کوئی خاص دکان ومکان گاڑی اور جائداد کا مالک نہیں ہو سکا تھا صرف چند بیگھے زمین اور رہائشی مکان چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا چند سالوں کے بعد اللہ نے خاص فضل فرمایا اور ترقی کے راستے ہموار ہو گئے زید کا بڑا لڑکا بکر، سرکاری ملازم ہو گیا اور دوسرے بھائیوں نے مل کر کھیتی اور کسانی میں ترقی حاصل کی جس سے آمدنی کے ذرائع کھل گئے اور بکر کی نوکری کا پیسہ اور کھیتی کسانی کی آمدنی جمع

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۸، ص:۵٦

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:٦، ص:۲۲۵

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۱۷۰

کر کے مشترکہ طور پر کچھ زمین خریدی گئی مکان بنوائے گئے اور بقیہ بھائی و بہنوں کی شادی ہوگئی ٹریکٹر اور دیگر اشیاء بھی خریدی گئیں چند سالوں بعد پانچوں بھائیوں میں آپسی اختلاف ہوا یہاں تک کہ زمین اور مکان اور دیگر اشیاء کی تقسیم کی باری آئی تو کیا یہ زمین و مکان اور دیگر اشیاء پانچوں بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگی یا بڑے بھائی کو زیادہ اور دیگر چھوٹے بھائیوں کو اس سے کم حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر بڑا بھائی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرا پیسہ تم لوگوں سے زیادہ لگا ہے لہٰذا مجھے زیادہ ملنا چاہیے تو یہ اس کا دعویٰ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔ بکر نوکری سے ریٹائر ہونے کے بعد گھر کا مالک ہوا اور ساری آمدنی کا پیسہ اس کے ہاتھوں میں رہا بغیر دوسرے بھائیوں کے بتائے ہوئے اپنے اور اپنی بیوی کا بیمہ کروایا معلوم ہونے پر بھائیوں نے اعتراض کیا اور بیمہ کی مدت ختم ہونے کے بعد جو پیسہ بینک سے حاصل ہوا یا ہوگا تو اس میں حصہ لینے کا دعویٰ کیا، لیکن اس نے کہا کہ میں نے یہ پیسہ مشترکہ گھر کے پیسہ سے جمع نہیں کیا بلکہ اپنی پینشن سے جمع کیا تھا اور پیسہ دینے سے انکار کر دیا تو اس کا یہ حصہ نہ دینا حق تلفی ہے یا نہیں اور دیگر بھائیوں کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید نے جو زمین و جائداد اور مال چھوڑا وہ سب ترکہ ہوا، جس کی تقسیم شریعت کے مطابق اس کے تمام ورثہ میں ہوگی، باقی رہا زید کے بیٹوں کا کھیتی، کسانی اور ملازمت کے ذریعہ مال اکٹھا کر کے مشترکہ طور پر خرچ کرنا اور مکان وغیرہ بنوانا۔ تو یہ سب بھائیوں کا مشترکہ کام ہوا ایسی صورت میں جو کچھ زمین و جائیداد بنائی گئی سب بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگی، اگرچہ اس میں کسی نے کم کام کیا اور کسی نے زیادہ کیا ہو۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"یقع کثیرًا فی الفلاحین و نحوھم ان احدھم یموت فتقوم اولادہ علی ترکتہ بلا قسمۃ ویعملون فیھا من حرث وزراعۃ وبیع وشراء واستدانۃ ونحو ذٰلک وتارۃً یکون کبیرھم ھو الذی یتولی مھماتھم ویعملون عندہ بامرہ و کل ذٰلک علی وجہ الاطلاق والتفویض لکن بلا تصریح بلفظ المفاوضۃ ولا بیان جمیع مقتضیاتھا مع کون الترکۃ اغلبھا او کلھا عروضا لا تصح فیھا شرکۃ العقد ولا شک ان ھذہ لیست شرکۃ مفاوضۃ خلا فالما افتی بہ فی زماننا من لا خبرۃ لہ بل ھی شرکۃ ملک کما حررتہ فی تنقیح الحامدیۃ لم رایت التصریح بہ بعینہ فی فتاوی الحانوتی ما اذا کان سعیھم واحدا ولم یتمیز ما حصلہ کل واحد منھا بعملہ یکون ماجمعوہ مشترکاً بینھم

بالسوية وان اختلفوا فی العمل والرای کثرة وصوابا"۔(۱)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "جو بھائی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور خورد و نوش وغیرہ مصارف میں غیریت نہیں برتتے ان کی سب کمائی یکجا رہتی ہے اور جیسے جو حالت پڑے بے تکلف خرچ کرتا اور دوسرا اس پر راضی ہوتا، اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا نہ وہ آپس میں یہ حساب کرتے ہیں، کہ اس دفعہ تیرے خرچ میں زائد آیا اتنا مجرا دے، نہ صرف کے وقت ایک دوسرے سے کہتا ہے میں نے اس روپیہ سے اپنے حصے کا تجھے مالک کر دیا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جو مال جس کے خرچ میں آجائے کچھ پرواہ نہیں اور یہ عین معنی اباحت وتحلیل ہے۔"(۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مشترکہ کمائی سے پانچوں بیٹوں نے جو زمین و جائداد بنایا وہ سب میں برابر تقسیم ہوگی بڑے لڑکے کا زیادہ مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر واقعۃً بکر نے اپنی پینشن سے بیمہ کرایا تھا دوسرے بھائیوں کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ: "اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے نوکری کا روپیہ اور اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے خیریہ عقود الدریۃ میں ہے:" سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا هل هی لوالده اجاب هی للابن حیث له کسب مستقل۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

چند بھائیوں نے جو کچھ کما کر اپنے پاس جمع کیا وہ مستقل اس کے مالک ہیں؟

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد حسین فاروقی عرف منا، بیدولہ، ڈومریا گنج، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے چار لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔ آج سے تقریباً سات سال پہلے زید کے ایک لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ آج کے بعد سے سب کی کمائی الگ الگ رہے گی، کوئی بھی بھائی ایک دوسرے کی کمائی کا حساب و کتاب نہیں لے سکتا۔ زید نے اپنے اس لڑکے کی بات مان کر دیگر لڑکوں کو بھی بتا دیا کہ آج کے بعد سے تم سب کی کمائی الگ الگ رہے گی کوئی بھی دوسرے کی آمد و خرچ کا کوئی

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۲۳۸

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۳۲۲

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۷، ص:۳۲۴

حساب نہیں لے سکتا، چنانچہ اسی پر سارے بھائیوں کا عمل ہوتا رہا، البتہ کھانے پینے کا نظام اور تہوار وغیرہ کے موقع پر کپڑے کی خریداری کا معاملہ مشترکہ رہا زید کے دولڑکے ڈاکٹر ہیں اور زید کے مکان میں سڑک کی جانب کچھ دکانیں ہیں دونوں ڈاکٹروں نے انہیں دکانوں میں اپنی ڈسپنسری اور میڈیکل قائم کرلی جو ابھی تک انہیں لوگوں کے استعمال میں ہے، زید کے پاس کچھ کھیت ہے ایک لڑکا کھیت سے منسلک ہوگیا زید کے پاس جیپ بھی تھی جسے بیچ کر اور کچھ بینک سے لون (قرض) لے کر ایک ٹرکٹر خرید کر اس لڑکے کے حوالے کردیا گیا اور یہ طے پایا کہ کھانے بھر کا غلہ دے دیا کریں باقی آمدنی اپنے اوپر اور لون کی ادائیگی میں صرف کرتا رہا مگر واضح رہے کہ لون کی ایک لمبی رقم اب بھی دینی باقی ہے چوتھا لڑکا بھی اپنے ایک الگ ذریعہ معاش سے منسلک رہا۔ الغرض سب کا کاروباری معاملہ الگ تھلگ رہا کسی کے آمدوخرچ سے کسی کو کوئی سروکار نہیں رہا اس درمیان دونوں ڈاکٹروں نے اپنی کمائی سے اپنے نام کچھ زمین خریدی دو بھائیوں نے کیا کمایا کیا بنایا یہ ظاہر نہیں زید کا انتقال ہو چکا ہے، موجودین زید کی بیوی ہے چاروں لڑکے اور لڑکی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں زید کے چاروں لڑکے صرف اپنے باپ کی جائداد میں حصہ لینے کے حقدار ہیں یا باپ کی جائداد کے ساتھ اپنی اپنی کمائی کی بنائی ہوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں بھی ایک دوسرے سے حصہ لینے کے حقدار ہیں امید ہے کہ بالتفصیل جواب عنایت فرما کر کرم فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

ان سب کی گواہ زید کی اہلیہ ہے جو ابھی باحیات ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کے بیٹوں نے اپنی اپنی کمائی سے جو کچھ جمع کیا ان سب اموال کے وہ مستقل مالک ہیں، ایک کا دوسرے کے مال میں کوئی حق نہیں، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ خیریہ اور العقود الدریۃ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

"سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ وعیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموال ھل ھی لوالدہ اجاب ھی للابن حیث لہ کسب مستقل" اھ(۱) ہاں زید کے متروکہ مال میں دیگر ورثا اپنے اپنے حصہ کے اور چاروں لڑکے برابر برابر حصے کے حقدار ہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ والفتاوی واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ر شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۷، ص:۳۲۴

جو جائداد باپ اور بیٹوں کی مشترکہ کمائی سے بنائی گئی اس کا مالک کون ہوگا؟

مسئلہ از: حاجی عبدالخالق، چلہ، باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں۔

(۱) زید کے پانچ بچے ہیں، پانچ مکان ہیں، اور قریب تیرہ چودہ بیگھہ کھیت کی زمین ہے، کچھ نقدی روپے ہیں اور بھی کچھ جائیداد ہے، نقدی کو چھوڑ کر جتنی بھی جائیداد بنائی گئی ہے، چاہے وہ زید کے نام ہو یا زید کی عورت کے نام ہو یہ سبھی جائیداد زید اور زید کے بچوں کی کمائی سے بنائی گئی ہے، زید کی عورت کا انتقال ہو چکا ہے، بڑا لڑکا زید کی مرضی کے مطابق بات نہ ماننے پر گھر میں پھوٹن پیدا ہو گئی ہے، جس سے مجھ کو اپنی زندگی ہی میں بٹوارہ کرنا پڑا، حالات دیکھتے ہوئے دو سال پہلے پانچوں لڑکوں کو ایک ایک مکان جو جس مکان میں رہ رہا تھا ان کو وہی مکان زید کی مرضی کے مطابق رجسٹرڈ وصیت نامہ پانچوں لڑکوں کو کرا دیا، اب وہ اپنے اپنے مکان میں رہ رہے ہیں، کھیت نقدی، اور کچھ جائیداد زید نے اپنے لیے پاس میں رکھا اور اس کی آمد بھی اپنے پاس زید رکھتا ہے اسی سے اپنا خرچہ، علاج کا خرچ زید چلاتا ہے اور جو زید کی مرضی سے کام کرتا ہے، زید کی خدمت کرتا ہے اس کو اس کی آمدنی دیتا ہے۔

کیا زید کے پاس مکان کے علاوہ جو جائیداد، کھیت، نقدی وغیرہ ہے جس کو لڑکوں نے مل کر بنائی ہے اپنی مرضی کے مطابق جس کو چاہے یا جو کوئی زید کی خدمت کرے اس کو زید بچی ہوئی جائیداد دے سکتا ہے یا نہیں؟ پوری جائیداد لکھوا سکتا ہے یا کچھ حصہ لکھوا سکتا ہے، یا جو مکان پانچوں کو زید دے چکا ہے وہ مکان اپنی مرضی سے جس کو چاہے دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے۔

(۲) نافرمان بیٹا اپنی ماں باپ کی جائیداد کا حقدار ہے یا نہیں! یعنی والدین کی بات نہ ماننے والا بیٹا نافرمان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) باپ بیٹوں نے مل کر کوئی جائیداد بنائی اس جائیداد کو ماں باپ کے نام کرائی، مکان کو بانٹ کر پانچوں لڑکوں کو ایک ایک مکان دیا باقی جائیداد کیا باپ اپنی مرضی سے جس کو چاہے دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا جو باپ کی خدمت کرے گا اس کو ساری جائیداد یا کچھ حصہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) تجارت، وزراعت یا دیگر کاروبار میں اگر زید کے بیٹے زید کی اعانت اور مدد کے طور پر زید کے ساتھ کماتے اور محنت ومشقت کرتے رہے اور ان کا اپنا الگ سے کوئی کاروبار نہ تھا، تو ان کی کمائی سے جو کچھ مال جمع ہوا

سب زید کی ملکیت ہے، بیٹوں میں سے کسی کو ان مالوں میں حق ملک نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں العقود الدریہ سے ہے:

"حیث کان من جملة عیاله والمعینین له فی اموره واحواله فجمیع ما حصل بکده ولعقبه فهو ملک خاص لأبیه لاشئی له فیه حیث لم یکن له مال ولواجتمع له بالکسب جملة اموال لانه فی ذلک معین لا بیه الخ"(۱)

اور جب وہ سب مال خاص ملک زید ہے تو اسے اپنی حیات میں جسے چاہے دے سکتا ہے البتہ اگر وارثین میں سے کسی کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کرے گا تو عنداللہ ماخوذ اور گنہ گار ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:" من فرمن میراث وارثه قطع الله میراله من الجنة یوم القیمة" (۲)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں:" ان وهب ماله کله لواحد جاز قضاء وهوا ثم"(۳)

اور اگر زید کے بیٹوں نے اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا زید کے کاروبار سے ہٹ کر الگ اپنا کوئی خاص کسب اختیار کیا تو اب جو کچھ بیٹوں نے کمایا سب انہیں کا ہے زید کو اپنی مرضی سے اس میں تصرف کا حق نہیں ہوگا۔ ہاں ان کی مرضی سے جسے چاہے دے دے اور جو مکان زید نے پانچوں بیٹوں کو دے دیا وہ پانچوں مکان ان بیٹوں کے ہو گئے اگر وہ بالفرض زید ہی کی خاص ملک تھے تو بھی اب انہیں واپس نہیں لے سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ولا یرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة کالآ باء والامهات وان علوا والاولادو ان سفلوا اھ"(۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نافرمان اولاد سخت مجرم و گنہگار، مستحق نار و غضب جبار ہے مگر اس بنا پر وہ وراثت سے محروم نہیں ہو سکتا کہ موانع ارث صرف چار ہیں اس میں عقوق والدین شامل نہیں ہے، کما فی الفقه واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اس کا جواب نمبر ایک میں آ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲ر جمادی الآخر ۱۴۲۵ھ

(۱) الفتاوی الرضویه، م، ج:۱۸، ص:۱۶۲

(۲) سنن ابن ماجه، ص: ۱۹۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۷، ص:۳۸۸

(۴) الفتاوی العالمگیرية، ج:۴، ص:۳۸۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الوقف

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿حَبِّسِ الْاَصْلَ وَسَبِّلِ الثَّمَرَةَ﴾

(سنن الدارقطنی، ج:۴، ص:۱۸۷)

یعنی

اصل کو روک کر پھلوں کو وقف کرو۔

از ص:۴۳۶	تا	ص:۵۳۱

کل فتاویٰ:۱۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الوقف

وقف کا بیان

باپ نے مدرسہ میں زمین وقف کی تو بیٹے کا واپس لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیع، موضع ملکھائی، پوسٹ کپتان گنج، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے والد اور خالد اور بکر نے اپنی مشترکہ زمین کے کچھ حصہ کو ایک دینی مدرسہ میں عرصہ بیس سال قبل وقف کیا، مدرسہ نے اس زمین پر مٹی وغیرہ ڈلوا کر کچھ حصہ پر عمارت تعمیر کیا اور کچھ حصہ کو بطور صحن استعمال کرتا رہا۔ زید کے والد کے انتقال کے بعد بھی وہ زمین بدستور مدرسہ کے قبضہ واستعمال میں رہی جس سے زید کو بھی کوئی اعتراض نہیں رہا، کیوں کہ اس کے متعلق کوئی لکھا پڑھی نہیں ہوئی اس لیے اراکین مدرسہ نے اس کو زید و بکر و خالد سے مدرسہ کے نام لکھنے کو کہا تو تینوں لوگ بخوشی تیار ہو گئے مگر عین موقع پر زید کو چند لوگوں نے ورغلایا و بہکایا تو زید نے زمین کو مدرسہ کے نام لکھنے سے انکار کر دیا پھر کچھ دنوں کے بعد زید نے مدرسہ میں جب کہ تعلیم جاری تھی بچے و مدرسین کو بھگا کر تالا لگا دیا۔

دوسرے دن گاؤں کے تمام لوگ اکٹھا ہوئے تو پھر تالا کھولا گیا اور تعلیم جاری ہوئی، کچھ دنوں کے بعد ایک چوتھے کی زمین پر جس نے اسی وقت وہ زمین مدرسہ میں وقف کیا تھا اس پر تعمیر کا کام شروع ہوا تو زید نے کچھ لوگوں کے ورغلانے و چڑھانے پر آ کر زبردستی تعمیر کو رکوا دیا۔ اراکین مدرسہ کے چند لوگ دوسرے دن بیٹھ کر تعمیر کا کام شروع کرا دیئے تو پھر کام جاری ہوا، تین دن کام ہوا، تقریباً آٹھ فٹ اونچی و ساٹھ فٹ لمبی دیوار تیار ہوئی کہ رات میں زید نے کچھ لوگوں کو لے کر مدرسہ کی وہ دیوار گرا دیا، پھر تھانے میں درخواست دیا کہ ہماری زمین پر چند لوگ گھر بنوا رہے ہیں، اور تھانے پر پیسہ وغیرہ دے کر سورس وسفارش لگا کر بذریعہ تھانہ تعمیر کے کام کو رکوا دیا جس سے مدرسہ کا کافی نقصان ہوا۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کو اپنے باپ کی وقف کردہ زمین واپس لینے کا حق ہے کہ نہیں اور

زید اگر زبردستی اسے لے رہا ہے تو اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) زید مدرسہ میں تالا لگا دیا، مدرسہ کی تعمیر کو روکا، مدرسہ کی دیوار گرایا جب کہ اس کی زمین کے علاوہ دوسری زمین پر تعمیر کا کام ہو رہا تھا، زید کے یہ تمام فعل کیسے ہیں اور اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) ان تمام نازیبا حرکات کے باوجود جو لوگ آج بھی زید سے تعلقات رکھے ہوئے ہیں مدرسہ کے نقصان پہنچانے میں اس کا تعاون کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ کھا، پی رہے ہیں، ان کا زید سے تعلق رکھنا، اس کا تعاون کرنا کیسا ہے؟ اور ان لوگوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۴) مذکورہ بالا باتوں کی جانکاری کے باوجود کسی عالم کا زید کے یہاں یا جن لوگوں نے مدرسہ کو نقصان پہنچایا ہے۔ یا زید سے ان تمام نازیبا حرکات کے باوجود تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے یہاں کھانا، پینا راہ و رسم رکھنا کیسا ہے؟

(۵) جن لوگوں نے زید کو ان نازیبا حرکات کے لئے ورغلایا اور اُکسایا اور تھانے وغیرہ پر رکوانے کے لئے اس کا تعاون کیا ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) زید کے باپ نے جب وہ زمین بنام مدرسہ اپنی زندگی میں وقف کر دی تو وہ وقف تام اور صحیح و لازم ہو گیا۔ اب زید کو ہرگز ہرگز اسے واپس لینے کا کوئی حق نہیں۔ فتاوی رضویہ میں بحوالہ درمختار نقل فرمایا: "**فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرھن.**" (۱)

اگر زید اس موقوفہ زمین کو زبردستی لے رہا ہے تو یہ اس کا صریح ظلم ہے، اسی طرح کی ایک صورت کے لئے فتاوی رضویہ میں فرمایا: "صورت مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف ودفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو وقت محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔" (۲)

(۲) زید کا یہ فعل سراسر ظلم وعدوان اور ناجائز وحرام ہے، مدرسہ کی زیر تعمیر دیواروں کو گرانے سے مدرسہ کا جتنا بھی نقصان ہوا سب کا تاوان زید پر فرض ہے اور مدرسہ میں تالا لگوانے، تعلیم رکوانے اور تعمیر رکوانے کا تو کوئی تاوان ہی نہیں البتہ اس کا سارا وبال اس پر رہے گا جب تک کہ توبہ نہ کرلے۔ فقط **واللہ تعالیٰ اعلم.**

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۳۵۵

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۵۳

(۴،۳) زید اور اس کے مذکورہ غلط کاموں میں جتنے لوگوں نے اس کا تعاون کیا یا اسے ورغلایا سب پر فرض ہے کہ وہ اپنی نازیبا اور غلط حرکتوں سے باز آ کر علانیہ توبہ واستغفار کریں اور تعمیر کے سلسلے میں دیواریں گرا کر مدرسہ کا جو مالی نقصان کیا ہے اس کا تاوان دیں، اگر یہ لوگ علانیہ توبہ واستغفار کر کے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے ہیں تو مسلمانوں پر فرض ولازم ہے کہ ان لوگوں کا شدید بائیکاٹ کریں، ان سے ملنا، جلنا، سلام وکلام، نشست وبرخاست اور قیام وطعام یکسر بند کر دیں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں، اگر علاقہ کے مسلمان ایسا نہیں کرتے تو وہ خود گنہگار، موجب غضب مولائے جبار وقہار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) یہ حکم علما وعوام سب کے لئے عام ہے اور حکم شرع پر عمل کرنا عامی وعالم دونوں پر لازم وضروری ہے۔ اگر عالم اس کے خلاف کرے تو یقیناً وہ بھی ظالم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جتنے لوگوں نے بھی زید کو مذکورہ غلط کاموں پر اُکسایا ورغلایا اور اس کا تعاون کیا سبھی جرم میں زید کے برابر کے شریک اور سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہیں۔" قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲)

کتبہٗ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ

۲۳؍ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

مدرسہ توڑ کر وہاں مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد منصور علی قادری، مدرسہ فیضان رضا، موضع خردوا، پوسٹ موئی، مسکنواں، گونڈہ

ایک عربی مدرسہ ہے اس کو کمیٹی والے توڑ کر مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں، تو اس زمین میں مسجد بنا سکتے ہیں؟ اور مدرسہ کی اینٹ، پتھر مسجد کی عمارت میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی کیا صورت ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

عربی مدرسہ کی زمین یا تو کسی شخص نے وقف کی ہوگی یا عامۂ مسلمین نے بنائے مدرسہ کے لئے چندہ دیا ہوگا اور ان کے چندہ سے زمین خرید کر مدرسہ کی تعمیر ہوئی ہوگی، دونوں صورتوں میں وقف تام اور صحیح ہوگا اور وقف تام ہو جانے کے بعد اس میں کسی طرح کے تغیر وتبدل کا حق کسی کو نہیں رہتا۔

امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔: "وقف صحیح ہو جانے

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

کے بعد اس میں کسی تبدیلی کا اصلاً اختیار نہیں رہتا۔" (۱) الحاصل دینی مدرسہ کو توڑ کر مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ

۴؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

دیہات میں عیدگاہ کے لیے زمین وقف کرنے سے وقف تام ہوتا ہے کہ نہیں؟

مسئلہ از: امان اللہ خان مقام بھٹولیہ پوسٹ بیل تھانہ بیرگنیہ ضلع سیتا مڑھی (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی مملوکہ زمین عیدگاہ کے لیے وقف کردیا تھا اور اس کے بعد اب وہ اپنے ذاتی مصرف کے لیے اسی موقوف کا کچھ حصہ لینا چاہتا ہے اور اس کے عوض میں اسی عیدگاہ کی زمین سے متصل اتنی ہی زمین اپنی ملکیت سے دینا چاہتا ہے۔ مطلوب امر یہ ہے کہ زید کا عمل شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس وقت زید نے عیدگاہ کے لیے زمین وقف کی تھی اگر اس وقت وہ آبادی گاؤں کی حیثیت رکھتی تھی اور شرعاً شہر میں داخل نہیں تھی تو زید اس کو اپنے ذاتی مصرف میں لاسکتا ہے کہ گاؤں میں عیدگاہ کے لیے وقف صحیح نہیں ہے اور جب وقف صحیح نہیں تو پھر ایسی زمین مالک کی ملکیت پر باقی رہتی ہے وہ جو چاہے کرے ایسا ہی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں (۲) فرمایا ہے:

اور اگر زمانہ وقف میں وہ آبادی شہر میں داخل تھی تو اب یہ وقف صحیح ہوگیا۔ اور اس میں کسی طرح کا مالکانہ تصرف نہیں کرسکتا ہے، نہ ہی اس میں سے کچھ واپس لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **"لایجوز تغییر الوقف"** (۳) **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۰؍جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۲

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۴۱۶

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۴۹

کیا سامان وقف کو کرایہ پر دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد مقبول حسین اشرفی گلنکل، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد اور خانقاہ کی زمین پر ایک پانی کا بورڈ لوا کر کارکنان مسجد وخانقاہ کو وقف کر دیا، بور کا پانی مسجد وخانقاہ کے لیے ہے لیکن کارکنان حضرات مسجد وخانقاہ کی آمدنی کی خاطر میزل واٹر بنا کر اس پانی سے تجارت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم جواب صادر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

واقف کی منشا کے خلاف مال وقف میں تصرف ناجائز وگناہ ہے جو چیز جس کام کے لیے وقف ہے اسی کام میں لگانا واجب ہے فتح القدیر میں ہے: **"الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ"(۱)**

اور فقہ حنفی کا عظیم سرمایہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **"لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ"(۲)**

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں "اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر وتبدل جائز نہیں۔"(۳)

اور مال وقف کو کرایہ پر دینے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "حرام حرام بوجوہ حرام اگر چہ مسلمان کو جائز کار دنیوی کے لیے کرائے پر دیتے ہیں"(۴)

اور مسجد کی رسی اور ڈول کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "رسی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں غیر نماز کے لیے نہ بھرنے دیں"(۵) اس تفصیل سے واضح ہے کہ جب زید نے پانی کا بور مسجد وخانقاہ کے لیے وقف کر دیا تو اس کو بطور تجارت استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۲۹/رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

---

(۱) فتح القدیر کتاب الوقف ج:۵، ص:۴۴۰
(۲) الفتاوی العالمگیریہ، کتاب الوقف، ج:۲، ص:۴۵۴
(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۶ ص:۳۵۰
(۴) حوالہ سابق ص:۴۶۶
(۵) حوالہ سابق، ص:۵۶۰

کیا زمین موقوفہ کو واقف اپنے کام میں لا سکتا ہے؟

مسئلہ از: سہراب علی قادری مقام بندوریا، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے اپنی تیرہ بیسوہ زمین بچیوں کی دینی تعلیم کی خاطر نسواں قائم کرنے کے لیے وقف کردیا، جب کہ وہیں قریب ہی میں چھوٹے بچوں کا مکتب بھی چل رہا ہے جس میں ابتدائی تعلیم ہوتی ہے گاؤں والے اور کچھ علماء وقف شدہ زمین پر مدرسہ قائم کرنے پر مخالفت کر رہے ہیں یہاں تک کہ ان لوگوں نے زید کے ساتھ کھانا پینا بند کردیا لہٰذا ان لوگوں کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ نیز مدرسہ تعمیر نہ ہونے کی صورت میں زید اپنی وقف شدہ زمین کو اپنے تصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

دینی تعلیم کے لیے قائم ہونے والے مدرسہ کی مخالفت کرنے والے اگر بلا کسی وجہ شرعی کے مخالفت کر رہے ہیں تو وہ مجرم وگنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں ورنہ کہیں آیت کریمہ ﴿یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ﴾(۱) کے مصداق نہ ہوجائیں۔

مدرسہ کے لیے زمین وقف کرنے اور وہاں مدرسہ تعمیر کرنے کی بنا پر بائیکاٹ کرنے والے ایذاء مومن کے جرم میں گرفتار اور گنہ گار ہیں ان پر توبہ واستغفار اور بائیکاٹ ختم کرنا لازم ہے اور زید نے جب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف کردی تو وہ اب اپنے یا کسی دوسرے کے کام میں نہیں لاسکتا ہے کہ وقف تام ہونے کے بعد اب اسے نہ بیچا جاسکتا ہے نہ کسی دوسرے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے: "اذا صح الوقف خرج عن ملک الواقف (الی قوله) لم یجز بیعه ولا تملیکه وهو باجماع الفقهاء" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۶۷

(۲) فتح القدیر کتاب الوقف ج: ۶، ص: ۲۰۴

دینی دارالعلوم کو اسکول بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: کلیم چشتی صدر غریب نواز تحفظ اسلام سوسائٹی مرول ناکہ مرول اندھیری ایسٹ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے متعلق کہ دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لیے قوم کی رقم سے تقریباً ۲۵ رلاکھ کے خرچ سے ایک دارالعلوم بنا، کچھ سالوں چلنے کے بعد ٹرسٹیان ادارہ نے کچھ عاقبت بدانجام لوگوں کے مشورہ سے دارالعلوم بند کر کے اسی عمارت میں انگلش میڈیم اسکول کھول دیا، مدرسہ بند ہو گیا اور اب انگریزی تعلیم اس میں ہو رہی ہے مگر رمضان شریف میں زکوۃ و فطرہ کی رقم اب بھی وصول کی جا رہی ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارا ادارہ اردو میڈیم ہائی اسکول بھی چلاتا ہے جس میں ضرورت مند بچے اور بچیاں بھی پڑھتی ہیں، ہم یہ زکوۃ و فطرہ کی رقم ان کی کتاب و قلم اور دوسری ضرورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دینی دارالعلوم کی بلڈنگ میں دارالعلوم بند کر کے انگلش میڈیم اسکول کھولنا کیسا ہے؟ اور کھولنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اردو اسکول میں پڑھنے والے طلباء و طالبات پر زکوۃ و فطرہ کا روپیہ خرچ کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو ٹھیک ہے ورنہ زکوۃ و فطرہ دینے والوں کا فرض ادا ہو رہا ہے یا نہیں اگر نہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ان کو پھر سے زکوۃ و فطرہ ادا کرنا ہوگا، جو رقم اب تک وصول کی گئی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور وصول کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قوم کی رقم سے بنا ہوا وہ دارالعلوم شرعاً وقف ہے اس کو بند کر کے اس میں انگلش میڈیم اسکول کھولنا ناجائز و حرام ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "**لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماماً ولا الرباط دکانا**" (۱) اور دارالعلوم کو اسکول میں بدلنے والے سخت مجرم و گنہگار مستحق نار و غضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ فوراً اس ادارہ کو اپنی اصلی حالت میں لائیں اور اپنے فعل حرام سے توبہ و استغفار کریں۔

اگر اردو اسکول میں دینی تعلیم مقصود اصلی کے طور پر ہوتی ہو اور دنیوی تعلیم اس کے ضمن میں ہوتی ہو جیسے عموماً مکاتب اسلامیہ ہیں تو ایسے اردو اسکول میں اس وقت زکاۃ و فطرہ کی رقم خرچ کرنا جائز ہوگا جب کہ زکاۃ و فطرہ کی رقم حیلہ شرعی کے بغیر وہ اسکول نہ چل سکتا ہو اور اگر وہاں دنیوی تعلیم اصل اور دینیات کی تعلیم ضمناً ہو یا فیس اور خصوصی عطیات وغیرہ سے وہ اسکول چل سکتا ہے تو اب اس میں زکوۃ و فطرہ کی رقم خرچ کرنا غلط ہے بلکہ اصل مستحقین کا حق مارنا ہے: اور ادائیگی زکاۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے **ھی تملیک المال من فقیر مسلم** (۲)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۲، ص: ۳۵۴ (۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۷۰

لہٰذا بغیر حیلہ شرعی خرچ کرنے کی صورت میں زکاۃ ادا نہ ہوئی اور فرض ذمہ میں باقی ہے اور جن لوگوں نے ایسے اسکول میں بلا حیلہ شرعی زکاۃ وفطرہ کی رقم لگادی۔ وہ بد دیانت خائن اور مجرم وگنہ گار ہیں۔ ان پر تاوان لازم ہے اور اپنی ناجائز حرکتوں سے توبہ واستغفار اور ساتھ ہی ساتھ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد ضروری ہے واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ رذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

جس کار خیر کے لیے چندہ وصول کیا گیا اس کے علاوہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری، پیلی بھیتی، جنرل سکریٹری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان المبارک میں ختم القرآن وتراویح یا قرآن سننے سنانے والے حفاظ کرام کے نذرانے کے نام پر رقم یا پیسہ عوام وخواص مسلمین سے وصول کر کے اکٹھا کیا جاتا ہے اس رقم اور پیسہ کو ان حفاظ کرام پر صرف کرنے کے ساتھ ہی ساتھ یا بعد میں کچھ رقم مسجد ومدرسہ کے کسی کام میں صرف کرنا یا مسجد کے بجٹ میں ڈال دینا کہ کبھی مسجد کے کام آئے گی شرعاً درست ہے یا نہیں ایسا کرنے والے افراد پر شرعاً کوئی حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں اسی طرح جو رقم مسجد کے نام سے اکٹھا کی گئی ہو اسے حفاظ کرام کے نذرانے میں دینا شرعاً کیسا ہے؟ **بینوا بالدلیل توجروا من الجلیل۔**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چندہ کی رقم چندہ دینے والوں کی ملک رہتی ہے اور اس رقم کے خرچ کا معاملہ چندہ دینے والوں کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اگر چندہ دہندگان کو یہ معلوم ہے کہ حفاظ کرام کے نذرانہ کے نام پر وصول کی گئی رقم میں سے مسجد یا مدرسہ میں بھی کچھ صرف کیا جاتا ہے یا وہاں قدیم سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ نذرانہ کے نام پر وصول شدہ چندہ مسجد یا مدرسہ پر بھی خرچ ہوتا ہے یا چندہ دہندگان سے ارکان مسجد نے اجازت لے کر کچھ رقم بچالی اور اسے مسجد یا مدرسہ پر خرچ کیا غرض یہ کہ صراحتاً یا دلالۃً اجازت چندہ دہندگان کے بعد اگر اسے مسجد یا مدرسہ میں صرف کیا تو جائز ہے اور اگر بے اجازت صرف کیا تو حرام اور صرف کرنے والے مجرم وگنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ جن جن کا چندہ تھا ان کو تاوان دیں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"زر چندہ شرعاً ملک چندہ دہندگان پر باقی رہتا ہے **کما حققناہ فی فتاونا** اس میں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے اگر قدیم سے معمول ہو یا چندہ دہندگان اس (خرچ) پر آگاہ ہوا کیے اور اس پر راضی رہا کیے تو اب بھی

جائز ہے:" لان المعروف کالمشروط والاجازۃ دلالۃ کالاذن الصریح" اور اگر کوئی اجازت نہ دے یا جس قدر پر اجازت پائی اس سے زیادہ اس کام میں اٹھایا جائے تو ضرور حرام ہوگا۔ اور اس کا مواخذہ مہتمموں پر رہے گا اور جن جن کا وہ چندہ تھا ان سب کا تاوان ان پر لازم آئے گا:" لانھم تعدوا علی اموالھم والمتعدی غاصب والغصب مضمون"(۱) اور یہی حکم مسجد کے نام جمع کی گئی رقم کا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ ر رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

وقف نامہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد ایوب قریشی شاہ عالم، ابوالکلام و جملہ مریدین گوہاٹی آسام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ نے اپنی زمین خانقاہ حسنی کے لیے وقف کر دیا تھا اور اسٹامپ (Stamp) پیپر میں تحریر بھی کیا تھا اس کے بعد مریدین کے تعاون سے خانقاہ کی تعمیر بھی ہوگئی اور پیر طریقت مدظلہ العالی کے ذریعہ تبلیغ دین واشاعت سنیت کا کام بھی ہوتا رہا دینی ضروریات میں اس کا استعمال بھی ہوتا رہا اور تمام مریدین ومتوسلین اتفاقی طور پر دینی کام بھی کرتے رہے۔

مگر پھر آپسی اختلافات کی بنیاد پر ہندہ کے داماد نے اس خانقاہ پر پیر طریقت مدظلہ العالی کی غیر موجودگی میں زبردستی قبضہ کرلیا اور ہندہ بھی اپنے قول کا انکار کررہی ہے اور کہتی ہے میں نے پیر صاحب کو رہنے کے لیے دیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ہندہ کے اس وقف نامے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کے داماد پر اس فعل کی وجہ سے حکم شرعی کیا عائد ہوتا ہے اور ہندہ کا انکار کرنا از روئے شرع قابل قبول ہوگا یا نہیں مدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور عندالناس مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وقف نامہ ایک تحریر ہے اور علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں خطوط ومراسلات بغیر شہادت شرعیہ معتبر نہیں ہیں ہدایہ میں ہے:" الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم"(۲) یعنی تحریر تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہٰذا اس سے یقین حاصل نہ ہوگا درمختار میں ہے:" لا یعمل بالخط (۱) فتاوی قاضی خاں میں ہے:" القاضی

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲۵

(۲) الھدایۃ کتاب الشھادۃ، ج: ۲، ص: ۸۳

انما یقضی بالحجة والحجة هی البینة والاقرار به اما المصّک فلا یصلح حجة لان الخط یشبه الخط (۲)اور غمز عیون البصائر میں ہے:"العلة فی عدم العمل بالخط کونه مما یزور و یفتعل ای من شانه ذلک و کونه من شانه ذلک یقتضی عدم العمل به وعدم الاعتماد علیه وان لم یکن مزوا فی نفس الامر کما هو ظاهر"(۳)

لہٰذا مذکورہ وقف نامہ صرف اس صورت میں مقبول ومعتبر ہوگا جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل یہ شہادت دیں کہ یہ وقف نامہ ہندہ ہی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا یا لکھوایا ہے۔چنانچہ ہدایہ میں ہے:"لا یقبل الکتاب الا بشهادة رجلین اورجل وامراتین لان الکتاب یشبه الکتاب فلا یثبت الابحجة تامة"(۴)

یہ تو وقف نامہ کا حکم ہوا لیکن اگر ہندہ نے واقعی وقف کیا تھا تو وہ زمین خانقاہ کے لیے وقف ہوگئی کہ صحت وقف کے لیے تحریری دستاویز ضروری نہیں ہے صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"اما رکنه فالا لفاظ الخاصة الدالة علیه" (۵)یوں ہی اس زمین کا وقف ہونا مشہور ہو تو بھی وقف کا ثبوت ہوجائے گا سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:"اگر زمین بنام وقف مشہور ہو تو بلاشبہ وقف ہے کہ وقف شہرت سے ثابت ہوجاتا ہے۔ردالمحتار میں ہے فی الاسعاف من الخانیة وتصح دعوی الوقف والشهادة به من غیر بیان الواقف"اھ ملخصا(۶)

اور ایسی صورت میں ہندہ کا انکار غیر معتبر ہوگا اور وہ زمین بدستور وقف ہی رہے گی۔یوں ہی ہندہ کے داماد کا اس زمین پر قبضہ کرنا بھی ظلم اور غصب ہوگا اور وہ ظالم وغاصب اور مجرم وگنہ گار ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے:" فیلزم فلا یباع ولا یوهب ولا یورث کذا فی الهدایه" (۷)

تنویر الابصار میں ہے:"فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن"(۸)ہندہ کے داماد پر لازم ہوگا کہ اس زمین سے قبضہ ختم کرکے زمین مع عمارت مسمی بہ خانقاہ کو اپنی اصلی حالت پر واپس کردے اگر

---

(۱)الدر المختار،ج:۲،ص:۴۴۲

(۲)فتاوی قاضی خان فصل فی دعوی الوقف،ج:۴،ص:۴۴۲

(۳)غمز عیون البصائر کتاب القضا والشهادة،ج:۱،ص:۳۳۹

(۴)الهدایه،ج:۳،ص:۱۳۹

(۵)الفتاوی العالمگیریة،ج:۲،ص:۴۱۷

(۶)الفتاویٰ الرضویه،ج:۶،ص:۴۶۳

(۷)الفتاوی العالمگیریة،ج:۳،ص:۴۱۶

(۸)تنویر الابصار مع الدر المختار،ج:۳ ص:۴۰۲

وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان ہر جائز جدو جہد کر کے اس کے قبضہ سے چھڑائیں اور اس آدمی کا مکمل بائیکاٹ کر دیں قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

مسجد کا چندہ کر کے حساب نہ دینے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد مہدی حسن و جملہ مسلمانان والٹر گنج ضلع بستی یو پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

ایسا شخص جو عرصہ بیس سال سے مسجد کا فنڈ اپنے پاس رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں چندہ کا حساب نہیں دوں گا جس کو ذمہ داری لینی ہو لے لے احترام یا خوف سے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا، کئی سال سے نہ مسجد کی بیٹری کا انتظام ہے نہ مائیک اور روشنی کا حتیٰ کہ کڑوا تیل بھی جلانے کو نہیں دیتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے جب مجھ سے کوئی مسجد کی ضرورت کے لیے پیسہ مانگے تو دوں گا اور دیگر مسلمانوں کا کہنا ہے کہ آپ کی ذمہ داری ہے آپ خود اسے دیکھیں۔

ابھی چند روز پہلے ایک جمعہ کا واقعہ ہے کہ جمعہ کو چندہ وصول کر کے جس ڈبہ میں رکھا جاتا ہے اس کو متولی کا لڑکا جمعہ بعد لے کر جانے لگا، ایک آدمی نے کہا رک جاؤ پیسہ لے جاتا ہے۔ میں ہر جمعہ کو آتا ہوں یہاں مسجد میں نہ بلب ہے نہ روشنی ہے کم از کم تیل وغیرہ کا پیسہ دیدیا کرو، لڑکا کچھ نہیں بولا مگر تھوڑی دیر بعد اپنے گھر بلا کر برا بھلا کہا اور جھڑک کر باہر بھگا دیا، اور کہا کہ تم کون ہو حساب لینے والے۔

آج بھی مسجد میں نہ تیل ہے نہ روشنی کا انتظام ہے اور گندگی پھیلی رہتی ہے اور مسجد کی کوئی حفاظت نہیں، اب ہم باشندگان محلہ کو کیا کرنا چاہیے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو جو وقف کے کام میں سستی کرتا ہو یا صاحب عقل وشعور نہ ہو یا اس کی بے توجہی کی وجہ سے وقف کا نقصان ہوتا ہو معزول کر دیں اور اس کی جگہ پر کسی متدین ہوشیار ذی رائے کام کرنے والے کو مقرر کر لیں، چنانچہ درمختار میں ہے: " وینزع وجوباً بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

مامون"(۱)

اورخاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:" قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل به"(۲)

اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم وخطا کار ہوں گے۔ جو شخص مسجد کا چندہ کرتا ہو اس پر لازم ہے کہ مطالبہ پر پورا حساب قوم کے سامنے پیش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ رذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

احاطۂ مدرسہ میں لگے گورنمنٹی نل سے لوگوں کا پانی لینا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں محلّہ میں ایک مسجد ہے اور مدرسہ بھی ساتھ میں ہے مسجد اور مدرسہ کے احاطے کے اندر گورنمنٹ کا لگا ہوا نل ہے۔ اس نل سے محلّہ کے لوگ پانی بھرتے ہیں نہاتے بھی ہیں اور کپڑے وغیرہ بھی دھوتے ہیں۔ ارکان مسجد جب محلّہ والوں کو منع کرتے ہیں تو محلّہ والے لڑنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیا محلّہ والوں کو اس نل سے پانی بھرنا جائز ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

گورنمنٹی نل اگر چہ مدرسہ کے احاطہ میں ہو مگر وقف کا حکم نہیں رکھتا کیوں کہ گورنمنٹ اسے سماجی سہولت وآسانی اور لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دیتی ہے اس لئے اہل محلّہ کا اس نل سے پانی لینا منع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم الافتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳، ص:۳۸۴

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۸۵

بنجر زمین کا مالک کون ہے؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

ایک گاؤں میں کچھ سرکاری زمین ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مطابق گاؤں کے طاقتور اور بااثر لوگوں نے اس سرکاری زمین پر اپنا قبضہ جمالیا ہے۔ اسی گاؤں میں بہت سے غریب قسم کے لوگ رہتے ہیں جن کے پاس رہنے کے لئے ڈھنگ کا مکان نہیں نکلنے کا راستہ نہیں گرام پردھان بھی انصاف نہیں کرتے اور جب انصاف کی بات آتی ہے تو اس میں بھی سیاسی چال چلتے ہیں از روئے شرع اس زمین پر کس کا حق ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

بنجر زمین یعنی جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہوتا ہے وہ اللہ ورسول کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"عادی الارض للہ ولرسولہ."(۱)

ایسی زمین کو جو آباد کرے وہی اس کا مالک ہوجاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من عمر ارضا لیست لاحد فھو احق" یعنی جو کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۲)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ

مدرسہ کی عمارت کو خانقاہ بنانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد سلیم بلڈر، بھوپال ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس سوال کے جواب میں

ایک شخص جس کا نام محمد نورالدین تقلینی ہے جو بھوپال کی سرزمین پر ایک ادارہ مدرسہ مدینۃ العلوم کا ناظم اعلیٰ بھی ہے۔ ایک ادارہ پلاٹ نمبر (۵۰×۲۰) ۹ میورو ہار کالونی اشوک گارڈن بھوپال اپنے نام پر اپنے پیسے سے خریدا۔

---

(۱) سنن البیھقی، ج: ۶، ص: ۱۴۳

(۲) مشکوۃ المصابیح ص ۵۴۰

بعد میں ایک کمیٹی مدینۃ العلوم ایجوکیشن سوسائٹی بنا کر رسیدیں چھپوا کر بستی کے لوگوں سے جس میں کئی سلسلے کے لوگ شامل ہیں چندہ کیا۔ چندے کی رقم سے اس پلاٹ پر تین منزلہ عمارت کی تعمیر کی گئی چندے کی رقم سے جناب نورالدین صاحب نے پلاٹ نمبر ۹ کی خرید خرچ کی رقم واپس لے لی اور ایک اقرارنامہ تاریخ ۸/۴/۲۰۰۳ء کو ۵۰ روپے کے اسٹامپ پیپر پر لکھ دیا کہ پلاٹ نمبر ۹ میوروہار کالونی پر بنی تین منزلہ عمارت مدرسہ مدینۃ العلوم ایجوکیشن سوسائٹی کی ملکیت ہے اور رہے گی اقرارنامے کی کاپی منسلک ہے۔

جناب نورالدین صاحب نے ۲۰۰۹ء میں اس ملکیت کے دوسرے اور تیسرے منزلہ کی رجسٹری خانقاہ شرافتیہ کے نام کردیا جبکہ اس کی کوئی قیمت مدرسہ مدینۃ العلوم کو ادا نہیں کی گئی ہے ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو جگہ اپنے پیسے سے خرید کر یا چندہ کی رقم سے مدرسہ کے نام کردی گئی اور پھر اس پر چندہ کی رقم سے عمارت تعمیر ہوگئی تو وہ زمین اور عمارت سب مدرسہ کے لئے وقف ہوگئی۔ چنانچہ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"وہ زمین وعمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک روپیہ اور جس کا ہزاروں روپے سب شریک ہیں اور جب کہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اور اس میں کسی کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک ہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کردینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں۔"(۱)

اور تغییر وقف ناجائز ہے یعنی مدرسہ کو خانقاہ بنانا جائز نہیں یونہی خانقاہ کو مسجد یا مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لایجوز تغییر الوقف "(۲)

اور ردالمحتار میں ہے "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ."(۳)

---

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ کتاب الوقف، ج:۶، ص:۳۳۶

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الوقف، ج:۲، ص:۴۹۰

(۳) ردالمحتار، کتاب الوقف، ج:۳، ص:۴۲۷

لہٰذا مدرسہ مدینۃ العلوم کی عمارت کی دوسری تیسری منزل کا خانقاہ کے نام رجسٹری کرنا شرعاً ناجائز وگناہ ہے جو شخص مذکور کی رجسٹری کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں وہ عمارت بدستور مدرسہ کی ہے اس شخص کی بہت بڑی جرأت ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے اور اپنی اس حرکت پر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہو اور فوراً اس رجسٹری کو قانونی طور پر منسوخ کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

وقفی قبرستان کو کرایہ پر دینا کیسا؟

مسئلہ از: شہزاد خان، مندسور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں

(۱) شہر میں ایک وقفیہ قبرستان ہے اس کو کرائے پر دے کر اس کی آمدنی سے عیدگاہ کی مرمت اور تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کچھ ناسمجھ لوگ یہ کہہ کر روک رہے ہیں کہ عیدگاہ کی زمین پر دارالعلوم بنانا اور قبرستان کے پیسے سے بالکل جائز نہیں ہے؟ کیا ان لوگوں کا اعتراض صحیح ہے۔ از راہ کرم جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عطا فرما کر قوم پر احسان فرمائیں کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مسلمانوں کے قبرستان میں اگرچہ قبروں کے نشان مٹ چکے ہوں ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ہو پھر بھی کوئی تعمیر کرنا یا اسے کرایہ پر دینا ناجائز وگناہ ہے اور اس کرایہ سے عیدگاہ کی تعمیر وغیرہ کچھ جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"سئل ھو (القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی) عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست ولم یرفیھا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط.(۱)

بہار شریعت میں ہے:

"مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۳۶۲

کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں اب بھی وہ قبرستان ہی ہے۔قبرستان کے تمام آداب بجالائیں"۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.(۱)

(۲)جو چیز جس غرض کے لئے وقف ہوا سے اس کے علاوہ کسی دوسری غرض کی طرف پھیرنا حتیٰ کہ اس کی ہیئت بدلنا بھی ناجائز ہے۔فتح القدیر میں ہے:"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیه."(۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"لایجوز تغییر الوقف عن هیئته فلایجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا."(۳)

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:"شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل به."(۴)

ان ارشادات عالیہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ کسی بھی وقف میں تبدیلی جائز نہیں ہے لہٰذا عیدگاہ کی زمین پر دارالعلوم یا مسجد،مدرسہ تعمیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے جو مسلمان اس تعمیر پر اعتراض کر رہے ہیں اور تعمیر کرنے سے روک رہے ہیں وہ ناسمجھ نہیں ہیں بلکہ شرع پر عمل کر رہے ہیں اور ان کا یہ عمل بجا ہے بلکہ جو بھی مسلمان استطاعت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وقف کی تبدیلی سے لوگوں کو باز رکھے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیه المرجع والمآب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

جائیداد وقف کا بیعنامہ کرانے کا حکم

مسئله از: محمد ضیاء الدین القادری البرکاتی،حشمت نگر لکھاہی پوسٹ مرزاپور ضلع بلرام پور یوپی

حضور والا درجت مفتی صاحب قبلہ تحیۃ زاکیہ متکاثرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت و مفتیان ذی حشمت مسئلہ ذیل میں

(۱)وہ زمین جو کسی مدرسے کے لئے وقف کی گئی۔اس پر گاؤں والوں نے مدرسہ بنالیا پھر پورے گاؤں کے مسلمان اتفاق رائے یا بلا اتفاق رائے کسی پڑھے لکھے پابند صوم وصلوٰۃ کو اپنا معتمد خاص سمجھ کر اس مدرسے کا متولی بنا دیا۔اب اگر وہی معتمد مقبول اسی مدرسے کو اپنے نام بیعنامہ کروالے تو کیا یہ عندالشرع درست ہے؟

---

(۱)بہار شریعت،ج:۱۰،ص:۸۳

(۲)فتح القدیر،ج:۵،ص:۴۴۰

(۳)الفتاویٰ العالمگیریة،ج:۲،ص:۳۵۴

(۴)الدر المختار مع ردالمحتار،ج:۴،ص:۳۳۴

(۲) اگر بالفرض اس متولی کا انتقال ہوجائے اور بیعنامہ ہونے کی وجہ سے مرحوم کے بچوں کے نام وہ مدرسہ وراثت میں آجائے تو بچوں پر اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر چند اشخاص یہ مشورہ کریں کہ ہم لوگ اسی بیعنامہ شدہ مدرسے کو ڈھنگ سے پھر سے بنائیں گے اور اسی میں اپنے بچوں کو پڑھائیں گے تو کیا بغیر بیعنامہ کے کاغذ کو عدالت سے مسترد کرائے ہوئے ان لوگوں کا یہ مشورہ شرعاً درست ہے۔

(۴) اگر مرحوم کے وارثین اپنی ضد ہی پر قائم رہیں اور اپنے حاشیہ نشینوں نیز مشیروں کے اشارہ پر اس زمین سے اپنا کاغذی قبضہ نہ ہٹائیں تو وارثین اور تمام حاشیہ نشینوں کے ساتھ مسلمانان اہلسنّت کیا سلوک کریں؟

برائے کرم مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) وقف کسی کی ملکیت ہرگز نہیں ہوسکتا ہے نہ اس کی خرید و فروخت ہوسکتی ہے نہ ہبہ ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

"فاذا تم ولزم لایملک ولایملک"(۱)

ردالمحتار میں ہے:"ای لایکون مملوکا لصاحبه و لایملک ای لا یملک الغیر بالبیع و نحوه ."(۲)

اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں" جائیداد ملک ہوکر وقف ہوسکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہوسکتی۔"(۳)

لہٰذا جس متولی نے وقف کو اپنے نام بیعنامہ کرایا وہ ظالم و غاصب ہے اور اس کا یہ بیعنامہ شرعاً باطل و عاطل ہے۔ اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) بچوں پر لازم ہے کہ اس وقف سے فوراً دستبردار ہوجائیں کہ وقف میں مالکانہ تصرف کرنا ناجائز و حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔(۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ان کا یہ مشورہ درست ہے البتہ گورنمنٹی کاغذات کو بھی درست کرالیں تا کہ آئندہ کوئی دشواری نہ آئے۔

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۴۰۲

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص:۴۰۲

(۳) الفتاوی الرضویة، ج: ۶، ص: ۳۵۳

(۴) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص: ۳۴۵۴

واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حتی الامکان جائز کوشش کر کے غاصبوں کا قبضہ ختم کرائیں اور جو لوگ مرحوم کے وارثین کی غلط طور پر مدد کر رہے ہیں ان سب کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ.﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

مسجد و مدرسہ کی رقم سے امام کو حج کرانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حاجی عبدالکریم احمد منصوری، باندرہ ویسٹ، ممبئی۔۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی مسجد کے، کسی مسجد ومدرسہ کے ٹرسٹیان، اہل کمیٹی مسجد ومدرسے کے پیسے سے امام، موذن، خادم یا دیگر حضرات کو حج وعمرہ کے لئے بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع آگاہ فرمائیں، عنایت ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر مسجد ومدرسہ کی رقم وقف کی ہو اور واقف کی جانب سے کسی بھی طور سے یہ اجازت نہ ہو کہ اس رقم سے امام وموذن وغیرہ کو ارکان کمیٹی حج یا عمرہ پر بھیج سکتے ہیں تو اس رقم سے کسی کو حج یا عمرہ کے لئے بھیجنا ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ."(۱)

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام تحریر فرماتے ہیں

"جب تک واقف سے نصاً یا عرفاً اجازت ثابت نہ ہو۔ متولیوں کو کسی صرف جدید کے احداث کی اجازت نہیں ہوسکتی اگر بلا مسوغ شرعی اس میں مال وقف صرف کریں گے۔ اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے "لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفا من ذلک ولو فعل یکون ضامنا عقود الدریہ میں ہے القاضی لیس لہ الاحداث بدون مسوغ شرعی فکیف المتولی"(۳)

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) فتح القدیر کتاب الوقف، ج:۵، ص: ۴۴۰

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۸۳

یونہی اگر وہ رقم چندہ کی ہو اور چندہ دہندگان کی طرف سے کسی طرح بھی حج یا عمرہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو بھی اس رقم سے کسی کو حج یا عمرہ پر بھیجنا جائز نہیں ہے کہ چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہے:

''چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر اس کے علاوہ کسی دوسرے کام میں صرف کرنا ناجائز ہے۔فتاویٰ امجدیہ میں ہے چندے جس خاص غرض کے لئے کئے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کئے جاسکتے۔اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳۰/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

دارالعلوم کو انگلش میڈیم اسکول بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا شمس الدین قادری، خطیب و امام سنی جامع مسجد مکرانہ ضلع ناگور راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک کمیٹی نے دارالعلوم کے لئے زمین خریدا، عمارت بنائی۔اب کمیٹی یہ چاہتی ہے کہ اس عمارت میں انگلش میڈیم اسکول چلایا جائے۔واضح رہے کہ قوم کا تعاون دارالعلوم کے نام زکوٰۃ وفطرہ وعطیات کی شکل میں لیا گیا ہے ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب قوم کے تعاون سے دارالعلوم کے لئے زمین خرید کر اس پر عمارت بنادی گئی تو اب وہ زمین وعمارت دارالعلوم کے لئے وقف ہوگئی۔سیدی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''وہ زمین وعمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں اور جبکہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جزء کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لیے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگر چہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً ودلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین وعمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہو کر ان سب کی طرف سے وقف ہوئی۔''(۱)

اور جب وہ زمین وعمارت دارالعلوم کے لئے وقف ہوگئی تو اسے انگلش میڈیم اسکول میں بدلنا ناجائز وحرام

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج:۳،ص:۳۹

اور سخت گناہ ہے۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ارشاد فرماتے ہیں:

"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیه."(۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغییر الوقف عن هیئته اھ "(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ

افتادہ اراضی اور چند مسائل وقف

مسئلہ از: محمد مقصود رضا مظفر پور (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسائل ذیل میں کہ:

(۱) افتادہ زمین جب حسب ارشاد حدیث اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے تو شرعا ان کا حکم وقف کا ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر گورنمنٹی عملہ ایسی زمین بنام مدرسہ الاٹ کر دے تو اسے وقف کا حکم ہوگا یا نہیں؟ کیا قلیل مدت یا طویل عرصہ کے لیے الاٹمینٹ سے مسئلہ کی نوعیت میں کچھ فرق ہوگا؟

(۳) گورنمنٹ نے اگر بنام مدرسہ کوئی زمین الاٹ کر دی تو اب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے گی یا وہ اب بھی گورنمنٹی زمین قرار پائے گی؟

(۴) اگر وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے تو واقف کون کہلائے گا گورنمنٹ یا وہ مسلمان جنہوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کیا؟

(۵) بنام مدرسہ الاٹ شدہ زمین پر اگر آبادی کے مسلمانوں نے مسجد تعمیر کی تو صحیح ہے یا نہیں؟

(۶) اگر افتادہ زمین کو گورنمنٹی الاٹ مینٹ کے بغیر بنام مدرسہ ایکوائر کر لیا پھر وہاں مدرسہ کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کرنا چاہیں تو درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

دنیا میں آباد انسانوں نے جن زمینوں کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے خواہ بیع و شراء کے طور پر یا وجوہ تملیک میں سے کسی اور طریقہ پر، شریعت مطہرہ نے ان لوگوں کو ان زمینوں کا مالک تسلیم کیا ہے اور انھیں اس میں تصرف

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۶، ۳۳۷

(۲) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۴۲۷

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۲، ص: ۴۹۰

کرنے کا حق عطا فرمایا ہے ایسی زمینیں یہاں زیر بحث نہیں ہیں، توان کی تفصیل بھی مفید نہیں ہے۔

یہاں گفتگو ان زمینوں کی ہے جو بظاہر کسی شخص کی ملکیت میں نہیں ہیں اور ان پر دور دور تک کسی کے قبضہ و تصرف وملکیت کا نام ونشان نہیں ہے جن کو نزول کی زمین، افتادہ زمین اور بنجر زمین کے نام سے جانا جاتا ہے ان زمینوں کے متعلق ارشاد حدیث ہے "عادی الارض لله و رسوله"۔(۱)

اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں:"وعادی الارض بتشديد الياء المضمومة ای الا بنية وايضاع القديمة التى لايعرف لها مالك ،نسبت الى عاد قوم هود عليه الصلاة والسلام لتقادم زمانهم للمبالغة يعنى الخراب لله و رسوله اى فيتصرف فيه الرسول ﷺ على ما يراه و يستصبو به"۔ اھ(۲)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ جو زمین نہ کسی کی ملک ہو نہ کسی کی حق خاص ہو، وہ حاکم اسلام کی صواب دید پر ہے، بلفظ دیگر وہ بیت المال کی ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

"(هى ارض تعذر ذرعها لانقطاع الماء عنها او لغلبته عليها غير مملوكة بعيدة من العامر) هذا تفسير الموات من الارض، و انما سميت مواتا اذا كانت بهذه الصفة لبطلان الانتفاع بها تشبيها لها با الحيوان اذا مات و بطل الانتفاع به، و اما تفسير الحياة فظاهر، والمراد من الحياة هنا الحياة النامية قال الله تعالى ﴿فاحيينا به الارض بعد موتها﴾(۳)

و قوله غير مملوكة أى فى الاسلام لأن الميت على الاطلاق ينصرف الى الكامل و كما له بان لا يكون مملوكا لاحد لانها اذا كانت مملوكة لمسلم أو ذمى كان ملكه باقيا فيهما لعدم ما يزيله فلاتكون مواتا، ثم ان عرف المالک فهي له و ان لم يعرف كانت لقطة يتصرف فيها الامام كما يتصرف في جميع اللقطات و الأموال الضائعة و لو ظهر لها مالک بعد ذلک أخذها و ضمن له من زرعها ان نقصت بالزراعة و الا فلا شئ عليه، و قال القدورى رحمه الله: فما كان منها عاديا أوكان مملوكا فى الاسلام لا يعرف له مالک بعينه، فمراده بالعادىّ ما قدم خرابه كانه منسوب الى عادلخرابه من عهدهم و جعل المملوک فى الاسلام اذا لم يعرف مالكه من الموات لأن حكمه كالموات حيث يتصرف فيه الامام كما يتصرف في الموات لا لأنه موات حقيقية على ما بيّنا "۔(۴)

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ایسی زمینوں سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

(۱) سنن البیهقی ج: ۶، ص: ۱۴۳ (۲) باب احیاء الموات
(۳) سوره فاطر: ۹۰ (۴) تبیین الحقائق ج:۷، ص:۷۷

''شہر کی زمین پر جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا اور والیان ملک اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی زمین پر باجازت راجہ بنی ملک کی غیر مملوک زمین اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے۔ بیت المال کی کہلاتی ہے''۔اھ(۱)

خلاصہ کلام یہ کہ وہ زمین بیت المال کی ہے اب اس پر وقف کا حکم لگایا جاسکتا ہے کہ نہیں اس کے لیے وقف کی تعریف اور اس کے شرائط واحکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو مسئلہ واضح ہوجائے گا۔لہٰذا ذیل میں وقف کی تعریف اور اس کے شرائط واحکام درج کیے جاتے ہیں۔فتاوی عالمگیری میں وقف کی تعریف میں مسطور ہے:

''فهو في الشرع عند ابي حنيفة رحمه الله حبس العين على ملك الواقف و التصدق بالمنفعة على الفقراء و على وجه من وجوه الخير بمنزلة العوارى كذا في الكافي ''.(۲)

بہار شریعت میں ہے:

''وقف کے یہ معنی ہیں کہ کسی شئی کو اپنی ملکیت سے خارج کرکے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اس طرح کی اس کا نفع بندگان خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔(۳)

اور اس کی شرائط بیان کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:

''وشرطه شرط سائر التبرعات افاد ان الواقف لا بد ان يكون ما لكه وقت الوقف ملكا باتا ولو بسبب فاسد وان لا يكون محجورا عن التصرف اھ''.(۴)

اسی میں ہے:

''واما التابيد معنى فشرط اتفاقا على الصحيح وقد نص عليه محققو المشائخ''۔(۵)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

''ومنها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضا فوقفها ثم اشتراها من ما لكها ودفع الثمن اليه او صالح على مال دفعه اليه لا تكون وقفا كذا في بحر الرائق''۔(۶)

ان عبارات سے واضح ہے کہ وقف ایک خاص فقہی اصطلاح ہے جو اس کا مصداق ہوگا اس کو وقف کہا جائے

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج: ۶، ص: ۴۵۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۲، ص: ۳۵۰

(۳) بہار شریعت ج: ۱۰، ص: ۵۲۳

(۴) درالمختار مع رد المحتار ج: ۶، ص: ۴۱۰

(۵) درالمختار مع رد المحتار ج: ۶، ص: ۴۱۹

(۶) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۲، ص: ۳۵۳

گا اور یہ بھی ضروری ہے کہ واقف اس کا مالک ہو اور ہمیشہ کے لیے اپنی ملکیت سے خارج کر کے اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دے۔ لہٰذا جب کہ یہاں ان افتادہ زمینوں پر نہ وقف کی تعریف صادق آرہی ہے اور نہ ہی کوئی شخص ان کا مالک ہوتا ہے، تو ان کو وقف بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

البتہ بعض صورتوں میں ان کا وقف درست ہے اور ان پر اشیاء موقوفہ کا حکم جاری ہوگا، مثلاً حاکم وقت نے وہ زمین کسی کو دے دی اب اس نے اپنی طرف سے وقف کر دیا یا خود حاکم اس زمین کا کسی طریقے سے مالک ہو گیا اور اس نے وقف کر دی تو ان تمام صورتوں میں وہ زمین وقف ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ویتفرع علی اشتراط الملک انه لا یجوز وقف الا قطاعات الا اذا کانت الارض مواتا او کانت ملکا للامام فا قطعها الامام رجلا وانه لا یجوز وقف ارض الحوز للامام لانه لیس بمالک لها". (۱)

ردالمحتار میں ہے: "قوله :(و اما وقف الاقطاعات الخ)هی ما یقطعیه ا لامام: ای یعطیه من ا لأراضی رقبة، أو منفعة لمن له حق في بیت المال.

و حاصل ما ذکره صاحب "البحر "في رسا لته التحفة المرضیة فی الاراضی المصریة :ان الواقف لارض من الاراضی:لا یخلو اما ان یکون مالکا لهامن الاصل بان کان من اهلها حین یمنّ الامام علی اهلها او تلقی الملک من ما لکها بوجه من الوجوه او غیرهما ،فان کان الاول فلا خفاء فی صحة وقفه لوجود ملکه ان کان الواقف غیرهما فلا یخلو اما ان وصلت الی یده با قطاع السلطان ایاهاله، او بشراء من بیت الما ل من غیر ان تکون ملکه ،فان کان الاول:فان کانت مواتا او ملکا لسلطان صح وقفها ،وان کانت من حق بیت المال لا یصح . قال الشیخ قاسم :ان منْ اقطعه السلطان ارضا من بیت الما ل ملک النفعة بمقا بلة ما ا عدله فله اجا رتها ،و تبطل بموته او اخراجه من الاقطاع لان للسلطان ان یخرجها منه اه . وان وصلت الارض الی الواقف با لشراء من بیت المال بوجه مسوغ ،فان وقفه صحیح لانه ملکها ،ویراعی فیها شروطه سواء کان سلطانا اوامیرا او غیرهما ". (۲)

یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی نے ایسی زمین پر والی ملک کی اجازت کے بغیر خود بخود قبضہ کر کے اسے قابل انتفاع بنا دیا، تو وہ اس کا مالک ہوگا یا نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بغیر اجازت والی مالک نہیں ہوگا جبکہ صاحبین رضی اللہ عنہما کے نزدیک ہو جائے گا، مگر قول امام مختار ہے جیسا

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ص:۳۵۴

(۲) درالمختار مع رد المحتار ج:۶، ص:۴۶۶

کے بدائع الصنائع میں ہے:

"فالملک فی الموات یثبت بالاحیاء باذن الامام عند ابی حنیفة، و عند ابی یوسف و محمد رحمهما الله تعالی یثبت بنفس الاحیاء واذن الامام لیس بشرط.

وجه قولهما: قوله علیه الصلاة و السلام: من احیا أرضا میتة فهي له و لیس لعرق ظالم فیه حق. اثبت الملک للمحیی من غیر شریطة اذن الامام ولانه مباح استولی علیه فیملکه بدون اذن الامام کما لو اخذ صیدا أوحش کلا و قوله علیه الصلاة و السلام: لیس لعرق ظالم فیه حق، روی منونا و مضافا، فالمنون هو أن ثبت عروق اشجار انسان فی أرض غیره بغیر اذنه فلضا حب الارض قلعها حشیشا.

ولابی حنیفة علیه الرحمة: ما روی عن النبی ﷺ انه قال: (لیس للمرء الا ما طابت به نفس امامه) فاذا لم یأذن فلم تطب نفسه به فلا یکون له، ولان الموات غنیمة فلا بدللاختصاص به من اذن الامام کسائر الغنائم"۔اھ(۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

(ان أذن له الامام فی ذالک) و القاضی فی ولایته بمنزلة الامام. (تتارخانیة) عن الناطفی وفیها قبیل کتاب (الاحیاء): سئل السمرقندی فی رجل وکل باحیاء الموات هل هو للوکیل کما فی التوکیل بالاختطاب و الاحتشاش، ام للموکل کما فی سائر التصرفات؟ قال: ان اذن الامام للموکل بالاحیاء یقع له اھ. قوله: (وقالا یملکها بلا اذنه) مما یتفرع علی الخلاف مالو امر الامام رجلا ان یعمر ارضا میتة علی ان ینتفع بها ولا یکون له الملک، فاحیاها لم یملکها عنده لان هذا شرط صحیح عند الامام، وعندهما: یملکها ولا اعتبار لهذ الشرط اھ. ومحل الخلاف: اذا ترک الاستئذان جهلا، اما اذا ترکه تهاونا بالامام کان له ان یستردها زجرا. افاده المکی: ای اتفاقا. وقول الامام هو المختار، ولذا قدمه فی (الخانیة) و (الملتقی) کعادتهما، وبه اخذ الطحاوی وعلیه المتون. بقی هل یکفی الاذن اللاحق؟ لم اره. اھ (۲)

واضح رہے کے ہمارے ملک ہندوستان میں نگرپالیکا اور منسپلٹی کے حکام اور افسیران کو حکومت کی جانب سے یہ اختیار رہتا ہے کہ ایسی زمینوں کو وہ کسی ادارہ وغیرہ کے نام کر سکتے ہیں، تو ان لوگوں کی اجازت بھی شرعا معتبر ہوگی۔ اب یہ اجازت خواہ صراحتا ہو خواہ عرفا و دلالۃ ہو، اس کا اعتبار ہوگا اور اس طور پر اگر کسی نے قبضہ کر کے اسے وقف کر دیا،

(۱) بدائع الصنائع: ج۵، ص: ۲۸۴

(۲) درالمختار مع ردالمحتار: ج: ۱۰، ص: ۶

تو وہ وقف بھی صحیح ہوگا کہ صحت وقف کے لیے ملکیت کی شرط متحقق ہے۔
اس مقام پر یہ گوشہ بھی توجہ طلب ہے کہ گورمنٹی عملہ افتادہ زمین کو کسی ادارہ وغیرہ کے نام کرتا ہے، تو اس کی ایک صورت الاٹمینٹ کی ہوتی ہے، جس میں وہ ادارہ مکمل اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت پٹے کی ہوتی ہے، جو کبھی قلیل کبھی طویل مدت کے لیے کرتا ہے، مگر عمل درآمد یہی ہے کہ جب کوئی زمین کسی کے نام ہوگئی اور اس نے اس پر عمارت کھڑی کر دی، تو اب گورمنٹ اسے واپس نہیں لیتی ہے، بلفظ دگر دوامی اجارہ کی شکل ہو جاتی ہے تو وہاں بھی ہمیشہ کے لیے دینے کا معنی پایا جاتا ہے، لھذا اس طرح سے حاصل شدہ زمین کو بھی وقف کیا جا سکتا ہے اور اس کا وقف صحیح ہوگا۔ فتاوی رضویہ میں دوامی اجارہ کی زمین پر دفن کرنے اور مسجد بنانے سے متعلق درج ہے۔

''بلاشبہ جائز ہے جبکہ باجازت مستاجر ہو ملک غیر ہونا منافی جواز دفن نہیں۔ غایت یہ کہ مالک کو ازالۂ قبر کا اختیار ہوگا مگر جب اس کا اجارہ دوامی ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علما نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دی۔ اور اس میں وقف صحیح مانا اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تابید حاصل ہے۔ (۱)

یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہوگی جبکہ بنجر اور افتادہ زمین کسی شخص کے ہاتھ میں ہو اور وہ وقف کرے لیکن اگر گورمنٹی عملہ نے خود کسی ادارہ کے نام الاٹ کر دیا تو اسے وقف نہیں کیا جا سکتا ہے کہ گورمنٹی عملہ شرعا اس کا مالک نہیں جبکہ وقف کے لئے ملکیت ضروری ہے۔ البتہ ان زمینوں کو ارصادات کہیں گے۔

درمختار میں ہے:

''وفي الوهبانية ولو وقف السلطان من بيت مالنا لمصلحة عمت يجوز ويوجر''۔

ردالمحتار میں ہے: ''لمصلحة عمت'' كالوقف على المسجد بخلافه على معين واولاده فانه لايصح وان جعل اخره للفقراء كما اوضحه العلامة عبدالبر بن الشحنة. قوله: (ويوجر) لان بيت المال معد لمصالح المسلمين، فاذا ابده على مصرفه الشرعي يثاب، لاسيما اذا كان يخاف عليه امراء الجور الذين يصرفونه في غير مصرفه الشرعي فيكون قد منع من يجيئ منهم ويتصرف ذالك التصرف. ذكره العلامة عبدالبر ط. ومفاده انه ارصاد لا وقف حقيقة كما قدمناه. (۲)

فتاوی رضویہ میں ہے: ''سلاطین اسلام مواضع سلطنت سے جو دیہات مصارف خیر کے لیے وقف کرتے ہیں انہیں ارصاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انہیں محفوظ و ممنوع التملیک کر دیا ان کا حکم بعینہ مثل وقف ہے وانما سميت ارصادات لان الوقف شرطه الملك والسلاطين لا يملكون ما في ولا يتهم ان الملك الا لله''. (۳)

(۱) الفتاوى الرضوية ج:۴، ص: ۱۰۰

(۲) درالمختار مع ردالمحتار ج: ۶، ص: ۶۶۷

(۳) الفتاوى الرضوية: ج۶، ص: ۱ ۳۵

اسی میں ہے کہ ارصادات سلاطین حکم وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ کسی کو ان کے بیع وانتقال کا کوئی حق ہو۔اھ(۱)

اسی میں ہے: زمین احاطۂ درگاہ معلّٰی (اجمیر شریف) عامۂ زائرین واردین صادرین کے لیے وقف یا ارصاد کالوقف، بہرحال محکوم باحکام الوقف ہے۔(۲)

اور جب وہ زمین ارصادات ہیں تو ان میں جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہوگا ان سب کا اعتبار کرنا کوئی لازم نہیں ہے بلکہ جو بھی کار خیر ہو اس میں استعمال کی جا سکتی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"قال السيد الحموی فی حا شية الاشباه قبيل فائدة اذا اجتمع الحلال والحرام ما نصه وقد افتى علامة الوجود المولى ابو السعود مفتی السلطنة السليمانية بان اوقاف الملوک والامراء لا يراعى شرطها لانها من بيت المال او ترجع اليه و اذا كان كذالک يجوز الاحداث اذا كان المقرر فی ا لوظيفة او المرتب من مصارف بيت المال ".اھ

ولا يخفی ان المولی ابا السعود ادری بحال اوقاف الملوک و مثله ما سيذ كره الشارع فی الوقف عن(المحبية)عن(المبسوط)من (ان السلطان يجوز له مخا لفة الشرط اذا كان غا لب جهات الوقف قری و مزا رع ،لان اصلها لبيت المال)اه.يعنیْ اذا كانت لبيت المال ولم يعلم ملک الواقف لها ،فيكون ذالک ارصادا لا وقفا حقيقة ای ان ذالک السلطان الذی وقفه اخرجه من بيت المال و عينه لمستحقيه من العلماء و الطلبة و نحوهم عونا لهم علی وصولهم الی بعض حقهم من بيت المال.

و لذا لما اراد السلطان نظام (المملكة برقوق) فی عام نيف و ثمانين و سبع مائة: ان ينقض هذه الاوقاف لكونها اخذت من بيت المال، و عقد لذلک مجلسا حافلا حضره الشيخ سراج الدين البلقينی و البرهان ابن جماعة و شيخ الحنفية الشيخ اكمل الدين شارح(الهداية)، فقال البلقينی: ما وقف علی العلماء و الطلبة لا سبيل الی نقضه، لان لهم فی الخمس اكثر من ذلک، و ما وقف علی فا طمة و خديجة و عائشة ينقض، و وافقه علی ذلک حاضرون) كما ذكره السيوطی فی (النقل المستور فی جواز قبض معلوم الوظائف بلا حضور)ثم رايت نحوه فی (شرح الملتقی)ففی هذا تصريح بان اوقاف السلاطين من بيت المال ارصادات ،لااوقاف حقيقة،وان ما كان منها علی مصا ريف بيت المال لاينقض ،بخلاف ما وقفه السلطان علی

(۱)الفتاوی الرضوية ج:٦ ،ص:۳۴۸

(۲) حواله سابق ص:۳۴۵

اولاده او عتقا له مثلا،وانه حيث كانت ارصادا لا يلزم مراعاة شروطها لعدم كونها وقفا صحيحا ،فان شرط صحته ملك الواقف .والسلطان بدون الشراء من بيت المال لا يملكه .وقد علمت موافقة العلامة الاكمل على ذالك، وهو موافق لما مر عن (المبسوط)وعن المولى ابي السعود ،ولما سيذكره الشارح في الوقف عن (النهر)من ان وقف الاقطاعات لا يجوز الا اذا كانت ارضا مواتا،او ملكا للامام فا قطعها رجلا ،و هذا خلاف ما في(التحفة المرضية)عن العلامة قاسم من ان وقف السلطان لارض بيت المال صحيح .

قلت :ولعل مراده انه لازم لايغير اذا كان على مصلحة عامة ،كما نقل الطرسوسي عن قاضيخان من ان السلطان لو وقف ارضا من بيت ما ل المسلمين على مصلحة عامة للمسلمين جاز . قال ابن وهبان:(لانه اذا ابده على مصرفه الشرعي فقد منع من يصرفه من امراء الجور في غير مصرفه)اه .فقد افا د ان المراد من هذا الوقف تأبيد صرفه على هذه الجهة المعينة التي عينها السلطان مما هو مصلحة عامة ،و هو معنى الارصاد السا بق،فلا ينافي ما تقدم ،والله سبحانه اعلم . اھ(۱)

اس تفصیل کی روشنی میں عرض ہے کہ:

(۱) افتادہ زمینیں بلاشبہ اللہ جل مجدہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہیں مگر وہ وقف نہیں ہیں نہ ہی ان پر احکام وقف نافذ ہوں۔ واللہ تعالی اعلم ۔

(۲) گورنمنٹ عملہ ایسی زمین اگر بنام مدرسہ الاٹ کردے تو وہ ارصادات سلطانی میں شمار ہوگی خواہ مدت قلیل ہو یا کثیر اس سے مسئلہ کی نوعیت پر کچھ فرق نہ پڑے گا۔ واللہ تعالی اعلم ۔

(۳) گورمنٹ نے اگر کوئی زمین بنام مدرسہ الاٹ کردی تو اس الاٹ کردینے سے وہ مدرسہ کے لیے وقف نہ مانی جائے گی البتہ اگر مسلمانوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کردیا تو اب وہ زمین وعمارت بنام مدرسہ وقف ہو جائے گی۔ واللہ تعالی اعلم ۔

(۴) جس صورت میں وہ زمین مع عمارت وقف ہوگی تو اس کے واقف مسلمان ہوں گے۔ واللہ تعالی اعلم ۔

(۵) گورمنٹی الاٹ منٹ وقف نہیں ہے تو وہاں مسجد بنانا بھی جائز ہے کہ وہ زمین ارصادات سلطانی میں سے ہے تو گورمنٹی صراحت کے باوجود صرف مدرسہ کے لیے ہی اسے مخصوص نہیں مانا جائے گا بلکہ ہر کار خیر میں اسے

---

(۱) درالمختارمع رد المحتار ج:۶،ص:۲۲۵

استعمال کر سکتے ہیں جس میں تعمیر مسجد بھی شامل ہے۔اور اگر بالفرض مدرسہ کے لیے ہی وقف مانا جائے تو بھی وہاں مسجد بنا سکتے ہیں کیونکہ جس طرح درسگاہ کے علاوہ بچوں کے لیے دار الاقامۃ ،استنجا خانہ، غسل خانہ، وضوخانہ، لائبریری، ڈائننگ ہال وغیرہ مصالح مدرسہ میں شمار ہوتے ہیں یونہی طلبہ کے لیے نماز پڑھنے کی خاطر تعمیر مسجد بھی مصالح مدرسہ میں شامل ہوگی تو اس طرح بھی وہاں تعمیر مسجد درست ہے۔واللہ تعالی اعلمْ ۔

(٦) کسی افتادہ زمین کو محض ایکوائر کر لینے اور کسی نام سے اس کی چہار دیواری کرا دینے سے اس کے لیے وقف نہیں مانا جائے گا۔ہدایہ میں ہے:

"(ومن حجر ارضا ولم يعمر ها ثلاث سنين اخذ ها الامام ودفعها الى غيره)لان الدفع الى الاول كان يعمر ها فتحصل المنفعة للمسلمين من حيث العشر او الخراج ،فاذا لم تحصل يدفع الى غيره تحصيلا للمقصود ولان التهجير ليس باحيا ء ليملكه به. لان الاحياء انما هو العمارة والتحجير الاعلام ،سمي به لانهم كانوا يعلمونه بوضع الاحجار حوله او يعلمونه لحجر غير هم عن احيائه فبقي غير مملوک كما كان هو الصحيح ".(١)

اورعنایہ میں ہے:"ومن حجر ارضا يجوز ان يكون من الحجربفتح الجيم وسكونه .ومعنى الاول اعلم بوضع الاحجار حوله لانهم كانوا يفعلون ذالک ،ومعنى الثاني اعلم بحجر الغير عن احيائها فكان التحجير هو الاعلام فاذا حجر ارضا ولم يعمرها ثلاث سنين اخذ ها الامام ودفعها الى غيره ،والاصل في ذالک ان المشائخ رحمهم الله اختلفوا في كونه مفيدا للملک ،فمنهم من قال :يفيد ملكا موقتا الى ثلاث سنين وقيل لا يفيد و هو مختار المصنف رحمه الله اشا راليه بقوله :هو الصحيح".(٢)

لہٰذا اگر مسلمانوں نے کسی بنجر زمین کو بنام مدرسہ ایکوائر کر لیا تو وہاں مدرسہ و مسجد دونوں بنا سکتے ہیں۔واللہ تعالی اعلم ۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(١) الهداية مع الفتح ج: ١٠ ،ص:٨٧

(٢) العناية مع الفتح ج: ١٠ ،ص:٨٧

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب المسجد

مسجد کا بیان

مسجد کی تعمیر میں گورنمنٹ کا پیسہ لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد انظار عالم قادری مقام سالکی پوسٹ گاجپاڑہ کشن گنج (ہند)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سید شاہ نواز جو مرکزی کپڑا منتری ہے اور ضلع کشن گنج کا ایم۔ پی بھی ہے اس سے پیسہ لے کر اس پیسہ کو مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نہیں جب کہ عوام الناس کا کہنا ہے کہ اس رقم کو مسجد میں لگانا درست نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ وہ رقم اس کے جیب کی نہیں ہے بلکہ یہ رقم سرکاری اور گورمنٹی ہے اور یہاں کی گورنمنٹ غیر مسلم ہے گویا یہ رقم ایک واسطہ سے غیر مسلم کی ہے اور غیر مسلم کی رقم مسجد میں صرف کرنا نادرست ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

گورنمنٹ کا خزانہ کسی شخص کی ذاتی ملک نہیں ہوتا یوں ہی ممبر آف پارلیمنٹ یعنی ایم پی فنڈ کی رقم بھی۔ لہٰذا اسے لے کر مسجد تعمیر کرنا یا مسجد کے دوسرے مصارف میں صرف کرنا جائز ودرست ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۱) میں تحریر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵؍ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۴۶۰

مسجد بنانے کے بعد نیچے دوکان نکالنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جوہر علی دکھن دروازہ شہر بستی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک قدیم مسجد ہے اب کمیٹی والے چاہتے ہیں کہ مسجد کی نئی تعمیر کی جائے اور نیچے کواٹر کی شکل دے کر مسجد کو اوپر کردی جائے اور نماز اوپر ہی ادا کی جائے ایسی صورت میں مسجد کے نچلے حصے کو کواٹر کی شکل میں تبدیل کر کے اوپر نماز ادا کرنا کیا درست ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔فقط والسلام

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو جگہ مسجد ہوگئی وہ تحت الثریٰ سے آسمان تک ہمیشہ کے لئے مسجد قرار پاچکی اب اس کے کسی بھی حصہ پر نیچے یا اوپر دوکان ومکان وغیرہ کچھ بھی بنانا شرعاً حرام حرام اشد حرام ہے۔علامہ اجل شہاب الدین احمد چلپی حاشیہ تبیین الحقائق میں تحریر فرماتے ہیں:" **وقد ذکر المصنف فی علامۃ النون من کتاب التجنیس قیم المسجد اذا اراد ان یبنی حوانیت فی المسجد اوفی فنائہ فلا یجوزلہ ان یفعل لانہ اذا جعل المسجد مسکناً تسقط حرمتہ۔**"(۱)

علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "**لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح امالو تمت المسجدیۃ ثم ارادالبناء منع۔**" (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں" مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کردیا گیا اوراسے جوتا اتارنے کی جگہ بنانا یہ بھی باطل ومردود حرام ہے اوقاف میں تبدیل وتغیر کی اجازت نہیں **لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ** مسجد کہ بجمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے **قال اللہ تعالیٰ﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ﴾** اھ(۳)

اور فرماتے ہیں" وہ دکانیں قطعی حرام اگر مسجد بنانے کے بعد بنانا چاہے اگرچہ مسجد کی دیوار کا صرف سہارا اسی

(۱) الحاشیۃ علی تبیین الحقائق، ج:۴،ص:۲۷۴

(۲)الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳،ص:۳۷۱

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶،ص:۴۳۶

میں لے۔"(۱) لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد کی جدید تعمیر کرتے وقت نیچے کمرہ اور اوپر مسجد بنانا ناجائز وحرام ہے واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۴۲۹/۵/۸ھ

ایک مسجد کے چندہ سے دوسری مسجد کے امام، مؤذن کو نذرانہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ولی محمد اشرفی امام جامع مسجد رانکٹی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ موضع رانکٹی تحصیل کریلی ضلع نرسنگھ پور میں آج سے تقریباً سو سال پہلے بزرگوں نے مسجد تعمیر کی اور زمین مسجد میں لگائی آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے دو مسجدیں اور تعمیر کرنا پڑا گاؤں کے سبھی لوگوں نے مسجدوں کی تعمیروں میں دل کھول کر حصہ لیا مسجد تعمیر ہو چکی مسجدیں آباد ہیں لیکن امام اور موذن کا نذرانہ دینے میں محلے کے لوگ مجبور ہیں دونوں مسجد والوں نے درخواست دی ہے کہ دونوں مسجدوں کے امام اور موذن کا نذرانہ پرانی مسجد (جامع مسجد) سے دیا جائے پرانی بستی میں جن بزرگوں نے تعمیر مسجد کی تھی انہیں کے وارث ان محلوں میں رہ رہے ہیں کیا جامع مسجد رانکٹی سے دونوں مسجد کے اماموں اور موذنوں کو نذرانہ دیا جاسکتا ہے اس کا جواب جلد از جلد عنایت فرمانے کی مہربانی فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایک مسجد کے وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد پر خرچ کرنا ناجائز ہے چنانچہ درمختار میں ہے۔"ان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجداً او مدرسة واقف علیھما اوقافاً لا یجوز له ذالک"(۲) یعنی اگر دو آدمیوں نے الگ الگ دو مسجدیں بنائیں یا ایک ہی آدمی نے مسجد و مدرسہ علیحدہ علیحدہ بنایا تو ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں لگانا جائز نہیں ہے:

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۴۴۵

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۷۲

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''ہرگز ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسرے میں نہیں تو اس کے لوٹے اس میں بھیجنے کی اجازت نہیں''(۱)

البتہ اگر جامع مسجد میں چندہ کی رقم اکٹھا ہوتی ہو تو اس رقم سے دوسری مسجد کے امام ومؤذن کو دیا جاسکتا ہے شرط یہ ہے کہ چندہ لیتے وقت لوگوں کو بتادیا جائے کہ جامع مسجد میں یہ جو چندہ ہو رہا ہے اس میں سے فلاں فلاں مسجد کے امام ومؤذن کو بھی دیا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵؍ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

کیا دیوار مسجد سے متصل دوکان بنا کر کرایہ پر دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد سلیم ابراہیم اپار ٹمنٹل مقام کرلا، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ مسجد کی ملکیت میں خارج مسجد جو جگہ ہوتی ہے مثلاً (نمبر۱) حوض (نمبر۲) وضوخانہ (نل کے ذریعہ (نمبر۳) بیت الخلا (نمبر۴) استنجا خانہ (نل کے ذریعہ) وضوخانہ کی دیوار جو روڈ کی طرف ہے اس دیوار میں مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے دوکان بنا کر صرف کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں دوکان کی آمدنی صرف مسجد کے اخراجات کو پوار کرنے میں استعمال ہوگی نہ اسے فروخت کیا جائے گا نہ تو پگڑی پر دیں گے،

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر مسجد کے مصلیوں کا حق نہ جاتا ہو تو مسجد کے فائدہ کے لیے وہاں دوکان بنانا جائز ہے علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''وکذا یفتی بکل ما ھو انفع للوقف'' اھ(۲)

اور فتاوی بحر العلوم ج۵ صفحہ ۱۰۸ پر فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ہے وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مدنظر ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸؍ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۳۸۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۳، ص:۴۰۱

کیا بدمذہب کی نماز جنازہ کا مسجد کے مائک سے اعلان کرنا اور نا اہل کو مسجد کی کمیٹی کا ممبر بنانا درست ہے؟

مسئلہ از: محمد ضیاء الدین رضوی حاجی نگر۔۲۴

محترم المقام لائق صد احترام جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام کہ آج کل وہابی، اہل حدیث، سنی جب مرجاتا ہے تو کمیٹی کے لوگ مسجد کے مائک سے مسجد میں اعلان کرتے ہیں، کیا ایسے موقع پر دیوبندی، اہل حدیث وسنی کے لیے مسجد کا مائک استعمال کرنا درست ہے؟ از روئے شرع مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) آج کل مسجد کی کمیٹی میں ایسے لوگوں کو رکھا جاتا ہے جو بے نمازی جاہل جو مسجدوں میں آکر چلاتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو مسجد کی کمیٹی میں رکھنا درست ہے؟ اگر کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو کہتے ہیں بہت شریعت پر چلنے والے بنے ہیں جو وہابیوں سے میل جول رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کو کمیٹی میں رکھنا چاہئے کہ نہیں؟ اگر لوگ اس کو رکھتے ہیں تو ان کے لیے کیا حکم شرع ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مسجد کا مائک اگر مسجد کے مال سے خریدا گیا یا کسی نے اپنی طرف سے مسجد کے ہی کاموں کے لیے خرید کر وقف کردیا تو اس سے کسی کی نماز جنازہ کا اعلان نہیں کیا جاسکتا، امام اجل علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں " الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ" (۱)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغییرا لوقف عن ھیئتہ" (۲)

اور اگر کسی نے وقف کیا مگر ہر کار خیر کے اعلان کی اجازت دی ہے یا لوگوں نے چندہ کرکے خریدا ہے اور ہر کار خیر میں لانے کی ان کی طرف سے اجازت ہو تو اب سنی کی نماز جنازہ کا اعلان کرسکتے ہیں مگر وہابی، دیوبندی وغیرہ بدمذہبوں کی نماز جنازہ کا اعلان ناجائز وحرام ہے کہ ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنی حرام ہے تو اس کا اعلان وہ بھی مسجد سے کرنا بدرجہ اولی حرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) فتح القدیر کتاب الوقف ج:۵، ص:۴۴۰　　(۲) الفتاوی العالمگیریۃ کتاب الوقف ج:۲، ص:۴۹۰

(۳) سورۃ المائدہ آیت:۲

(۲) مسجد کی ذمہ داری نبھانے کے لیے ایسے لوگوں کی کمیٹی ہونی چاہیے جو دیندار، متدین، ہوشیار، صاحب عقل وشعور اور مسجد کے مصالح اور اس کے منافع کی حفاظت کرنے والے اور مخلص ومتصلب فی الدین ہوں، ردالمختار میں ہے: ''ولا یولی الّا امین قادر بنفسه او بنائبه'' (۱)

فتاوی امجدیہ میں ہے: ''مسلمانوں پر لازم ہے کہ انتظام مسجد اس کمیٹی کے ہاتھ سے علیحدہ کرلیں اور سنی متدین کارگزار اراکین مقرر کریں'' (۲)

جو لوگ اس کے خلاف کریں گے شرعاً مجرم ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۴/ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شمیم نظامی کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہمارے یہاں بعض علاقوں میں یہ رواج قائم ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مسجد کی کوئی بوسیدہ چٹائی اوپر رکھتے ہیں پھر اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے ہیں اور اس کے عوض دوسری نئی چٹائی لاکر مسجد میں رکھ دیتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی چٹائی قبر میں استعمال کرسکتے ہیں؟ مسجد کی وہ چیزیں جو نا قابل استعمال ہوں وہ کیا کریں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

''باسمه تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

مسجد کی بوسیدہ چٹائی اگر قابل استعمال نہ رہ گئی اور وہ مسجد کے مال سے خریدی گئی تھی تو اسے قبر میں لگا کر اس کی جگہ دوسری چٹائی رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے فتاوی رضویہ میں ہے:

''پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کرسکتا ہے''۔ (۳)

اور اگر کسی مسلمان نے مسجد میں استعمال کے لیے دی تھی تو اس کی صراحۃً یا عرفاً ودلالۃً اجازت سے قبر میں لگانا درست ہے، فتاوی رضویہ میں ہے:

''مسجد کی مستعمل چیزیں مثلاً چٹائیاں، دریاں، لوٹے صرف مستعمل ہونے کی کی وجہ سے بیچنے کے کوئی معنی

(۱) ردالمحتار کتاب الوقف ج:۳، ص: ۴۲۱ (۲) فتاوی امجدیہ کتاب الوقف باب المسجد، ج:۳، ص: ۱۱۷

(۳) الفتاوی الرضویہ ج:۶، ص: ۴۷۲

نہیں اور ایسی اشیاء میں سے جو بیکار ہو جائے وہ دینے والے کی ملک کی طرف واپس ہو جاتی ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔"(۱)

اور اگر وہ چٹائی ابھی قابل استعمال ہے تو اسے دوسری مسجد میں لے جانے کی اجازت نہیں ہے، کسی قبر میں لگانا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے فتاوی رضویہ میں ہے:

"ایک مسجد کی صفیں دوسری مسجد میں لے جانا ممنوع و ناجائز ہے"(۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

دیوبندی کا چندہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ریاض احمد اتری دیناج پور، بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد مٹی کی بنی ہوئی تھی پھر کچھ عرصہ بعد ایک دیوبندی عورت نے اپنی وراثت ملی زمین کو فروخت کر کے اس روپئے کو مسجد کو بطور چندہ دیدی اور اس روپئے سے مسجد پکی بنائی گئی، لہٰذا اس روپئے سے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟ اور اگر تعمیر کر لیا گیا تو اس مسجد کا کیا حکم ہے؟ حالانکہ اس کے والدین اور بھائی وغیرہ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ بینوا مفصلاً بالدلائل۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر اس دیوبندیہ خاتون نے نیاز مندانہ طور پر بغیر احسان جتلائے اور کسی وہابی دیوبندی کا عمل دخل کئے بغیر چندہ دیا تو اس رقم سے مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور رہی نماز تو اس میں نماز بلاشبہ درست ہے کہ وہ پہلے سے ہی مسجد ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کافر کے دیئے ہوئے پیسے سے مسجد تعمیر کرنے سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر اس (کافر) نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃً کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو، مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ ضرور مسجد ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے لانہ انما یکون اذ ناللمسلم بشراء الا لات للمسجد بمالہ"(۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۵ر ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج:۶، ص:۴۳۶ (۲) الفتاوی الرضویہ ج، ۶، ص: ۴۷۳ (۳) الفتاویٰ الرضویہ کتاب الوقف ج:۶، ص ۳۹۶

مسجد کے مائک سے دنیوی اُمور کا اعلان کیسا ہے؟

مسئلہ از: سراج الدین بن حاجی عبدالقدوس مرحوم مقام سہاول پوسٹ اٹھیا بازار ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)
عظیم المرتبت لائق صد احترام حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسجد کے مائک سے جو اذان کے لیے مقرر ہے دنیاوی امور مثلاً ٹیکہ لگانے کے لیے مٹی کا تیل شادی بیاہ کی دعوت میں کھانے کے لیے اعلان کرنا کیسا ہے؟ (۲) ہندو کا مسجد میں جا کر مندرجہ بالا باتوں کا اعلان کرنا کیسا ہے جو شخص اس بات کو کہے یہ اعلانات گاؤں کے فائدے کی خاطر ہورہے ہیں اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) جو سامان جس کام کے لیے وقف ہوا سے اسی کام کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے دوسرے کاموں میں اس کا استعمال ناجائز ہے درمختار میں ہے "شرط الواقف کنص الشارع" (۱) اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "وقف میں شرائط واقف کا اتباع ضروری ہے۔" (۲)

لہٰذا وہ مائک اگر اذان کے لیے وقف ہو تو دوسرا کوئی اعلان جائز نہیں اور اگر اذان کے علاوہ دیگر کاموں کے لیے بھی دیا ہو تو جائز و صحیح اعلان اس مائک سے کرنا جائز ہے ورنہ نہیں و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب بدمذہب کو مسجد میں جانے سے روکا جائے گا تو ہندو بدرجہ اولی اس سے روکا جائے گا اس لیے ہندو کو اعلان کے لیے مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں،

اگر عام اعلان کے لیے بھی مائک لگایا ہو تو ان کا کہنا درست ہے اور اگر صرف اذان اور مسجد کے کاموں کے لیے وقف ہو تو ان کا کہنا غلط ہے اور شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے ان کو توبہ کرنی چاہیے و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۶، ص: ۵۰۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۷، ص: ۳۷۷

مسجد کا کام رکوانے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیع جہانگیر احمد خان

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا نام شمشیر علی خان ۲۰۰۷ء میں جب کہ سنی مبارک مسجد کا تعمیری کام چل رہا تھا تو اس نے بی، ایم، سی میں اس تعمیری کام کو رکوانے کے لیے درخواست دی تھی جو کہ انگلش میں تھی اس میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا گیا تھا فوراً سنی مبارک مسجد میں تعمیری کام پر روک لگائی جائے۔

انگلش درخواست اور اس کا ترجمہ جو کہ آپ کی بارگاہ میں پیش ہے اس بابت میں چند سوالات ذیل میں درج ہیں۔

(۱) مسجد کے معاملے کو شرعی عدالت کے بدلہ دنیاوی (جھوٹی عدالت) میں درخواست دے کر قوم مسلم اور مسجد کو غیروں میں بدنام کرنے والوں پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۲) اللہ کے گھر مسجد کے معاملے کو حل کرنے کے لیے اپنوں کے بجائے اہل ہنود اور حکومت سے امداد لینے والے پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۳) پترے کی مسجد کو چھت میں بدلنے کے وقت اس تعمیر کو غیر قانونی قرار دینے والے اور تعمیری کام پر روک لگانے والے پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۴) موجودہ ٹرسٹ سنی مبارک مسجد نے جمعہ کے دن سارے نمازیوں کے سامنے مسجد کا حساب دیا پھر بھی اس کے بعد میں ان پر چوری کا بہتان اور الزام لگانے والے پر حکم شرع بیان فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) بلا وجہ شرعی محض ضد اور نفسانیت کی بنا پر قوم مسلم اور مسلمانوں کی مسجد کو بدنام کرنا اور ان کی عزت بگاڑنا ناجائز وحرام ہے اور ایسا کرنے والا شیطان کا مددگار ظالم جفا کار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے ایسے شخص کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے باز آجائے اور اگر باز نہ آئے تو مسلمان ایسے شخص کا ساتھ نہ دیں بلکہ سب اس کا بائیکاٹ کر دیں اور کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱) وقال تعالیٰ: ﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى

(۱) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر ایسے معاملات ہوں جن میں حکومت کے دخل کے بغیر چارہ نہ ہو یا کافر افسر ہوں اور ان کے ہی اختیار سے معاملات حل ہو سکتے ہوں تو شرعاً اجازت ہوگی ورنہ ان کے پاس باختیار خود کسی دینی معاملے کا لے جانا ناجائز اور ایسا کرنے والا مجرم و گنہ گار ہے قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾(۲) اس پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) ایسا شخص بہت بڑا ظالم فاسق و فاجر اور مستحق نار و غضب جبار ہے قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾(۳) اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حساب و کتاب صحیح طریقہ سے رکھنے کے باوجود ٹرسٹیان پر چوری کا الزام لگانے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب اور حق العبد میں گرفتار ہیں ارشاد خداوندی ہے ﴿اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ (۴) اس آیت کریمہ کے تحت حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ رقم طراز ہیں: یعنی جھوٹ بولنا اور افترا کرنا بے ایمانوں ہی کا کام ہے۔

الزام لگانے والے پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور جن پر جھوٹا الزام لگایا ان سے معافی مانگے ورنہ عذاب الٰہی کا انتظار کرے قال اللہ تعالیٰ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ﴾ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۱

(۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

(۴) سورۃ النحل، آیت: ۱۰۵

(۵) سورۃ البروج، آیت: ۱۰

مسجد کی سجاوٹ ایسی چیز سے کرنا جومخل نماز ہو

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیت، موبائل:9771703910

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد کے اندر بالکل اگلی صف سے باہر اس طرح پلاسٹک اور پنی کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن کرنا کہ جو ہوا لگنے پر یا مسجد کے پنکھے چلنے پر بولے آواز کرے اور کھڑ کھڑائے اور امام کی قرأت سننے نیز جس سے نماز کے خشوع وخضوع میں فرق آئے اور نماز میں خلل واقع ہونے کا امکان ہو شرعا درست ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو جو شخص مسجد کے اندر اس طرح کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن پر مصر ہو امام کے منع کرنے پر بھی ماننے کو تیار نہ ہو حتی کہ اسی بنیاد پر امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا تک چھوڑ دے شرعا ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے کیا ایسا شخص مسجد کا منتظم اور متولی بنانے کے لائق ہے، ازروئے شرع جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نمازیوں کے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں چاہیے جس سے ان کا دل بٹے اور خشوع وخضوع میں خلل ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "لا ینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شئی یلھی المصلی." (۱) درمختار میں ہے: "ولا بأس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلھی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا خصوصاً فی جدار القبلۃ قال الحلبی وفی حظر المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر انتھیٰ وظاھرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ." (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شاغلات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ دیوار یمین وشمال بھی ملہیات سے خالی رہے کہ اس کے پاس جو مصلی ہو اس کو پریشان نہ کرے" (۳) ان ارشادات سے واضح ہوا کہ نمازیوں کے سامنے دل کو بانٹنے والی کسی چیز کا ہونا مکروہ وممنوع ہے بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوگا۔

درمختار میں ہے: "کرہ وقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ وکذا کل ما یشغل بالہ عن

(۱) سنن ابی داؤد باب الصلوۃ فی الکعبۃ، ص: ۲۷۷

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۸۷

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۵۹۹

افعالها ويخل لخشوعها كائنا ما كان." (۱)

اسی میں ہے "ولذا تكره في طاحون." (۲) ردالمحتار میں ہے "لعل وجهه شغل البال بصوتها." (۳)

صورت مسئولہ میں جس طرح سجاوٹ کا ذکر ہے وہ بلا شبہ ممنوع اور مکروہ ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں اور جو شخص بتانے کے باوجود نہ مانے اور اپنی ضد وہٹ دھرمی پر قائم رہے تو مسلمان اسے اپنی کوشش بھر روکیں اگر نہ رکے تو اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیں ہاں اگر مسجد کے مال سے وہ ایسا کرتا ہے تو اسے متولی اور منتظم ہرگز ہرگز نہ بنایا جائے کہ یہ وقف کا بیجا تصرف کرنے والا ہے اور ایسے شخص کو متولی بنانا گویا مال وقف کو برباد کرنے کی راہ نکالنا ہے در مختار میں ہے: "وينزع وجوبا بزازية لو الواقف در رفغيره بالاولى غير مامون او عاجز" (۴)

ردالمحتار میں ہے: "قال في الاسعاف ولا يولي الا امين قادر بنفسه او بنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود" (۵) والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحيح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

مسجد کی رقم اپنے ذاتی کام میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مصلیان مدینہ مسجد ٹرانزیٹ کیمپ دھاراوی، بمبئی، نمبر ۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) زید ایک مسجد کا صدر ہے اس نے مسجد کا ایک لاکھ روپیہ اپنے ذاتی کام میں استعمال کیا جس کا ثبوت موجود ہے (۲) خالد جو مسجد کا خزانچی ہے اسکے ہاتھ میں تین جمعہ کا پیسہ آیا لیکن تین سال کا عرصہ گزر گیا اس کا کوئی حساب وکتاب نہیں ہے (۳) بکر جو مسجد کا سکریٹری ہے مذکورہ بات کی جانکاری رکھتے ہوئے زید اور خالد کی حمایت کرتا ہے ان ساری باتوں کو جانتے ہوئے کہتا ہے کہ صدر اور خزانچی کو عہدے سے ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی عوام کا مطالبہ ہے کہ شریعت کی رو سے کمیٹی کی ایسے افراد جو مسجد کے روپیوں میں خرد برد کرتے ہیں برخواست کر دینا چاہیے کیا ایسے افراد کو صدر سکریٹری اور خزانچی یا ٹرسٹی کے اس اہم عہدے

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۸۷
(۲) حوالہ سابق
(۳) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۵۵
(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۴۲۱
(۵) حوالہ سابق

سے برخواست کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب.

نوٹ: مذکورہ صدر سکریٹری، خزانچی اور ان کے ساتھ کچھ حمایتی لوگ بھی ہیں ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد کی رقم کو اپنے ذاتی کام میں لگانا امانت میں خیانت ہے جو ناجائز وحرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱)

اور ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾ (۲)

یوں ہی مسجد کی رقم کا حساب وکتاب نہ دینا بھی سخت قابل گرفت ہے کیوں کہ غبن اور بددیانتی کا اگر گمان ہی ہو تب بھی مسلمانوں کو حساب وکتاب سمجھنے کا حق حاصل ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "غبن وتغلب یقینی درکنار اگر منظون بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور ان کا اعراض سخت قابل اعتراض درمختار میں ہے: "لا تلزم المحاسبة فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالا جمال لو معروفاً بالامانة ولو متهماً یجبرہ علی التعیین شیأفشیاءًاھ" (۳)

صورت مسئولہ میں زید اور خالد نے اگر واقعی مسجد کی رقم خرد برد کی ہے تو وہ صدر اور خزانچی بننے کے اہل نہیں ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ انہیں ان کے منصب سے ہٹا کر دیانتدار اور نیک آدمی کو اس منصب پر رکھیں درمختار میں ہے: "وینزع وجوباً بزازیة لو الواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون اوعاجزاً اوظھر بہ فسق اھ (۴)

ردالمحتار میں ہے: "قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسہ اوبنائبہ لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانہ یخل بالمقصود اھ" (۵)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "متولی اور منتظم پر اتباع شرع وشرائط واقف ضروری ہے ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار نہیں اور اگر کریں تو مسلمانوں کو مزاحمت کرنی چاہیے

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۲۷

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۵۸

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۲۵

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

اور اگر خیانت کے باعث وقف پر ضرر ثابت ہو تو فوراً نکال دیے جائیں۔"(۱) اور جو لوگ ایسے خیانت کاروں کے حمایتی ہیں وہ بھی مجرم وگنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ غلط کاروں کی حمایت سے باز آئیں اور توبہ واستغفار کریں قال اللہ تعالیٰ ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲) و قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸ر صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

وہابیوں سے میل جول رکھنے والے کو مسجد کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: انصار صاحب وتمام احباب واقارب گوجی درہ بھدرک اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) یہاں پر ایک سنی مسجد ہے اس کمیٹی کے ممبران اس طرح ہیں کہ وہابیوں سے میل جول رکھتے ہیں ان کی رشتہ داری بھی ہے کچھ لوگ وہابیوں کے یہاں شادی دیگر تقریب میں شرکت کرتے ہیں کھاتے اور پیتے بھی ہیں ماحصل اکثر کمیٹی کے لوگ اس طرح ہیں الا ماشاء اللہ ان لوگوں کے بارے میں حکم شرع کیا ہے۔

(۲) سنی لڑکا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نعت پاک کا ایک شعر پڑھ رہا تھا "تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو، ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی، اس پر وہابیوں نے اس لڑکے کو مارا جب اس معاملہ کو سلجھانے کے لیے ممبران مسجد ہذا کو بلایا گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ نے جواب دیا کہ یہ کوئی دینی مسئلہ نہیں ہے کہ ہم اس میں شرکت کریں کیوں کہ ان لوگوں کی وہابیوں سے رشتہ داری ہے آخر کار عام لوگ جو مسجد کے عہدہ دار نہیں ہیں ان لوگوں نے اس معاملہ کو رفع دفع کر کے وہابیوں سے معافی منگوائی لہٰذا ایسے ممبران کے لیے حکم شرع کیا ہے؟

(۳) اس مسجد کے ممبران غیر نمازی فاسق وفاجر وجوا اور تاش کھیلتے ہیں اور ان کے علاوہ جو نمازی ومتشرع اور حق گو ہیں ان کو ممبران نہیں بنایا جاتا لہٰذا ایسوں کو ممبر بنانا اور آخر الذکر حضرات کو ممبر نہ بنانا شرعاً کیسا ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۲۵

(۲) سورۃ المائدۃ، آیت: ۲

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

۱؍۲؍۳؍جولوگ سوال میں مذکور حرکتیں کرتے ہیں وہ سب فاسق وفاجر اور مجرم وگنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں اور وہابیوں، دیوبندیوں کے پاس نشست وبرخاست اور سلام وکلام اور خورد ونوش سے باز آئیں اگر وہ لوگ اصلاح حال نہ کریں تو ان کو سنی مسجد کی کمیٹی کا ممبر بنانا منع ہے ان کی جگہ سنی صحیح العقیدہ اور نیک وصالح حضرات کو ممبر بنانا جائے ورنہ نااہل کو منصب دے کر اہل کو دور رکھنے کا وبال مسلمان کے سر آئے گا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ر محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

مسجد کی تعمیر روکنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مولانا جنید احمد علیمی نظامی مقام کھکپورا پوسٹ بھمنی مصر، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلے میں کہ مولانا عارف ساکن کھکپورا کے مکان کے جانب مشرق "جامع مسجد قادریہ" ایک بسہ دھری میں واقع ہے جس کے کاغذات سب موجود ہیں اس وقت مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کی جارہی ہے اور پرانی تعمیر سے ایک جانب مغرب بڑھا کر تعمیر کی جارہی ہے اور کاغذی پیائش کے حساب سے ابھی دوفٹ زمین پچھم میں یعنی مولانا عارف کے گھر اور مسجد کے درمیان خالی ہے جو مسجد کے رقبہ میں آتی ہے کیا از روئے شرع مسجد کی اسی دوفٹ خالی زمین میں بڑھا کر منبر تعمیر کرنا جائز ہے؟ اور اس کی مخالفت کرنے والے نے اسٹے کر دیا ہے جس کی وجہ سے مسجد کا تعمیری کام رک گیا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص سے میل جول رکھنا سلام اور مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جب وہ زمین مسجد کی ہے تو بلا شبہ اس میں منبر بنانا جائز ودرست ہے اور تعمیر کی مخالفت کرنے والا گناہ کبیرہ اور ظلم شدید کا مرتکب ہے ایسے شخص کا حکم بیان کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ

﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۱) اس سے بڑا ظلم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی ویرانی و بربادی کی کوشش کرے انہیں روا نہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

تعمیر روکنے والا اگر اپنی غلطی سے تائب نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اس سے میل جول سلام وکلام سب ختم کر دیں ورنہ وہ لوگ بھی گنہ گار ہوں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) یعنی شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ اپریل ۲۰۱۰ء

مسجد کی چھت پر موبائل کا ٹاور لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قریشی محمد عمر ابن عبد الستار قادری

رہائش۔ روم نمبر ۱۲/ ۱۰/ ۳۱ پتھر نگر، ہیمنت سوسائٹی باندرہ (شرق) ممبئی ۴۰۰۰۵۱/ فون: ۹۸۳۳۰۴۹۱۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) مسجد کی ٹیرس پر موبائل فون کا انٹینا لگا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ جس مقام پر موبائل فون کا انٹینا لگا ہوتا ہے اور جو موبائل اس انٹینا کا نیٹ ورک حاصل کرتا ہے اس موبائل میں اس مقام کا نام آتا ہے یعنی مسجد کا نام بھی آئے گا موبائل فون کے ذریعہ اچھی اور فحش تحریر (SMS) کے ذریعہ اور (M.MS) کے ذریعہ تصاویر وغیرہ بھی بھیجی جاتی ہیں جس میں عریاں تصاویر بھی ہوتی ہیں نام مسجد کا لکھا ہوا آئے گا کیا اس صورت میں مسجد پر انٹینا لگا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ دیوبندیوں نے اپنی مساجد پر لگانے سے انکار کر دیا اور اب ہم سنیوں کی دینداری کا مذاق اڑاتے ہیں اس انٹینا کے ذریعہ مسجد کو سال کا (240000) دو لاکھ چالیس ہزار روپے کا مالی فائدہ ہوگا جب کہ مسجد کی ملکیت میں چار سلائی وغیرہ کے کارخانے اور گیارہ دکانیں موجود ہیں جس سے مسجد کو آمدنی ہوتی ہے اچھی اور فحش تحریر وعریاں تصاویر مسجد کے اوپر لگے انٹینا کے ذریعہ ہی ایک دوسرے کے پاس جائے گی کیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) ایسا مدرسہ جو کہ دارالعلوم کی شکل میں ہو اور اس کی عمارت مسجد سے متصل ہو جو دیکھنے میں پوری عمارت کے ساتھ مسجد لگتا ہو تا وقتیکہ اس کی وضاحت نہ کی جائے تو کیا مذکورہ خرابیوں کے ساتھ ایسے مدرسہ کی ٹیریس پر انٹینا لگانا جائز ہے یا نہیں کیا یہ پیسہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عطا فرمائیں آپ کی عین نوازش وکرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو جگہ مسجد ہوگئی وہ تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد قرار پاچکی اب اس کے کسی بھی حصہ کو نیچے یا اوپر سے مصالح مسجد کے خلاف کسی دنیوی کام کے لیے استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے حتی کہ اب مسجد کے کسی بھی حصہ پر حجرہ امام بھی نہیں بنا سکتے ہیں حضور صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مسجد کی چھت پر امام کے لیے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا ہے'' (۱)

اور علامہ اجل علاء الدین حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''لو بنی فوقه بيتاً للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع." (۲)

بلکہ مسجد کی دیوار پر کوئی شخص کڑی تک نہیں رکھ سکتا ہے اگر چہ کرایہ دے علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''ونقل في البحر قبله ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وان كان من اوقافه اه قلت و به علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فانه لا يحل ولو دفع الاجرة." (۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ''بانی مسجد کو حرام تھا کہ مسجد کی دیوار پر اپنی کڑی رکھے یونہی اس وارث نے جو تصرفات مذکورہ کیے سب حرام ہے اور واجب ہے کہ کڑیاں اتاردی جائیں اور ٹین جدا کردیا جائے مسجد کی دیواران ظالمانہ تصرفات سے پاک کردی جائے'' (۴) مذکورہ تفصیلات سے واضح ہوا کہ مسجد کے اوپر موبائل فون کا انٹینا لگانا ناجائز وگناہ ہے اگر لگا دیا گیا ہو تو اس کا اتار دینا واجب ہے اور اس کے ذریعہ کرایہ لینا ناجائز ہے: ''درمختار میں ہے ولا يجوز اخذ الاجرة منه'' (۵) واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) بہار شریعت، ج:۱۰، ص:۸۲

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۷۱

(۳) ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۷۱

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۴۱۴

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۷۱

(۲) مدرسہ اگر مسجد سے متصل ہو اس پر بھی انٹینا نہ لگایا جائے ہاں اگر اس کے ذریعہ کچھ آمدنی ہوگئی تو اسے مدرسہ میں صرف کیا جاسکتا ہے مسجد میں صرف نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ / جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

مسجد کا جو سامان قابل استعمال نہ ہو اس کا بیچنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: رضا مسجد معرولیا پراگ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں قدیم مسجد شہید کرنے کے بعد مسجد کی چھت اور دیواروں کی ٹوٹی پھوٹی اینٹ مسجد پٹاو وغیرہ کے بعد بچ جائے نہ تو مسجد میں اس کے رکھنے کی جگہ ہو اور نہ ہی مسجد کو اس کی ضرورت ہو تو کیا ایسی صورت میں کوئی مسلمان اپنے گھر کی بنیاد اور پٹاؤ میں مفت یا قیمتاً استعمال کرسکتا ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد کا جو سامان مسجد کے لیے کارآمد نہیں ہے اسے فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد میں لگادی جائے۔ البحر الرائق میں ہے "وفی الفتاوی الظہیریۃ سئل الحلوائی عن أوقاف المسجد اذا تعطلت وتعذر استغلالھا ھل للمتولی ان یبیعھا ویشتری بثمنھا اخری قال نعم." (۱)

مگر اس کا خیال رہے کہ اسے بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کیا جائے ایسا ہی فتاوی رضویہ، ج ۶، صفحہ ۴۴۱ اور فتاوی فیض الرسول، ج ۲، صفحہ ۳۶۴ پر مرقوم ہے واللہ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ / جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ

مسجد کی زمین کو دوسری زمین سے بدلنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بہرام باغ جوگیشوری ممبئی علاقہ میں ایک عربیہ مدرسہ بدر مسجد کا ۱۹۸۲ء میں قیام عمل میں آیا اس کی ایک رجسٹرڈ کمیٹی "بہرام باغ عربیہ مدرسہ ایسوسی ایشن" کے نام سے ہے لوگوں میں مسجد ومدرسہ "بدر مسجد" کے نام سے مشہور ومتعارف ہے جس کا کل رقبہ تقریباً چھ ہزار فٹ ہے یہ

(۱) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۲۵۲

زمین ایک عیسائی عورت کی ہے زمین کے مالکوں میں اس عورت کے بچوں کا بھی نام ہے ابتدا میں کمیٹی کے صدر نے اس جگہ مسجد و مدرسہ قائم کرنے کے لیے باسٹھ ہزار روپے دیے کچھ عرصہ بعد کمیٹی کے افراد اس عورت سے ملے اور مسجد کے سلسلے میں بات کی تو وہ عورت سارے معاملات کو سن کر راضی ہوگئی اور کہا کہ میں نے یہ زمین تم کو سوا لاکھ میں دے دیا لیکن تم لوگ وہاں صرف عبادت دینی ہی کا کام کرنا بقیہ کاغذات بعد میں دے دوں گی۔

کمیٹی ہی کے ایک فرد حاجی عبدالرحیم مرحوم نے اپنے دوستوں کے تعاون اور خود سے پوری رقم ادا کردی کیوں کہ انہیں سے اس عورت نے خرید نے بیچنے کا معاملہ طے کیا تھا اور حاجی عبدالرحیم مرحوم نے اپنے نام سے ہی زبانی طور پر زمین خریدی تھی حاجی عبدالرحیم نے اس جگہ کو مسجد و مدرسہ کے لیے وقف کردیا اور اعلان بھی کردیا اب اس علاقہ میں نئی تعمیرات کا سلسلہ شروع ہے زمین کے کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے بلڈر اس عورت سے رجوع ہوا تو اس نے پندرہ لاکھ روپے کا مطالبہ کیا جو بلڈر نے ادا کر کے کاغذات حاصل کر لیے چوں کہ رہائش بلڈنگ کی تعمیر میں مسجد کی زمین آرہی ہے تو بلڈر چاہتا ہے کہ مسجد کی جگہ بلڈنگ تعمیر کرنے کے لیے اسے دیدی جائے اس کے بدلے میں بغل ہی کی زمین تھوڑی دور پر وہ بلڈر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرا کے دے گا۔

سوال یہ ہے کہ ان تفصیلات کی روشنی میں کیا ایسا کرنا درست ہوگا کہ موجودہ مسجد کی جگہ پر بلڈنگ بنادی جائے اور دوسری جگہ اسی نام سے مسجد تعمیر ہو جائے اس مسجد کا کچھ حصہ روڈ کٹنگ میں بھی جا رہا ہے جس کے بدلے گورنمنٹ اوپری منزلہ کی تعمیر کی اجازت دے گی۔ **بینوا توجروا۔**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو جگہ شرعاً مسجد ہوگئی اب وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی اگر چہ اس کی عمارت منہدم کردی جائے اس کی ایک ایک اینٹ ختم کردی جائے اور اس جگہ کچھ اور بنا دیا جائے ہر حال میں وہ مسجد ہے اور اس کا احترام بدستور باقی رہے گا اس جگہ بلڈنگ یا اور کچھ بنانا حرام اور اس کو بلڈنگ بنانے کے لیے دے کر اس کے عوض دوسری جگہ مسجد منتقل کردینا حرام علامہ اجل خاتم المحققین ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں **"لا يجوز نقله ونقل ماله الىٰ مسجد آخر سواء كانو يصلون فيه اولا وهو الفتوىٰ حاوى القدسى واكثر المشائخ عليه"اھ(١)**

فتاوی عالمگیری میں ہے **"لو كان مسجد في محلة ضاق على اهله ولا يسعهم ان يزيد وافيه فان هم بعض الجيران ان يجعلوا ذٰلک المسجد له ليدخله في داره ويعطيهم مكانه عوضاً ماهو**

---

(١) ردالمحتار، ج:٣، ص:٣٧١

غیر لہ فیسع فیہ اہل المحلۃ قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لا یسعہم ذالک کذا فی الذخیرۃ"(۱)

صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: "مسجد تنگ ہوگئی ایک شخص کہتا ہے کہ مسجد مجھے دیدو میں اسے اپنے مکان میں شامل کرلوں اور اس کے عوض وسیع اور بہترین زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں۔"

(۲) ان تمام ارشادات واقوال سے مثل آفتاب روشن ہے کہ صورت مذکورہ میں موجود مسجد پر بلڈنگ بنانا سخت ناجائز و حرام ہے اگر چہ اسی نام سے کسی اور جگہ پر مسجد بنادی جائے واللہ تعلیٰ اعلم.

(۲) مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانا ناجائز وحرام ہے فتاوی عالمگیری میں ہے: ان ارادوا ان یجعلوا شیأ من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح کذا فی المحیط"(۳)

لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو روڈ کے لیے دے واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ رذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

بنجر زمین پر دوسرے کے قبضہ کے باوجود وضوخانہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: الحاج عنایت حسین، موضع ٹیما دیوریا وایا پوسٹ نگر بازار ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں مسجد کے گیٹ کے سامنے بنجر زمین ہے جس پر ایک مسلمان دعوی دار ہے اراکین مسجد اس زمین پر وضوخانہ بنانا چاہتے ہیں جس کے عوض اس مدعی مسلمان کو دوگنی زمین یا اس زمین کے مناسب قیمت دینے کے لیے تیار ہیں اس کے باوجود وہ زمین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کے تعلق سے شریعت میں کیا حکم موجود ہے اور ایسی صورت حال ہے کس طرح نپٹا جائے اور اس مدعی مسلمان کی اجازت کے بغیر اس پر وضوخانہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟ واضح رہے کہ اس مدعی کا بظاہر اس پر کوئی قبضہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی تحریری ثبوت ہے۔

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۳، ص:۴۵۷

(۲) بہار شریعت، ج:۱۰، ص: ۹۷۸

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۴۵۷

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ملک کی وہ زمین جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہوتی ہے شرعاً وہ خدائے تعالیٰ کی ملک ہوتی ہے اور بیت المال کی کہلاتی ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "عادی الارض للہ ورسولہ" ایسا ہی فتاوی رضویہ(۱) میں مرقوم ہے اور اگر کوئی شخص بے اذن حاکم ایسی زمین پر قبضہ کرلے تو اس کی ملک نہیں ہوسکتی جیسا کہ فتاوی عالمگیری کی اس عبارت سے مفہوم ہے: " ومن احیا ارضا میتة بغیر اذن الا مام لا یملکھا فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ و قال صاحبه یملکھا"(۲)

لہٰذا صورت مذکورہ میں جب اس مدعی کے پاس نہ کوئی تحریری ثبوت ہے اور نہ ہی اس کا بظاہر کوئی قبضہ ہے تو وہ اس مدعی مسلمان کی ملکیت نہیں مانی جائے گی اراکین مسجد اس کی اجازت کے بغیر اس پر وضوخانہ تعمیر کرسکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۰ر جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

مسجد میں غیر مسلم نے نل لگایا تو؟

مسئلہ از: آپ کا قدم بوس محمد ہدایت رضا قادری، کرناٹک

حضرت علامہ مفتی دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد از سلام عرض بارگاہ عالیہ میں یوں ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسجد شریف میں ہینڈ پمپ کا انتظام کیا ہو یا کسی شخص نے غیر مسلم سے ہینڈ پمپ کا انتظام کروایا شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس ہینڈ پمپ سے وضو وغسل وغیرہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو جس شخص نے غیر مسلم سے ہینڈ پمپ لگوایا یعنی انتظام کروایا ہے اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ فرماتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

غیر مسلموں سے دینی کاموں میں مدد نہیں مانگنی چاہیے پھر بھی اگر کسی غیر مسلم نے دیا تو اسے لے سکتے ہیں

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۴۵۹

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۵، ص:۳۸۶

لہٰذا اگر کسی غیر مسلم نے ہینڈ پمپ لگوایا تو اس سے وضو وغسل کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

مسجد کے چندہ سے امام کے لیے حجرہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احقر العباد ملک محمد آصف رضا بزی درحال ملکان، ضلع راجوری، جموں وکشمیر (انڈیا)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ مصلیان جامع مسجد درحال ملکان نے مسجد کے لیے چندہ کیا اور امام صاحب کے لیے مسجد کی طرف سے کوئی ٹھہرنے کا انتظام نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں امام صاحب کے لیے مسجد کے چندے سے مکان تعمیر کیا جا سکتا ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جن لوگوں نے چندہ دیا ہے اگر وہ اجازت دیدیں تو ان کی دی ہوئی رقم سے امام صاحب کا حجرہ بنوانا جائز ہے ورنہ نہیں کیوں کہ چندہ کی رقم چندہ دینے والوں کی ملک میں رہتی ہے لہٰذا اگر وہ اجازت دیدیں تو بنایا جا سکتا ہے۔ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ سے اسی قسم کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

"چندہ دہندگان سے دریافت کیا جائے وہ جو کہیں وہ کیا جائے۔" (۱) اور اگر پہلے سے ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ اس چندہ سے مسجد اور امام کا حجرہ بنے گا تو دوبارہ اجازت کی بھی حاجت نہیں اس رقم سے مسجد وحجرہ دونوں بنانا جائز ہے۔ **ھکذا قال الفقھاء الکرام والعلماء العظام زادھم اللہ تعالیٰ شرفا وتکریما واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع المآب.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

(۱) فتاوی امجدیہ، ج: ۳، ص: ۲۱۰

مسجد میں موم بتی جلا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شاداب رضا مقام جعفر آباد پوسٹ بر ہرا ابھٹورا ضلع بلرام پور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسجد میں موم بتی جلانا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر موم بتی کے متعلق صرف یہ شبہ ہو کہ یہ موم بتی کسی نجس چربی یا کسی اور نجس چیز کی بنی ہوئی ہے تو اس کو مسجد میں جلانا جائز ہے کہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارض۔ اور قاعدہ ہے "**الیقین لا یزول بالشک**" (۱) اور اگر یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ موم بتی چربی کی بنی ہوئی ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہے کہ ذبیحہ کی چربی سے بنی ہے یا غیر ذبیحہ کی چربی سے تو اس کو کہیں نہ جلائے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قدس سرہ سے چربی سے بنی موم بتی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے بیان فرمایا کہ:

"اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی نہ جلانا چاہیے۔" (۲) **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

جس عورت نے عیسائی سے نکاح کرلیا اس سے مسجد میں چندہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبین علیمی خادم سنی جامع مسجد نکار اوسگاؤں گوا۔ ۴۰۳۴۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسی عورت (جس نے ایک عیسائی سے نکاح کرلیا ہے) کا چندہ عطیہ وغیرہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں جب کہ عورت علانیہ طور پر زنا کی مرتکب ہو رہی ہے، جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

---

(۱) الاشباہ والنظائر، ص: ۷۵

(۲) احکام شریعت، ج: ۲، ص: ۸۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب وہ عورت مسلمان ہے تو اگر چہ وہ گناہ کبیرہ کی مرتکب ہے اس کا چندہ لینا جائز ہے البتہ زجر وتوبیخ اور عبرت کے لیے اگر نہ لیا جائے تو بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مکان مالک کی مرضی سے اس کی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد علی شاہ مریریہ عیدگاہ پرانی بستی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نعمت علی شاہ مرحوم کی زمین پر سو سال پہلے سے عیدین کی نماز ادا کی جارہی ہے اور پرانی بستی کے مردے بھی دفن کیے جاتے ہیں اور امام باڑہ بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اسی رقبہ میں الگ سے نعمت علی مرحوم کے خاندان کے لوگ بھی آباد تھے اور آج بھی آباد ہیں۔ جس رقبہ میں عیدگاہ، قبرستان اور امام باڑہ ہے اسی زمین کو ڈیڑھ سو سال پہلے پنڈتوں نے قبضہ کر لیا تھا مگر نعمت علی شاہ مقدمہ کر کے ڈگری حاصل کر لی اور ان کے مرنے کے بعد اس زمین کی وراثت ان کے بچوں کے نام نہ ہو کر لیکھ پال نے صرف عیدگاہ کے کاغذ میں درج کر دیا۔ متصل عیدگاہ کے جو مکانات ہیں انہیں مکانوں میں سے ایک مکان جو سو سال پرانا تھا منہدم ہو گیا اس منہدم مکان پر مکان مالک کی اجازت سے مسلمان مسجد تعمیر کروانا چاہتے ہیں۔ کیا مسجد تعمیر کروانا شرعاً جائز ہے۔ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر مکان مالک کی مرضی سے اس کی زمین کو لیکھ پال نے عیدگاہ میں درج نہیں کیا ہے بلکہ اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے تو وہ مکان وزمین بدستور اس کے مالک کی ہے اور اسے شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور جب وہ اپنی مرضی سے مسجد تعمیر کروانا چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دے اور مسلمان اسے مسجد بنا لیں بشرطیکہ وہ واقعی دینے والے کی ملکیت میں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ر ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

بنجر زمین جو دوسرے کے قبضہ میں ہو اس پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالقیوم مقام و پوسٹ نادی ال رفیع آباد، ضلع بارہمولہ سرینگر کشمیر

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) زید کے پاس بنجر زمین ہے تقریباً پندرہ سال سے زیادہ کا قبضہ ہے، اب کچھ لوگ زید سے کہتے ہیں کہ اس زمین کو مسجد کے لیے دیدو حالاں کہ مسجد بن چکی ہے اور زید دینے کے لیے تیار نہیں، لوگ زبردستی کرتے ہیں، کیا یہ زمین مسجد میں لگ سکتی ہے؟

(۲) اگر بنجر زمین پر مسجد بن گئی ہو حالاں کہ اس وقت وہ لوگ جس کے قبضے میں وہ بنجر زمین تھی راضی نہیں تھے اور اس وقت بھی کچھ لوگ زیادتی کیے ہیں۔ اب اس صورت میں کیا کیا جائے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور والیان ملک اس میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی غیر مملوک زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہوتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ "عادی الارض لله ورسوله" ایسا ہی فتاوی رضویہ ج ٦، ص ۴۵۹ پر ہے۔ اور جب وہ زمین کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں تو وہ مباح الاصل ہوئی اور مباح چیز کو جو اپنے قبضہ میں اولاً کر لے وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مباح چیز احراز و استیلا سے ملک ہو جاتی ہے، اول بار جس کا ہاتھ اس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا اس کی ملک ہو جائے گی" (۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس بنجر زمین پر زید نے قبضہ کر لیا ہے وہ زید کی ملک ہو گئی اب جب تک زید خوشی بخوشی اسے بیع یا وقف نہ کر دے جبراً اس پر مسجد نہیں بن سکتی ہے۔ اگر زید خود وقف کر دے تو بھی درست ہے اور اگر بیع کرتا ہے تو مشتری حضرات اب اسے وقف کر دیں تب اس پر مسجد بن سکتی ہے۔ فان الوقف شرط للمسجدية كما في عامة كتب الفقه. والله تعالیٰ اعلم

(۲) جن کا ان زمینوں پر قبضہ تھا وہی ان کے مالک تھے ان کی رضامندی کے بغیر جن لوگوں نے جبریہ مسجد بنائی

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۱، ص: ۴۲۲

وہ ظالم ہوئے ان پر لازم ہے کہ مالکان سے معافی مانگیں اور ان کو راضی کریں کہ وہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دیں یا بیچ کر دیں پھر اہل محلہ خرید کر وقف کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

مسجد کو مدرسہ میں بدلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اظہار الحق مقام بلٹی پوسٹ سبرو ضلع رانچی جھارکھنڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے گاؤں میں ایک مسجد ہے جس میں پنج وقتہ نمازیں ادا کی جاتی ہے وہاں کے لوگ اس مسجد کو دینی مدرسہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کی بجائے دوسری جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں حکم شرعی نافذ کر کے جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں مسجد کو مدرسہ کی شکل میں بدل دینا اور اس کے عوض دوسری جگہ مسجد بنانا ناجائز وحرام ہے کہ جو جگہ مسجد ہوگئی وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی اس کو کسی دوسری غرض کے لیے ختم کرنا سخت حرام ہے اور ایسے لوگ جو مسجد کو مدرسہ میں بدلنا چاہتے ہیں وہ بہت بڑے ظالم وجفا کار ہوں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ (۱) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اس کا نام لیے جانے سے روکے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لایجوز تغییر الوقف عن هيئته" (۲)

اور حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دینا کہ اس کی آمدنی مسجد پر صرف ہوگی حرام ہے اگر چہ مسجد کو ضرورت بھی ہو یوں ہی مسجد کو مسکن بنانا بھی ناجائز ہے یوں ہی مسجد کے کسی چیز کو حجرہ میں شامل کر لینا بھی ناجائز ہے۔" (۳) اسی طرح ایک مقام پر اور لکھتے ہیں "ایک شخص کہتا ہے مسجد مجھے دیدو اسے میں اپنے مکان میں شامل کر لوں اور اس کے عوض میں وسیع اور بہترین زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں" (۴)

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۱۴

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۴۹۰

(۳) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۲

(۴) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۳

اورحضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "مسجد کے کل یا بعض حصہ کو کسی قیمت پر چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں" (۱) خلاصہ کلام یہ کہ مسجد مذکور کو مدرسہ میں بدلنا کسی حالت میں ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب ولیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

نیچے دوکان اور اوپر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حاجی ریاست صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس دکان ہے اب زید چاہتا ہے کہ دکان کے اوپر ایک مسجد تعمیر ہو جائے، کیا یہ درست ہے؟ بکر کہتا ہے کہ دکان کے اوپر مسجد تعمیر کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ نماز پڑھنا اور بات دکان وغیرہ خارج مسجد ہونا چاہیے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کس کا قول درست ہے بادلیل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد کے لیے وقف ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو بغیر وقف کئے مسجد بنایا تو وہ مسجد نہیں ہوگی۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "حاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجد الینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالیٰ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ" بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فھو کسرداب بیت المقدس ھذا ھو ظاھر الروایۃ" (۲)

اوراگر زمین مسجد کے لیے وقف کردی اور مصالح مسجد کے لیے نیچے دکان اوپر مسجد بنائی تو وہ شرعاً مسجد ہے، علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "اذا کان السرداب او العلو موقوفا لصاحب المسجد فانہ یجوز اذ لا ملک فیہ لا حد بل ھو من تتمیم مصالح المسجد اھ" (۳)

---

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۳۷۳

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۷۰

(۳) فتح القدیر ج:۵، ص: ۴۴۵

صورت مذکورہ میں اگر زید دکان کو اپنی ملکیت میں باقی رکھتے ہوئے اس کے اوپر مسجد بنائے گا تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی اور اگر مسجد کے لیے اسے وقف کردے اور پھر اس کے اوپر مسجد تعمیر کرے تو وہ مسجد رہے گی اور اس پر احکام مسجد نافذ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ رذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

نگر پنچایت کی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: انور علی، محلہ کھاتے سارا، ضلع جونپور یوپی۔

سوال نمبر ا۔ پرانی مسجد کا اندراج ایک ڈسمل ہے لگ بھگ ایک سو تیرہ برس پرانی ہے تعمیر و توسیع کا منصوبہ ۵ر ڈسمل پر ہے، کام جاری ہے، زائد زمین اغل بغل اور آگے پیچھے کی گرام سبھا کی ہو کر اب نگر پنچایت میں ہے۔ زمین بلا معاوضہ کی ہے، ایسی زمین پر مسجد کی توسیع و تعمیر از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) بعد تعمیر و توسیع مسجد اس پر نماز کی ادائیگی شرعی رو سے کیا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور والیان ملک اس میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی غیر مملوک زمین اللہ جل مجدہ کی ملک ہوتی ہیں، حکومت کی ملک نہیں ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عادی الارض للہ ورسولہ" ایسا ہی فتاوی رضویہ ج ۶، ص ۴۵۹ میں مرقوم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نگر پنچایت کی زمین کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہے، اللہ جل مجدہ کی ملک ہے، لہٰذا اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب اس پر مسجد بنانا شرعاً جائز ہے تو بلا شبہ اس میں نماز پڑھنا بھی جائز و درست ہے۔ ھکذا فی کتب الفقۃ. واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ رذو القعدہ ۱۴۲۳ھ

جو شخص مسجد کو اپنی ملک بتائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از : صابر حسین، بھنان بازار بستی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بھمنان بازار میں ایک پرانی مسجد ہے جس میں عاشق علی نام کے ایک صاحب امامت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسجد میرے باپ دادا کی بنائی ہوئی ہے اس لیے امامت میں ہی کروں گا جب کہ موجودہ وقت امامت کرنے والے شخص میں کئی ایک خامیاں ہیں۔

(۱) مسجد سے متصل ایک کمرہ مسجد کی ضرورت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے جس کو امام مذکور نے اپنے استعمال میں لے لیا ہے اور اس میں اپنے اہل وعیال کو رکھتا ہے اور اسی کمرہ میں ٹی وی بھی رکھتا ہے جس کے لیے مسجد سے بجلی استعمال کرتا ہے اگر کوئی مسلم اسے سمجھاتا ہے کہ مسجد کی چیز استعمال نہ کرو تو وہ فحش گالیاں دیتا ہے۔

(۲) مسجد کا روپیہ تینتیس ہزار غصب کئے ہوئے ہے جب کمیٹی کے لوگ اس سے رقم طلب کرتے ہیں یا حساب چاہتے ہیں تو گالیاں دیتا ہے۔

(۳) کوئی عالم دین یا مسئلہ کا جاننے والا اسے کوئی مسئلہ کی بات بتاتا ہے تو وہ انہیں بھی برا بھلا کہتا ہے کہ یہ مسجد میرے باپ دادا کی ہے اس میں ہم جو چاہیں کریں کیا ایسے امام کی امامت جائز ہے نیز یہ بھی واضح فرمائیں جو مسجد کی رقم غصب کرے اور مسجد کو باپ دادا کی میراث سمجھے ایسے شخص کے لیے شرع کا کیا حکم ہے۔ **بینوا توجروا۔**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد صرف اللہ جل مجدہ کی ملکیت میں ہوتی ہے اس پر اور کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ﴾ (۱) حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں مسجد نہ کسی کی ملک ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے کہ جب تک وقف نہ ہو مسجد نہیں اور جب وقف ہوگئی تو ملک انسان سے خارج ہوگئی: "(۲)

لہٰذا عاشق علی نامی امام کا مسجد کو اپنی ملکیت بتانا سراسر جہالت اور نادانی ہے اس کے علاوہ جتنی باتیں سوال

(۱) سورۃ الجن، آیت: ۱۸

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۳، ص: ۱۲۸

میں مذکور ہیں اگر عاشق علی میں واقعی وہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ فاسق وفاجر ظالم وغاصب اور سخت مجرم وگنہ گار مستحق غضب جبار ہے۔ مسجد کی رقم کو فوراً واپس کرے حجرۂ مسجد میں رکھی ٹی وی کو بلا تاخیر باہر کرے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اپنے کیے پر صدق دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تائب ونادم ہو اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ فوراً اس کو منصب امامت سے ہٹادیں کہ ایسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اگر اسے امام بنائیں گے تو بنانے والے سب گنہ گار ہوں گے علامہ اجل امام حلبی قدس سرہ فرماتے ہیں: "لو قدموا فاسقا یأثمون" (۱) اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لیے مقدم کیا تو گنہ گار ہوں گے۔ اور منیہ میں ہے "یکرہ تقدیم الفاسق کراهة تحریمة" (۲) یعنی فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے "کرہ امامة الفاسق لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه للامامة" (۳)

اور حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں: "اگر امام مسجد صالح امامت نہ ہو فاسق وفاجر ہو کہ اسے امام بنانا گناہ ومکروہ تحریمی ہو تو اہل محلہ متفق ہو کر ایسے امام کو معزول کردیں"۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۲؍ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

مسجد کی زمین تعمیر مدرسہ کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: صدر وسکریٹری واراکین سنی دار العلوم محمدیہ کوٹے باگل بنگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) مسجد سے ملحق ایک وسیع وعریض آراضی مسجد کی ملک سمجھی جاتی ہے جو اس کی مصلحت میں کام آتی ہے مثلاً کرایہ پر دینے کے لیے مکانات تعمیر کیے گئے ہیں اور ناریل کے درخت لگائے گئے ہیں وغیرہ۔ تاکہ مسجد کی آمدنی ہو اور اس سے مسجد کا کاروبار چلے۔ کچھ دنوں پہلے بعض ذمہ دار مسلمانوں نے دینی علوم کو عام کرنے کے لیے اور وہابیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک دینی عربی دار العلوم قائم کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے پاس کوئی مناسب

---

(۱) غنیة المستملی، ص: ۴۲۹

(۲) منیة المصلی، ص: ۲۶۲

(۳) مراقی الفلاح، ص: ۷۰

(۴) فتاوی امجدیه، ج: ۳، ص: ۱۱۱

جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کی خالی اور غیر استعمال جگہ کے بعض حصہ کو کرایے پر لے کر وہاں دینی ادارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ زید کہتا ہے کہ چوں کہ مسجد کی اراضی کثیر ہے اس میں جس طرح مکانات تعمیر کر کے کرایہ پر دیئے جاتے ہیں اس طرح دینی ادارہ تعمیر کرنے کے لیے ایک معاہدہ کے تحت کرایہ پر مسجد کی آراضی دینا اور لینا جائز ہونا چاہیے تاکہ ایک طرف مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو اور دسری طرف علم دین کے فروغ میں مدد ملے۔ خیال رہے کہ اس قرب وجوار میں کوئی بڑا دینی ادارہ نہیں جس سے لوگوں کی دینی ضرورت پوری ہو سکے۔ لہٰذا دریافت امر یہ ہے کہ مذکورہ مصلحت کے تحت مسجد کی اراضی تعمیر مدرسہ کے لیے کرایہ پر لینا و دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا ایک بورویل بھی ہے جس سے مدرسہ کی ضروریات کے علاوہ مسجد کے مصلیوں کو وضو کا پانی بھی دیا جاتا ہے اور بل چارج مدرسہ ادا کرتا ہے اس مصلحت کے تحت کہ مصلیوں کو وضو کا پانی ملتا رہے۔ مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا بورویل لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا باجر الجزیل.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) مصالح مسجد کے پیش نظر ایسا کرنا جائز ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:" لو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی بیت المقدس کما فی الهداية(۱)، وهكذا فی الفتاوی المصطفوية وفتاوی فيض الرسول وغيرها. واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایسا کرنا بھی جائز ہے کہ مصلحت مسجد کے لیے بضرورت مسجد میں پیڑ لگانا جائز ہے تو آراضی مسجد پر مسجد کی مصلحت کے لیے نل لگانا بدرجہ اولی جائز ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:"ان کان لنفع الناس ظلة ولا يضيق على الناس لا بأس به" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۷؍ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

(۱) الفتاوى العالمكيرية، ج:۲، ص:۴۵۵

(۲) الفتاوى العالمكيرية، ج: ۵، ص: ۳۲۱

شہر میں عیدگاہ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرئیس، محلہ بجریا، خلیل آباد سنت کبیر نگر ۲۳ ر جولائی ۲۰۰۴ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں محلہ بجریا شہر خلیل آباد میں ایک عیدگاہ ہے لیکن مسجد نہیں ہے اب لوگ اسی عیدگاہ کی جگہ پر مسجد بنانا چاہتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عیدگاہ کو مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ براؤں شریف سے اس جگہ مسجد کے لیے جائز ہونے کا فتویٰ آیا ہے جو حق ہو اس کی وضاحت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

چوں کہ خلیل آباد شرعاً شہر ہے۔ اس لیے وہاں پر عیدگاہ کا وقف صحیح ہے، اور اب اس میں کسی طرح کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے: **"لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته"** (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مسلمانوں کو تغیر وقف کا کوئی اختیار نہیں، تصرف آدمی اپنی ملک میں کرسکتا ہے وقف مالک حقیقی جل وعلا کی ملک خالص ہے اس کے بے اذن دوسرے کو اس میں تصرف کا اختیار نہیں۔" (۲)

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "جس زمانے میں وہ زمین دینے والے نے عیدگاہ کے لیے دی یا عیدگاہ بنانے کی نیت سے خریدی گئی اگر اس وقت وہ آبادی شہر میں داخل تھی تو اس عیدگاہ کو مسجد بنانا ہرگز جائز نہیں اس لیے کہ عیدگاہ کے لیے وقف صحیح ہوگیا اور وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔" (۳) ان ارشادات سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں عیدگاہ کو مسجد نہیں بنا سکتے ہیں اور جنہوں نے جائز بتایا ان کا بتانا درست نہیں۔

رہا یہ شبہ کہ فتاوی شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے تو اسے مسجد میں تبدیل کرسکتے ہیں یہ شبہ صحیح نہیں کیوں کہ مسجد کے حکم میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مسجد کا ادب واحترام اور اس میں اقتداء جائز ہے یوں ہی عیدگاہ کا بھی ادب واحترام لازم ہے اور اس میں بھی انفصال صفوف کے باوجود اقتدا درست ہے یہ مطلب نہیں کہ عیدگاہ کو بدل کر مسجد بنا سکتے ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۷ ر رجب ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۲، ص: ۴۹۰
(۲) الفتاوی الرضویه، ج: ۶، ص: ۳۸
(۳) فتاوی برکاتیه، ص: ۳۶۷

کیا پردھان نالی کے فنڈ سے مسجد کے لیے استنجا خانہ یا بیت الخلا بنا سکتا ہے؟

مسئلہ از: غلام رسول محمود پور گونڈا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید گاؤں کا پردھان ہے اور وہ گاؤں کی نالی کے لیے اپنے فنڈ سے اینٹ لیا جس اینٹ میں سے ایک ٹیکرا اینٹ زید سے گاؤں کے کسی آدمی نے بلا معاوضہ مسجد کے لیے مانگ لیا تو کیا ایسی اینٹ کا استعمال مسجد کے بیت الخلاء واستنجا خانہ میں درست ہے **بینوا توجروا.**

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:
گورنمنٹ کی جانب سے گاؤں کے پردھان کو مسجد یا اس کی ضروریات پر صرف کرنے کے لیے رقم نہیں ملتی ہے اور اگر پردھان اپنے طور پر خرچ کردے تو اسے مسجد کے نام پر رقم بھی نہیں مل پاتی ہے اس لیے ظاہر یہی ہے کہ پردھان مسجد کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے مجاز نہیں ہے تو گاؤں سماج کے فنڈ سے خاص کر مسجد کے بیت الخلاء کے لیے اینٹ دینا درست نہیں ہے نہ اس کا استعمال درست ہے ہاں اگر مسجد کے قریب ایسی جگہ پر بنائیں کہ مصلی حضرات بھی اپنی حاجت پوری کریں اور عام لوگ بھی آجاسکیں تو درست ہے **واللہ تعالیٰ اعلم و علمه اتم واحکم**

کتبهٔ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

گورنمنٹ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسین رضوی، فلیٹ نمبر ۱۳۵ ر شانتی نگر ویشاکھا پٹنم آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گورنمنٹ کی جگہ پر بغیر بیع وشراء کے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے واضح رہے کہ اس جگہ سے کوئی فتنہ وفساد کا ڈر نہیں ہے، فقط والسلام۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:
ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور گورنمنٹ اپنے طور پر جس طرح چاہتی ہے تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے دیتی ہے اور جو چاہتی ہے اس میں بناتی ہے اس طرح کی زمین اللہ ورسول جل شانہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے شرعاً وہ گورنمنٹ کی ملکیت نہیں ہے حضور سید عالم علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا ہے "عادی

الارض لله ورسوله" (۱) یعنی اٹادہ زمین اللہ ورسول کی ہے جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔ ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاوی رضویہ میں تحریر فرمایا ہے(۲)

لہٰذا ایسی گورنمنٹی جگہ پر مسلمانوں کا مسجد تعمیر کرنا جائز ہے البتہ اگر کسی طرح کا خطرہ ہو تو منع ہے چنانچہ غنیۃ میں ہے: "وذكر في الواقعات رجل بنى مسجدًا على رسول المدينة لا ينبغي ان يصلي فيه لانه حق العامة علم يخلص لله تعالىٰ كالمبني على ارض مغصوبة قال السروجي وهنا يخالف ما ذكره في الاجناس والظاهر انه لا مخالفة لان لا باس عند عدم القرينة يدل على خلاف الاولى ويمكن حمل لا ينبغي عليه ."اه (۳)هذا ما عندى والعلم بالحق عند الله،

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

ایم۔ایل۔اے۔ کے فنڈ سے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسین رضوی فلیٹ نمبر ۱۳۵، پرشانتی نگر، ولیشاکاپٹنم آندھرا پردیش

حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ مسئلے میں کہ ہمارے علاقہ کے "ایم، ایل، اے" گورنمنٹ سے میرج ہال کے نام پر روپیہ لے کر مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے تو مسلمان حضرات اس پیسے کو لے کر مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں۔ واضح رہے کہ جب اس روپے سے مسجد تعمیر کریں گے تو مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر غیر مسلم بھی شرکت کریں گے اور وہ اپنے رواج کے مطابق سنگ بنیاد رکھیں گے اور یہاں پر اس بات کی بھی وضاحت بے بنیاد نہ ہوگی کہ جب مسجد تعمیر ہو جائے گی تو اس میں وہابی، دیوبندی کے آنے کا بھی امکان ہے، مدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی فقط والسلام۔

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

گورنمنٹی خزانہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا ہے اس پر ملک کے تمام باشندوں کا حق ہے جسے وہاں سے رقم

(۱) السنن الكبرى، ج: ۶، ص: ۱۴۳

(۲) الفتاوى الرضويه، ج: ۶، ص: ۴۵۹

(۳) غنية المستملى شرح منية المصلى، ص: ۵۶۷

ملے لے لینا درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ لینے میں کسی ناجائز وحرام کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے نہ ہی کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف ہو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''خزانہ والی ملک کی ذاتی ملک نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جب کہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو(۱) اور سوال میں مذکورہ صورت میں بہت سے معاصی ومفاسد کا دروازہ کھولنا ہوگا لہٰذا اب اس صورت میں ایم، ایل، اے سے گورنمنٹ کی رقم لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

قبر کو مسجد میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: حافظ جمال الدین، باہر شہر چندیری، ضلع گنا، ایم، پی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسجد کی توسیع کرنی ہے مگر بیچ میں ایک قبر ہے کیا اس کو مسجد میں شامل کر کے اس پر فرش بنایا جاسکتا ہے۔ جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبروں پر مسجد بنانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: '' لا یحل اتخاذ القبور مساجد ولا تباح الصلوٰۃ علیھا''(۲)

البتہ قبر کے چاروں طرف نیچے سے دیوار قائم کردیں پھر اس پر اس طرح چھت ڈھالیں کہ چھت کا اوپری حصہ مسجد کے فرش سے ملا دیں اور چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملائیں بلکہ قبر اور چھت کے درمیان تھوڑی جگہ خالی رکھیں اس طرح قبر کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور اس کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا ہے۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۰؍شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص: ۴۶۰

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص: ۴۴

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص: ۳۹۹

جو شخص کورٹ کچہری کے ذریعہ مسجد کی زمین اپنے نام کرائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حقیق اللہ خاں، مقام مہتا، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک قطعہ زمین آراضی نمبر ۳۹ جس کا رقبہ آٹھ بسوہ ہے جو کاغذات پر پرانی آبادی درج ہے، اس سے متصل ایک مزار بھی ہے۔ آبادی کی زمین نمبر ۳۹ جو مزار کے نام سے تھا ۱۹۸۴ء تک یہ زمین بالکل خالی تھی، جب زمین کی قیمت سڑک کی وجہ سے بڑھنے لگی تو کمال الدین کی نیت بھی خراب ہوئی اور اس نے مزار کی زمین پر مکان بنانے کی کوشش کی تو گاؤں کے عام لوگوں نے منع کیا اور پردھان کی طرف سے تحصیلدار کے یہاں مقدمہ قائم ہوا اور گاؤں کے سارے لوگوں نے ان کا سماجی بائیکاٹ بھی کیا، تحصیلدار نے کمال الدین کے خلاف جرمانہ عائد کر کے ان کو اس زمین سے بے دخل کیا اور اس کا قبضہ وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ کمال الدین نے گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے صلح کیا اور صلح نامہ میں لکھا گیا کہ اس زمین کو مذہبی کام ہی میں استعمال کیا جائے، کوئی شخص اپنے نجی کام میں استعمال نہیں کر سکتا ہے۔

اس بات کی روشنی میں گاؤں کے لوگوں نے طے کیا کہ اس نمبر میں ایک مسجد تیار کی جائے جس کی اس وقت بنیاد ڈال دی گئی، رقم فراہم نہ ہونے کی وجہ سے تعمیری کام اس وقت جاری نہ رہ سکا اور اس درمیان کمال الدین نے لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد گاؤں والوں کو دھوکہ دے کر S.D.M کے یہاں سے چار بسوہ زمین کا 229B میں اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا، جب مسجد کا تعمیری کام دوبارہ شروع ہوا تو کمال الدین نے اپنے کاغذات پیش کئے کہ یہ زمین ہمارے نام ہے پھر کام کو بند کر کے S.D.M اترولہ کے یہاں دعویٰ نگرانی دائرہ کیا گیا جس کا انہوں نے معائنہ کر کے اسے خارج کر دیا اور مسجد کو تسلیم کر کے اس کے تعمیر کی اجازت دے دی، کام شروع کیا گیا، اس کے بعد کمال الدین اس حکم کے خلاف گونڈا کمشنری میں گئے وہاں بھی ان کا دعویٰ خارج ہو گیا کام پھر شروع ہو گیا، اس دوران انہوں نے الہ آباد بورڈ آف ریونیو سے اسٹے لے لیا کام پھر بند ہو گیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں جب کہ زمین مسجد کے لیے گاؤں کی طرف سے اور حکومت کی طرف سے بھی دی جا چکی ہے، اور تمام فیصلہ مسجد کے حق میں ہے اور کافی حد تک مسجد کی تعمیر بھی ہو چکی ہے، کیا کیا جائے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں جس زمین میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اس میں کسی طرح سے کمال الدین کا کوئی حق نہیں ہے، پھر بھی اگر وہ مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈال رہا ہے تو وہ شدید گنہگار، قہر وغضب مولائے جبار وقہار کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے، اور ارشاد ربانی ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا﴾ (۱) یعنی اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔" کی وعید میں داخل اور بہت بڑا ظالم ہے، گاؤں اور علاقہ کے ہر اس مسلمان پر جو اس کے اس ظلم وزیادتی سے واقف ہو فرض ہے کہ مذکور کمال الدین کا سخت بائیکاٹ کریں کہ وہ اپنی زیادتیوں سے باز آ کر علانیہ توبہ واستغفار کرے اور جب تک وہ اپنی زیادتیوں سے باز آ کر توبہ نہ کر لے اس کا مقاطعہ اور بائیکاٹ جاری رکھیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

یعنی اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا یہ ظلم اور زیادتی جانتے ہوئے جو لوگ بھی اس سے میل جول رکھیں گے، جو لوگ بھی اس کے ساتھ نشست برخاست، سلام وکلام اور کھانا پینا باقی رکھیں گے سب قہر خداوندی کے مستحق ٹھہریں گے۔ کمال الدین جیسے ہی لوگوں کے لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

﴿لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (۳)

یعنی ایسوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۱۴ر ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

قبلہ سے دس درجہ انحراف کی صورت میں مسجد تعمیر ہوسکتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: جملہ مسلمانان اہل سنت، موضع ہری ہر پور، پوسٹ نیوتی، ردولی، ضلع فیض آباد، یوپی،

مندرجہ ذیل مسئلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ ہمارے یہاں گاؤں میں ایک قدیم طرز کی مسجد ہے، بڑھتی آبادی کے پیش نظر وہ مصلیوں کے لیے ناکافی ہے، کچھ مخلص اور دیندار حضرات کے باہمی مشورہ سے یہ تجویز منظور ہوئی کہ از سر نو مسجد کی تعمیر ہو، مسجد کے دکھن جانب متصلا ایک صاحب کی زمین تھی انہوں نے وقف کردی، حاصل شدہ زمین کو توسیع مسجد میں شامل کرنے کے لیے اصل قبلہ رخ سے تقریباً دس درجہ کا انحراف ہورہا ہے اور اگر اصل رخ پر مسجد کی تعمیر ہو تو خاطر خواہ رقبہ میں اضافہ نہیں ہو پائے گا اور یہی مقصد اصلی ہے، جدید تعمیر پر خرچ بھی لاکھ روپے کا ہے، سوائے اس کے اضافے کے اور کوئی صورت ہے ہی نہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دس درجہ انحراف کی صورت میں مسجد تعمیر ہوسکتی ہے یا نہیں جب کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ''بہار شریعت'' حصہ سوم صفحہ ۴۸/۴۹، مطبع فاروقیہ دہلی میں ۴۵/ درجہ انحراف کی صورت میں بھی صحت نماز کا قول کیا ہے۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

اصل جواب سے پہلے چند امور کا ذکر از بس ضروری ہے تاکہ اصل جواب واضح ہوجائے۔

اولاً: دین اسلام سمح وسہل ہے اس میں تنگی نہیں۔ **ثانیاً:** آفاقی کا قبلہ عین کعبہ نہیں بلکہ جہت کعبہ ہے، فتاویٰ رضویہ میں بدائع الصنائع پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی سے نقل فرمایا: ''قبلته حالة البعد جهة الكعبة وهي المحاريب لاعين الكعبة'' پھر جامع الرموز امام زندوسی سے نقل فرمایا: ''الجهة قبلة كالعين'' **ثالثاً:** اگر عین کعبہ سے بالکلیہ انحراف نہ ہو بلکہ ذرا دائیں یا بائیں مائل ہوکر نماز پڑھے تو نماز بلا کراہت جائز ہے، کما نقله الامام فی فتاواه عن الدرر للمولی خسرو وعن ردالمحتار: ''لو انحرف عن العين انحرافا لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز ويؤيده ما قال في الظهيرية اذاتيا من اويتاسر يجوز'' **رابعاً:** حضرات علمائے خراسان وسمرقند وغیرہما بلاد مشرقیہ کے لیے بین المغربین قبلہ ذکر فرمایا، انہیں بلاد مشرقیہ میں ہندستان بھی داخل ہے، کما صرح به المجدد الاعظم قدس سره في فتاواه۔(۱)

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۳، ص:۶

الحاصل مقدمات مذکورہ کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ سوال میں مذکور صورت جائز ودرست ہے، اور وہ بھی جب کہ سوال میں مذکور دس درجہ انحراف محض تخمینی وتقریبی ہے نہ کہ تحقیقی اگر چہ اصابت عین سے قرب مستحب ہے مگر اس کا ترک مستلزم کراہت تنزیہی بھی نہیں ہے۔ھذا ما عندی واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۲۳ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

بینک میں جمع شدہ مسجد کی رقم پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا استعمال مسجد میں درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: مفتی بدیع الزماں برکاتی، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا بھٹورا، ضلع بلرام پور، یو پی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی رقم بینک میں جمع ہے اس جمع کردہ رقم سے سود کی صورت میں جو رقم ملتی ہے اس کا استعمال مسجد کے کسی کام کے لیے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً لاؤڈ اسپیکر، بیٹری، بلب وغیرہ خریدنا نیز مسجد کی صفائی، اور اس کی چٹائی وغیرہ پر وہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر بینک مسلمانوں کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم دونوں کا مشترکہ ہے تو اس میں پیسہ جمع کرنے کے بعد جو نفع ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے جو حرام ہے اور جو بینک خالص کافروں کا ہے اس کا نفع لینا جائز ہے کہ وہ از روئے شرع سود نہیں، کما فی الفتاوی الرضویۃ للامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ. وفی فتاوی فیض الرسول لفقیہ الملۃ المفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمہ.

مسجد کی رقم اگر کسی خالص کافر کے بینک میں جمع ہے یا انڈیا گورنمنٹ کے بینک میں ہے تو اس سے جو زائد رقم ملے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ سود نہیں ہے اور اس کو ہر جائز کام میں استعمال کرنا درست ہے۔فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپے جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں اور لینے میں اپنی عزت اور آبرو کے لیے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، وہ رقم کسی کے کہہ دینے سے سود نہ ہوگی اسے اپنے اوپر جائز کام میں استعمال کرسکتا ہے" (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۳۹۲

مدرسہ کی کچھ زمین مسجد کی توسیع کے لیے شامل کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عمر انصاری اسلام پورہ مجھوا میر بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی زمین پندرہ روپیہ میں فروخت کی بکر نے کہا کہ اس میں دین کا کام ہوگا تو زید نے وہ پندرہ روپے بھی واپس کردئے اور کہا کہ ہم اس زمین کو فی سبیل اللہ وقف کرتے ہیں۔

موجودہ وقت میں وہاں ایک مدرسہ اور مسجد قائم ہے اب مسجد تنگ ہوگئی ہے تو کیا اہل محلّہ مسجد کی توسیع کے لیے اس زمین کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کرسکتے ہیں؟ جس پر مدرسہ قائم ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ا۔ وقف کرنے والے نے اگر وقف کرتے وقت مسجد یا مدرسہ بنانے کی کوئی شرط نہیں لگائی تھی یا دونوں کے لیے الگ الگ زمین کی حد بندی نہیں کی تھی بلکہ مطلقاً فی سبیل اللہ وقف کیا تھا جیسا کہ سوال میں تحریر ہے تو ایسی صورت میں مسجد کے تنگ ہوجانے کی وجہ سے اہل محلّہ مدرسہ کا کچھ حصہ مسجد کی توسیع کے لیے لے سکتے ہیں جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ: "مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ ہوگئی اگر پہلوئے مسجد میں کوئی زمین یا مکان ہے جو اسی مسجد کے نام وقف ہے یا کسی دوسرے کام کے لیے وقف ہے تو اس کو مسجد میں شامل کرکے اضافہ کرنا جائز ہے۔"(۱)

اور علامہ اجل شیخ ابن بزاز کردری حنفی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "وان ضاق المسجد عن اهله جاز للمتولی ان يدخل بعض منازل الوقف فيه (۲) یعنی اگر مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوجائے تو متولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وقف کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کردے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں اہل محلّہ کے لیے یہ جائز ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس پر مدرسہ قائم ہے بقدر حاجت مسجد میں شامل کرلیں۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹۰ رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۳، مطبوعہ فاروقیہ بکڈپو دھلی

(۲) الفتاوى البزازيه على هامش الفتاوى الهنديه، ج:٦، ص: ٢٨٥

غیر وقفی جگہ میں کچھ قبریں ہوں تو اس جگہ پر مسجد بنانا کیسا؟

مسئلہ از: مولانا آس محمد مصباحی وارا کین دارالعلوم انوار العلوم بیلو بازار، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

جامع مسجد سے متصل ایک زمین ہے جو کسی کے نام درج نہیں ہے لیکن گلشن علی اوران کے بھائیوں کے قبضہ میں تھی اس زمین میں گلشن علی کے گھر کے چند افراد مدفون بھی تھے مگر تقریباً تیس سال سے کوئی فرد دفن نہیں کیا گیا ہے۔

گلشن علی اوران کے بھائیوں نے اس زمین کو مسجد کے لئے دے دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز ہے تو مسجد بنانے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ایک قبر پختہ ہے جس کے سرے پر ایک فٹ دیوار اونچی ہے اس دیوار کو ہٹایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر وہ زمین قبرستان کے لئے وقف نہیں تھی تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے البتہ جتنے حصہ پر مسلمانوں کی قبریں ہیں ان کے چاروں طرف نیچے سے دیوار کھڑی کر کے اس پر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا اوپری حصہ اور مسجد کا فرش ایک برابر ہو جائے اور چھت کا نچلا حصہ قبروں سے نہ ملے بلکہ چھت اور قبروں کے درمیان کچھ جگہ خالی رہے۔ اس طرح سے قبروں کا احترام بھی برقرار رہے گا اور ان کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہوگا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں اھ" (۱)

اور فرش مسجد کو برابر رکھنے کے لئے اگر قبور کے سرہانے کی جانب کھڑی دیوار کو ختم کرنا پڑے تو کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۳۹۹

بلا اجازت کسی کی زمین مسجد میں لینا کیسا؟

مسئلہ از: سید محمد شاہد حسین اشرف، موضع قاضی پور پوسٹ شیودیال گنج، ضلع گونڈہ یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم پانچ بھائی سنی صحیح العقیدہ ہیں اور مسجد کے بغل میں ہماری زمین ہے جو ہماری والدہ کے نام سے ہے۔ اس زمین کا کچھ حصہ پہلے ہی سے مسجد میں شامل ہے اب مسجد کو شہید کر کے از سر نو اس کی تعمیر اور توسیع کی جارہی ہے۔ حالانکہ مسجد تنگ نہیں ہے گاؤں کے ذمہ دار حضرات ہماری زمین کا کچھ حصہ مزید مسجد میں بلا اجازت اور بغیر رائے کے مسجد کے نام پر قبضہ کر کے مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے مسجد کے دروازے کے سامنے مسجد کا زینہ بنانا چاہتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مالک زمین کی اجازت کے بغیر مسجد میں اس کی زمین شامل کر سکتے ہیں؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ ہم پانچوں بھائیوں میں سے کوئی ایک بھائی اگر اپنا حصہ دینا چاہے تو کیا دے سکتا ہے؟ جبکہ ابھی والدہ ماجدہ کے نام سے ہے۔ ازراہ کرم اپنا جواب باصواب سے نوازکر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر مسجد تنگ نہیں ہے تو بلا اجازت کسی کی زمین کو مسجد میں شامل کرنا ناجائز وگناہ ہے اور جبراً شامل کرنے والے غاصب وگناہگار اور حقوق العبد میں گرفتار ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر مسجد نے تنگی نہ کی تو متولیوں کو اس زمین کے لینے کا کوئی اختیار نہیں وہ غاصب ہوں گے اور اتنے پارہ زمین پر نماز ناجائز ہوگی۔"(۱)

اور اگر زمین کے مالک آپ لوگ ہیں اور سب کا حصہ جدا جدا کر دیا گیا ہے تو جو چاہے اپنا حصہ مسجد میں دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "منها الملک وقت الوقف"(۲)

اسی میں ہے: "واتفقا علی عدم جعل المشاع مسجدا اومقبرة مطلقا سواء کان مما

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶،ص:۴۲۸

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲،ص:۳۵۳

لایحتمل القسمة اویحتملها هکذا فی الفتح۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

گورنمنٹی زمین پر مسجد بنانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد اسلام، مقام و پوسٹ بہادر پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک گاؤں میں آبادی کی زمین ہے جس میں مدرسہ بنا ہوا ہے باقی خالی زمین میں لوگ مسجد بنانا چاہتے ہیں جبکہ یہ زمین کسی چیز کے لئے متعین نہیں کی گئی ہے اور نہ کسی نے کسی کو وقف کیا ہے۔

کیا اس خالی زمین میں مسجد بنا سکتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں!

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہوتا ہے اور گورنمنٹ اس میں بطور خود تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے دیتی ہے جو چاہے بنواتی ہے۔ ایسی زمین اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے "عادی الارض للہ ورسولہ" ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۹ پر ہے۔ لہٰذا گاؤں کی اس خالی زمین پر مسجد بنانا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ

جبراً لی گئی زمین پر مسجد بنانے کا حکم

مسئلہ از: عبدالکریم انصاری، للوا، کھجریا، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) کسی کی زمین کو جبراً مسجد میں داخل کر کے اس میں وضوخانہ اور استنجاخانہ بنوانا کیسا ہے؟

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۲، ص: ۳۶۵

(۲) ایسی مسجد میں نماز پڑھنا اور اس وضوخانے میں وضو کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟
(۳) زمین کو جبراً داخل کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) کسی کی زمین کو جبراً لے لینا ناجائز ہے۔ اس پر سخت وعیدیں ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین." (۱)
لہٰذا اس طرح زمین لے کر اس میں وضوخانہ اور استنجا خانہ بنوانا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسی مسجد میں نماز پڑھنا اور اس میں بنے وضوخانہ سے وضو کرنا درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے "وکذاتکرہ فی اماکن (الی قولہ) وارض مغصوبۃ." (۲)
اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ان غصب دارا فجعلھا مسجدا لایسع لاحدان یصلی فیہ." (۳)
اور بہار شریعت میں ہے زمین مغضوب میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسے لوگ ظالم و جابر اور غاصب ہیں ان پر لازم ہے کہ زمین جس کی ہے اسے واپس کردیں یا اسے راضی کرلیں اور اپنی غلطی پر تائب ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۷/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

قبرستان کی زمین پر مسجد بنانے کا حکم

مسئلہ از: قاری محمد شاکر علی نظامی، بنڈا بازار ضلع سنت کبیر نگر

مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں کہ قبرستان کی زمین پر مسجد، مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

---

(۱) الصحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۳۲۳
(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار جدید، ج: ۲، ص: ۴۴
(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۵، ص: ۳۲۰
(۴) بہار شریعت مکروھات، ج: ۳، ص: ۶۳۰

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبرستان کی زمین پر مدرسہ و مسجد بنانا ناجائز و گناہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لایجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ."(۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔"(۲)

اور جب مسجد بنانا حرام ہے تو مدرسہ بنانا بدرجہ اولیٰ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

واقف کا اپنے خاندان کے لئے تولیت کی شرط لگانا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد سلیم شیخ حیدر، حاجی ایوب شیخ اعظم، سید وقار علی، عبدالحمید بیگ، چاند بیگ، حبیب خان پٹھان، شیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے زید نے ایک قطعۂ زمین خرید کر اپنی والدہ کے نام مسجد میں وقف کی اور عوامی چندہ سے چار منزلہ بنام مدینہ مسجد تعمیر کرائی اور خود ہی تولیت کی ذمہ داری اب تک نبھاتے آرہے ہیں اور دستور میں اپنے انتقال کے بعد نام بنام اپنے رشتہ داروں کے لئے تولیت کی شرط لگادی اور اب نمازیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ کے سبب مسجد تنگ پڑ رہی ہے۔ بنابریں مسجد سے متصل ہی جانب مغرب ۱۲×۲۸ کی قطعہ زمین مسجد کی آمدنی سے خریدی گئی اور مسجد شہید کرنے کا کام شروع کردیا گیا تاکہ مسجد کی توسیع کی جاسکے۔

نئی خریدی گئی زمین سے متصل ہی جانب مغرب ایک قطعہ زمین ہے جو ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ کی جانب سے ایک مسلم کلکٹر کی معرفت برائے تکیہ قوم مسلم کو دی گئی جس زمین پر مسلمانوں نے مکان بناکر بشکل مدرسہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کردیا جو اب تک جاری ہے اس درمیان بسا اوقات باجماعت نماز پنجگانہ و جمعہ بھی ادا کی گئی ہے۔ اب اہل محلہ و مصلیان مدینہ مسجد کی خواہش ہے کہ اس جگہ کو بھی توسیع مسجد میں شامل کرلیا جائے کیونکہ خریدی ہوئی زمین پر توسیع

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۵۱۶

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۶، ص:۲۹۹

سے بھی تنگی جماعت کی شکایت دور نہیں ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ موجودہ متولی وواقف اپنے رشتہ داروں سے شرط تولیت تحریری شکل میں ختم کردیں اور از سر نو ٹرسٹ کا قیام عمل میں لائیں۔ مگر موجودہ متولی وواقف توسیع مسجد میں تکیہ والی زمین کو شامل کرنے کے لئے تیار ہے لیکن اپنے رشتہ داروں سے شرط تولیت ختم کرنے کو تیار نہیں ہے تو عرض یہ ہے کہ

(۱) تولیت کو اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں شرط کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تکیہ والی زمین کو توسیع مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا نا جائز؟ اگر جائز ہے تو اس زمین کی توسیع میں شامل نہ کرنے پر متولی واقف کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) واقف کو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے تولیت کی شرط کرنے کی اجازت ہے اور جب تک ان کے اندر خیانت اور فسق وفجور اور تولیت کی ذمہ داری سے عاجزی نہ پائی جائے وہ متولی رہیں گے اور اگر ان کے اندر مذکورہ خرابیاں آجائیں تو ان کو منصب تولیت سے معزول کردیا جائے گا اگرچہ متولی خود واقف ہی ہو۔ درمختار میں ہے:

"جعل الواقف الولاية لنفسه جاز ثم لوصيه ان كان."(۱)

اسی میں ہے:

"ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه."(۲)

اسی میں ہے:

"وينزع وجوبا بزازية لوالواقف درر فغيره بالاولى غير مامون اوعاجز اوظهر به فسق كشرب خمر ونحوه .(۳)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں "ولایت کو اپنے خاندان میں شرط کردینا بھی صحیح ہے۔"(۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

(۲) اگر تکیہ والی زمین پر مسلمانوں نے بہ نیت مدرسہ عمارت بنائی تھی تو وہ زمین اب مدرسہ کے لئے وقف

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۴

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۴۰۹

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۸

ہوگئی اور اسے توسیع مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں۔فتح القدیر میں ہے۔

"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ۔"(۱)

اور اگر یوں ہی ایک عمارت بنادی گئی جو مسلمانوں کے کسی بھی دینی یا سماجی کام میں استعمال کے لئے ہے تو اسے توسیع مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ضرورت کے باوجود توسیع مسجد میں شامل نہ کرنا اگر کسی وجہ وجیہہ کی بنا پر ہے تو حرج نہیں اور اگر ضد و نفسانیت کی وجہ سے ہے تو توبہ کرکے اصلاح حال کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

کیا کربلا کی زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں؟

مسئلہ از: تبریز عالم،شہر بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

اکثر جگہوں پر مسلمانوں نے کربلا کے نام سے ایک جگہ مخصوص کر رکھی ہے جہاں محرم الحرام میں میلہ کرتے ہیں اور وہاں تعزیہ دفن کرتے ہیں کیا اس جگہ مسجد بنا سکتے ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو جگہ مسلمانوں نے کربلا کے نام سے مخصوص کر رکھی ہے وہ شرعاً وقف نہیں ہے کہ وقف کے لیے کار خیر اور قربت ہونا ضروری ہے جب کہ یہاں مخالفت قربت ہے تو وہ ایسی زمین ہے کہ اگر اس کا کوئی مالک ہو تو اس کی یا مسلمانوں کی رائے سے مسجد یا کسی بھی نیک کام کے لیے صرف کی جاسکتی ہے۔اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"وہ زمین وعمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں"(۱) البتہ اگر مسجد بنانے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو اس زمین کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور فتنہ سے بچیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی،بستی

---

(۱)فتح القدیر،ج:۶،ص:۲۱۲

(۲)الفتاوی الرضویۃ ج:۶، ص:۲۱۶

مسجد میں دینی تعلیم دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا جہانگیر احمد عزیزی قادری مدرسہ ضیاء العلوم پرانا گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

کہ حالات حاضرہ میں باطل مکاتب فکر کی تحریکیں اور تنظیمیں فاسد عقائد ونظریات پر مشتمل تعلیمات وتوجیہات کے ذریعہ عوام الناس کو دام تزویر وفریب میں ملوث کرنے کی حتی المقدور سعی پیہم اور جہد متواصل کر رہی ہیں انہیں تحریکات میں سے ایک تحریک مکتب دینیات بھی ہے جو تقریباً ان کی جملہ مساجد میں بنام دینیات بچوں کو زیور گمرہی سے آراستہ وپیراستہ کر رہی ہے ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا سنی صحیح العقیدہ عوام کو اپنی مساجد میں بچوں کو زیور تعلیمات حقہ سے آراستہ کرنا از روئے شرع درست ہے یا نہیں۔ کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین کے حوالے سے جواب مطلوب ہے عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا عنداللّٰہ.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد میں تنخواہ لے کر بچوں کو پڑھانا جائز نہیں کہ تنخواہ لے کر پڑھانا کار دنیا ہے اور مسجد میں کار دنیا ناجائز ہے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر پڑھانے والا (مسجد میں) اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہوگیا اور دنیا کی بات کے لیے مسجد میں جانا حرام ہے۔''(۱)

لیکن اگر بد مذہب فرقے بچوں کے عقائد خراب کر رہے ہیں اور سنیوں کے پاس الگ سے مدرسہ قائم کرکے اپنے بچوں کی تعلیم کا بندوبست نہیں اور نہ ہی فی الحال اس کی استطاعت ہے تو بوجہ ضرورت مسجد میں عقائد حقہ سنیہ اور سچی دینی تعلیم یا تنخواہ دینا جائز ہے بشرطیکہ مسجد کا احترام ملحوظ رہے فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے۔ ''الضرورات تبیح المحظوراتِ'' (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی
۱۳؍ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۴۴۶

(۲) الاشباہ والنظائر، ج:۱، ص:۹۴

باب المقبرة

قبرستان کا بیان

موقوفہ قبرستان میں پختہ قبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد خالد قادری مقام جمڑی، کسمہی ضلع سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مسلم قبرستان کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس میں اپنے والدین اور بھائی وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز نہیں ہے اگر چہ حاجی ونمازی ہوں اور بکر کہتا ہے کہ مسلم قبرستان میں اپنے والدین وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز ہے اس لیے کہ جس جگہ جو آدمی دفن ہو جاتا ہے وہ جگہ اسی کی ملکیت میں آجاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا زید وبکر کے اقوال سے کس کا قول صحیح ہے از روے شرع دلائل سے واضح فرمائیں نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو مسلم قبرستان وقف ہو اس میں پختہ قبر بنانا جائز نہیں کہ ہمیشہ کے لیے وہ جگہ کسی کے لیے مخصوص کر لینا اس میں تصرف مالکانہ ہے اور وقف میں ایسا تصرف حرام ہے درمختار میں ہے:

"اذا تم و لزم لایملک ولا یملک." (۱)

فتاوی رضویہ میں ہے: "جائداد ملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی" (۲)

اور اسی میں ہے "اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں ہے: "لانہ یستحق الازالۃ لا الا دامۃ "اھ (۳)

صورت مذکورہ میں زید کا قول درست اور موافق شرع ہے اور بکر اپنے قول میں غلط اور مخالف شرع ہے اس پر

---

(۱) الدر المختار، ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۰۲

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۳۵۳

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۴۹۰

لازم ہے کہ حکم شریعت کی اطاعت کرے اور غلط مسئلہ بیان کرنے کی وجہ سے توبہ واستغفار کرے۔ بکر کا استدلال اس کی حماقت وجہالت کا آئینہ دار ہے کیوں کہ موت سے آدمی کا سامان خود اس کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور یہاں بکر میت کے لئے ملکیت ثابت کر رہا ہے، بہر حال بکر کا موقف غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری، خلیل آبادی

۱۲؍ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

کیا کسی مزار پر وقف کو بدل کر دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز ہے؟

مسئلہ از: سید اعجاز احمد قادری شطاری عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ذیل کے مسئلوں کے بارے میں ہمارے شہر تاڑ پیڑی میں ایک بزرگ حضرت شمشیر ولی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کی وقف زمین پانچ ایکڑ ہے اس کو اب اس درگاہ کے مجاور صاحب شہر کے مسلمانوں کے قبرستان کے لیے لکھ کر دیے ہیں اب وہاں اس زمین پر قبرستان بنانے کے لیے اطراف چہار دیواری بنانے کی تیاری کی جارہی ہے۔

زید وقف کی تبدیلی شرعاً حرام وناجائز کہتا ہے وقف کیا ہوا شخص ہی کیوں نہ ہو وہ ایک جگہ کے لیے وقف کرکے اس چیز کو دوسری جگہ دوسرے کام کے لیے لگا نہیں سکتا ایسی صورت میں کوئی سو سال کے آگے کی درگاہ شریف کے لیے وقف کی گئی جگہ کو آج مجاور تبدیل کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔

یہ شرعاً قبرستان نہیں ہوتا اس میں مردے دفن کرنا ناجائز مردوں کو عذاب نار میں ڈالنے کے برابر ہے کیا زید کا کہنا درست ہے یا نہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نئے قبرستان کو قبرستان کی طرح استعمال کرنا اور وہاں پر مردوں کو دفن کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو چیز جس کام کے لیے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جاسکتا ہے دوسرے کام میں اس کا استعمال ناجائز ہے متولی، مجاور حتی کہ خود واقف کو ہرگز یہ اختیار نہیں کہ وقف شدہ زمین جس کے لیے وقف ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام اس سے لے یا کسی دوسرے کام کی اجازت دے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً والرباط

دکانا" اھ(۱)

اسی میں ہے:" سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عن مسجد لم یبق له قوم وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل یجوز جعله مقبرة قال لا وسئل هو ایضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیر هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبره کذا فی المحیط"(۲)

تفصیل مذکور سے واضح ہوا کہ مجاور صاحب کا درگاہ شریف پر وقف شدہ زمین کو قبرستان کے لیے دینا خیانت وبددیانتی اور سراسر ظلم وگناہ ہے اور اس زمین کو قبرستان بنانا وہاں مردے دفن کرنا ناجائز ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

ربیع الاول شریف ۱۴۳۰ھ

قبرستان میں عیدگاہ کی توسیع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ مومن خاں باہر دتیا گیٹ جھانسی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک اراضی برسہا برس سے قبرستان کے لیے وقف تھی اور اس کا ایک حصہ جو قبروں سے خالی تھا اس میں پرانے لوگوں نے عیدگاہ کی تعمیر کر دیا تھا جس میں عید الفطر وعید الاضحیٰ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے اب عیدگاہ کے اتر اور دکھن عیدگاہ کی توسیع کرنے کا ارادہ ہے جس میں قبریں بھی موجود ہیں زید جس کے خاندان کی قبریں اس میں موجود ہیں اس لیے عیدگاہ کی توسیع سے روکا تو لوگ اس سے جھگڑا کرنے پر آمادہ ہیں۔

اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے حالت میں عیدگاہ کی توسیع کرنے والے اور اس میں تعاون کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے اور زید از روئے شرع حق پر ہے یا نہیں کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو چیز جس کام کے لیے وقف ہو اس میں دوسرا کام کرنا اور غرض وقف کے خلاف اس کے وقف کو استعمال

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۴۹۰

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۴۷۰، ۴۷۱

کرنا ناجائز وحرام ہے فتح القدیر میں ہے:"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ"(۱)

درمختار میں ہے:" شرط الواقف کنص الشارع"(۲)

فتاوی رضویہ میں ہے:"وقف میں شرائط واقف کا اتباع ضروری ہے۔"(۳)

فتاوی عالمگیری میں ہے:"لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستانا ولاالخان حماماً والرباط دکانا۔"(۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ موقوفہ قبرستان پر عیدگاہ بنانا ناجائز وحرام ہے کہ اس میں تغیر وقف ہے جو ناجائز ہے علاوہ ازیں توسیع کی صورت میں مسلمانوں کی قبروں کو برابر کردیا ہوگا اور کسی مسلمان کی قبر بلاوجہ شرعی کھود کر برابر کرنا حرام ہے فتاوی خیریہ میں ہے:" وقد صرحوا بحرمۃ النبش لغیر ضرورۃ"(۵)

ردالمحتار میں ہے: "فعلم من ھذا ان النبش لتوسیع المسجد لا یجوز لعدم تعلق حق الآدمی بالمیت ."(۶)

اورقبر کو برابر کرکے جب عیدگاہ میں شامل کریں گے تو اس پر چلنا، پھرنا، پاؤں رکھنا بھی ہوگا اور قبر پر چلنا پاؤں رکھنا حرام ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لان امشی علی جمرۃ احب الی من ان امشی علی قبر مسلم."(۷)

فتاوی عالمگیری میں ہے:"یکرہ القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت." (۸)

قبر پر بیٹھنے یا نماز پڑھنے سے ایذاء میت مسلم ہے اور مسلمان کو خواہ زندہ ہو یا مردہ ایذا پہنچانا ناجائز وحرام ہے۔ ارشاد نبی کریم علیہ السلام ہے"یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذ صاحب القبر ولایؤذیک." (۹)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا:" من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذانی اللہ." (۱۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں عیدگاہ کی توسیع حرام حرام اشد حرام ہے بلکہ قبرستان میں بنی ہوئی عیدگاہ کو بھی منہدم کردیا جائے کہ واقعی قبرستان میں عیدگاہ یا کوئی اور عمارت بنانا ناجائز ہے جیسا کہ تفصیل گزرچکی ہے

(۱) فتح القدیر، ج:۵،ص:۴۴۰، کتاب الوقف
(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۶،ص:۵۰۸
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۷،ص:۳۷۷
(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲،ص:۳۵۴
(۵) الفتاوی الخیریۃ، ج:۱،ص:۱۵، باب الجنائز
(۶) ردالمحتار، ج:۱،ص:۶۶۲، باب صلاۃ الجنائز
(۷) سنن ابن ماجۃ، ص:۱۱۲
(۸) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۵،ص:۳۵۱
(۹) مرقاۃ المفاتیح، ج:۴،ص:۶۹
(۱۰) المعجم الاوسط، ج:۴،ص:۳۷۳

اور جو لوگ قبروں پر عیدگاہ کی توسیع کے لیے آمادہ ہیں اگر وہ توسیع کریں گے تو وہ سب مجرم وگنہ گار حرام کار مستحق نار وغضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہوں گے اور جو لوگ ان کی مدد کریں گے وہ بھی انہیں کی مثل ٹھہریں گے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنی طاقت بھر لوگوں کو ایسے سخت حرام کام سے روکیں اور کوشش کے باوجود وہ لوگ نہ رکیں تو مسلمان ان لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ سب مجرم وگنہ گار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) اور زید بے شک عیدگاہ کی توسیع سے روکنے والا حق پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ

وقفی قبرستان میں مدرسہ ومسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حبیب خاں قادری مقام بیا پور پوسٹ رانی گڑھ ضلع بارہ بنکی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ پر کہ قبرستان کی جگہ میں جہاں قبریں موجود ہوں ہڈی وغیرہ مل رہی ہوں وہاں مدرسہ ومسجد یا مکان بنانا درست ہے یا نہیں اگر بن گیا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وقفی قبرستان میں ان چیزوں کا بنانا ناجائز وحرام ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً۔" (۲) اور جو مسجد یا مدرسہ اس پر بن گیا ہے اسے منہدم کردیا جائے کہ یہ تصرفات ناجائز ہیں اور وقف کا اپنے حال پر باقی رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۳۵۴

قبرستان کے درختوں کی رقم مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد نظامی

جماعت سادسہ، متعلم دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امر ڈو بھا بکھیرا بازار سنت کبیر نگر یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہل سنت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ میرے علاقے میں ایک ایسا گاؤں ہے جہاں تقریباً تین سوگھروں کی مسلم آبادی ہے گاؤں میں ایک چھوٹی مسجد بہت پرانی تھی جسے شہید کرکے گاؤں کے لوگوں نے توسیع کا کام شروع کیا اخراجات بڑھتے گئے چوں کہ گاؤں کے بیشتر مسلمان غربت و افلاس کے شکار ہیں تعمیر مکمل ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی اتفاق رائے سے اسی گاؤں کے قبرستان میں لگائے گئے ساگون کے کچھ درخت فروخت کرکے اس کی رقم مسجد میں لگادی گئی ہے دیواریں مکمل ہوگئی ہیں صرف چھت کا کام باقی ہے اب انہیں مسلمانوں میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ قبرستان کی رقم مسجد میں لگانا درست نہیں ہے ازروئے شرع مفصل جواب تحریر فرمائیں تاکہ اختلاف دور کیا جاسکے۔

(۲) مسجد مذکور میں لگائے گئے روشندان اور جنگلوں کی لکڑیاں ایسی ہیں جو ایسے شخص سے خریدی گئی ہیں جو گورنمنٹی جنگل سے چوری کرکے لکڑیاں بیچتا ہے انتظامیہ نے علمائے اہل سنت کے بلا تحقیق وتفتیش کے ایسی لکڑیوں کو مسجد میں لگایا ہے جس کو اس شخص نے چرایا تھا انتظامیہ کے لوگوں نے اسے خریدا تھا۔

جواب طلب صرف یہ ہے کہ ایسی لکڑیاں مسجد میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں اگر نہیں لگائی جاسکتی ہیں تو ان لکڑیوں کو مسجد سے نکلوایا جائے یا نہیں نیز ایسے انتظامیہ کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) قبرستان کے درختوں کو بیچ کر اس کی رقم مسجد میں لگانا جائز ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:" قبرستان اگر چہ وقف ہو اس کے درخت وقف نہیں ہوتے (۱) ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:" قبرستان میں پیڑ کے مالک کا پتہ نہیں یا درخت خودرو ہیں تو مسجد میں صرف کرسکتے ہیں۔" ملخصاً (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جنگل کی لکڑیاں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی ہیں ان کا شمار مباح اشیاء میں ہے تو جو اسے قبضہ میں

---

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۴، ص:۱۱۷

(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۴، ص:۱۱۰

لے لے اس کی ہیں اس لیے منتظمین نے خرید کر جو لکڑیاں مسجد میں لگادیں ان کو نکالنے کی ضرورت نہیں البتہ گورنمنٹی قانون کے مطابق اس طرح سے جنگل سے لے آنا جرم ہے اس لیے مسلمانوں کو اس طرح کے کام سے بچنا لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"من الصور المباحة مایکون جرماً فی القانون ففی اقتحامه تعریض النفس للاذی والاذلال وهو لا یجوز فیجب التحرز عن مثله."اھ(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

قبرستان میں نیا راستہ نکالنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ مقبول احمد نوری چھاؤنی پڈرونہ ضلع کشی نگر یوپی انڈیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ برسوں پرانا ایک قبرستان ہے جس میں ایک پرانا راستہ ہے پھر بعد میں چل کر ایک نیا راستہ نکالا گیا پھر اس پر دس فٹ چوڑی سڑک RCC ودھا یک کے کوٹے سے بنائی گئی جس کی زد میں کچھ پرانی قبریں بھی آگئیں ہیں جس کا آمدورفت کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قبرستان کے نئے راستہ کو قبرستان کے تعمیری کام میں استعمال کیا جائے گا نیز قبرستان کی لکڑیاں اور دیگر سامان کی خاطر ٹریکٹر ٹرالی وبیل گاڑی وغیرہ کا استعمال بھی اس نئے راستہ پر ہوگا۔

لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قبرستان میں نیا راستہ بنوانا یا پرانے راستہ پر پکی سڑک بنوانا جائز ہے یا کچھ اور، بینوا بالبرهان توجروا عند الرحمن

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

کسی مسلمان کی قبر پر چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سخت ناجائز ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"

لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر من ان یجلس علی قبر"(۲)

ایک اور حدیث پاک ہے:" نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیه وان یبنی علیه."(۳)

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۷،ص:۱۱۵

(۲) الصحیح لمسلم، ج:۱،ص:۳۱۲

(۳) الصحیح لمسلم، ج:۱،ص:۳۱۲

فتاوی عالمگیری میں ہے" یکرہ القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت"(۱)
اور کھلی ہوئی بات ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے اس پر چلنا، اٹھنا، بیٹھنا سب ہوگا تو یہ سب ناجائز وگناہ ہوگا چنانچہ ردالمحتار میں فرمایا:"المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام." (۲) یعنی قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا جائے اس پر چلنا حرام ہے۔لہٰذا مذکورہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے وہ نکالنا حرام اس پر چلنا حرام اس پر بیٹھنا حرام ہے جن لوگوں نے نکالا وہ سب سخت مجرم وگنہ گار مستحق نار وغضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ اس راستہ کو ختم کرکے پہلی حالت پر کردیں ورنہ عذاب الٰہی کے لیے تیار ہیں البتہ پرانے راستہ کو پختہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ وعلمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

قبرستان میں گائے، بھینس وغیرہ چرانا اور باندھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ذوالفقار احمد رضوی، متعلم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں
قبرستان میں گائے بیل، بھینس وغیرہ چرانا یا باندھنا کیسا ہے؟ اور جو ایسا کرے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبرستان میں گائے، بیل اور بھینس وغیرہ جانور چرانا یا باندھنا ناجائز وگناہ ہے اور قبور مسلمین کی توہین وبے حرمتی اور اموات مسلمین کی ایذارسانی کا باعث ہے، کیوں کہ گائے، بیل، بھینس وغیرہ جانور جہاں چرتے ہیں پیشاب اور لید گوبر کرتے ہیں۔ اور قبرستان میں انہیں چرانے اور باندھنے کا مطلب ہوا کہ قبور مسلمین کو جانوروں سے پامال کرنا اور ان کے پیشاب ولید گوبر سے قبروں کو ملوث اور گندا کرکے ان کی بے حرمتی کرنا اور مردوں کو اپناد دینا ہے اور یہ سراسر ناجائز وگناہ ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"المیت یوذیہ فی قبرہ ما یوذیۃ فی بیتہ" یعنی جس چیز سے مردہ کو گھر میں ایذا پہنچتی ہے اس سے قبر میں بھی ایذا ہوتی ہے۔

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۵، ص: ۳۵۱

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹

فتاوی رضویہ میں ہے: ''قبر پر چلنا پھرنا، پاؤں رکھنا حرام ہے۔''(۱) اور جب مسلمانوں کی قبروں پہ چلنا پھرنا اور پاؤں رکھنا حرام ہے کیوں کہ اس سے ان کو اذیت پہنچتی ہے اور ان کی بے حرمتی ہوتی ہے تو پھر جانوروں سے انہیں پامال کرنا اور جانوروں کے گوبر اور پیشاب سے انہیں آلودہ کرنے میں انہیں کتنی ایذا پہنچے گی؟ اور ان کی کتنی بے حرمتی ہوگی؟ الحاصل ایسے لوگوں کو فوراً اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ایسے افعال سے باز آ جائیں اور علانیہ توبہ بھی کریں ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا سخت بائیکاٹ کریں تا کہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان میں صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مصطفیٰ و جملہ ساکنان امولی پوسٹ ہتھیا گڑھ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک قبرستان جس میں دو سو سال سے زائد عرصہ سے مسلمان مردوں کو دفن کیا جاتا ہے آبادی کے لوگ قبرستان کی حفاظت اور جانوروں وغیرہ کی گندگی سے بچاؤ کے لیے چہار دیواری بنانا چاہتے ہیں، لیکن ان کی مالی پوزیشن ایک مرحلہ میں باہمی چندہ سے چہار دیواری بنوانے کی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قبرستان میں موجود درختوں کو کاٹ کر ان کی قیمت چہار دیواری میں صرف کرنا کیسا ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبرستان میں موجود درخت کا اگر کوئی مالک ہو تو اس کی اجازت سے کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان کی چہار دیواری میں صرف کر سکتے ہیں اور اگر اس کے مالک کا کچھ علم نہیں تو ایسی صورت میں قاضی شرع کے حکم سے اور اس کے نہ رہنے کی حالت میں ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ عالم دین کے حکم سے اور اگر کوئی ایسا عالم دین نہ ہو تو آبادی کے عام مسلمانوں کے مشورہ سے اس درخت کو کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان کی ضرورت میں لگا سکتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے '' ان علم لها غارس ففي القسم الاول كانت للغارس وفي القسم الثاني الحكم في ذالك الى القاضي ان راى بيعها وصرف ثمنها إلىٰ عمارة المقبرة فله ذٰلك كذا في

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۱۰۲

الوقعات الحسامية." (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ر شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

چکبندی سے بچی ہوئی زمین کی رقم مسجد و مدرسہ میں صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احقر محمد شاہد رضا نوری، ناظم اعلیٰ دار العلوم فضل رحمانیہ مقام وگور گھنٹہ نان پارہ ضلع بہرائچ (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، چکبندی سے کچھ باقی ماندہ زمین قبرستان سے متصل ہے جس میں تاہنوز اجل رسیدہ شخصیتوں کی تدفین کا آغاز نہیں ہوا ہے نیز اس زمین سے افادۂ مسجد کے لیے کاشتکاری کی جاتی ہے اس زمین سے حاصل شدہ رقم مسجد یا مدرسہ یا عیدگاہ میں بوقت ضرورت صرف کرنا روا ہے یا نہیں ازروئے شرع تحقیقی جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ملک کی وہ زمین جن کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور اہل مملکت ان میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں، ایسی غیر مملوک زمینیں اللہ جل مجدہ کی ملک ہوتی ہے حکومت کی ملک نہیں ہوتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "عادی الارض للہ ولرسولہ" (۲) اور ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ رص ۴۵۹ پر بھی مرقوم ہے لہٰذا اگر چکبندی سے باقی ماندہ زمین کو کار خیر میں صرف کیا جائے۔ بلاشبہ جائز ودرست ہے کہ اللہ جل مجدہ کی ملکیت سے حاصل نفع اسی کی راہ میں خرچ ہوگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸ر رجب ۱۴۲۵ھ

قبرستان پر شادی محل یا مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جمیل احمد خان قادری، ہیل روڈ سرسی، ضلع کاروار، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ (۱) دوسو سال پرانی مسلمانوں کی قبریں اس

(۱) الفتاوى عالمگيرية، ج:۲، ص:۳۶۳

(۲) السنن الكبرىٰ، ج:۶، ص:۱۴۳، دار صادر بیروت

میں شادی محل یا مدرسہ بنا سکتے ہیں یا نہیں اس جگہ شادی محل بنانے والے گنہ گار ہوں گے یا نہیں۔

(۲) اور اس قبرستان میں ایک بزرگ کی مزار ہے جس پر سلیب ڈال کر شادی محل بنا کر دولہا دلہن کا انتظام، کھانا کھلانا، جوتے ڈال کر چہل قدمی کرنا، گانا بجانا، نکاح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) یہاں سنی جماعت کی مسجد ہے جس کے بازو میں ایک بزرگ کا مزار ہے اور مزار کے اوپر ہی مولانا کا کمرہ ہے وہ اوپر غسل وغیرہ کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں تشریح کریں برائے کرم جلد سے جلد تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) مسلمانوں کی قبروں پر عمارت بنانا مدرسہ تعمیر کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں بہار شریعت میں ہے: "مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں"(۱)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے: "سئل هو (ای القاضی الامام شمس الائمه محمود الاوز جندی) عن المقبرة فی القریٰ اذا اندرست لم یبق فیها اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لاولها حکم المقبرة کذا فی المحیط ."(۲)

اس جگہ شادی محل یا مدرسہ تعمیر کرنے والے ظالم وجفا کار مستحق نار وغضب جبار اور اموات مسلمین کو ایذاء پہنچانے والے سخت مجرم وگنہ گار ہیں ان پر توبہ واستغفار لازم اور قبور مسلمین پر بنی عمارتوں کو منہدم کر دینا واجب ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

(۲) یہ سب سخت ناجائز وحرام ہے **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۳) ہر مسلمان کی قبر کا احترام ضروری ہے اور بزرگوں کے مزارات کا اور بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے وہ تمام باتیں جو ادب واحترام کے خلاف ہوں سب منع ہیں۔ البتہ مزار کے اوپر بنے حجرہ میں غسل کرنا گناہ نہیں ہاں اگر غسل وغیرہ کا پانی مزار پر آتا ہو تو اب ممانعت ہوگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ر شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج:۱، ص:۸۴۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۲، ص:۴۷۰

قبرستان کی گھاس کاٹ کر اس کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شمشیر عالم نظامی، بھرا جگنجوی، دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

قبرستان میں اگر گھاس اگی اور اتنی بڑی ہوگئی جس سے کسی بھی قسم کا استفادہ کیا جاسکتا ہے یا کم از کم چوپائے کو کھلایا جاسکتا ہے، تو کیا اس گھاس کو کسی بھی آدمی کے ساتھ فروخت کر سکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب عطا کر کے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو ہرے پودے خاص قبروں کے اوپر ہوں ان کو کاٹنا منع ہے کہ ان کی تسبیح سے صاحب قبر کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "یکره قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحر والدر وشرح المنیة وعلله فی الامداد بانه مادام رطبا یسبح الله تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکره الرحمة اھ". نحوه فی الخانیة."(۱) بقیہ اور جو گھاس قبرستان میں اگی ہوئی ہیں اور ان کا کوئی مالک نہیں ہے تو قاضی سلام کے حکم سے اسے کاٹ کر فروخت کر سکتے ہیں۔

چنانچہ فتاوی عالم گیری میں ہے: "ان علم لها (ای اشجار) غارس اولم یعلم ففی القسم الاول کانت للغارس وفی القسم الثانی الحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعها و صرف ثمنها اِلی عمارة المقبرة فله ذلک کذا فی الواقعات الحسامیه"(۲) اور جہاں قاضی اسلام نہ ہو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم دین مرجع فتاوی اس کے قائم مقام ہے اور اگر ضلع میں ایسا عالم نہ ہو تو عام مسلمانوں کا کے فیصلہ کے مطابق عمل ہو۔ هکذا قال سیدی الکریم الامام احمد رضا القادری رحمه الله تعالیٰ. والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم رذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

---

(۱) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۶۰۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۲، ص: ۴۷۴

قبرستان کی زمین کسی شخص کو دیدینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: اسلم اعظمی ضلع اعظم گڈھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تالاب ہے جو قبرستان کی حد میں شامل ہے اور زید کے گھر کی نجاست اس تالاب میں آتی ہے، تالاب سے ذرا سا ہٹ کر ایک زمین ہے جس پر گاؤں والوں نے کہا کہ یہ زمین بھی قبرستان کی حد میں شامل ہے، اور زید کہتا ہے کہ نہیں، یہ زمین قبرستان کی حد میں شامل نہیں ہے، اور گاؤں والوں کو یہ خطرہ ہے کہ ہم اس سے زیادہ ضد کرتے ہیں تو یہ مسلمانوں کو ہندو لوگوں کے ساتھ مل کر تکلیفیں دے گا اور نہ جانے کونسی کونسی ایذا پہنچائے گا اور اگر زمین اس کے حق میں دیدیتے ہیں تو وہ خاموش ہو جائے گا۔ تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے، شریعت مطہرہ کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر وہ زمین قبرستان کے لیے وقف ہے تو زید کو اس کے جھگڑا فساد کے ڈر سے دیدینا ہرگز جائز نہیں ہے کہ وقف کی زمین نہ کسی کو ہبہ کر سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں شرط واقف کے خلاف کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں۔ فان الوقف لایباع ولایوهن ولا یغیرعن هیئة، فی الفتاوی الهندیة: "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته"(۱)

اور محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں: "أمرنا بابقاء الوقف علی ما کان علیه" (۲)

بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی الامکان وقف کے مال کی حفاظت کریں اور ظالموں، غاصبوں کے ظلم وغصب سے بچانے کی کوشش کریں۔ فتاوی عالمگیری مطبوعہ مصری میں ہے: "ارض وقف خاف القیم من وارث الوقف او من ظالم له ان یبیعه ویصدق بالثمن کذا ذکر فی النوازل والفتوی علی انه لا یجوز کذا فی السراجیة"(۳)

اور امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں: "مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف اور دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا مال یا وقت خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔"(۴) اور

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۴۹۰

(۲) فتح القدیر، ج:۵، ص:۴۴، مطبع پشاور

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۴۳۲

(۴) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص:۳۵۰

اگر وہ زمین کسی کی ملکیت میں ہے تو مالک کی اجازت سے اس کو دے سکتے ہیں، کما فی الکتب الفقهية.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
۱۴ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ

قبرستان میں اگر بتی اور موم بتی جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری احمد شکیل نورانی، بھیڑی منڈی، بشیرت گنج لکھنو، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) قبرستان میں جب کہ ہر جگہ عموماً قبر ہوتی ہے وہاں اگر بتی خوشبو کے لیے اور موم بتی روشنی و چراغاں کے لیے جلانا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس کام کو کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲) اگر بتی یا لوبان پر قرآن شریف پڑھ کر دم کر کے یا فیتہ جس پر نقش یا آیت لکھی ہوتی ہے جیسا کہ دعا، تعویذ والے حضرات کرتے ہیں، تو شرع کے مطابق انہیں جلانا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) قبر کے اوپر اگر بتی، موم بتی وغیرہ جلانا منع ہے۔ اور قبر کے قریب جلانا اگر قبر کے لیے ہو اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہ ہو تو یہ بھی منع، اور اگر اس لیے ہو کہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہیں، فاتحہ خوانی، قرآن خوانی یا ذکر و اذکار میں مشغول ہیں، ان کی طبیعت کو خوشبو سے انبساط و سرور حاصل ہوگا، یا اس طرح کے دوسرے مقاصد حسنہ ہوں تو اگر بتی سلگانا، چراغ جلانا جائز و درست ہے، اور ایسا کرنے والے مستحق اجر و ثواب ہوں گے۔ تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۴۱ سے ۱۶۰ تک کا مطالعہ کریں، اس کے علاوہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم، فتاوی شامی، جواہر اخلاطی وغیرہ میں تفصیل موجود ہے واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر بتی اور لوبان پر آیات قرآنیہ پڑھ کر دم کر کے انہیں جلانا جائز ہے۔ یوں ہی نقش لکھ کر جلانا بھی منع نہیں ہے، رہی آیت تو دعا و تعویذ کرنے والے آیتوں کو بطور دعا لکھتے ہیں، نہ کہ قرآن شریف کی آیت سمجھ کر اس لیے اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری
کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ رربیع الغوث ۱۴۲۳ھ

قبرستان میں مٹی پاٹنے کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: مجاہد عالم رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان کا علاقہ بہت نیچا ہے۔قبرستان کے چاروں طرف گھر بننے اور راستہ اونچا بننے کے سبب قبرستان سے بارش کا پانی نکل نہیں پاتا اور زیادہ بارش ہونے پر غلیظ پانی بھی قبرستان میں داخل ہوجاتا ہے۔قبرستان کو لگ کر مسجد بھی ہے۔وضوخانہ کا پانی بھی قبرستان کو جاتا ہے۔جب کبھی میت ہوتی ہے تو قبر کھودتے وقت وہاں پانی نکلتا رہتا ہے یہاں تک کہ گرمی کے موسم میں بھی پانی نکلتا ہے۔

اس سے میت کو دفن کرنے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کیا قبرستان میں مٹی ڈلوا کر اونچا کیا جاسکتا ہے؟

(۲) اگر قبرستان میں مٹی ڈلوا کر اونچا کر سکتے ہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

(۳) قبرستان میں مٹی ڈالنے کے لئے کبھی قبر کے اوپر سے گزرنا ہوگا کیا اس سے قبر کی بے حرمتی نہیں ہوگی؟

(۴) کیا قبرستان کے پیڑ پودوں کو کاٹ کر بیچ سکتے ہیں؟ اگر بیچ سکتے ہیں تو اس کی رقم کس مد میں خرچ ہوگی؟

(۵) کیا ایم پی، ایم ایل اے فنڈ کی رقم قبرستان میں مٹی ڈلوانے کے کام میں لگا سکتے ہیں؟ اس فنڈ کی رقم قبرستان میں مٹی ڈالنے کے بعد بچنے کی صورت میں مسجد کمپلیکس کے کام میں لگ سکتی ہے؟ مسجد کی زمین کے تالاب وغیرہ میں ڈال کر پاٹ سکتے ہیں یا نہیں؟

(٦) قبرستان میں مٹی ڈالنے کے بعد قبرستان کو پاٹ کر کے راستہ بنانا چاہتے ہیں اس کی کیا صورت ہوگی؟

برائے کرم اسلامی قانون کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں قبرستان کی حفاظت کے لئے مٹی ڈال کر اونچا کرنا جائز ہے کہ اس میں مال وقف کی حفاظت کے ساتھ مسلمانوں کو حرج ودقت سے بچانا ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف میں کریں اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۱)

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:٦، ص:۳۵۰

(۲) لوگ جس طرح احتیاط کے ساتھ مردہ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں جاتے ہیں اسی طرح سروں پر مٹی اٹھا اٹھا کر حتی المقدور احتیاط سے پوری قبرستان کو مٹی سے پاٹ کر اونچا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کسی مسلمان کی قبر پر چلنا پھرنا ناجائز و حرام ہے۔ ارشاد حدیث ہے کہ ''لان اطا علی جمرة حتی تخلص الی جلدی احب الی من ان اطأعلی قبر مسلم''. (۱) یعنی مجھے چنگاری پر پاؤں رکھنا زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔''

اس لئے مٹی ڈالتے وقت احترام قبر ملحوظ رکھنا اور اسے بے حرمتی سے بچانا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) قبرستان کی گھاس جب تک تر ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر پیڑ لگانے والا معلوم ہے تو اس کی اجازت سے بیچ سکتے ہیں اور اگر نامعلوم ہو تو وہاں کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے مشورہ سے اور وہ نہ ہو تو اہل محلہ اپنی صوابدید پر جس کار خیر میں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے اس لگانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے اور اگر مالک کا پتہ نہیں یا درخت خودرو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔''(۲)

فتاویٰ خانیہ میں ہے ''مقبرة فیها اشجار ان علم غارسها کانت للغارس.''(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایم پی ایم ایل اے فنڈ کی رقم گورنمنٹ خزانے کی ہوتی ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی لہٰذا اسے قبرستان کی پٹائی مسجد کمپلیکس، مسجد کے تالاب کی پٹائی میں صرف کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) قبرستان میں جو قدیم راستہ ہو اس کی مرمت کرا سکتے ہیں۔ مگر کوئی نیا راستہ نکالنا اس پر چلنا سب ناجائز و حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے ''المرور فی سكة حادثة فی المقابر حرام''(۴)

فتاویٰ رضویہ میں ہے ''قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں بیٹھنا جائز نہیں ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔'' (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۲) الفتاوی الرضویة، ج: ۴، ص: ۱۱۰

(۳) الفتاوی الخانیة علی هامش الهندیة، ج: ۳، ص: ۳۱۱

(۴) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹

(۵) الفتاوی الرضویة، ج: ۴، ص: ۱۰۸

قبرستان کی زمین پر نماز عید و بقرہ عید پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: محمد نیر اعظم اشرفی ابن حاجی محمد اشرف، مظفر پور، بہار

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

ایک زمین جس میں بہت پہلے سے جنازے کی نماز ہو رہی ہے وقف جنازہ اور قبرستان کے نام سے ہو لیکن اس میں لوگوں کا خیال ہے کہ عید و بقرعید کی بھی نماز ہو کیا اس جگہ اب عید و بقرعید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو زمین قبرستان کے نام وقف ہے تو جس حصہ پر وہاں قبر نہیں ہے وہاں پر عید و بقرعید کی نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ سامنے قبر نہ ہو جس طرح عیدگاہ اور مدرسہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

"لاتکرہ فی مسجداعدلھا وکذا فی مدرسۃ ومصلی عید."۔(۱)

البتہ اس زمین کو عید و بقرعید کی نماز کے لئے ہی خاص کر لینا یا اسے عیدگاہ کی شکل دے دینا ناجائز و گناہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:" لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ"(۲)

فتح القدیر میں ہے:"الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ"(۳) واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

قبرستان کے لئے غیر مسلم کی وقف کردہ زمین میں دفن کرنا کیسا؟

مسئلہ از: آفتاب حسین قادری، سکریٹری امام احمد رضا ویلفیر ٹرسٹ چھپرہ

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین وقف کیا اور وہ مرگیا اس نے وقف کرتے وقت وارث یالاوارث مردہ کا کوئی ذکر نہ کیا جیسا کہ اس کے دستاویز سے ظاہر ہے۔

---

(۱) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۳۲٦

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۳۵۴

(۳) فتح القدیر، ج:۵، ص:۴۴۰

بعد میں لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ اس نے صرف لاوارث مردہ کے لئے وقف کیا ہے اب تک وہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس قبرستان میں عام مردوں کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جب وہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور اب قانونی طور پر کسی کو حق مزاحمت نہ رہ گیا تو اگر چہ غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین دیتے وقت صرف لاوارث مردوں کے دفن کی ہی شرط کیوں نہ لگائی ہو پھر بھی اب اس قبرستان میں کسی بھی مسلمان لاش کو دفن کر سکتے ہیں۔

ایسا ہی درمختار ۳/۳۶۱ اور فتاوی رضویہ ۶/۴۰۱ کی عبارات سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ

قبرستان میں لگے درختوں کا مالک کون؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کے تین بیٹے ہیں ماجھل بیٹے نے قبرستان میں درخت لگائے جب درخت بڑے ہو گئے تو دونوں بھائی حصہ مانگنے لگے۔ درخت کے حقدار کون ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

قبرستان میں جس نے درخت لگائے وہی درخت کا مالک ہے۔ دوسروں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ امام فقیہ النفس علامہ قاضی خاں قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مقبرة فیها اشجار ان علم غارسها کانت للغارس." (۱)

یعنی ایک قبرستان میں کچھ درخت ہیں اگر ان کا لگانے والا معلوم ہے تو وہی ان کا مالک ہے۔

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "قبرستان اگر چہ وقف ہو مگر درخت جو اس

(۱) الفتاوی الخانیة مع الهندية، ج:۳، ص:۳۱۱

میں لگائے جائیں لگانے والے ہی کی ملک میں رہیں گے اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو اس میں تصرف جائز نہیں ہے۔"(۱)
صورت مذکورہ میں درخت منجھلے بیٹے کا ہے دیگر بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے اور ان کا مطالبہ غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۷/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین دی تو کیا وہ وقف ہے؟

مسئلہ از: شاکر علی سیٹھ محلہ بدمیانی، خلیل آباد

ہمارے محلہ میں ایک قبرستان ہے وہ پہلے محلہ کے غیر مسلموں کی زمین تھی ان لوگوں نے مسلمانوں کے مُردوں کو دفن کے لئے دے دیا اب مسلمان اس میں اپنے مُردے دفن کرتے ہیں اس قبرستان کو وقف مانا جائے گا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر غیر مسلموں نے وہ زمین مسلمانوں کو مُردہ دفن کرنے کے لئے دے دی اور مسلمانوں نے اسے قبرستان بنا دیا تو اب وہ وقف ہے اور اس پر وقفی قبرستان کے احکام نافذ ہوں گے اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

"جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دے دیا اس میں نمازیں مسجد سمجھ کر پڑھیں مسجد ہوگئی۔" اھ(۱)

اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دے دے مسلمان اسی روپیہ کا مالک ہوکر مسجد بنائیں یا غیر مسلم کسی زمین پر تعمیر بنا کر مسلمانوں کو دے دے مسلمان اس پر قابض ہوکر اسے وقف کردیں ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہوجائے گی۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۶، ص:۳۵۱

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۶، ص:۴۵۹

(۳) الفتاویٰ المصطفویۃ، ص:۲۶۸

مراجع ومصادر

القرآن الکریم

کتب تفاسیر

تفسیر خازن	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	متوفی ۷۲۵ھ
تفسیر بغوی	محمد بن حسین مسعود فرا البغوی	متوفی ۵۱۶ھ
تفسیر نسفی	عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	متوفی ۷۰۱ھ
تفسیر بیضاوی	قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی	متوفی ۶۸۵ھ
درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
احکام القرآن للجصاص	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی جصاص	متوفی ۳۷۰ھ
تفسیر جمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	متوفی ۱۲۰۴ھ
تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
تفسیرات احمدیہ	مفسر ملا احمد جیون	متوفی ۱۱۳۰ھ
تفسیر ابن کثیر	حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر	متوفی ۷۷۴ھ
تفسیر روح البیان	علامہ اسمٰعیل حقی	متوفی ۱۱۳۷ھ
تفسیر ابن شیخ زادہ	علامہ محی الدین محمد بن مصطفےٰ قوجی	متوفی ۹۵۱ھ
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	متوفی ۶۰۶ھ
حاشیۃ الصاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی	متوفی ۱۲۲۳ھ
تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز	متوفی ۱۲۳۹ھ
کشاف	علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری	متوفی ۵۳۸ھ
روح المعانی	علامہ سید آلوسی حنفی	متوفی ۱۲۷۰ھ
الجامع لاحکام القرآن	علامہ ابوعبداللہ احمد مالکی قرطبی	متوفی ۶۶۸ھ
تفسیر حسینی	حسین بن علی واعظ کاشفی	متوفی ۹۱۰ھ
جامع البیان	علامہ محمد بن جریر طبری	متوفی ۳۱۰ھ
غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن محمد نیشاپوری	متوفی ۷۲۸ھ

کتب احادیث وسیر

صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	متوفی ۲۵۶ھ
صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	متوفی ۲۶۱ھ

جامع الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	متوفی ۲۷۹ھ
سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	متوفی ۲۷۵ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ	متوفی ۲۷۳ھ
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	متوفی ۲۴۱ھ
مشکاۃ المصابیح	شیخ ولی الدین تبریزی	متوفی ۷۴۲ھ
المستدرک للحاکم	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری	متوفی ۴۰۵ھ
سنن البیہقی	احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخسروجردی البیہقی	متوفی ۴۵۸ھ
سنن دار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی	متوفی ۳۸۵ھ
جامع الاحادیث	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
المعجم الاوسط	امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب	متوفی ۳۶۰ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری	متوفی ۹۷۵ھ
مرقات المفاتیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری	متوفی ۱۰۱۴ھ
انوار الحدیث	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
الشفا بتعریف حقوق المصطفےٰ	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی	متوفی ۵۴۴ھ
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	متوفی ۸۵۲ھ
المنہاج شرح صحیح مسلم	حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی	متوفی ۶۷۶ھ
کفایہ	علامہ جلال الدین خوارزمی	متوفی ۸۰۰ھ
حاشیہ شلبی	علامہ شہاب الدین شلبی	متوفی ۱۰۲۱ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	متوفی ۱۰۵۲ھ
نسیم الریاض	علامہ شہاب الدین خفاجی	متوفی ۱۰۶۹ھ
الجامع لاخلاق الراوی	ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی	متوفی ۴۶۳ھ
ارشاد الساری شرح بخاری	علامہ احمد قسطلانی	متوفی ۹۱۱ھ
انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی	متوفی ۴۳۰ھ
شرح الزرقانی	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی	متوفی ۱۱۲۲ھ
المعجم الکبیر	حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد ایوب اللخمی الطبرانی	متوفی ۳۶۰ھ
فتح المغیث	علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی	متوفی ۹۰۲ھ

الدرر البہیہ	عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم	متوفی ۱۳۹۲ھ
شرح صحیح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی	متوفی ۱۴۳۸ھ
التیسیر شرح جامع صغیر	زین الدین محمد بن محمد بن المدعو	متوفی ۱۰۳۱ھ
شرح الصدور	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
مدخل	علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج	متوفی ۷۳۷ھ
جذب القلوب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	متوفی ۱۰۵۲ھ
سنن کبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسینی بیہقی	متوفی ۴۵۸ھ

کتب فقہ واصول فقہ

المبسوط للسرخسی	علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی	متوفی ۴۸۳ھ
اصول بزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی	متوفی ۴۸۲ھ
شرح وقایہ	صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود	متوفی ۷۴۷ھ
ھدایہ	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	متوفی ۵۹۳ھ
بحر الرائق	علامہ زین الدین بن نجیم	متوفی ۹۷۰ھ
مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	علامہ محمد سلیمان آفندی	متوفی ۱۰۷۸ھ
فتح القدیر	علامہ کمال الدین ابن ہمام	متوفی ۸۶۱ھ
تبیین الحقائق	علامہ عثمان بن علی زیلعی	متوفی ۷۴۳ھ
ردالمحتار	علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
غنیۃ المستملی	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی	متوفی ۹۵۶ھ
مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی	متوفی ۱۰۶۹ھ
غمز عیون البصائر	سید احمد بن محمد حنفی حموی	متوفی ۱۰۹۸ھ
بدائع الصنائع	علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی	متوفی ۵۸۷ھ
جامع الفصولین	محمد بن اسرائیل المعروف ابن قاضی	متوفی ۸۲۳ھ
کنز الدقائق	علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی	متوفی ۷۱۰ھ
الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری	متوفی ۹۷۰ھ
نور الایضاح	علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی	متوفی ۱۰۶۹ھ
نور الانوار	ملا احمد جیون	متوفی ۱۱۳۰ھ

درمختار	علامہ علاؤالدین حصکفی	متوفی ۱۰۸۸ھ
الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ احمد بن محمد طحطاوی	متوفی ۱۲۳۱ھ
منیۃ المصلی	علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری	متوفی ۷۰۵ھ
التوضیح علی التلویح	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	متوفی ۷۹۲ھ
فتاویٰ بزازیہ	علامہ شہاب الدین ابن بزاز کردری	متوفی ۱۸۲۷ھ
فتاویٰ رملی	علامہ خیر الدین رملی	متوفی ۱۰۱۸ھ
الفتاوی العالمگیریہ	ملا نظام الدین	متوفی ۱۱۶۱ھ
العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
فتاویٰ خانیہ	قاضی حسن بن منصور اوزجندی	متوفی ۵۹۲ھ
فتاویٰ خیریہ	علامہ خیر الدین اعلی	متوفی ۱۳۸۱ھ
فتاویٰ امجدیہ	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ
فتاویٰ مصطفویہ	ابو البرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
فتاویٰ فیض الرسول	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
فتاویٰ بحر العلوم	مفتی عبد المنان اعظمی	متوفی ۱۴۳۴ھ
فتاویٰ تاتارخانیہ	علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی	متوفی ۷۸۶ھ
فتاویٰ مفتی اعظم	ابو البرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
فتاویٰ شارح بخاری	علامہ مفتی شاہ شریف الحق امجدی	متوفی ۱۴۲۱ھ
فتاویٰ برکاتیہ	فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
خزانۃ المفتین	حسین بن السمعانی السمنانی	متوفی ۷۴۰ھ
احکام شریعت	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
بہار شریعت	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ
ٹائی کا مسئلہ	علامہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری	

متفرق کتب

تقویت الایمان	اسماعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
رسالہ یکروزی	اسماعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
تحذیر الناس	محمد قاسم نانوتوی	متوفی ۱۲۹۷ھ

براہین قاطعہ	خلیل احمد انبیٹھوی	متوفی ۱۳۴۶ھ
حفظ الایمان	اشرف علی تھانوی	متوفی ۱۳۶۲ھ
الشہاب الثاقب	حسین احمد ٹانڈوی	متوفی
شرح عقائد	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	متوفی ۷۹۱ھ
جاء الحق	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی	متوفی ۱۳۹۱ھ
نبراس	مولانا عبد العزیز پرہاروی	متوفی ۱۲۳۹ھ
طریقہ محمدیہ	محمد بن پیر علی المعروف بیرکلی	متوفی ۹۸۱ھ
حدیقہ ندیہ	علامہ عبد الغنی نابلسی	متوفی ۱۱۴۳ھ
المعتقد المنتقد	علامہ فضل رسول بدایونی	متوفی ۱۲۸۹ھ
شرح فقہ اکبر	ملا علی بن سلطان محمد القاری	متوفی ۱۰۱۴ھ
بہجۃ الاسرار	ابو الحسن نور الدین علی بن یوسف شطنوفی	متوفی ۷۱۳ھ
اعلام مع سبل النجاۃ	خیر الدین زرکلی	متوفی ۱۳۹۴ھ
رسالہ قشیریہ	ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری	متوفی ۴۶۵ھ
طبقات کبری	امام محمد بن سعد	متوفی ۲۳۰ھ
الاعلام بقواطع الاسلام	احمد بن علی بن حجر الہیتمی	متوفی ۹۷۴ھ
ازالہ اوہام	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ھ
تتمہ حقیقت وحی	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ھ
دافع البلا	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ھ
آئینہ کمالات اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ھ
فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن	ڈاکٹر طاہر القادری	
تمہید ایمان	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
رد الرفضۃ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
المصباح فی اللغۃ	عبد الحفیظ بلیاوی	